

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ

آیۃ بیات

نواب محسن الملک سید محمد مہدی علی خان

PDFBOOKSFREE.PK

تردید مذہب شیعہ میں وہ مشہور اور عظیم کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علماء شیعہ نہ دے سکے جس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور ان کے علماء کے اقوال سے صحابہؓ کے فضائل اور خلافت راشدہ کو ثابت کیا ہے اور مسئلہ نکاح ام کلثومؓ و مسئلہ فدک پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئین کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکر یہ

طالب دُعا سعید خان



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

www.pdfbooksfree.pk

آیاتِ بنیات

حصہ اول و دوم

شیخ عثمان ندوی کے بطلان میں وہ عظیم الشان اور مشہور کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علماء شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزار ہا انسانوں کے مشکوک و مشہبات کو ختم کر دیا۔ جس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور ان کے علماء کے حوالوں سے مسابغہ کے فضائل اور خلافت راشدہ کو ثابت کیا گیا ہے اور مسئلہ نکاح اہل کلمہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، اندازہ بیان نہایت متین اور ناصحانہ اختیار کیا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات تعصب سے بھر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

تالیف

نواب محسن الملک سید محمد مہدی علی خان صاحب

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

جملہ حقوق طباعت و اشاعت ترجمہ و حواشی محفوظ ہیں

اصلاح و اضافہ شدہ، جدید عکسی ایڈیشن۔

باہتمام محمد رضی عثمانی، مدیر دارالاشاعت کراچی

تعداد طبع ایک ہزار، مطبوعہ مشہور پریس کراچی

اشاعت جون ۱۹۵۵ء



پتے کے پتے

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ دارالعلوم ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی

ادارۃ اسلامیات ۱۹۰ — انارکلی لاہور

عرضِ ناشر

ذریعہ نظر کتاب آیات بینات جناب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خاں صاحب بہاور منیر نواز جنگ و معتمد پولٹیکل و فنانس سرکار عالی ریاست حیدرآباد و کون کی وہ عظیم اور مشہور کتاب ہے جس نے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ کتاب اہل شیعہ کے عقائد کے بطلان میں ایسی متین اور سنجیدہ کتاب ہے جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزار ہا انسانوں کے شکوک و شبہات کو ختم کر دیا۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ یہ کتاب اس موضوع پر کس درجہ کی ہوگی کیونکہ اس کے مصنف نواب صاحب موصوف ایک فاضل تک خود شیعہ مذہب کے بڑے عالم اور مجتہد امام تھے بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی۔ اول آپ کے دل میں سنی مذہب کی حقانیت جاگزیں ہو گئی۔ اور آپ راہ حق میں کتبہ برادر می عورتہ رشتہ داروں کی پروا کئے بغیر شیعہ مذہب سے تائب ہوئے اور اپنے سنی ہونے کا اعلان فرما دیا۔

ظاہر ہے کہ جب ایک ایسا عالم ترویجِ شیعیت میں قلم اٹھائے جو خود پہلے شیعہ عالم رہا ہو تو اس نے اس کتاب میں کس قدر کج اور سچی باتیں لکھی ہوں گی۔ لیکن اس کے باوجود اندازِ تحریر عام مناظرانہ نہیں بلکہ نہایت متین اور سنجیدہ اور ناصحانہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات تعصب سے ہٹ کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ ابتداء میں یہ کتاب دو جلدوں میں ۱۳۱۵ھ میں مطبع معطفائی سے شائع ہوئی تھی۔ اور پھر بعد سے یہ کتاب تالیف تھی ۱۹۶۶ء میں دارالانشاعت کراچی کو اس کی جلد اول کے دونوں حصے دستیاب ہوئے تھے جو بعینہ شائع کر دیئے گئے تھے لیکن اس وقت خاطر خواہ اس کی طباعت کا انتظام نہ ہو سکا تھا۔ اب یہ عظیم کتاب عکسی طباعت کے ذریعہ شائع ہوئی ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی جلد دوم بھی بڑی تلاش و جستجو کے بند دستیاب ہو گئی ہے جو فذک وغیرہ اہم مباحث پر مشتمل ہے۔

حصہ اول و دوم آپ کے پیش نظر ہیں جس میں سب سے پہلے صحابہ کرام کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اور پھر خلافت راشدہ کو ثابت کیا گیا ہے۔ نکاح ام کلثوم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور پھر ان مطاعن اور اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے گئے ہیں جو صحابہ کی نسبت شیخ حضرت کرتے ہیں۔

جلد دوم بحیث فداک وغیرہ اہم مباحث پر مشتمل علیحدہ شائع کی جا رہی ہے۔

اس اشاعت کی خصوصیت

اصل کتاب میں جاہل مغربی اور فارسی کی عباراتیں بطور حوالہ اور سند کے درج تھیں لیکن ان کا اردو ترجمہ نہ تھا جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات کو مطالعہ میں دشواری ہوتی تھی ہم نے ایسی عباراتوں پر نمبر ڈال کر حاشیہ میں اردو ترجمہ درج کر دیا ہے اب انشائاً اللہ تعالیٰ یہ کتاب ہر خاص عام کے لئے مفید ہو گئی ہے ہمیں امید ہے کہ اہل علم حضرات ان میں بہا خرمینہ ہائے علم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔

و ما توفیقی الا باللہ۔

پندرہ محمد رضا عثمانی

۲۔ جمادی الاول مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۴۳ء

فہرست مضامین حصہ اول و دوم

۲۲	پہلی آیت	۷	دین باج
۲۶	دوسری آیت	۹	تمہید
۲۷	تیسری آیت	۱۰	دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت میں
۳۱	چوتھی آیت	۱۰	پہلی دلیل
۴۰	پانچویں آیت	۱۱	دوسری دلیل
۴۳	چھٹی آیت	۱۲	تیسری دلیل
۴۷	ساتویں آیت	۱۳	چوتھی دلیل
۴۹	صدیق اکبر کے فضائل	۱۴	پانچویں دلیل
۵۱	شیعان عبد اللہ ابن سبا کے اعتراضات کا بیان	۱۷	شواہد نقلی صحابہ کی فضیلت میں
۵۲	پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر	۱۸	توریت انجیل کی شہادتیں اور صحابہ کی فضیلت میں
۵۹	دوسرا اعتراض دوسری فضیلت پر	۱۹	پہلی شہادت توریت کی
۶۰	تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر	۱۹	پہلی روایت کہ صدیق اکبر نے اپنے باپ کے قتل کا ارادہ کیا۔
۶۲	امر چہارم کے ثبوت میں	۲۰	دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کے قتل کا مشورہ دیا
۶۲	امر پنجم کے ثبوت میں	۲۰	دوسری شہادت انجیل کی۔
۶۲	امر ششم کے ثبوت میں	۲۲	قرآن مجید کی شہادتیں صحیحہ کی فضیلت میں
۶۳	ساتواں اعتراض ساتویں فضیلت میں		
۶۴	آٹھواں اعتراض آٹھویں فضیلت میں		
۷۹	نواں اعتراض نویں فضیلت میں		

ائمہ کرام کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں

حضرت عمرؓ کے نکاح کا بیان
حضرت عمر فاروقؓ کے حضرت ام کلثومؓ کے
ساتھ نکاح کا ثبوت
خاتمہ حصہ اول

حصہ دوم

وہا ان شرعاً فی بیان کتب صدوہ شیعوں
کا جواب فضیلت صحابہ کی آیات کے
بارے میں۔

صحابہ کرام کے منافق نہ ہونے کا
ثبوت

دلیل اول
دلیل دوم و سوم

دلیل چہارم
صحابہ کے منافق نہ ہونے کی پانچویں دلیل

پہلی آیت
دوسری آیت

تیسری آیت
چوتھی آیت

شیعوں کا دوسرا جواب آیات فضیلت
صحابہ سے

شیعوں کا تیسرا جواب آیات فضیلت
صحابہ سے

خاتمہ کتاب
تقریباً جناب محمد رفیع بیگ عرف مجیب

پہلی حدیث

دلیل اول

دوسری دلیل

تیسری دلیل

دوسری شہادت

امرا اول امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا
امروم پیغمبر خدا کے یاروں کا ایمان کے سبب
سے مصیبت و ایذا پانا۔

حضرت ابو بکر صدیق کے ایمان لانے کا عمل
بیان حضرت عمر فاروق کے ایمان لانے کا
اشعار از کتاب حملہ حیدرآبادی در کیفیت ایمان
آوردن عمر بن الخطابؓ

صحابہ کے تابعین کی فضیلتیں اور ان کی نشانیاں

تیسری شہادت

چوتھی شہادت

پانچویں شہادت

چھٹی شہادت

ساتویں شہادت

آٹھویں شہادت

نویں شہادت

۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲

دیباچہ از مُصنّف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَحَبِیْبِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
مُحَمَّدًا وَاٰلِهِ ذَا الصُّلٰبَةِ ذَا اَرْوَاحٍ ذَا اَنْفُسٍ وَجَمِیْعِیْنَ ۱۔

بعد حمد و صلوة کے جانتا چاہیے کہ نئے عرصہ و جل نے ہماری ہدایت کے واسطے
اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اس پر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اُس کے ہاتھ میں
دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریخی سے نکال کر جہاں کے دلوں کو نورِ ایمان سے
نورن کیا۔ پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اس کی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکر یہ ادا نہیں کر
سکتے لیکن شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو مہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں
سے پھر تارک کر دیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے۔ جسکی نسبت
ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام
کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا چاہیے
بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلے کی تطبیق کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے
دینا ضرور ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف اپنی نجات
کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب اور عناد کو دخل نہ دے وہ حق اور باطل میں تمیز
نہ کر سکے اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا نہ رکھے ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی
کا طالب ہو اور مذہبی تعصب نہیں گرفتار ہو اور سوائے مہا دلے اور مکارے کے اُسے اور
کچھ منظور نہ ہو اور اپنے آبائی دین و مذہب کو عقیداً سچ جانتا اور اِنَّا وَجَدْنَا اٰمَآءَ اٰنَا
عَلٰی اُمَّةٍ وَاَنَا عَلٰی اِنَّا اِهْدٰهُم مُّسْتَدْعٰتٌ :- کہا ہو بیٹھا اپنی گمراہی میں پڑا رہے گا اور
اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کبھی پاک صاف نہ کر سکے گا، بعد اس تمہید کے بندہ گنہگار
محمّدی علی ابن سید رضا من علی غفرنا للہ ذُنُوْبِهٖ اپنے بھائیوں کی خدمت میں
التماس کرتا ہے کہ منجملہ مذہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ ہماری ہیں۔ ایک اہل سنت

و جماعت دوسرا امامیہ دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں اور اپنے آپ کو تاجی اور دوسرے کو تازی سمجھتے ہیں ہزاروں کتابیں تالیف ہو گئیں۔ اور صد ہا رسالے تحریر ہوئے مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہ ہوا جس کا جو عقیدہ تھا وہ اُس پر قائم رہا۔ بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے حق پر نظر کر کے اپنے آبائی دین کو چھوڑا ہو اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی بہت کے لئے اختیار کیا ہو لیکن میں اپنے خدائی عزوجل کا ہزار ہا ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں اُن چند آدمیوں میں سے ہوں جنہوں نے اپنی نجات کی امید پر دوسرے مذہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الہی کے پا کر اور مذہب امامیہ کو اس کے مخالف دیکھ کر اپنے آبائی دین کے چھوڑنے میں تمام کنبے قبیلے سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا اور امامیہ مذہب کو جو بھولے مصرع

عج برعکس نہند نام ز شی کا نور

کے مخالف عقائد ائمہ کرام علیہم السلام کے ہے چھوڑ کر سچا مذہب اہل سنت و جماعت کا اختیار کیا چونکہ میرے عزیز و اقارب اور سبائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں۔ اس لئے میں اُن پر اُن دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہوں جنہوں نے میرے دل کو اُن کے مذہب سے متفرق کیا اور اُن شواہد عقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہل سنت و جماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا اسی واسطے میں یہ رسالہ اہل سنت و جماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں خدا کرے کہ میرے اور سبائی اس کو نظر سے انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑیں۔ اَللّٰهُمَّ اٰمِیْن



تمہید

یہ سب پر ظاہر ہے کہ دونوں مذہب کا اصل اختلافی مسئلہ معاملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے اہل سنت ان کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ ان کو برا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہل سنت ان تمام اہمت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان اور اسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسی طرح پر شیعہ ان کو سب سے زیادہ تر برا اور خراب حتیٰ کہ کافر اور مرتد کہتے ہیں پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونوں مذہب کی حقیقت اور بطلان کا مدار ہے یعنی اگر موافق اصول مذہب اہل سنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا اور مرتے دم تک ان کا اس پر ثابت قدم رہنا ثابت ہو گیا تو بلاشبہ سنیوں کا مذہب حق اور شیعوں کا مذہب باطل اور اگر برخلاف اس کے ان کا کافر اور مرتد ہونا (نعوذ باللہ من ذالک) معلوم ہوا تو شیعوں کا مذہب سچا اور سنیوں کا مذہب جھوٹا ہے اس واسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ پھر خلافت راشدہ کو ثابت کریں گے پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہیں دیں گے۔



دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت میں

پہلی دلیل :- یہ بات سب جانتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا اصل اللہ علیہ وسلم کو خدا نے عرب میں مبعوث کیا اور مکہ معظمہ میں اول اول حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اس وقت میں سب لوگ کافر اور مشرک تھے اور آپ کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار اور بھائی بند اس خبر کو سنتے ہی آپ کے دشمن ہو گئے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے کوئی مبینون کہتا تھا کوئی دیوانہ بتلاتا تھا (ونعوذ باللہ من ذالک) اور چھ برس تک باوجود دعوت اور اظہار معجزات کے صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے مسلمان ہوئے مگر چھ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانوں کی ہو گئی اور دعوت عام اسلام کی ملانیہ ہونے لگی اور ارکان دین کو حضرت نے علی رؤس الاشہاد اظہار کرنا شروع کیا تب اہل مکہ نے یہاں تک تکلیف اور ایذا دینی شروع کی کہ آخر کار مکہ چھوڑنا اور مدینہ کو ہجرت کرنا پڑا اور بعد آہستہ آہستہ دین اسلام کی ترقی شروع ہوئی اور پھر اس قدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصے میں سینکڑوں سے ہزاروں کی اور ہزاروں سے لاکھوں کی نوبت آگئی اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین میں داخل ہو گئی پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگوں نے ابتداءً دعوت میں اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اول ہی اول آپ کی نبوت کو تصدیق کیا اور بلا توقف بلا تامل کلمہ شہادت پڑھا اور بغیر صلاح اور مشورے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائی بندوں سے علیحدہ ہو کر اول ہی اول آپ کا دامن رحمت پکڑا اور اپنے دوست آشناؤں سے مخالفت کر کے غاشیہ اطاعت نبوی اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگوں کے اسلام کا جو ایسے نازک وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے کوئی نہایت قومی سبب ہوگا اور نہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اپنے قدیمی دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے اور اپنے عیش و آرام کا ترک کرنا اور مصیبت اور ایذا میں پڑنا اور تکلیفیں اٹھانا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہیں ہوتا پس اگر ہم ان اسباب کو سوچیں جن سے اول اول صحابہ نے ایمان قبول کیا تو صرف دو سبب معلوم ہوتے ہیں یا دین ملی کی خواہش اور نجات کی امید یا دنیا کی

طمع اور مال و دولت کا لالچ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کر میں اور اس امر کو مانیں کہ صحابہ نے اپنی نجات کی امید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضامندی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے وہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت میں اس دین سے پھر گئے ہوں اور کبھی انہوں نے اس محبت کو جو ان کو ایمان اور اسلام کے ساتھ تھی دل سے نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کے وقت میں اختیار کیا ہوگا اور برسوں اس کے پیچھے رنج اور دکھ اٹھائے ہونگے وہ کبھی اس دین سے نہ پھرے ہوں گے بلکہ مرتے دم تک اس پر ویسے ہی ثابت قدم رہتے ہوں گے اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کریں کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال و دولت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہوں تو ایسی بات ہے کہ جس کی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی شخص جس کو ذرا ایمان اور شرم کا پاس ہوگا اس امر کو خیال کر سکتا ہے اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر جو کچھ مال اور دولت کی حرص تھی وہ معلوم۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجات آخرت کی امید پر تھا اور جب اس امید پر ایمان لانا ان کا ثابت ہوا تو پھر اس سے پھرنا ان کا غیر ممکن تھا۔

دوسری دلیل :- جب ہم خلفائے راشدین اور مہاجرین و انصار کی حالت پر نظر کرتے ہیں اور ان کے سچال چلن پر خیال کرتے ہیں تو اس سے ہم کو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قدم قدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے اور شب روز خدا اور اس کے رسول کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے ان کے دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انہوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی ہانوں اور مالوں کو نہایت خوشی سے حضرت پر فدا کیا کون سی مصیبت رہ گئی کہ جو کفار نے ان کو نہیں دی کون سی تکلیف باقی رہ گئی کہ مشرکین نے ان کو نہیں پہنچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اس وقت اصحاب نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوت اسلام میں کیسی سعی بلیغ فرمائی جب عرب عامۃ اور قریش خاصۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اس وقت پیارا ان سے خود را سپہ سے ساختہ از مشرب عشق چہ باود با کہ نہ شووند و چہ مستہ ہا کہ نہ کردند و ہر گاہ کہ آنجناب بہجرت و جہاد ما مورث را مصاب سے

در مقابلہ کفار چہ رنجہا کہ نہ کشیدند و چہ غمہا کہ نہ چسیدند : پس اگر خدا اور اُس کے رسول کی محبت ان لوگوں کو نہ تھی تو کیوں اپنی جانوں اور مالوں کو تلف کرتے تھے اور کیوں سختیاں اور مصیبتیں اپنے اوپر اٹھاتے تھے سوچنا چاہیے کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا آخرتے شعر

رنگین کہ کرد پنجہ مرہ گانم این چنین لعل و گہر کہ ریخت بدایم این چنین

میں حضرت شیعہ سے پوچھتا ہوں کہ صحابہ کبار اور مہاجرین و انصار مصیبت اور ان کے وقت میں حضرت کے شریک ہوئے یا نہیں اور مال اور جان اور عزت اور آپ کو آپ پر نثار کیا یا نہیں حضرت کے پیچھے انہوں نے اپنے عزیزوں اور قریبوں کو چھوڑا یا نہیں اسلام کے پھیلانے میں انہوں نے تکلیف اور ایذا پائی یا نہیں پس ایسی بد بیہات سے انہیں کیجئے یا اقرار چونکہ انکار ہی نہیں کر سکتے اس لئے لازم آیا کہ اقرار کریں اور اگر ان کی محنتوں اور کوششوں کا انکار کریں تو پھر ذرا انصاف بھی کریں کہ جسکے پیچھے انہوں نے یہ تکلیفیں گواہی کی ہوں گی اس کی نگاہ میں کیا کچھ بھی قدر و منزلت اُن کی نہ ہوگی اور جس کی خاطر انہوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑا ہوگا اس کے دل میں کیا کچھ بھی محبت اُن کی نہ ہوگی۔ اسے یار و تم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قسم ہے کہ اگر مصیبت کے وقت میں کوئی تمہارا شریک ہو اور دکھ درد کی بات میں کوئی تمہارا ساتھ دے اور اپنے بھائی بندوں کو چھوڑ کر تمہارے ہمراہ ہوئے اور اپنی ہمت و مال کو تمہارے پیچھے ضائع کرے تو تمہاری نگاہ میں اس کی کچھ عزت اور تمہارے دل میں اس کی کچھ محبت ہوگی یا نہیں اگر ہوئے تو وہی مہاجرین و انصار کی نسبت حضرت صل اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سمجھو اور انصاف کرو کہ جو وقت لوگ چاروں طرف سے یا ساحر یا مجنون کہہ کر آپ کا دل دکھاتے ہوں گے اُس وقت جو لوگ یا رسول اللہ اور یا حبیب اللہ کہہ کر آپ کو پکارتے ہوں گے اور جب کے خوشی اُفتاب آپ کے آپ کو ستاتے اور تکلیفیں دیتے ہوں گے اس وقت جو لوگ اپنا سینہ سپر کر دیتے اور حضرت کو بچاتے ہوں گے اُن کی اس اعانت کی کیا کیا کچھ قدر و منزلت آپ کے نزدیک ہوتی ہوگی اسے یار و اگر انصاف کی آنکھ نہ نہ کرے تو صحابہ کرام کے مرتبوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کون شخص اس دنیا میں ایسا ہے کہ اب ان کے مرتبے پر پہنچے اور اُن کا سادہ درجہ پاسکے کہاں ہیں اب رسول خدا کہ وہ دعوت کریں اور اُن کے کنبے قبیلے کے لوگ اُن کو جھٹلا دیں اور ہم میں سے کوئی سامنے آ کر

صدقہت یا رسول اللہ کہہ کر آپ کے دل کو خوش کرے کہاں ہے وہ وقت کہ پیغمبر خدا ہجرت کریں اور غار میں جا کر چھپیں اور کوئی ہم میں سے اس وقت ساتھ ہوئے اور یا یہ غار کہلائے کہاں ہے وہ زمانہ کہ فقرار مہاجرین کو لے کر حضرت مدینے میں پہنچیں اور مدینے والے اپنے اوپر مصیبت گوارا کر کے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرا دیں اور انصار کہلاویں کیا اب پھر وہ دن مل سکتے ہیں کہ پیغمبر خدا بدر کی لڑائی پر جاویں اور ہم لوگ حضرت کے ساتھ ہوں اور ہمارا مدد کے لئے خدا ملائکہ کو بھیجے اور لقد رضى الله عنده کہہ کر اپنی رضامندی ظاہر فرمائے لے جائیو وہ زمانہ گذر گیا وہ وقت باقی نہیں رہا جن کو یہ نعمت ملنے والی تھی ان کو مل گئی جن کو یہ دولت حاصل ہو نیوالی تھی ان کو حاصل ہو چکی جو لوگ مہاجرین میں داخل ہونے والے تھے وہ مہاجرین میں شامل ہو گئے اور جو انصار میں داخل ہونے والے تھے وہ انصار میں شامل ہو چکے اب ہزار جان و مال کو کوئی نثار کرے مگر دالتا یقون الاذنون من المہاجرین فانصار کی فضیلت پانہیں سکتا تمام جہان کی دولت کوئی لٹاوے مگر اصحاب بدر یا یاران بیعت الرضوان میں داخل نہیں ہو سکتا ان دولتوں کو لینے والے لے گئے ان نعمتوں کو لوٹنے والے لوٹ لے گئے یہ شعر

حریفان باد یا خور وند و رفتند تہی خم خانہا کردند و رفتند

اسے یار و جن لوگوں نے بلا واسطہ پیغمبر خدا سے تسلیم پائی اور جن شخصوں نے خود حساب شریعت سے ہدایت حاصل کی کیونکہ تمہارے دل میں ان کی محبت اور تمہاری نظر میں ان کی قدر منزلت نہیں ہے کیا تمہاری عقل اس کو قبول کرتی ہے کہ ان ہزاروں لاکھوں آدمیوں میں جو برسوں پیغمبر صاحب کی محبت اور رفاقت میں رہے کسی کے دل پر ایمان کا کل اثر نہ ہو اور ان بے شمار آدمیوں میں جو نمازوں اور جہادوں میں حضرت کے شریک رہے کوئی اسلام پر ثابت قدم نہ رہا باوجودیکہ حضور اور سفر میں آپ کے ہمراہ رہے شب روز اپنے کانوں سے وحفظ و نصیحت سنتے رہے اپنی آنکھوں سے جہرئیل کا آنا دھی کا لاتا دیکھتے رہے لیکن اپنے نفاق اور کفر سے (والعیاذ باللہ منہ) باز نہ آئے گو کہ حضرت نے طرح طرح کے معجزے مانگے دکھائے انواع انواع کی دعائیں ان کے حق میں فرمائیں لیکن نہ کسی معجزے کا ان پر اثر ہوا نہ کوئی دُعا ان کے حق میں مقبول ہوئی بھلا انصاف کرو کہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور اپنے پیغمبر کی شان کو داغ لگائے گا اور اُس کے تمام شاگردوں اور کل مُریدوں کو کافر اور مرتد

کہے گا ذرا تو سوچو کہ اگر کسی عالم کے تمام شاگرد و جامل رہیں اور کسی امیر کے مصاحب بنیں
 کے سب بد چلین ہوں اور کسی ولی کے مرید کھم جمعین فاسق فاجر ہوں تو کیا اس سے
 بڑھتی اس عالم اور اس امیر اور اس ولی کی نسبت لوگوں کو نہ ہوگی بیشک ضرور ہوگی یہ
 اسی طرح پر تمام صحابہ کے کفر اور ارتداد پر اجماع اور کھناد پر وہ حضرت کی نبوت میں
 لگتا ہے۔ (دنعوذ باللہ من ذالک)

تیسری دلیل - اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
 ایسے وقت میں مبعوث ہوئے کہ لوگ توحید سے منکر ہو گئے تھے دین ابراہیمی میں تخریب
 کرنے لگے تھے جانوروں کی طرح آپس میں لڑتے اور وحشیوں کے مانند باہم جھگڑتے تھے
 اور حکمت سے بے بہرہ ہو گئے تھے اخلاق حسنة کو چھوڑ کر جاہلانہ رسموں کے پابند ہو گئے
 چنانچہ اللہ جل شانہ نے توحید کے بتلانے شرک کے چھڑانے عبادت کے طریقے سکھانے
 ابراہیمی کے جاری کرنے اخلاق حسنة کی تعلیم دینے کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی
 اور رسالت کا مرتبہ دیا اور تمام بنی آدم کی ہدایت کا بار آپ کے اوپر رکھا اور چونکہ بعد
 حضرت خدا کو دوسرا نبی بھیجنا منظور نہ تھا اور سلسلہ نبوت کا آپ کی ذات پر ختم کرنا
 تھا اس لئے جو فضائل اور کمالات اور معجزات مجاہد اور انبیاء علیہم السلام کو دیئے گئے
 طریقے ہدایت اور تعلیم کے علیحدہ علیحدہ اور پیغمبروں کو سکھانے گئے تھے وہ سب حضرت
 سکھائے گئے بلکہ اس نظر سے کہ کوئی فرقہ کوئی گروہ آپ کے فیضان نبوت سے محروم نہ
 اور آپ کی ہدایت اور تعلیم مثل بعض اور نبیوں کے بے اثر نہ ہو جائے اور کسی کو کوئی
 ایمان اور اسلام لانے پر باقی نہ رہے اور کسی کو موقع آپ کی نبوت کے انکار کرنے کا نہ
 وہ معجزات حضرت کو دیئے گئے جو کسی نبی کو نہیں دیئے گئے اور ان ان باتوں کی اہمیت
 آپ کو دی گئی کہ اور کسی پیغمبر کو نہیں دی گئی اسی واسطے آپ کی ہدایت کا اثر جلا
 کابل ہوا اور کچھ ایک ہی ذریعے سے نہیں بلکہ مختلف ذریعوں سے لوگوں نے ایمان کو
 کیا جو لوگ فصحاء اور بلقا مشہور تھے وہ قرآن مجید کی فصاحت دیکھ کر قائل ہو گئے اور
 لوگ علم اور حکمت کا دعوتی کرتے تھے وہ آپ کی تعلیم حکیمانہ دیکھ کر معتقد ہو گئے جو اہل
 معجزے کے طالب تھے وہ معجزات دیکھ کر ایمان لائے جو لوگ شجاعت اور مردانگی میں
 تھے وہ میدان جنگ میں مقابلہ کی تاب نہ لائے آخر مغلوب ہو کر مطیع بن گئے۔ اور جو

اللہ جل شانہ کی آپ کی نبوت سے تھی کہ دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے اور باطل دینوں پر غالب ہو جائے وہ حاصل ہو گئی لیکن یہ فائدہ جو بعثت نبوی سے ہوا صرف اہل سنت کے اصول کے مطابق ثابت ہوتا ہے اور موافق اصول مذہب یسع کے ہرگز ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ جو لوگ حضرت کے سامنے ایمان لائے جب ان کی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ وہ ایمان اور اسلام میں کامل تھے اوروں سے حضرت کی نبوت کے معتقد تھے اور مرتے دم تک اس میں ثابت قدم رہے تو یہ امر البتہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حضرت کی ہدایت سے جو شخص تھی وہ حاصل ہو گئی مگر جب ان لوگوں کی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ وہ ظاہر میں مسلمان تھے اور باطن میں (عیاذ باللہ) کافر یا حضرت کی وفات کے بعد ہی مرتد ہو گئے تو کس کے منہ سے یہ بات نکل سکتی ہے کہ حضرت کی ہدایت سے کچھ فائدہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اعتقاد شیعوں کا نسبت صحابہ کے ہے اس سے الزام آپ کی نبوت پر آتا ہے اور سفنے والے کو مذہب اسلام پر شبہ ہوتا ہے اس لئے کہ جب کوئی اس امر پر یقین کرے کہ جو لوگ حضرت پر ایمان لائے ان کے دلوں پر کچھ اثر ایمان اور اسلام کا نہ تھا اور وہ صرف ظاہر میں مسلمان اور (عیاذ باللہ) باطن میں کافر تھے یا حضرت کے انتقال کرتے ہی وہ اس سے پھر گئے وہ حضرت کی نبوت کی تصدیق کر نہیں سکتا اور کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت سچے نبی ہوتے تو کچھ نہ کچھ انکی ہدایت میں تاثیر ہوتی اور کوئی نہ کوئی دل سے ان پر ایمان لایا ہوتا اور منجملہ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے جو ان پر ایمان لائے۔ سو دو سو آدمی تو ایمان پر ثابت قدم رہتے اگر صحابہ کرام تمہارے عقائد باطلہ کے موافق اسلام اور ایمان میں کامل نہ تھے تو پھر وہ لوگ کون سے ہیں جن پر حضرت کی نبوت سے فائدہ ہوا اگر صحابہ رسول سوائے معدومے چند کے بقول تمہارے سب کے سب (عیاذ باللہ) منافق اور مرتد تھے تو دین اسلام کو کس نے قبول کیا اور پیغمبر صاحب کی تعلیم اور تلقین سے کس کو نفع پہنچا کن لوگوں نے حضرت کے کہنے سے شرک چھوڑ کر توحید پر اعتقاد کیا کن شخصوں نے عبادت کے طریقوں کو سیکھا کس گروہ نے دین محمدی کو جاری کیا کس فرقے نے ایمان کو پھیلایا اسے یار و تم کو تو اس کا نام لینا اور پیغمبر صاحب کی نبوت کا اقرار ظاہر ہی بھی کرنا نہ چاہیے اگر پیغمبر صاحب پر ایمان لانیوالوں میں سو دو سو ہزار دو ہزار کو تم کا فرقہ ہے یا ان لوگوں کو جو بعد غلبہ اسلام کے مسلمان ہوئے تم منافق جانتے تو صبر آتا مگر افسوس تو اسی بات پر آتا ہے کہ تم انہیں لوگوں پر اعتراض کرتے ہو

جو سب سے پہلے ایمان لائے اور انہیں کو منافق بتلاتے ہو جنہوں نے خدا کے دین کو چھوڑا کیا اور ان ہزاروں لاکھوں آدمیوں میں سے جو حضرت پر ایمان لائے تھے سوائے چار شخصوں کے کسی کو اچھا نہیں کہتے ہو بھلا کیونکر ایسے عقیدت پر تعجب نہ آئے اور کیونکر تمہاری اس غلطی پر افسوس نہ ہوئے۔

چوتھی دلیل :- ہم لوگ کیا شیعہ اور کیا سنی پیغمبر صاحب کی زیارت کو افضل ترین سعادت اور بہترین قربات سے سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ اب زمانہ آپ کی حیات کا نہیں ہے اس لئے آپ کی قبر مبارک کے دیکھ لینے کو اور آپ کے روضۂ انور کی خاک آنکھوں میں لگانے کو فضیلت جانتے ہیں اور اسی کو بہترین سعادت سمجھتے ہیں اور اگر کوئی شخص شرف میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ بڑے بزرگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت میں جب تک کوئی شخص نہایت ہی نیک اور مخلص اور پرہیزگار نہیں ہوگا وہ خواب میں بھی سعادت زیارت سے مشرف نہیں ہو سکتا پس نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہم ان لوگوں کی بزرگی اور فضیلت کا کچھ بھی اعتقاد نہ کریں جو برسوں حضرت کی زیارت کرتے رہے اور رات دن آپ کی صحبت میں حاضر رہے اور ہر لحظہ اور ہر ساعت آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور ہمیشہ آپ سے ہم کلام رہے اور نہ صرف زیارت اور صحبت کی سعادت پائی بلکہ حضرت کے غم اور خوشی میں شریک رہے اور آپ کی یاری اور مددگاری اعلیٰ کلمۃ اللہ میں کرتے رہے۔

ابیات

از وطنہا مہاجرت کردند	برالم ہامصا برت کردند
در سفر ہم رکاب او بودند	در حضر ہم خطاب او بودند
ہمہ آثار دہے دیدہ ازو	ہمہ اسرار دین شنیدہ ازو
باینی در شدائد و احوال	بذل ارواح کردہ اموال
پایہ دین بلند از ایشان شد	کار شرع از جنبہ از ایشان شد
رضی اللہ عنہم از سوی حق	بہر ایشان بشارت مطلق

عرض کہ صرف زیارت اور صحبت ہی حضرت سید الانبیاء علیہ التعمیۃ والسلام کی ایسی فضیلت ہے کہ کوئی بزرگی اس کو نہیں پاتی نہ کہ جب اُس کے ساتھ اور فضائل ذاتی بھی میں موجود ہوں تو پھر ان کے مراتب اور مدارج کی کیا انتہا ہے۔

پانچویں دلیل یہ اس امر کو سب مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ اسلام کی ابتدائی اور ترقی کے مقام ہیں اور انہیں دو جگہوں کو سب دنیا سے بڑھ کر عزت ہے۔ ایک خدا کا گھر اور رسول کا مولد ہے دوسرا حضرت کا شہر اور آپ کا مدفن ہے مکہ معظمہ میں بنیاد اسلام کی قائم ہوئی اور مدینہ منورہ میں اس کی ترقی ہوئی اور ان دونوں جگہوں کی بزرگی ایسی ہے کہ کبھی کوئی مذہب باطل ان میں پھر جاری نہ ہوگا اور وہاں ملعون کا بھی گزر ان میں نہ ہوگا پس ہم کو خور کرنا چاہیے کہ ان دونوں شہروں کے رہنے والے اب تک صحابہ کی نسبت کیسا اعتقاد رکھتے ہیں جو کچھ ان کا اعتقاد ہو اسی کو اصل ایمان سمجھنا چاہیے۔ پس خدا کے فضل سے ان دونوں شہروں کے رہنے والے بلکہ تمام عرب کے باشندوں کا جو اعتقاد صحابہ کی نسبت سے وہ ظاہر ہے اگر ہم موافق شیعہوں کے یہ کہیں کہ وہ سب کے سب گمراہ ہیں اور باطل اعتقاد پر اب تک قائم ہیں تو اس سے اصل مذہب اسلام پر بڑا الزام آتا ہے۔ کیونکہ خداوند عالم نے جہاں اپنے نبی کو پیدا کیا اور جہاں اپنے پیغمبر کا مدفن بنایا اور جن جگہوں کو عرش و کرسی کے برابر تہ دیا اور جہاں سے اسلام اور ایمان جاری کیا انہیں جگہوں کے رہنے والوں کو خدا نے اب تک باطل اعتقاد پر قائم رکھا اور ان لاکھوں کڑوں آدمیوں کو جو تیرہ سو برس کے عرصے میں وہاں پیدا ہوئے اور وہاں رہے گمراہ اور گمراہی پر ان کا خاتمہ کیا اور ایک مومن کا گزر بھی وہاں نہ ہونے دیا اور اب تک خدا نے جو وہاں کو وہی اصرار ہے کہ انہیں بد اعتقادوں سے مکہ اور مدینہ بھرا ہوا ہے اور وہی گمراہی اور ضلالت اب تک تمام عرب میں پھیلی ہوئی ہے اور باوجود گذر جانے اس قدر عرصہ و راز کے اب بھی کوئی مومن پاک بغیر تقیہ کے وہاں جانے نہیں پاتا اور اپنے ایمان اور اعتقاد کو بخوف اپنی سعوت اور جان کے ظاہر نہیں کر سکتا قیامت تو قریب آگئی اس دنیا کے ختم ہونے کے دن نزدیک ہو گئے لیکن خدا ان ظالموں اور بدعتیوں سے اپنے گھر اور اپنے رسول کے گھر کو پاک نہیں کرنا اور مومنین سے ان شہروں کو آباد نہیں کرنا اور گمراہوں کو ایسی پاک جگہوں سے نہیں نکالتا اگرچہ جن قدر زیادہ نبوت کا دور ہوتا گیا اور اسلام میں ضعف آتا گیا مذہب شیعہوں کا ترقی پاتا گیا اور ان کے عقائد باطلہ کو رواج ہوتا گیا اور اکثر شہروں اور ملکوں میں ان کی حکومت بھی ہو گئی اور بادشاہت اور سلطنت بھی نصیب ہوئی لیکن بائیمہ مکہ اور مدینہ اور عرب میں جو دین پیغمبر خدا کے وقت میں تھا، وہی جاری ہے اور مذہب رسول مقبول کے سامنے تھا وہی اب بھی ہے۔

ہست محفل بران قسار کہ بود ہست مطرب بران ترانہ ہنوت

ہم حیران ہیں کہ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اس تیرہ سو برس کے عرصے میں ایک مسلمان پاک اعتقاد نہ ہو اور ایسی پاک اور ایسی پاک حجہ میں کسی مومن پاک کا گذر نہ ہو تو پھر کونسا مقام ہو گا جہاں کے رہنے والے مومن اور مسلمان ہوں گے اور خدا کے گھر اور رسول کے گھر کو چھوڑ کر کس کے گھر میں ایمان والے رہتے ہوں گے اے بھائیو بغیر اس کے کہ یہ امر قبول کیا جائے کہ اصل دین اور مذہب وہی ہے جو مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں کا ہے کوئی دوسرا علاج نہیں ہے۔

شواہد نقلی صحابہ کی فضیلت میں

ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل کے ثبوت میں تین قسم کی نقلی شہادتیں بیان کرتے ہیں۔ اول وہ شہادتیں جو توریت و انجیل میں مذکور ہیں۔ دوم وہ شہادتیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ سوم وہ شہادتیں جو اسمہ کرام علیہم السلام سے کتب امامیہ میں منقول ہیں۔

توریت و انجیل کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں

آئی بات تو امامیہ مذہب والے بھی جانتے ہیں کہ جس طرح اللہ جل شانہ نے کتب سماوی میں ذکر سفیر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بطور پیشین گوئی کے کیا ہے اور اس سے انکار اس لئے نہیں کرتے کہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَوَأَمُّهُمْ يُؤْتِيهِمْ مَخْرَجًا وَمَغْرَبًا وَاللَّهُ وَرِثَاتُهَا رَبِّمَاءِحُمْ فَاذْبُوهُم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَاذِكْ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزُرَّاعٍ أُخْرِجَتْ شَطَائِكُ فَاذْبُكُهَا فَاسْتَغْلَظْ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيغِيظَ كُفْرَهُمُ الْكُفَّارَ (معنی) محمد رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ ساتھ ان کے ہیں، سخت ہیں اور کفار کے رحم دل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل خدا کا اور فرماندہی اس کی نشانی ان کی ان کے چہرے پر ہے، اثر سے سلیبے کے یہ ہے صفت ان کی بیچ توریت کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی

لکھائے اکھوا اپنا پس قومی کمرے اس کو پس موٹے ہو جاویں پس کھڑے ہو جائیں اور پھر چھڑی اپنی کے خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والے کو تاکہ غصے میں لاوے اللہ بسبب ان مسلمانوں کے کافر دل کو اب ہم ان مثالوں کو جو توریت و انجیل میں مذکور ہیں اور جن کی خبر خدا نے جل شانہ نے اس آیت میں دی ہے بیان کرتے ہیں۔

پہلی شہادت توریت کی

توریت کی کتاب استنشا کے تیرھویں باب کے چھٹے درس میں لکھا ہے کہ راگرتیرا مہائی یا بیٹا یا جو رو یا دوست کوئی تجھے پھلا دے اور کہے کہ او عزیزِ محبوبوں کی بندگی کر تو اس کے موافق نہ ہونا اور اس کی بات نہ سننا اور اس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا اور اس کی رعایت نہ کرنا اور اسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ اس کو ضرور قتل کر ڈالنا اس کے قتل پر پہلے تیرا ہاتھ پڑے پس متور کرنا چاہیے کہ جو کچھ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا صحابہ کرام نے اس کو کر دکھایا اور جیسی کچھ شدت اور سختی کافر دل پر چاہیے اس کا ظہور صرف پیغمبر صاحب کے یازوں کے ہاتھ سے ہوا اسی واسطے خدا نے ان کی شان اشد علی الکفار فرمایا اگرچہ صحابہ کرام کی شدت اور صلابت کا جو دین میں تھی اما میرا انکار نہیں کر سکتے مگر ہم ان کے اطمینان کے لئے حضرت شیخین کے حالات کو جو بڑے دشمن شیعوں کے ہیں اور صنی قریش کر کے ان میں مشہور ہیں بیان کرتے ہیں اور زیادہ تو نہیں کہہ سکتے اتنا عرض کرتے ہیں کہ اپنی ہی کتابوں کی روایتوں کو سنیں اور پھر اس کو توریت کے مضمون سے اور قرآن شریف کی آیت سے ملاویں اور خود ہی انصاف کریں اور اگر جیاد شرم مانع نہ ہووے تو تعصب اور عناد کو چھوڑ کر ان کی فضیلت کا اقرار کریں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ کر جماعت میں داخل ہو جاویں۔

پہلی روایت کہ حضرت صدیق اکبر نے اپنے باپ کے قتل کا قصد کیا

امام اعظم شیعوں کے حضرت شیخ علی تذکرۃ الفقہاء کی چھٹی فصل میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اُحد کے دن اپنے باپ کے قتل کرنے ارادہ کیا مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے باپ کو قتل کرنے سے روک دیا اور فرمایا کہ

لقد دلت ان اکبراً قتل ایوم احد فہذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ذلک وقال وہ لیلی نملہ عزیزک۔

علیہ وآلہ وسلم نے منع کر دیا اور فرمایا کہ تو جانے دے اور کوئی یہ کام کر لے گا پس اسے بھائی
خدا کے واسطے ذرا اپنے امام اعظم کی تصدیق کو دیکھو کہ وہ صدیقیت صدیق اکبر کی کیسی تصدیق
کرتے ہیں اور جو کچھ توریت میں کفار پر شدت کرنے کا ذکر ہے اس کو نشان میں حضرت ابو بکر صدیق
کی کیسا تسلیم کرتے ہیں کیوں یا رو اشداء علی الکفار کا مصداق کیا سوائے اس کے کوئی دوسرا
گاجوا اپنے باپ کے قتل پر آمادہ ہو اور توریت کے اس مضمون کا کہ (عزیز معبودوں کی بندگی
پر پھیلانے والے کو اگرچہ مچھائی یا بنڈیا یا جو رو یا دوسرے ہوں تو قتل کر ڈالنا اور پھیلانا یا
اس کے قتل پر اٹھانا) اطلاق کسی اور پر ہو گا تعجب ہے شیعوں سے اور ان کے امام اعظم
سے کہ ایسی روایت کو تصدیق بھی کریں اور صدیق اکبر کی مستعدی کو باپ کے قتل پر قبول بھی
کریں اور پھر ان کی صدیقیت سے انکار فرما دیں۔

دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروقؓ نے رشتہ داروں کے قتل کا مشورہ کیا

تفسیر مجمع البیان اور منہج الصادقین اور خلاصہ تفسیر حبر جانی میں امامیہ مذہب کے
مفسرین نے لکھا ہے کہ جب بدر کی لڑائی فتح ہوئی اور بہت سے لوگ مکے کے قید ہونے
جن میں اکثر مہاجرین کے عزیز اور قریب تھے اور حضرت نے ان کے معاملے میں صحابہ سے
مشورہ کیا تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (جو کوئی جس کا رشتہ دار ہے وہ اسکے حوالے کیا جائے
تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے کافر رشتہ دار کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے رشتہ
اور قرابت کا خیال نہ کرے اس لئے عقیل علی کو اور نوفل مجھے اور فلاں فلاں کے حوالے
کیا جائے واسطے قتل کے) اے شیعیان پاک ذرا اس روایت کو اپنی تفسیروں میں دیکھو اور
انصاف کرو کہ اشداء علی الکفار کا مضمون حضرت عمرؓ پر صادق ہے یا نہیں
اگر اس پر بھی نہ سمجھو تو خدا تم سے سمجھے۔

دوسری شہادت انجیل کی

متی کی انجیل کے باب ۱۳ کے درس ۳۱ و ۳۲- میں لکھا ہے کہ آسمان کی بلوڑ
رائی کے دانے کے مانند ہے جسے ایک شخص نے لے کے اپنے کھیت میں بویا اور وہ سب بیجوں
سے چھوڑا ہے پر جب اگتا ہے سب نرکار یوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہوتا ہے کہ

ہوا کے پرندے اس کی ڈالپوں پر پسرا کرتے ہیں اس پیشین گوئی کو اس آیت سے ملانا چاہئے جو ابھی مذکور ہوئی ہے کہ **مَتْلُوحٌ فِي الْأَجْمَلِ كَذَرِّيْعٍ أَشْرَجٍ شَيْطَانًا فَمَا سَتَعْلَفُ فَاَسْتَوْسَى عَلَيَّ** سُوْدَقًا يُغِيْبُ الزَّلٰلَةَ۔ یعنی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ پیغمبروں کے یاروں کی مثال انجیل میں اس طرح لکھی ہے جس طرح ایک چھوٹا سا دانہ کہ اس میں اول تپتی نکلتی ہے پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بڑا درخت ہوتا ہے اور دیکھنے والے کو تعجب آتا ہے۔ پس اس آیت کے مضمون کی اس عبارت سے انجیل کی جو ہم نے اوپر بیان کی کیسی تصدیق ہوتی ہے اور اس سے بشہادت انجیل صحابہ کی فضیلت بخوبی ثابت ہوتی ہے اور درحقیقت یہ مثال بالکل صحابہ کے حال کے مطابق ہے اس لئے کہ وہ اول تھوڑے تھے پھر آہستہ آہستہ بڑھ گئے اور ایک بڑا لشکر ان کا ہو گیا جس کی جماعت اور کثرت کو دیکھ کر کفار تعجب کرتے تھے اور ان کی قوت کو دیکھ کر بے مرنے تھے پس جو کوئی ان کی بزرگی کا فائل اور ان کی فضیلت کا معتقد نہ ہو درحقیقت قرآن اور انجیل اور تمام کتب سماوی کا منکر ہے اسے صاحبو اگر صحابہ رسول کے ایمان اور اسلام کے تم فائل نہیں ہو تو مہربانی کر کے ذرا ارشاد فرماؤ کہ **ذٰلِكَ بِذُنُوبِكُمْ** معاً سے کیا مراد ہے یعنی وہ کون لوگ حضرت کے ساتھ تھے جنکی صفت اللہ جل شانہ اس آیت میں فرماتا ہے اور **اَشْرَجًا** یعنی الشفاہ کا مصداق، بتاؤ کہ وہ کون حضرات تھے جو کفار پر سختیاں کرتے تھے اگر صحابہ کبار سوائے چارچھ کے سب کے سب منافق اور کافر تھے (و نفوذ باللہ من ذلک) تو وہ کون لوگ تھے جن کے سبب سے اسلام ایک دانے سے بڑا درخت ہو گیا اور وہ کتنے شخص تھے جن کو کفار دیکھ کر غیظ میں آتے تھے کیا کسی کے قیاس میں آسکتا ہے کہ چارچھ شخصوں کو دیکھ کر کافر جلتے ہوں اور محدودے چند کے ایمان لانے پر تعجب کرتے ہوں اگر ہزاروں آدمی مسلمان نہیں ہو گئے تھے اور وہ سب کے سب ایمان میں کامل نہ تھے تو اللہ جل شانہ **فَاَسْتَوْسَى عَلَيَّ** کیوں فرماتا اور اگر ہزاروں شخص اسلام نہیں لائے تھے تو کون کو دیکھ کر کفار کو غصہ آتا پس جب تک کوئی صحابہ کی فضیلت اور ان کی کثرت کو تصدیق نہ کرے وہ ان آیتوں کو بھی تصدیق نہیں کر سکتا۔ اسے یارو خدا کی قسم سچ جانتا اور یقین کر کے مانتا کہ ہم کو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ جو لوگ ایسی آیتوں کو تصدیق کرتے ہیں اور بڑا مثال انجیل میں مذکور ہے اس کو پیغمبر خدا کی نبوت کی نسبت پیشین گوئی پر محمول

کرتے ہیں اور پھر صحابہ کبار کی فضیلت اور کثرت سے انکار کرتے ہیں اور ایسی آیتوں اور پیشین گوئیوں کو صرف چار پچھ شخصوں پر ختم کرتے ہیں اور صحابہ سے صداوت رکھ کر لپیٹ ڈھک کر انکفار کی تہدید سے ذرا بھی نہیں ڈرتے۔

قرآن مجید کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں

پہلی آیت :- كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرَ لِّهٖمْ مِنْكُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَاللَّهُ يَخْتَرُ مَا يَشَاءُ لِقَوْمِهِ الْفَاسِقُونَ۔ (معنی) تم بہترین امت ہو جن نے گئے ہو آدمیوں کے لئے حکم کرتے ہو نیک باتوں کا اور روکتے ہو بری باتوں سے اور ایمان رکھتے ہو خدا پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو بہتر ہوتا ان کے حق میں بعضے ان میں سے مومن ہیں اور اکثر فاسق اس آیت میں جانشانہ صحابہ کی فضیلتوں کو اور ان کی بزرگیوں کو خود ان سے بیان فرماتا ہے اور ان سے مخاطب ہو کر ارشاد کرتا ہے کہ تم بہترین امت سے جو اور تم کو میں نے اور مخلوق سے منتخب کر لیا ہے ہدایت کرو چنانچہ تم جس کام کے لئے مقرر ہوئے وہ کرتے ہو اور جو خدمت تمہارے سپرد ہوئی اس کو ادا کر رہے ہو تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہ لوگوں کو نیک کام سکھانے ہو اور بری باتوں سے بچانے ہو جو شخص ذرا غور اور انصاف سے دیکھے تو یہی ایک آیت عقائد شیعہ ایمان عبداللہ بن سبا کے بطلان پر کافی ہے کہ خداوند کریم جبکہ اصحاب رسول کی نسبت فرماوے کہ وہ بہترین امت سے ہیں اور واسطے ہدایت نبی آدم کے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کے افعال حسنہ کی تصدیق کرے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور باوجود اس کے حضرات شیعہ ان کو بدترین امت سے جانیں اور ان کی بزرگی اور فضیلت سے انکار کریں ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ ایسی صریح آیتوں اور ایسی صاف شہادتوں پر بھی وہ اپنے عقیدوں کے فساد پر خیال نہیں کرتے اور خدا بھی قرآن مجید کی لفظوں کو نہیں دیکھتے اگر صحابہ کبار بہترین امت سے نہیں تھے تو خدا کا یہ خطاب کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ یعنی بہترین امت سے ہو کس سے ہے اور اگر ان کے اعمال نیک نہ تھے تو اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد کہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم نیک کام اور ان کو تبتلاتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو کس کی طرف سے اگر وہ سچے دل سے ایمان نہیں لاتے تھے تو خدا کی اس تصدیق کے کہ تَوَمُّنُونَ بِاللَّهِ تَمَّ خدا پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہو کیا معنی ہیں۔ آیتیں تو ایسی صاف ہیں کہ ان میں کوئی تاویل اور کوئی بناوٹ ہو ہی نہیں سکتی سیدھی سیدھی لفظوں میں اللہ جل شانہ صحابہ کے ایمان اور اعمال کو بیان کر رہا ہے اور کمال عنایت سے انہیں سے مخاطب ہو کر خود ان کی تعریفیں کر رہا ہے لیکن ہم کو سخت حیرت ہے کہ شیعیان پاک کے نزدیک اس آیت کے الفاظ کیا مہمل ہیں جن کے کچھ معنی نہ ہوں یا یہ کوئی لغز اور پہلی ہے جو اس کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آئے یا کوئی دقیق معنی ہے کہ وہ ان سے حل نہ ہو سکے یا ان کے عقیدے میں یہ الفاظ قرآن کے نہیں ہیں اور جامع قرآن نے اپنی اور اپنے مجاہدوں کی بندگی ظاہر کرنے کے لئے بڑھا دیئے ہیں کہ اس پر ایمان نہ ہو آخر ان باتوں میں سے اگر کوئی بات نہیں ہے تو یہ کیا بات ہے کہ اس کا اقرار کرتے جاتے ہیں یہ آیتیں خدا کی کتاب کی ہیں اس کو تصدیق کرتے جاتے ہیں کہ صحابہ کی شان میں تازل ہوتی ہیں اور پھر صحابہ کی فضیلت پر اعتقاد رکھنے کا کیا ذکر ان کے ایمان اور اسلام کی بھی تصدیق نہیں کرتے اور جن کو خداوند کریم خَيْرَ اُمَّةٍ فرماوے (شرا مہتمم) سمجھتے ہیں اور جن کی نسبت خدا تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہے ان کے حق میں دیا مروان بالمشکر ونبہون عن المعروف) کا اعتقاد رکھتے ہیں اگرچہ یہ آیات بیانات قرآن مجید کی ایسی صریح اور صاف ہیں کہ تفسیر و یکھنے کی حاجت نہیں ہے لیکن ہم حضرات شیعوہ کے اطمینان خاطر کیلئے انھیں کی معتبر تفسیر دینی مندرلاتے ہیں اسے بجا شیونو تفسیر مجمع البیان طریسی میں درج کرتے ہیں تفسیروں میں سے بہترین تفسیر ہے اور ۱۳۰۰ھ ہجری میں بمقام تہران والالطنت ایران چھپی ہے، اس کے صفحہ ۲۰۰ میں لکھا ہے کہ پہلے خداوند تعالیٰ نے امر و نہی کا ذکر کیا چھپے اس کے ان لوگوں کا بیان کیا جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور ان کے واسطے ان لوگوں کی تعریف کی تاکہ اور لوگ ان کی پیروی کریں اور اس واسطے انہیں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بہترین امت سے ہو، اور اس واسطے کہ کسی کو شبہ نہ رہے کہ

لَا اَنَّا نَدْعُوْكُمْ لِيَاْمُرُوْا بِالْعَدْلِ وَنَهَىٰ عَنِ الْاِثْمِ وَنَحْنُ نَعْتَدُ بِاَنَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ
 اخرجت الناس قبل نبي احوال احمد بان معناه انتم خير امت في مجمع البیان -

بلقضا اکثر شمسائے اینکہ گفتہ شود بجای گفتہ خیر ائمہ خیر ائمہ بودہ لیکن بعضے از اعدی اہل بیت
 آنرا تبدیل نمودہ اند) اور پھر اخیر میں خود ہی فرمادیا ہے کہ درجہ اول بعید است، ہمارے
 نزدیک بجائے اس کے کہ خیر ائمہ کی تصدیق کر کے صحابہ کے خیر ائمہ ہونے سے انکار
 کریں شیعیان پاک کے حق میں یہی بہتر ہے کہ بجائے خیر ائمہ کے خیر ائمہ کا اقرار کریں اور
 تحریف قرآنی کے عذر سے اپنے آپ کو ضریح منکر آیات بیانات کا نہ بنا دیں افسوس کہ
 جناب میر نصاب قبلہ اور ان کے والد ماجد انتقال فرما گئے ورنہ میں اس حدیقہ سلطانیہ
 اور صوامر کو لئے ہوئے خدمت میں حضرات کی حاضر ہونا اور پوچھنا کہ کنتم خیر ائمہ
 صحیح ہے یا کنتم خیر ائمہ اگر فرماتے کہ کنتم خیر ائمہ صحیح ہے تو خیر ائمہ تحریف جا معین قرآن
 کی ہے تو بندہ عرض کرتا کہ اس وقت اور ائمہ کو امام سوائے علی مرتضیٰ کے کون تھا اور کس
 نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تھا جن سے خدایہ خطاب کرتا ہے اور جن کی یہ
 فضیلتیں بیان کرتا ہے اور اگر فرماتے کہ نہیں خیر ائمہ صحیح ہے تو کتہ بن التماس
 کہ تا کہ پھر اس گروہ سے جس کو خدا خیر ائمہ فرماتا ہے اور جس کی آپ بھی تصدیق کرتے ہیں
 بیزاری کفر ہے یا نہیں اور ان کے آگے انہیں کی کتاب کھول کر اسکے صفحہ ۸۶ کی یہ عبارت
 نکال کر پوچھنا کہ حضرات اس کا کیا مطلب ہے وہ ہونڈہ رازہ انجملہ است انچہ از حضرت صادق
 علیہ السلام ما ثور است کہ موداں ہذا القرآن فیہ منار لہدی و مصابیح الدجی یعنی دریں قرآن
 انوار ہدایت و چراغہای دور کنندہ تاریکی ضلالت و عنایت روشن است، اور قسم دے کر پوچھنا
 کہ تم کو اپنے اجتہاد ہی کی قسم ہے کہ بس قرآن کو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں انوار ہدایت
 اور چراغ روشن ہیں اس میں صحابہ کی نسبت کیا لکھا ہوا ہے اگر کنتم خیر ائمہ اخیر حجت للناس
 لکھا ہے تو پھر آپ کیوں انکار کرتے ہیں اور کیوں روشنی چھوڑ کر تاریکی میں پڑتے ہیں اور
 پھر اسی کتاب کی یہ عبارت نکالتا کہ راز حضرت امام باقر علیہ السلام منقول است کہ در ہنگامیکہ
 البیرہ شاہ صفحہ نمبر ۲۶) ہے ایک لفظی تبدیلی، دوسرے لفظ کے ساتھ جیسے کنتم خیر ائمہ ہمہ بہترین امت میں کے
 بجائے خیر ائمہ (بہترین ائمہ) تھا لیکن بعض دشمنان اہل بیت نے اسے بدل دیا۔ ترجمہ ۱۵ اس کے منقول
 حضرت صادق کی زبانی یہ منقول ہے کہ اس قرآن میں انوار ہدایت اور گمراہی و تاریکی کو دور کرتے والے چراغ موجود
 ہیں۔ ترجمہ ۱۵ امام باقر سے منقول ہے جن ہنگاموں تم پر فتنہ و فساد و روشنی نہ ہوا اور شب کی تاریکیاں محیط ہوں تو
 قرآن کی طرہ رجوع کرو کیونکہ یہ شیعہ ہے اور اس کی شاعت مقبول و منظور ہے۔

فتنہا ہر شتا مقبس شود مانند پارہا می شب تاریک پس رجوع آرید بقبر آن کہ شفا عنت کندہ و مقبول
 الشفا عنت ست ہر کسی کہ آنرا پیش نہد اللہ اور ابراہیم جنت می برد) اور یہ کہتا کہ قبلہ و کعبہ
 نیچے آج کل کوئی فتنہ اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ہم صحابہ کو بہترین امت سے جانتے
 اور آپ بدترین امت سے اور نہ آپ ہماری مانتے ہیں نہ ہم آپ کی اب آپ آئیے ہام باذن
 علیہ السلام کے قول پر عمل کیجئے اور قرآن سے رجوع کیجئے اگر اس میں کتتم خیر اتمہ صحابہ
 نسبت لکھا ہو تو ہم کو اپنے مذہب میں کیجئے اور تاریکی سے نکالنے معلوم نہیں کہ اگر حضرت
 مومنوں زندہ ہوتے تو کیا جواب دیتے اور خبر نہیں کہ اب ان کے جانشین کیا جواب
 دیں گے۔

دوسری آیت :- مَا الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْدُوْا فِيْ سَبِيْلِىْ وَقَبَلًا
 لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سِيْمًا قَدِمُوْا وَلَا وُجُوهَهُمْ سَجَّتْ بَحْرِيْ مِنْ عِبَادَةِ الْاَلْحِقَادَةِ ثَوَابًا تَمُنُّ عِنْدَ اللّٰهِ
 وَاللّٰهُ عِنْدَ غَسْنِ الثَّوَابِ - اس آیت میں اللہ جل شانہ مہاجرین کی تعریف کرتا ہے اور ان کی
 جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے میرے پیچھے اپنے وطن
 اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جن پر میرے اوپر ایمان لانے سے تکلیفیں پہنچیں اور جن
 میری راہ میں ایذا میں دی گئیں تو میں بھی اپنے ایسے سچے ایمان لانے والوں اور کئے
 مسلمانوں سے بڑی مہربانی سے پیش آؤں گا اور ان کی نعمتوں اور جانفشانیوں کا ان کو
 اچھا بدلہ دوں گا ان کی بھول چوک کو نہ دیکھوں گا بلکہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل
 دوں گا اور بے پوچھے بتلائے ان کو ایسی جنتوں میں جگہ دوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں
 جہاں ان کو نہ کچھ علم رہے گا نہ رنج نہ کوئی فکر ان کو رہے گی نہ کھٹکا اور یہ ثواب ان کو اپنی
 طرف سے دوں گا اور اپنے فضل اور بزرگی پر خیال کرنا چاہیے کہ کس محبت اور پیار سے
 خدائے عزوجل انکا ذکر کرتا ہے اور ان کے مدارج اور مراتب کا کس خوبی سے اظہار
 فرماتا ہے اور ان کے قطعی جنتی ہونے کا اقرار کرتا ہے اور ان کے گناہوں اور سیئات
 سے درگزر کرنے کا اور نیکیوں سے بدل دینے کا وعدہ کرتا ہے اور ان کے اعمال کی جزا
 میں جو کچھ دیگا وہ تو ایک طرف اپنی طرف سے براہ تفضلات ثواب دینے کا بیان کس مہربانی
 سے فرماتا ہے پس اب ان آیتوں کے دیکھنے والوں سے ہم عرض کرتے ہیں کہ جن مہاجرین

کی نسبت خدا نے یہ وعدے کئے ہیں اور جن کے بہشتی ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہ کون تھے کیا وہ لوگ مہاجرین نہ تھے جن کا نام ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ ہے اور کیا گھربار چھوڑ والوں میں وہ شخص خاص لاکھن غنم سینا تہم کے وعدے سے خارج کر دیئے گئے ہیں اسے بھائیوں اس آیت کو پڑھ کر اب تم مہاجرین کے گناہوں کے ڈھونڈنے میں اوقات ضائع نہ کرو اور ان کی برائیوں کی تلاش میں اپنی عمر نہ گنواؤ اگر دو چار عیب انکے تم نے ڈھونڈ بھی لئے تو جب تک تم مہاجرین میں ہونے سے انکا انکار نہ کر دو گے اور جب تک تم ان کی ہجرت کا اقرار کرتے رہو گے تمہاری عیب جوئی اور نکتہ چینی کچھ کام نہ آویگی اور اس سے انکے یقینی جنتی اور قطعی بہشتی ہونے میں کچھ ضرر نہ ہوگا اس لئے کہ وہ خود فرما چکا ہے کہ لاکھن غنم سینا تہم کہ میں ان کے گناہوں سے درگزر کروں گا اور ضرور ضرور ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ اس لئے کہ وہ میرے پیچھے گھروں سے نکالے گئے میری بدولت رنجون اور مصیبتوں میں گرفتار ہوئے اپنے دوستوں کو چھوڑ کر میرے دوست کے ساتھ ہوئے اپنے محبوبوں سے جدا ہو کر میرے محبوب کے شریک ہوئے پس ان کا ہجرت ہی کرنا ایک ایسا عمل ہے کہ ہزار اعمال اور لاکھ عبادت اور کروڑ نیکیوں سے بہتر ہے۔

تیسری آیت: ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ الَّذِينَ هَدَىٰ آلَافًا مِّنَ الَّذِينَ تَبِعُواهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَعِزِّهِمْ وَرِضَا عَنْهُ وَاعْتَدَ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ اس آیت میں اللہ جل شانہ مہاجرین اور انصار کی نسبت اپنی رضا مندی ظاہر فرماتا ہے اور ان کو اور ان کی پیروی کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری پہنچاتا ہے ہمارے نزدیک اگر کوئی شخص اس آیت پر ذرا بھی غور کرے اور اس کے مطلب کو سوچے تو وہ ہرگز صحابہ کبار اور مہاجرین اور انصار کی نسبت سوائے فضیلت اور بزرگی کے دوسرا اعتقاد نہ رکھے اس لئے کہ جب ان کی شان میں خدا نے جلتانہ فرماوے کہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَرَضُوا عَنْكُمْ کہ میں ان سے راضی اور وہ مجھ سے راضی اور ان کے حق میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد کرے کہ أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ کہ تیار کر رکھی گئی ہیں ان کے لئے جنتیں اور آراستہ کر دی گئیں ہیں ان کے واسطے بہشتیں تو پھر کون ہے کہ ان کی فضیلت کا قائل نہ ہو پس شیعہ ان پاک کو صرف اس قدر غور کرنا چاہیے کہ مہاجرین اور انصار میں صحابہ

کیا تہن سے وہ عداوت رکھتے ہیں داخل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو پھر ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے اور اگر نہیں تو یہ خطاب خدا کا کس سے ہے اے بھائیوں ذرا سوچو کہ قرآن مجید پر ایمان اسی کا نام ہے کہ جن کے حق میں اللہ انبی رضامندی ظاہر کرے ان سے تم ناراض ہو اور جن کے جنتی ہونے کی خدا خبر دے ان کو تم مسلمان بھی نہ سمجھو اور اگر ایسا آیت پر بھی کوئی ایمان نہ لاوے اور یہ شبہ کرے کہ اس میں خلفائے ثلاثہ کے نام تو نہ لکھے ہی نہیں ہیں اس لئے ان کی فضیلت کا انکار مستلزم انکار آیت نہیں تو اس کے شبہ دل کرنے کے لئے ہم امام باقر علیہ السلام کی شہادت پیش کرتے ہیں اور جس طرح پر انہوں نے خلفائے ثلاثہ کو داخل حکم اس آیت کے بیان کیا ہے اس کو ہم بیان کرتے ہیں اس کو ذرا اول سے سنو اور اپنے ہی مذہب کی کتاب سے اس کی سند لو (مہذبہ) صاحب الغصوں نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ (ایک روز حضرت امام باقر علیہ السلام کا گھر ایک جماعت پر ہوا جو کہ خلفائے ثلاثہ کی عیب جوئی کر رہے تھے آپ نے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ کہ تم ان مہاجرین میں سے ہو کہ جو خدا کے لئے گھر سے نکالے گئے اور خدا کے لئے انکا مال لوٹا گیا اور جنہوں نے خدا اور رسول کی مدد کی انہوں نے کہا کہ نہیں ہم ان میں سے نہیں ہیں تب آپ نے پوچھا کہ پھر کیا تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جنہوں نے وادحجرت میں اور دار ایمان میں گھر بنایا تھا اور مہاجرین کو آرام دیا تھا انہوں نے کہا کہ نہیں تب آپ نے کہا کہ خود تم ہزار ہوئے اور نہیں چاہتے کہ دونوں فریق میں سے ہو اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان میں سے بھی نہیں ہو جن کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ بعد ان مہاجرین اور انصار کے آویں گے وہ ایسے مومن ہوں گے کہ یہ دعا کیا کریں گے کہ اقبی ہمارے اور ہمارے اگلے بھائیوں کی جو ہم سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں مغفرت کر اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کیسے مت رکھ بے شک تو نرمی کرنے والا مہربان ہے) اے بھائیوں تم اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہو اور تم

سَلَامَةُ اَلْقَالَ لِمَا عَدَا مَنَّا اَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُمَرُ وَآلَا تَجْرُؤِي اَن تَمَّ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِيْنَ اَخْرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمَّا اَلْمُهَاجِرِيْنَ فَضَلَّ مَنَ اللّٰهِ وَرَضُوْا وَرَضِيَ رَضِيَ اللّٰهُ وَرَضِيَ لَمَّا قَالُوا لَقَالَ فَا تَمَّ مِّنَ السَّبِيْنِ بَرُوْدًا وَاَلَا اِيْمَانًا مِّنْ قِبَلِهِمْ يَكُوْنُ مِّنْ اِيْمَانِهِمْ قَالُوا لَقَالَ اِنَّا اَتَمُّ قَدْرٍ مِّنْ اَنْ تَكُوْنُوْا اَسَدٌ مِّنَ الْفَرِثِيْنَ وَاِنَّا اَشْهَدُ اَنَّكُمْ مَسْتَمِّنُ مِنَ الَّذِيْنَ قَالِ اللّٰهُ تَعَالَى وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَكُوْنُوْنَ رَجْبًا اَخْرَجْنَا وَاَلَا خَوْنَا الَّذِيْنَ سَبَقْنَا بِالْاِيْمَانِ وَاَلَا تَحْمِلُ فِيْ قُلُوْبِنَا غَلَاةَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّكَ رُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶

کرام کے اقوال کو کم از آیات نہیں سمجھتے مگر نہیں معلوم کہ ان اقوال کو جو صحابہ کے ذمہ لیا گیا ہے ان کے بیان کرنے میں سمجھوٹا جانتے ہو عرض کر اس حدیث سے امام باقر علیہ السلام کی ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک خلفائے ثلاثہ اس آیت کے حکم میں داخل ہیں اور جو وعدے جنت وغیرہ کے خدا نے مہاجرین اور انصار سے کئے ان میں وہ شریک ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ ان کی عیب جوئی کرتے تھے ان سے حضرت امام موصوف بیزار تھے اور ان کو اسلام اور ایمان سے خارج سمجھتے تھے پس سوائے قتیہ کو ڈھال بنائے رہیں گے افسوس ہے کہ جب خدا صاف صاف مہاجرین اور انصار کی تعریف کرے اور ائمہ علیہم السلام خلفائے ثلاثہ کی صاف فضیلت بیان کریں اور پھر بھی حضرات شیعہ قائل نہ ہوں اب معلوم نہیں کہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کے لئے کیسی دلیل چاہتے ہیں حضرات شیعہ بعض مرتبہ یہ شبہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہے جنہوں نے خاص خدا کے لئے ہجرت اور نصرت کی تھی نہ کہ ان کی جنہوں نے دنیا کی طلوع سے ہجرت اور نصرت کی تھی اس شبہ کو ہم تین طرح سے رد کرتے ہیں۔ اول یہ کہ جب مہاجرین نے ہجرت کی اور انصار نے نصرت اس وقت دنیا اور دولت کہاں تھی جس کی طلوع ہوتی ہو جب مہاجرین نے مکے سے ہجرت کی تب کیا مدینے میں کسی خزانے کے ٹھکنے کی خبر ان کو ملی تھی جس کے لوٹنے کے لئے گئے ہوں یا جب انصار نے مہاجرین کی خاطر کی اور ان کو اپنے گھر ٹھہرایا تو کیا مہاجرین کچھ بہت سال اپنے ہمراہ لے کر گئے تھے جس کے چھین لینے اور لوٹ لینے کی نیت سے انہوں نے ان کی مدد کی ہو اگر مہاجرین کے لئے ہجرت اور انصار نے اللہ کے واسطے نصرت نہیں کی تو پھر ان کی ہجرت اور نصرت کا کیا سبب تھا۔ دوسرے اگر تمام مہاجرین اور انصار نے ہجرت اور نصرت دنیا کی طلوع پر کی تھی تو خدا کا مہاجرین اور انصار کی تعریف کرنا معاذ اللہ فضول اور مہمل ہوا جاتا ہے اس لئے کہ جب کسی نے خدا کے لئے ہجرت اور نصرت نہیں کی تو خدا کس کی شان میں والسا بقون الاولون من المهاجرین والانصار فرماتا ہے اور جب سب کے سب منافق تھے تو کن کی نسبت لقد رضی اللہ عنہم درضو عنہم ارشاد کرتا ہے اور اگر بعضوں کی ہجرت اور نصرت خدا کے لئے اور بعضوں کی دنیا کے لئے تھی ان کا نشان دینا شروع کر دے تو سوائے تین چار کے اور کوئی نہ ملے گا اور تین چار کی ہجرت اور نصرت کے ثبوت سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا تیسرے

اللہ جل شانہ نے خود اپنی کتاب پاک میں اس شبیہ کو دور کر دیا اور اپنے مہاجرین اور انصار کی طرف سے جواب دیدیا چنانچہ اور دو آیتوں میں اللہ جل شانہ نے اس امر کو تصدیق کر دیا کہ مہاجرین اور انصار کے جو کچھ کیا وہ میرے ہی واسطے کیا ہے چنانچہ ہم دو آیتوں کو ایک مہاجرین کی نسبت دوسری انصار کی نسبت بیان کرتے ہیں۔

پہلی آیت اللہ جل شانہ مہاجرین کی نسبت فرماتا ہے کہ الَّذِينَ آمَنُوا بِحَبِيبِنَا وَيَاوَدَّعَضًا بِغَيْرِ حَقِّهِ إِلَّا أَنْ يُقَدِّدُوا ذُنُوبَنَا اللَّهُ کہ جو لوگ نکالے گئے اپنے گھروں سے اُن سے کوئی قصور نہیں ہوا انتھاسوائے اس کے کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتے تھے اور گھر کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے پس اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین کی ہجرت کا باعث سوائے اس کے دوسرے تھا کہ کفار ان کے اسلام لانے سے خفا ہو گئے تھے اور ان کے خدا کو رب کہنے سے ناراض ہو گئے تھے کہ اس قصور میں انہوں نے ایذا دینی شروع کی اور بے مجبوری ان کو گھریا چھوڑنا پڑا اب اس آیت کو بھی سن کر اگر حضرات شیعریہ کہیں کہ مہاجرین نے بطمع دنیا کے ہجرت کی تو ان کو زریا ہے ہمارے تو منہ سے ایسی بات نکل بھی نہیں سکتی۔

دوسری آیت اللہ جل شانہ انصار کی شان میں فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْأِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَخِمْ نَفْسِهِ ذَا ذَلِكْ هُمُ الْمُتَّقُونَ کہ جو لوگ مہاجرین سے پہلے مدینے میں رہتے تھے وہ چاہتے ہیں ان لوگوں کو جو ہجرت کے آدیں انکے پاس اور جو کچھ مہاجرین کو دیا جانا ہے اس کا کچھ خیال نہیں کرتے اور اس سے رنجیدہ نہیں ہوتے اگرچہ وہ خود بھی محتاج ہیں اور اپنی جانوں سے زیادہ مہاجرین کو چاہتے ہیں اور کچھ بھی حرص و طمع نہیں رکھتے اور جو ایسے ہیں وہ فلاح پادیں گے پس دیکھنا چاہیے کہ خدا انصار کی نصرت کی کیسی تعریف کرتا ہے اور اس امر کی کہ ان کی نصرت صرف واسطے خدا کے ہے کیسی تصدیق فرماتا ہے پس اب ہم حیران ہیں کہ جب اللہ جل شانہ مہاجرین کی ہجرت کو صرف اپنے واسطے فرماوے اور انصار کی نصرت کو فقط اپنے واسطے تصدیق کرے اور پھر شیعوں کے منہ سے یہ بات نکلے کہ ان کی ہجرت اور نصرت دنیا کے واسطے تھی اسے یار و ذرا تو سوچو کہ تم خدا کے کلام کی تصدیق کرتے ہو یا تمزیب اللہ

حکم کو مانتے ہو یا اس سے مقابلہ کرتے ہو خدا تو فرماوے کہ مہاجرین اور انصار اچھے تم
 کہو کہ کہیں وہ بُرے وہ کہے کہ میں ان سے راضی وہ مجھ سے راضی تم کہو کہ نہیں بالکل غلط
 خدا ان سے راضی نہ وہ خدا سے راضی اللہ فرماوے کہ انہوں نے ہجرت میرے لئے اور
 سرت میرے واسطے کی اور تم کہو کہ نہیں وہ دنیا کی طمع سے نکلے حوص دولت کے پیچھے پیچھے
 نصرت میں شریک ہوئے آخر ذرا تو غور کرو کہ کیا کہتے ہو اور کیا کرتے ہو اسے بھائیو،
 ایک آیت ہو دو آیت ہوں اس کی تاویل ہو سکتی ہے اس کے معنی بن سکتے ہیں جب سارا
 قرآن مجید، مہاجرین اور انصار کے ذکر سے بھرا ہوا ہے تو کہاں کہاں تاویل کرو گے کس
 کس آیت کی تخریص معنوی فرماؤ گے۔ (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰)
 حقیقت یہ ہے کہ مذہب تو عبد اللہ بن سبا کا اختیار کر لیا مگر بات بن نہیں پڑتی نہ قرآن
 مجید سے انکار ہو سکتا ہے نہ اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ شعر

عشق چہ آسان نمود آہ دشوار بود ہجر چہ دشوار بود یا چہ آسان گوشت

چوتھی آیت: وَلَقَدْ رَفَعْنَاهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا
 فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنَّا بِهَمِّ قَوْمِنَا كَوْمَعَالِمٍ كَثِيرَةٍ يَا خُذْ ذُنُوبَهُمْ
 اللَّهُ مَعِزُّنَا خَلِكُمْ وَعَدَّ اللَّهُ مَعَالِمَهُمْ كَثِيرَةً تَأْخُذُ وَنَهَا فَجَعَلَ لَكُمْ فِي ذُنُوبِهِمُ الْيُسْرَى
 وَأَنَّا لَمُنْزِلُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَذَهَبَ كَيْفَ صَوَاطِئِمْ سَقِيًّا وَالْآخِرَى لَكُمْ قَدَرٌ مِمَّا قَدَرْنَا اللَّهُ
 مَا وَكَلَهُ اللَّهُ عَلَى نَفْسٍ شَيْءٍ قُلُوبِنَا سَبَبَ نَزُولِ اس آیت کا یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ عمرہ ادا کریں پس اعراب اور بادویہ نشینوں کی اس سفر میں ہمراہی کے
 لئے دعوت فرمائی اس لئے کہ اندیشہ تھا کہ کفار کے میں لڑائی کریں اور اندر کے کے تہجانے
 دیں لیکن اکثر اعراب نے حضرت کی دعوت کو نہ سنا اور اس سفر میں آپ کے ہمراہ نہ ہو سکے
 کہ وہی خالص مخلص کہ جو سراپا ایمان سے بھرے ہوئے تھے حضور ہی میں چلے جب کہ
 کے کے نزدیک پہنچے قریش مانع ہوئے تب حضرت نے حراش کو اہل مکہ کے پاس بھیجا
 کہ لوگ اس کے قتل کے درپے ہوئے وہ لوٹ آیا تب حضرت نے عثمان کو بھیجا کہ
 ہر کہ نے حضرت عثمان کو قید کر لیا اور ان کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تب حضرت نے اپنے
 رسول کو جو آپ کے ساتھ تھے جمع کیا جن کی تعداد باختلاف روایات چار سو سے لے کر
 ہزار تین سو تک تھی اور حضرت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ان سب سے بیعت

تو اس کا رد بھی خدا نے خود کر دیا کہ فرمایا ہے **فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ** کہ میں نے ان کے دلوں کا امتحان کر لیا اور سمجھ لیا کہ یہ بڑے پکے مسلمان اور سچے ایمان والے ہیں اسی لئے میں نے نازل کی ان پر تسلی اور دمی ان کو فتح اور اگر وہ لوگ منافق ہوتے تو کیوں خدا ان کے ایمان پر شہادت دیتا اور کیوں ان کو فتح اور غلبہ عنایت کرتا۔ ان کیوں کو دیکھ کر اگر کسی شیعہ کو یہ خطرہ پیدا ہو کہ جب ایسی آیت صریح صحابہ کی فضیلت میں خدا کی کتاب میں موجود ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ ہمارے مذہب کے علما نے صحابہ کی فضیلت سے انکار کیا ضرور کوئی نہ کوئی سبب ہو گا ورنہ کیا سب عالم سب مولوی سب فاضل سب مجتہد ہمارے مذہب کے نادان تھے کہ ایسی آیت سے ایسا صریح انکار کیا اور بلا جہد و اس کے بھی صحابہ کو برا بھلا مانا اس لئے ہم انہیں کے مذہب کی معتبر تفسیروں سے اپنے دعوے کو ثابت کرتے ہیں اور یہ امر کہ ان کے عالم اور مولوی نادان تھے یا نادان ایمان والے تھے یا بے ایمان منصف تھے یا متعصب انہیں کی عقل پر چھوڑتے ہیں اس کی تفسیروں کو دیکھ کر جو کچھ وہ انصاف سے مناسب سمجھیں ویسا سمجھیں اسے بھائیو سو کہ تمہارے یہاں کے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کیا لکھا ہے (کاشانی) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ **رَأَى نَحْضَرَ فَرَمُودَ بَدْرَ دَرِّخِ نَمُودِ دِيكَ** کس ازاں مومنا کہ در زید شجرہ بیت الرضوان نام نہادہ اند بجمت آنکہ حق تعالی در حق ایشان فرمودہ کہ **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ مِنْهُمْ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ** اگر اس روایت پر اطمینان نہ ہو اور حضرات شیعہ اپنے متکلمین اور متعصبین کے جواب سننے کا اشتیاق ہو تو اس کو بھی سنیں کہ ان کے علمائے اس آیت کو دو طرح پر رد کیا ہے بعضوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا ان کے سب کاموں سے راضی ہوا ہو اور ایشیذہ بھی راضی رہے

تو جہتاً محضوہ نے فرمایا ہے جن مسلمانوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی درخت میں نہیں ہے گا لہذا اس بیعت کا نام بیعت رضوان اس لئے رکھا ہے کہ اللہ نے ان بیعت والوں کی شان میں فرمایا ہے **سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ** سے راضی ہوا جنہوں نے آپ سے درخت کے نیچے بیعت کی ہے **سَاءَ قَاضِيَ لَوْمَاتِهِمْ** شومستی نے اس میں ہونے میں کہا ہے کہ **لَوْلَى آيَةُ عِنْدَ التَّحْقِيقِ** رضوان حق تعالیٰ است از ان فعل خاص کہ بیعت است و کسے از این نیست کہ بعضے از افعال حسنہ رضوان از ایشان واقعست سخن درین است کہ بعضے افعال تبیہ از ایشان **وَأَمَّا كَرْمَلَاتِ آلِ مَهْدٍ وَبَيْعَتِ سِتِّ جَنَانِ** در امر خلافت ۱۲۔

اور بعض کا یہ قول ہے کہ بعد اس بیعت کے صحابہ کبار نے وہ کام کئے جو مخالف اس بیعت کے تھے یعنی لڑائیوں میں مہیاگ گئے مخالفت خلیفہ برحق کی غضب کر گئے پس وہ آیت کے وعدے سے خارج ہو گئے پس یہ نسبت امر اول کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ نہ ان کی نسبت یہ گمان کہ تا کہ وہ صحابہ کے اور کاموں سے راضی نہ تھا صرف ایک فعل خاص سے راضی ہوا اس لئے لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ فرمایا ایسی تہمت ہے کہ کوئی مسلمان اپنے دل میں اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا کیا یہ ممکن ہے کہ اگر خدا نے عزوجل ان بیعت کرنے والوں سے ہر طرح پر راضی نہ ہوتا تو وہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ صرف ان کے دل خوش کرنے کے براۓ تہ لیس فرمانا اور جن باتوں سے ان کی ناراض تھا ان کو تقیہ ظاہر نہ کرتا اور یہ امر بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ حضرات شیعہ کو کس طرح معلوم ہوا کہ صحابہ کے اور کاموں خدا ناراض تھا آخر کیونکر ان کو اس کی ناراض مندی کا حال معلوم ہوا نہایت تعجب کا ہے کہ خدا ان کے اس فعل کو جس سے راضی ہو اور لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ سے اور ان ان افعالوں کو جن سے ناراض ہو سوائے شیعیان عبد اللہ بن سبا کے کسی پر نہ فرمایا شاید شیعیان پاک یہ جواب دیں کہ اس کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اور امام صاحب سے اس کی تصدیق نہ کر لیں اس کو قبول نہیں کر سکتے لیکن افسوس تو یہی ہے کہ نہ امام صاحب کا کچھ نشان ملتا ہے نہ اس قرآن کا کچھ پتہ چلتا ہے ہزار برس تو گزر اور ہنوز معلوم نہ کر ابھی اور کتنے دن امام کے ظہور میں باقی ہیں بشر

صد شب ہجرت و مہینہ پیدائش طرفہ عمری کہ بعد سال ندیم یک ماہ

اور یہ نسبت امر دوم کے کہ صحابہ کبار اس آیت کے وعدے سے بسبب نکت بیعت خارج ہیں اس کا جواب ہم اس طرح دیتے ہیں کہ اس اعتراض سے بھی اثبات ہوتا کہ بیعت رضوان کے وقت تک صحابہ کبار اور مہاجرین انصار سب مسلمان اور یکے مؤلف صاحب تکلیب المکابیر نے جواب کید نو دویم تحفہ اثنا عشریہ کے لکھا ہے کہ ابودون ابو بکر عمر فاروق رضوان پس فائدہ بھال نشان نمبر ساند نہ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ میضربا یدان الذین یبايعونک الخواص کلام صحابہ دالت می کند ہا میں کہ بعض اہل بیعت رضوان نکت بیعت خواہند کرد چنانچہ از ابو بکر و عمر و دیگران ہنوز در بیان بیعت انک بیعت میں شرط بودہ است کہ فزارہ ہر بیعت نہ کند در حرب ثابت بماند یا کشتہ شوند بعد از بیعت

تھے نہ منافق تھے نہ کافر اور ان کی بیعت صادق تھی نہ منافقانہ چنانچہ یہ فقرہ صاحب
تعلیب المکاید کا کہہ کر اس کلام معجزہ نظام دلالت می کند ہر نیکہ بعضے ازاہل بیعت رضوان ،
نکتہ بیعت خواہند کرد، دلیل اس پر ہے کہ جب بیعت کی تھی اسوقت تک نہ منافق تھے نہ
کافر بلکہ اقد رضی اللہ عن المؤمنین میں داخل تھے اور شہید ثالث نور اللہ شوستر می کا یہ کلمہ کہ
مدلول آید عند التحقيق رضاء حق تعالیٰ ست ازاں فعل خاص کہ بیعت ست کسی منکرہ اس ،
بیعت کہ بعضے ازاں فعل حسنہ مر ضیہ ازیشاں واقع است ، شاید اس پر ہے کہ انکا بیعت
کرنا فعل حسنہ تھا پس اسی سے یہ اعتقاد کہ صحابہ کبار اول ہی سے منافق تھے باطل ہوا اور جب
تک یہ آیت جس میں خدا نے اپنی رضامندی ظاہر کی نازل ہوئی انکا مسلمان اور با ایمان ہونا
ثابت ہوا خیر اب آگے چلئے اور بعد اس بیعت کے ان کے حال پر نظر کیجئے کیا کام ان سے
ایسے ہوئے جن سے ان کا نکتہ بیعت کرنا ثابت ہوا اور وہ کام کس وقت ہوئے پیغمبر صاحب
کے جیتے جی یا ان کی وفات کے بعد چنانچہ اس کی نسبت شہید ثالث اور صاحب تکلیب
لمکاید نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد اس بیعت کے پیغمبر صاحب کے
سامنے ان سے نکتہ بیعت ہوا یعنی وہ جنگ خیبر پر ثابت قدم نہ رہے بلکہ بھاگ گئے اس
کی نسبت ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ قلعہ خیبر حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر کے ہاتھ
سے فتح نہیں ہوا لیکن فتح نہ ہونا مستلزم فرار نہیں ہے بھاگنا جنگ خیبر سے حضرات شیعہ
نے کہاں سے ثابت کیا اور بالفرض اگر وہ جنگ خیبر سے بھاگے اور انہوں نے نکتہ
بیعت کیا تو جس طرح پر ہم نے ان کی بیعت کو خدا کے کلام سے ثابت کیا اور خدا کی رضامندی
کا اقد رضی اللہ عن المؤمنین کی آیت پیش کر کے ثبوت دیا اسی طرح پر حضرات شیعہ کے ذمے
ہے کہ بمقابلے اس آیت کے ان کا بھاگنا جنگ خیبر سے اور نکتہ بیعت کرنا اور خدا کا ان
سے ناراض ہونا کسی آیت سے ثابت کر دیں دو اذلیس فلیس ، اور ہم خوب یقین کرتے ہیں
کہ اگر صحابہ کبار سے کوئی فعل بعد اس بیعت کے موجب نارضامندی خدا کا ہوتا تو
ضرور وہ اس سے بھی خبر دیتا اور جس طرح پر ان کی بیعت سے راضی ہو کر اقد رضی اللہ
سنہ یہ معجزہ نا کلام اس امر کا ثبوت ہے کہ بیعت رضوان کرنے والوں میں سے بعض لوگ بیعت ترک کر دیں گے
کہ اہل تحقیق کے نزدیک آیت کا مدلول خوشنودی پروردگار ہے اور وہ اس فعل سے مخصوص ہے جس کا
بیعت ہے ہر شخص اس کا اقرار کرتا ہے کہ صحابہ کے افعال حسنہ دراصل مرضی الہی تھے ۔

فرادبا اسی لرح پران کے فرار اور نکتہ بیعت سے ناراض ہو کر تقدیر غضب اللہ علیہم
 ارشاد کرتا اس لئے کہ لڑائی سے بھاگنا اور بیعت کا ٹوڑنا آخر یہ غیر صاحب کے سامنے
 ہوا اس وقت تک سلسلہ وحی جاری تھا جبرائیل کا آنا بند نہ ہوا تھا پھر کیا سبب ہے
 کہ خدا ان کے اچھے کاموں کو ظاہر کرے اور برے کاموں کی خبر تک نہ دے ان کے
 افعال حسنہ کی تو شہرت دے دے اور ان کے افعال بد کی پردہ پوشی کرے پس یا تو خدا
 ان سے ڈرتا تھا کہ ان کی برائی بیان نہ کر سکتا تھا یا درحقیقت ان سے کوئی برائی نہ ہوتی تھی
 جس کو ظاہر کرنا اگر کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اس کو عفو کر دیتا تھا اور ان کے اور نیک کاموں
 پر خیال کر کے اس کو براہ ستاری چھپا دیتا تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ بعد وفات پیغمبر خدا
 صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار نے ایسے کام کئے کہ جن سے خدا ناراض ہوا مثل خلافت
 غضب کرنے وغیرہ کے اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان سے بعد وفات پیغمبر خدا کے
 کوئی کام ایسا ہونے والا تھا کہ جس سے خدا ناراض ہوتا تو ضرور اس کی خبر دیتا اور کہیں
 ان کے حق میں تقدیر منی اللہ نہ فرماتا اور جب کہ خدا نے اس آیت میں یہ فرمایا کہ قلکم مافی
 قلوبکم کہ میں ان کے دلوں کی بات جانتا ہوں اور فرمایا فانزل السکینہ علیہم کہ میں نے نازل کی
 ان پر تسلی تو کیونکر قیاس میں آسکتا ہے کہ ایسے لوگ کبھی جاوہ حق سے منحرف ہوئے ہوں
 لیکن ہم حسدات شیعہ سے عرض کرتے ہیں کہ وہ کیوں سوال و جواب میں اپنے اوقات ضائع
 کرنے ہیں اور کیوں علامہ کاشانی کی تفسیر کی ان لفظوں کو نہیں دیکھتے کہ آنحضرت فرمود
 بدو ذنہ فرود یک کس انزال مومنان کہ در ذریعہ شجرہ بیعت گردند اس مفسر نے کچھ قفسہ
 جھنگڑا پائی نہیں رکھا عام ابشارت جنت کی ان لوگوں کے حق میں جو اس بیعت میں شریک
 تھے پیغمبر صاحب کی زبان سے تصدیق کر دی لیکن اگر اس ایک روایت پر اطمینان نہیں ہوتا
 تو اس کی تائید میں دوسری روایت سنیں کہ ترجمہ کشف الغمہ میں لکھا کہ از باب ابن عبد اللہ
 انصاری روایت سنت کہ ما دران روز ہزار و چہار صد کس بودیم دران روز من از حضرت
 سہ آنحضرت نے فرمایا جن مسلمانوں نے بیعت رضوان زیر شجر کی ہے ان میں سے کوئی بھی روز میں نہیں جائیگا
 سہ جاہل ابن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے کہ بیعت رضوان کے دن ہم چار سو افراد حاضر تھے چنانچہ میں خود رسول اکرم
 کو نال لوگوں کو فرماتے سنا تم لوگ روئے زمین کے بہترین اشخاص ہو ہم سب نے اسی دن بیعت کیا بل بیعت میں
 ان کے بیعت نہیں تو اسی البتہ قید میں تھیں منافق نے بیعت توڑ دی۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بجا ضران نمودند فرمود کہ شما بہترین اہل رومی زمینید و ما ہمہ دران روز بیعت کردیم و کسی از اہل بیعت نکات نہ نمود مگر قید بن قیس کہ ان منافق بیعت خود را شکست، اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوئے اول یہ ثابت ہوا کہ بیعت کے وقت جو وہ صحابی موجود تھے جن کے ایمان اور اسلام کی خبر خدا دیتا ہے کہ فعلکم ما فی قلوبکم۔ اور ان کی شان میں فرماتا ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین دوسرے حضرت پیغمبر خدا نے ان کی نسبت فرمایا کہ بہترین اہل زمین سے ہو تیسرے ثابت ہوا کہ سوائے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہیں ٹوڑا پس اے شیعیان پاک اب تم انصاف سے ان روایتوں کو دیکھو اور اپنے شہید ثالث اور صاحب تقلیب الکاید کے ایمان اور انصاف پر خیال کرو کہ وہ محبت اہل بیعت کے پردے میں کیسی خدا کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور کس طرح ایسے صریح نصوص سے انکار فرماتے ہیں۔ لیکن اگر ہم صحابہ کی برائیوں کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی کچھ فائدہ شہید ثالث کی تفسیر کا نظر نہیں آتا اس لئے کہ جو علامہ کاشانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت فرمودید و رخ فرودیک کس ازل مو متال کہ در زیر شجرہ بیعت کردند، اس کا کیا جواب ہے بغیر اس کے کہ یہ کہا جاتا کہ حضرت نے تقیہ سے کہہ دیا ہوگا۔ اس مقام پر یہ امر بھی لائق لکھنے کے ہے اگر کوئی شبہہ کرے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بیعت میں شریک نہ تھے اس لئے وہ بیعت الرضوان سے خارج ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ پمیر نے ان کو حضرت عثمان سے ایسی محبت تھی کہ باوجود نہ موجود ہونے انکے وقت بیعت کے ان کو شریک کر لیا اور کیسا شریک کیا کہ جن سے انکو اپنا ہاتھ بنا دیا چنانچہ اس مقام پر جو کچھ مولانا دبا فضل اولانا مولوی علی بخش خاں صاحب نے اپنے ایک رسالے میں لکھا ہے اسی کو ہم بجز نقل کرتے ہیں وہ ہندو اور واسطے حصول شرف بیعت الرضوان کے رسول اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے عثمان غنی کی طرف سے بھی اپنے دونوں ہاتھ سے وہ معاملہ فرمایا کہ دست حق پرست اپنے کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا روئضہ کلینی میں حدیث وارد ہے کہ بیعت لی پیغمبر خدا نے مسلمانوں سے فیما بین عثمان بن سید قاتر بن اسیر مغل عثمان تبیین بہ یہ وہ فعل عثمان فاعلہم وکان انما شہد فیہم رسول بن عمرو عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجلس عثمان فی سکر الشکرین و باع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باحدی یہ یہ علی الخری عثمان قذات بالبیعت معہ بین الصفاد المروۃ واصل فقال رسول اللہ فیہم

سے اور ایک ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا واسطے عثمانؓ کے کہ وہ اشک میں مشرکوں کے تھے، اس حدیث سے علاوہ قطعیت مغفرت و رضوان الہی کے ایک لطیفہ سمدہ ہاتھ آیا کہ دست نبی دست عثمان قرار پایا اور دست نبی وہ ہے کہ مجازاً دست خدا ہے یہ اللہ فوق ایدیم اب دیکھئے عثمان معنی کو دید اللہ یا دید النبی کا خطاب منصف مزاج عنایت کرتے ہیں یا اس لقب کو پھر بھی مخصوص واسطے علی مرتضیٰ کے کہے جاتے ہیں انتہی بلفظہ رسول اللہ درہ و علی اللہ اجرہ، اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے یاروں کی یاری پر نہایت ہی جبر و سہ تھا اور ان کے استقلال پر یقین کامل تھا اس لئے کہ جب لوگوں نے کہا کہ خوشحال عثمانؓ کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا تو حضرت نے فرمایا یہ ممکن نہیں ہے کہ عثمان بغیر ہمارے طواف کرے آخر ویسا ہی ہوا کہ بغیر حضرت کے عثمان نے طواف نہ کیا چنانچہ اسی حدیث کے مضمون کو مولانا حیدری کے مولف نے جسی نظم کیا ہے کما قال نظم

طلب کرد پس اشرف انبیاء	ز اصحاب عثمان صاحب حیا
بادیم ہماں گفت خیر البشر	کہ راں پیشتر گفتہ بد با عمر
بوسید عثمان زمین در زمان	بمقصد رواں شد چو تیر از کمان
چو اورفت از اصحاب روز دگر	بگفتند چندی بہ خیر البشر
خوشحال عثمان با احترام	کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسول خدا چوں شنید این سخن	پاسخ چنین گفت با انجمن
بہ عثمان ندریم ما این گمان	کہ تنہا کند طواف آن آستان

اور بعد اس کے یہی مولف لکھتا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کے میں پہنچے اور ابوسفیان سے کہا کہ پیغمبر خدا طواف کے لئے آنا چاہتے ہیں اس نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے مگر تمہارا دل چاہے تو طواف کر لو تب حضرت عثمانؓ نے انکار کیا اور اس پر ابوسفیان نے ان کو قید کر لیا کما قال

نظم

بجو شنیدش آنگہ بدل مہر خون	بہ عثمان چنین گفت آن رنگوں
کہ گر میل داری تو طوافِ حرم	بکن رافعت نیست کس زین حرم

دلیکن محالست آن بنی گزاف
 چو بشنید ستمان از و این سخن
 کہ طوبی حرم بے رسول خدا
 انہیں گفتہ سفیان بر آشتت پیش
 بہ فرمود پس بادگر مشرکوں
 نیابند رفتن بہ نزد رسول
 چو عثمان از و این حکایت شنید
 منفید نمودن اعدائے دین
 کہ آید محمد بر اسی طواف
 چنین داد پا سخ باں ابر سن
 نباشد بر پیر و انش روا
 بگر فاند از سومی اور دی خویش
 کہ عثمان و آن وہ کس از پیران
 اگر شاد باشند از پی گم طول
 علا جی بجز صبر کردن نہ پید
 بیان نجاتش کنم بعد از پی

عرض کہ ہم حضرات شیعہ سے التماس کرتے ہیں وہ ذرا انصاف فرمادیں کہ ان کے مفسرین اور محدثین اور مورخین صحابہ کی نسبت کیا لکھتے ہیں اور ان کے استقلال اور صبر اور ایمان اور اسلام کو کیسا تسلیم کرتے اور پھر بایں ہمہ ان سے عدالت رکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو جن کے ایمان اور اسلام پر تعظیم صاحب کو اطمینان ہووے اور جن کی لغزش کرنے کا شبہ نہک حضرت کے دل پر نہ گزرے اور جو باوجود مصیبتوں اور محنتوں کے سر مو اطاعت نبوی سے باہر نہ ہوں اور جن کے استقلال اور صبر کی خدائے تعریفیں کرے منافق اور منکر کہتے ہیں (و نعوذ باللہ من ذالک) ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرات شیعہ کس طرح ایسے سچے مسلمانوں اور پکے ایمان والوں کو منافق کہتے ہیں۔ اور کیونکہ ایسی صریح آیات اور روایات سے انکار کرتے ہیں اس لئے کہ جب کوئی شخص ان آیتوں اور حدیثوں اور روایتوں کو دیکھے تو بھلا ممکن ہے کہ وہ صحابہ کرام کے فضائل میں شبہ کر سکے یا ان کی نسبت نفاق اور ارتداد کا خطرہ بھی اس کے دل میں گزر سکے غور کرنے کا مقام ہے کہ خدا نے ان کے حالات بیان کرنے میں فقط کتابے اور اشارے پر قناعت نہ فرمائی بلکہ صاف صاف تصریح کر دی اور ٹھیک ٹھیک پتا اور نشان انکا بتلادیا۔ اور ایسی صریح آیتوں کو نازل کر کے منکرین کے شبہات کو دور کر دیا اگر پیغمبر صاحب کے اور پیر ایمان لائیا والوں کی فقط خدا تعریف اجمالی کرتا تو منکرین کو تاویل اور شبہ کا موقع تھا مگر جب صاف کہہ دیا کہ میں ان مسلمانوں سے راضی ہوں جنہوں نے پیغمبر صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی

۱۰۱۲ ہجری ۱۳۰۵ھ ہندو قلعہ حیدر سے صفحہ ۳۰۷ مطبع سلطان مطبوعہ ۱۳۰۶ھ ہجری ۱۳۰۵ھ ہندو قلعہ حیدر

صفحہ ۳۰۷ مطبع ۱۳۰۶ھ ہندو قلعہ حیدر سے صفحہ ۳۰۷ مطبع ۱۳۰۶ھ ہجری ۱۳۰۵ھ ہند

اور جگہ سے بیعت کرنے کی بتلا دی کہ درخت کے نیچے اور یہ بھی کہہ دیا کہ یہ لوگ پیغمبر کے ہاتھ بیعت نہیں کرتے بلکہ میرے ہاتھ پر تو اب کون شخص ہے کہ ایسی بیعت کر نیوالوں کے ایمان و اخلاق پر شبہ کر سکے ہاں یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید بیعت کر نیوالے وہی معدودے چار ہوں موافق اعتقاد و شیعوں کے مرتد نہیں ہوئے لیکن جب کہ علما شیعہ نے اس امر کو تسلیم کر لیا صحابہ کبار چودہ سوا بیعت میں شریک تھے اور یہ بھی قبول فرمایا کہ انہیں کی نشان میں آیت کو خدا نے نازل کیا اور اس کا بھی اقرار کیا کہ سوائے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت نہیں توڑا تو ہم کو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ کیونکر ایسی بیعت کرنے والوں کے حق میں ایسا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن یہ خیال کر کے کہ حضرت شیعہ کو نہ خدا کے کلام پر یقین ہے نہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں پر نہ اماموں کے قول پر تو کچھ تعجب نہیں ہوتا اگر ان میں سے کسی پر عمل ہوتا تو کچھ ایسا عقیدہ نہ رکھتے آئے بھائیوں تمہارے حق میں ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کو ایک ذرہ بھرا ایمان عطا کر دے تاکہ تم لوگ اپنے عقیدوں کی برائیوں پر خود ہی اقرار کرنے لگو اور جو ہم تم کو سمجھاتے ہیں وہ تم خود ہی سمجھنے لگو اسے یار و ذرا ایسے عقیدوں پر غور کرو اور سوچو کہ ان میں کچھ بھی اثر ایمان اور اسلام کا ہے اگر ہے تو دکھاؤ۔ شعر۔

نالہ سوزنیت کو آہ آتسینت کو لاف عشق بازی چند عشق را تانہا بست

پانچویں آیت :- **لَوْلَا كُنْتُ مِنَ الْاَلْبَانِ لَمَسَّكَ فِيمَا اخَذْتُمْ عِزَابِ عَطَلِيَّةٍ**
 شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جب لڑائی بدر کی فتح ہوئی اور مشرکین قید میں آئے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کو کیا کرنا چاہیے حضرت ابو بکر نے کہا کہ قیدی لے کر چھوڑ دینا چاہیے حضرت عمر نے کہا کہ ان کی گردنیں مار دینا چاہیے بلکہ جو جس کا رشتہ دار ہو وہی اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے دوسرے کی محبت کا خیال نہ کرے لیکن حضرت نے موافق مشورے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کے قیدی لے کر چھوڑ دیا یا نہ پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس روایت کو علما اور مفسرین امامیہ بھی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ تفسیر خلاصۃ المسنح کا شانی میں لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی

سطح پارہ ۱۱ - رکوع ۹ - سورہ انفال ۱۲ - ۱۳ - روز بدر ہوا تو میں اسیر شدہ و زخمی ہوا ایشاں عباس و مخیل بودند حضرت دربارہ ایشاں با صحاب مشاورہ کر دے ابو بکر کہ از مہاجرین بود گفت یا رسول اللہ کا بچہ اصغر اس قوم اتا اب و عشا تو نہ گرہ لے بعد وفات دستخط فتویٰ بدہ باشد کہ مدعی بدولت اسلم ہمسالہ ۱۲ -

میں سزا دہی قید ہو۔ منجملہ ان کے عباس اور عقیل بھی تھے حضرت نے ان کے باب میں اپنے
یاروں سے مشورہ لیا ابو بکر نے کہ وہ بھی مہاجرین میں سے تھے کہا یا رسول اللہ یہ سب جھوٹے
بڑے آپ کی قوم اور قبیلے کے ہیں اگر ہر ایک بقدر طاقت اور استطاعت اپنی کے کچھ فدیہ
دے تو امید ہے کہ ایک دن دولت اسلام پر پہنچیں اور مجمع البیان طلبہ میں لکھا ہے کہ پیغمبر
خوائے بدر کے دن قید لیوں کے باب میں اپنے یاروں سے کہا کہ اگر تم چاہو ان کو مار ڈالو اور
چاہو جانے دو تب حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ انہوں نے آپ کو جھٹھلایا اور آپ کو نکالا
اس لئے ان کی گردنیں مارنا چاہیے عقیل کو علی کے سپرد فرمائیے کہ وہ انکو ماریں اور فلاں شخص میرے
سپرد کیجئے کہ میں اس کو قتل کر دوں اور یہ سب سرداران کفار سے ہیں اور حضرت ابو بکر نے کہا
کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم اور رشتے کے لوگ ہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ اسی
طرح پر حضرت نے کیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا آسمان
سے تو سوائے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا ان روایتوں سے باقرار علمائے امامیہ چند
فائدے حاصل ہوئے۔ اول ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کا مہاجرین اور اہل بدر میں سے ہونا،
دوسرے پیغمبر خدا کا ان سے مشورہ کہنا تیسرے حضرت عمر کا کافروں پر سخت ہونا اور خدا کی راہ
میں قربانیت اور برادری کا کچھ خیال نہ کرنا اور جو کچھ ان فائدوں سے فائدے حاصل ہوتے ہیں
ان کو ہم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کو مہاجرین میں سے ہونا
ثابت ہوا تو جو فضیلتیں اللہ جل شانہ نے مہاجرین کی بیان کی ہیں اور جن کو اوپر ہم نقل کر چکے
ہیں وہ سب اسکے حق میں ثابت ہوئیں۔ دوسرے جو بعض علماء امامیہ نے انکار کیا ہے کہ اصحاب
ثلثہ مہاجرین میں سے نہ تھے وہ قول باطل ہوا چنانچہ تفسیر المکاید کے مولف نے مولانا شان
عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ کے تحفہ کے باب مکاید شیعان کے کید نو دو حکیم کے جواب
میں صاف لکھا ہے کہ اصحاب ثلاثہ مہاجرین اولین نبوند تیسرے امامیہ کا بیگمان کہ
معاذ اللہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر ابتدا ہی سے منافق تھے اور کبھی دل سے ایمان
نہ لائے تھے اور ان کی نیت نیک نہ تھی ناسد شہر احمدیا کہ جناب میر نصاحب قبلہ حدیث سلطانیہ
کے باب سوم میں لکھے ہیں کہ دسیرت شیخین دلالت پر حدیث سر سیرت انہاد اور کہ در وقت
مقالہ ۱۰ اللہ مایر کی یا عمر ل اللہ طبع علی اہل بدر فغفر لہم فقال اصلوا انتم نقد حضرت مکمل لانا قد الغرۃ ۱۰۔
تینوں پہلے اصحاب مہاجرین اولین میں نہ تھے سمہ شیخین کی سیرت انکے اس شخصت باطل سے ظاہر ہے (بقیہ سیرت انکے)

گمان از حسرت تبوی در خواست اظهار دعوت نمودہ و در فکر اصرار آنحضرت برمی آمدند و وقت اعلان از نصرت دست می کشیدند فاجتنبوا یا اولی الابصار، انتہی بلفظہ اگر میر نصرت قبلہ زندہ ہوتے تو میں پوچھتا کہ حضرت اگر شیخین کی نیت نیک نہ ہوتی اور وہ وقت اعلان کے نصرت سے ہاتھ کھینچتے ہوتے تو بدر کی لڑائی میں کیوں آپ کے جہاد مجدد کاشانی اور مہاجرین اور اہل شورشلی میں ہونا ان کا قبول کرتے اتنی مسلمانو شیعوں کے ایمان اور عقول حیا پر غور کرو کہ وہ شیخین کی نسبت جو کہ تمام جان سے اپنی عاشق پیغمبر کے تھے اور تمام اپنا حضرت پر فدا کر چکے تھے اور جو شب روزاظهار دعوت کے لئے اصرار کیا کرتے تھے گمان کرتے ہیں کہ ان کی نیت اس اصرار سے یہ تھی کہ پیغمبر خدا اظہار دعوت کریں اور لوگ امت ستائیں اور ہلاک کر دے الین انوس ایسے عقیدے پر خیر بہر حال میر نصرت قبلہ جو چاہا فرمادیں اور ان کے پدر بزرگوار جو دل میں آوے ارشاد کریں لیکن اس امر کو کہ شیخین مہاجر اور اصحاب بدہ میں سے تھے جھٹھلا نہیں سکتے اور ہمارا مطالب اتنی ہی بات سے حاصل ہوا جاتا ہے اس لئے کہ جب وہ مہاجرین میں سے تھے تو ان فضیلتوں کے مستحق ہیں خدا نے سجا بجا قرآن مجید میں ہجرت کرنے والوں کی بیان کی ہے اور جب کہ وہ اہل بدہ سے آوے اس مغفرت کے وعدے میں شریک ہیں جو اللہ جل شانہ نے اہل بدہ سے کیا ہے کہ ان کو مرفوع القلم کر دیا ہے چنانچہ اس امر کو علمائے امامیہ بھی قبول کرتے ہیں علامہ کمال خلاصۃ المنہج میں تفسیر کریمہ ما کان لنبی ان ینکون لہ اسویٰ کی باین الفاظ کرتے ہیں کہ اگر نہ حتمی و فرمائی می بود از خلعتے تعالیٰ کہ پیشی گرفتہ شدہ اثبات آن در لوح محفوظا کہ بنی صریح حقوقت نہ فرماید یا اصحاب پدر را عذاب نکند اور اسی طرح پر تفسیر مجمع البیان طبرستان لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (لعل اللہ اطلاع علی اہل بدر و مغفرت لہم فقال ما شئتم فقد عفرت لکم) کہ خدا نے اہل بدر کی شان میں فرمادیا ہے کہ جو چاہا ہو سو کرو میں تم کو سزا کا ہوں اور تفسیر خلاصۃ المنہج میں لکھا ہے کہ (خدائے تعالیٰ بدریان را وعدہ مغفرت داد و اینہاں را بخطاب مستطاب اعملوا ما شئتم فقد عفرت لکم نوازش فرمودہ) پس جب پیغمبر بقیہ حاشیہ سفر لے کر چھپانے کے وقت میں رسول اکرم سے تبلیغ اسلام کی خواہش کی اور رسول اللہ سے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ذمہ داری نہ لے کر آپ اسلام کا اعلان فرمائیں اور لوگ آپ کی امداد سے ہاتھ اٹھائیں۔ لہذا اگر نہ کہ کا حکم کو فرمایا ہوتا جو ان محفوظ میں ہے کہ بغیر ممانعت نہ فرمادیں گے تو اصحاب بدر کو سزا دیتا اللہ نے اہل بدر سے مغفرت کر کے ان سے خطاب فرمایا ہے تم جو چاہو کرو ہم نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

کی زبان مبارک سے تمام اہل بدر کا قطعی جنتی ہونا اور خدا کا ان کی نسبت اعمال و انہماک کا ثبوت نہ ہو سکتا۔ مگر کتابت ہونا تو صحابہ کبار علی النخوص و صلحاً بثناء کے قطعی جنتی ہونے میں کوئی مانع نہیں رہا۔ اسے یاد رہے اب تک ہمیں سمجھے کہ حضرات شیعہ کے مذہب کا مدار کس پر ہے اگر خدا کے کلام پر ہے تو وہ صحابہ کی فضیلتوں سے بھرا ہوا ہے اگر پیغمبر خدا کی حدیثوں پر ہے تو ان میں بھی انہیں کے صفات کا تذکرہ ہے اگر ائمہ کرام علیہ السلام کی روایتوں پر ہے تو ان میں بھی انکی خوبیوں کا بیان ہے اگر اپنی ہی تفسیروں اور کتابوں پر ہے تو ان سے بھی انکے فضائل کا ثبوت ہوتا ہے پس اب اور کسی سند حضرات چاہتے ہیں جو صحابہ کے فضائل پر ہم پیش کریں اور کسی دلیل چاہتے ہیں جو ان کی بزرگیوں کے ثبوت میں بیان کریں اصل یہ ہے کہ اگر ایمان اور اقصان ہوتو خدا کے کلام اور رسول کی احادیث اور ائمہ کے اقوال کو مانیں جیسا ایمان اور اقصان ہی نہیں ہے اور پیر ہی عبد اللہ بن سبا کی کہنی منظور ہے تو پھر کوئی کہ اپنے پیر و مرشد کے سکھائے ہوئے عقیدے کو چھوڑ کر انہیں ہزار ہا فرسوں کا ہونے والے اعداؤں کی ہڈیاں ٹانگے تک بڑھائیں مگر وہ جو کچھ دہانے شیعوں کو سکھایا اس کو وہ نہیں بھولتے اور جس راہ پر وہ اپنے یاروں کو چلا گیا اس سے نہیں مٹتے ہزار ہا کوئی سمجھا دے لاکھ آئیں اور حدیثیں دکھا دے مگر اپنے پیر و مرشد کے قول کے رو برو ایک پر بھی نظر نہیں کرتے کلام اللہ کی تاویل کر دیں حدیثوں کو بنا ڈالیں اماموں کے قولوں کو رد کر دیں مگر اپنے جد امجد کی بات کو نہیں بھولتے جس عقیدے کو خیال کیجئے اس میں اسی ملعون کی تعلیم کا اب تک اثر ہے جس مسئلے پر غور کیجئے اب تک اسی کجبت کے قول پر عمل ہے و نعم ما قبل شعر۔

بلیب زور دل آہی کہ داشتہ دارم نشتی سراہی کہ داشتہ دارم

پہلی آیت :- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آذَوْا
 نَفْسَهُمْ أُولَئِكَ وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ لَمَّا مَغْفِرٌ رَّحِيمٌ - اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو
 لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں شہادت کیا اور جن لوگوں نے جگہ
 دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت اور رزق با کمال امت ہے۔

اس آیت پر ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار کے ایمان اور اسلام پر کچھ شبہ نہیں کر سکتے
 اور ان کی مغفرت اور جنتی ہونے میں کچھ شک نہیں لاسکتے ہیں اس لئے کہ جب اللہ جل شانہ
 خود تصدیق فرماتا ہے جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار کو چھوڑا اور جنہوں نے پیغمبر صاحب
 کو اور ہجرت کرنے والوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ سچے مسلمان اور سچے ایمان

لانے والے ہیں اور مغفرت اور ذوق کریم ان کے حصہ میں ہے پس خدا کی ایسی شہادت کو سن کر کون سا شخص ہو گا کہ مہاجرین اور انصار کے ایمان میں شبہ کرے اور ان کی مغفرت میں کلام کرے شیعیان عبد اللہ بن سبا کو ذرا سوچنا چاہئے کہ جب اللہ جل شانہ مہاجرین اور انصار کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور ان کے حق میں شہادت اولئک ہم المؤمنون حقا کی دیتا ہے اور ان کی شان میں ہم مغفرة در ذق کہیم فرماتا ہے پھر کیوں کر ان کے دل میں ایسے پاک لوگوں کی طرف شبہ ہوتا ہے اور کس طرح ان کی زبان سے ایسے شخصوں کی نسبت کفر و نفاق کا کلمہ نکلتا ہے کبرت کلمتہ تخرج من افواہہم اگر کسی کو شک ہو کہ یہ آیت ان مہاجرین اور انصار کی شان میں نہیں ہے جن کی نسبت حضرت شیعیہ نیک اعتقاد نہیں رکھتے اسلئے ہم تفسیر مجمع البیان سے جو معتبر تفسیر امامیہ سے ہے تفسیر اس آیت کی لکھتے ہیں جس کو شک ہو وہ صفحہ ۵۲۴ تفسیر مذکورہ مطبوعہ تہران ۱۳۵۵ھ ہجری کو دیکھ لے مفسر موصوف لکھتا ہے کہ خدا نے پھر آیتوں میں مہاجرین اور انصار کا ذکر کیا اور ان کی ثنا اور صفت بیان کی پس خدا کے اس قول کا کہ والذین آمنوا و جاہدوا فی سبیل اللہ یہ مطلب ہے کہ تصدیق کی انہوں نے خدا کی اور اس کے رسول کی اور ہجرت کی اپنے گھروں اور وطن سے یعنی مکہ سے مدینے کو اور جہاد کیا انہوں نے خدا کے دین کی ترقی کے لئے اور الذین اؤذوا و اضطروا کے یہ معنی ہیں کہ جبکہ وہی مہاجرین کو اپنے گھروں میں اور مدد کی پیغمبر کی اور اولئک ہم المؤمنون حقا کا یہ مطلب کہ وہی لوگ سچے مسلمان ہیں اسلئے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ہجرت کر کے اور مدد سے کر ثابت کر دیا اس تفسیر کو دیکھ کر اگر حضرات شیعہ ہمتا ہے ایسی عمر کے آیتوں اور آیتوں اور بشارتوں کے ایک در آیت بھی قرآن سے نکال کر ہم کو دکھلاتے اور جس طرح پریم نے ان کے فضائل اور درجات کو کلام اللہ سے ثابت کیا وہ قرآن ہی کی سند سے ان کی ایک بھی برائی کا ثبوت پہنچاتے تو ہم ان کو کسی قدر معذور بھی جانتے لیکن انہوں نے تو ہم کو اس بات کا ہے کہ ہم تو مہاجرین اور انصار کے فضائل میں قرآن کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں رسول کی احادیث کو بیان کرتے ہیں اماموں کے قولوں کو انہیں کی کتابوں

سلفہم حادسہما الذکر لہما جبرین والانسار ورحمہم والانشاء علیہم فقال الذین آمنوا و جاہدوا و جاہدوا فی سبیل اللہ سے و الذین اؤذوا و اضطروا من دین اللہ و جاہدوا فی سبیل اللہ و الذین اؤذوا و اضطروا من دین اللہ و جاہدوا فی سبیل اللہ و الذین اؤذوا و اضطروا من دین اللہ و جاہدوا فی سبیل اللہ و الذین اؤذوا و اضطروا من دین اللہ و جاہدوا فی سبیل اللہ

سے نکال کر دکھاتے ہیں اور وہ ان سب کو چھوڑ کر چند مفسر ہی کذابوں کی جھوٹی یا نونکو پیش کرتے ہیں اور ان لوگوں کے قوتوں پر عمل کرتے ہیں جن کو اماموں نے نکال دیا اور جن پر اپنی زبان سے لعنت کی اور جن کو جھوٹا اور فریبی خطاب دیا جس کا ثبوت ہم آئینہ کلمہ میں گے انشاء اللہ تعالیٰ پس انصاف کرنے والے انصاف کر سکتے ہیں کہ خدا کے کلام پر ہم ایمان رکھتے ہیں یا سفلت شیعوہ اور قرآن کی آیات کی ہم تصدیق کرتے ہیں یا شیعیان عبد اللہ بن سبکے باردا کر فرض کیا جائے کہ جو ہمارا اعتقاد بہ نسبت صحابہ کے ہے وہ معاذ اللہ باطل ہوے اور جو عقیدہ شیعوں کا بہ نسبت ان کے ہے وہی صحیح ہوے اور قیامت کے دن اللہ جل شانہ عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر ہمارے اعتقاد باطل پر ہم سے جواب پتا ہے تو ہم اسی کی کتاب کو اس کے سامنے کر دیں گے اور نہایت ہی ادب سے عرض کریں گے کہ ارا العالمین تو عادل ہے اور موافق مذہب شیعوں کے تیرا عدل اصول ایمان میں سے ہے تو اب تو ہی انصاف کر کہ یہ کتاب تیری ہے جس کو تو نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنے پیغمبر کی معرفت نازل کیا اور اس کا نام کتاب مبین رکھا اور اس کی عبارت اور مضمون میں اخلاق اور تسبیح کو دخل نہ دیا ہر چیز کو صاف صاف بیان کر دیا اور خود اس کا حافظہ نہ کر اس کو تحریرت سے محفوظ رکھا پس خداوند ہا ہم نے تیری ہی کتاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ لیا اور جو کچھ اس میں کہہ دیا اور فرما دیا اسی پر ہم نے یقین کیا مہاجرین اور انصار کی اس قدر بزرگیاں اور فضیلتیں تو نے بیان کیں کہ ہم ان کی نسبت نیک اعتقاد رکھنے پر مجبور ہو گئے اور تیری ہی شہادت سے ان کے حق میں فرمایا **الذین آمنوا و باجزاؤہا بآذوقی سبیل اللہ یا ما لہم و اللہم درجۃ سبوتہ اللہ و الذین اولوا و لکن ہم المؤمنون حقا کسی جگہ ان کی شان میں تو نے فرمایا اللہم مغفرة و رزق کریم کسی مقام پر ان کی صفت میں تو نے کہا لیرزقنہم اللہ رزقا حاشا عرض کہ خدا یا جب ہم نے تیری کتاب کو کھولا تو کوئی رزق اور کوئی صفحہ اسکا مہاجرین اور انصار کے ذکر سے خالی نہ پایا کسی آیت سے ان کی برائی کا ثبوت کیسا ان کی فضیلت پر شبہہ تک نہ ہو واجب تیری کتاب سے ان کی نسبت شہادت چاہی تو یہی معلوم ہوا کہ اولئک ہم المؤمنون جب قرآن سے ان کے واسطے نال کھولی تو یہی نکلا کہ اولئک ہم المؤمنون پس جب تو نے بایں بے نیازی ان کی صفات اور فضائل سے اپنی کتاب کو بھر دیا اور ان کی شان میں بار بار**

رضی اللہ عنہم در ضوعیہ فرمایا اور ہم کو ان کے اقتدا اور پیروی کی تاکید کی اور ان سے محبت رکھنے کی تحریص اور عداوت اور کینہ رکھنے پر تہدید فرمائی تو ہم اگر ان سے محبت نہ رکھتے اور ان کو اچھا نہ جانتے اور ان کی اقتداء نہ کرتے تو کیا کرنے الہ العالمین تو نے ہم کو ان لوگوں میں تو یہاں نہیں کیا تھا جن کی نسبت تو نے فرمایا الذین اخرجوا من ديارهم واموالهم يتبعون فضلا من اللہ ورضوانا اس گروہ میں تو نے ہم کو شامل ہی نہ کیا تھا جس کی صفت میں تو نے ارشاد کیا ہے والذین تبعوا اللہ والایمان من قبلہم یحبون من باجرا لہم ہم کو تو ان سب کے چھٹے مخلوق کیا اور ہم لوگوں کی نسبت پہلے ہی سے تو نے یہ لکھ دیا کہ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اسْتَفِیْنَا وَاذَلَّحُوا نَابَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِی قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تو کیونکہ ہم ان پیشواؤں سے محبت نہ رکھتے اور کس طرح ان سے کینہ اور عداوت رکھتے یہ کتاب تیری موجود ہے جس کی نسبت تو نے فرمایا تھا کہ نَحْنُ نُوَلِّیْكَ الَّذِیْنَ اٰذَانًا لَّمَّا اَفْضَلْنَا اور اسی وعدے پر ہم اس کو برابر غیر محرف سمجھتے رہے اور اس پر ایمان رکھتے آئے اگر یہ آیتیں جو ہمارے اور اور انصار کی نسبت ہم نے بیان کیں تیری کتاب میں موجود ہیں تو پھر خدا یا ہمارا کیا قصور اور کیا گناہ ہے جن کو تو نے اچھا کہا ہم نے اچھا جانا جن کی تو نے تعریفیں کیں ان سے ہم نے محبت رکھی ہاں اگر ان لفظوں کے تو نے اور کچھ معنی رکھے ہوں اور اس عبارت کا مطلب اور کچھ ہو تو ہم نہیں جانتے موافق تیرے ارشاد کے تیری کتاب کو کھلی اور روشن کتاب سمجھتے تھے اور اس کو معرا اور پہلیوں کا مجموعہ نہ جانتے تھے عرض کہ ہم نہیں جانتے کہ جب ہم یہ جواب دیں گے تو خداوند عادل کس جرم میں ہم کو سزا دیگا اور کس طرح ہم کو اپنی کتاب کا تصدیق کرنے والا نہ سمجھے گا ہم کو یقین ہے کہ تو در ایسے عقیدے سے خدا ہمارے نجات کرے گا اور ہم کو ان کے مغفرت اور رزق کو ہم میں سے حصہ عطا کرے گا۔ اے یار ہمارا جواب تو سن لیا اب کچھ اپنی جوابدہی کی فکر کر دے کہ اگر تمہارا عقیدہ جو بہ نسبت صحابہ کے ہے باطل ٹھہرا اور قیامت کے دن خدا نے تم سے مواخذہ کیا تو تم کیا جواب دو گے ہمارے نزدیک تو سوائے اس کے دوسرا جواب نہیں ہو سکتا کہ خداوند ہم نے تیری کتاب کو اس لئے پس پشت ڈال دیا تھا کہ اس میں اصحاب رسول نے تحریف کر دی تھی اور اس کو کم و بیش کر دیا تھا جیسا تو نے نازل کیا تھا ویسا نہ رکھا تھا اور اصلی مصحف امام صاحب کے پاس تھا وہاں اپنا گنہ بھی نہ ہو سکتا تھا کچھ نشان از ریتہ بھی اما صاحب کا دلتا تھا پس ہم کیونکر مصحف عثمانی پر عمل کرے اور

مخوف قرآن کی تصدیق کرتے ہم تو اس کو کبھی دیکھتے بھی نہ تھے حفظ یا دکر نے کا ذکر کیا ہے کبھی اس کو پڑھتے بھی نہ تھے بلکہ ہمیشہ امام صاحب کے خروج کی دعا کرتے تھے اور ان کے ساتھ جو اصلی قرآن تھا اس کے دیکھنے پر جان دیتے تھے مگر خداوند ہمارا کیا قصور ہے اس لئے کہ تو نے ایسا ان کو چھپایا کہ کہیں ان کا سایہ بھی نہ دکھلائی دیا ہزاروں عرضیاں بھیجیں ایک کا بھی امام نے جواب نہ دیا صد ہا درخواستیں حضرت والیہ اس کے ذریعہ سے براہِ دریا ازل کیس کسی پر کچھ حکم نہ آیا بڑے بڑے مجتہدوں سے پوچھا انہوں نے یہی فرمایا کہ ابھی انتظار میں رہو اور خروج اور ظہور کی دعا کیا کرو ہنوز وقت نہیں آیا۔ لیکن ہم نے بہت انتظار کیا مگر ہمارے جیتے ہی ظہور کس کا خروج کیسا کچھ خبر تک امام کی نہ آئی۔ شعر

شام تک تو آمد جانان کا کھینچا انتظار وہ نہ آیا وعدہ پایاں برابر ہو گیا

ہند سے امام کی غیبت سراسر تک ہم نے ہجرت کی لیکن دیکھنا کس کا ملنا کیسا صورت تو امام کی نظریہ نہ پڑی پس بغیر امام کے ہم کیا کرتے اور کیوں کروا حق پر چلتے ہاں امام کے دیکھنے والو! نے جو کچھ ہم سے کہہ دیا اس پر ہم ایمان لے آئے ایسا ہی کو حق جانتے رہے اور کبھی اس سے نہیں پھرے پس اگر خدا یہ جواب سن کر فرماوے کہ اے کہنہ تو جب کہ میں اپنے کلام کا حافظ تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ تو کس کی مجال تھی کہ وہ تحریف کرتا اور کون تھا اس کو بدل دیتا کس نے تم سے کہا کہ میری کتاب میں تحریف ہوئی تھی تب تم شاید ہی جواب دو گے ہم نے زرارہ سے سنا تھا ہم سے شیطان الطاق نے کہہ دیا تھا تب اس وقت اگر خدا یہ فرمادے کہ اے بد بختو میں سچا تھا یا زرارہ میرا رسول صادق تھا یا شیطان الطاق تو معلوم نہیں کہ کیا جواب دو گے ہمارے نزدیک تو سوائے اقرارِ جرم کے اور کچھ جواب نہ دے سکو گے اور اس وقت سوائے اسکے فاعترف و بذنوب ہم فسحقا الاصحاب السعیرہ اور کچھ حکم نہ ہو گا۔

ساتویں آیت: **رَبِّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَعَسَّوْا فِي سُبُلِ اللَّهِ إِنَّا قُلْتُمْ**
إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ وَأَرْضُنَا لِلْغَيْبِ مِنَ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ وَالْإِنَّمَالُ
الْأَنْفُسُ وَالْأَعْيُنُ بِكُمْ عَدَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلُ قَوْمًا عَيْرَ كَوْمٍ وَلَا تَصْرُوهَا سَيِّئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ۗ إِلَّا تَصْرُوهَا فَقَدْ تَعَسَّوْا اللَّهُ إِذَا أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا تَأْتِي سُنِينَ إِذْهَا فِي الْفَارِادِ أَيْقُولُ
بِمَا جِبَ لَا تَحْنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبُلِنَا عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ جَلَّةَ
الَّذِينَ كَفَرُوا دَسْفَطًا وَوَكَّلْنَا اللَّهُ حَى الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۗ جَوَّابَاتٍ اب

تک ہم نے لکھیں ان سے عام مہاجرین اور انصار کی فضیلتیں ثابت ہوئیں اب ہم اس آیت کو لکھ کر خاص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت کرتے ہیں چاہیے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف اور حنین سے مراجعت فرمائی اور تھکے دن مدینے میں قیام فرما کر قصد جہاد ورم کا کیا تو بعض لوگوں پر نہایت گراں گزرا اس لئے کہ گرمی کے دن تھے سفر دور دراز تھا خرموں کے پکنے کی فصل تھی اور روم کا خوف بھی غالب تھا تب اللہ جل شانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتوں کو نازل کیا اللہ کی طرح سے لوگوں کو سمجھایا چنانچہ اول آیت میں فرماتا ہے کہ یا ایہا الذین امنوا لکم اذا قیل لکم انفر و فی سبیل اللہ انا قلم الی الارض طرہ اللہ مومنین تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے جہاد کے لئے کہا جاوے تب تم اپنے گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے کیا تم دنیا کی زندگی کو بقیاتِ آخرت کے اچھا سمجھ کر اس پر راضی ہو جاؤ گے دنیا کا فائدہ آخرت میں بہت ہی تھوڑا ہے اس آیت میں اللہ جل شانہ نے دنیا کی تحقارت بیان کر کے جہاد پر ترغیب دی بجز وہ دور ہی آیت الا انفر و اعدکم عدا یا الینا و یتبدل تو ما عزیز کم ولا تصروہ شیئا واللہ علی کل شیء قدیر میں فرمایا کہ تم سستی کرو گے اور جہاد پر مستعد نہ ہو گے تو خدا تم کو دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا اور تمہارے بدلے اور خیر قوم کو پیدا کرے گا اور تمہارے مدد نہ کرنے سے خدا یا اسکے رسول کا کچھ نقص نہیں ہے اس لئے کہ خدا کو کچھ پروا نہیں ہے اور رسول کا وہ خود حافظ ہے چنانچہ اپنی نیازی اور اپنے رسول کی بے پروائی کو ان لفظوں سے بیان کیا الا تصروہ فقد نصرہ اللہ لوگ پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اس کو تمہاری مدد کی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ خدا اس کا کار ہے اور اپنی مدد گاری کو اللہ جل شانہ اس طرح سے ثابت کرتا ہے کہ اذا نثر جبال الذین کفروا ینین اذ ہمانی الغار کہ جب کفار نے پیغمبر کو مکے سے نکالا اس وقت کس نے اسکی مدد کی اور اس وقت کونسا لشکر اور گروہ اسکا مددگار ہوا اور سوائے ایک یار کے دوسرا کون اس کے ساتھ غار میں گیا اور جب کفار در غار پر آپہنچے اور درمیان پیغمبر کے اور ان کے کچھ فاصلہ نہ رہا اور اس کا یار غار بھی گھبرا گیا اور بیخیال کر کے کہ ایسا نہ ہو کہ کفار غار میں چھپے ہونے سے آگاہ جیائیں اور باوا پیغمبر پر کچھ صدمہ پہنچا دیں وہ کم کرنے لگا اس اضطراب اضطراب کے لئے یہ خطاب نہیں بعض سے ہے جو کہ جہاد پر جانے سے تباہ کرتے تھے مہاجرین اور انصار سے اور خطاب کل اور بعض مراد ہونا کلام عرب میں جاری ہے اور یہ حضرت علی اور نبی ہاشم بھی اس خطاب میں شامل ہو جائیں گے

میں بھی کہ بڑے بڑے شجاعت اور جواہر گھبرا جاتے ہیں میرے پیغمبر کو کچھ اندازاً رب نہ ہوا اور اپنے
 کو لا تحزن ان اللہ معا کہہ کر مطمئن کیا اور میں نے اپنے پیغمبر کے کہنے سے اس یار پر تسلی نازل
 کر سکا خوف اور اضطراب جو پیغمبر پر صدہ پہنچنے کے خیال سے تنصا جاتا رہا فانزل اللہ السکینۃ
 اور بعد گزر جانے اس مصیبت کے وقت کے جب یدر کی لڑائی ہوئی تب میں نے ایسے
 سے مدد کی کہ جس کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے وائیدہ بجنود لم تروا آخر کار کفار کی بات کو پست
 کے اپنی بات کو بلند کیا وجعل کلمہ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ہی العلیا تمام مفسرین کیا شیعوں
 اسنی اس پر متفق ہیں کہ اذا خرجہ الذین کفروا میں جس زمانے کا ذکر ہے اس سے ہجرت کا
 مراد ہے اور اذ قول لصاحبہ میں جو لفظ صاحب کا مذکور ہے اس سے حضرت ابو بکر صدیق
 کی اور اس کے بھی سب قائل ہیں کہ ہجرت کا وقت بڑا نازک اور نہایت مصیبت آور تھا
 کج کا تھا جو اس وقت صدق دل سے شریک ہو اس کا رتبہ بھی سب سے بڑا ہے اور اس
 کی کسی کو انکار نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق اس وقت سے کہ جب سے پیغمبر صاحب اپنے
 برابر آمد ہوئے اور جب تک غار میں رہے اور جب تک مدینے میں پہنچے برابر ہمراہ رہے
 باہم ہمارے اور شیعوں کے یہ اختلاف ہے کہ ہم حضرت ابو بکر کی رفاقت کو ان کے
 اور نیک نیتی پر محمول کر کے ان کو افضل مہاجرین جانتے ہیں اور حضرات شیعہ ان کی
 کو بد نیتی پر رد فوعوذ باللہ من ذلک، محمول کر کے ان کو منافقین میں سے سمجھتے ہیں اس لئے
 بیت سے حضرت صدیق اکبر کے فضائل ثابت کرتے ہیں اور حضرات شیعہ کے شبہات
 کے ان کو رد کرتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر کے فضائل کا جو اس آیت سے ثابت ہوا ہے

اس آیت سے بہت سی فضیلتیں حضرت ابو بکر صدیق کی ثابت ہوتی ہیں (اول) یہ کہ
 خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر کفار مکہ نے اتفاق کیا اور اللہ جل شانہ نے انکے
 سے آگاہ فرمایا اور اجازت ہجرت کی دی تب پیغمبر خدا نے بحکم آگہی حضرت ابو بکر صدیق
 راہ لیا پس اگر خدائے جل شانہ کے نزدیک ابو بکر صدیق ایمان میں سچے اور اسلام میں
 تھے تو ہرگز وہ ایسے وقت میں ان کو ساتھ لینے کی اجازت نہ دیتا اور خود پیغمبر صاحب
 کی محبت اور عشق پر یقین کامل نہ ہوتا تو کبھی ابو بکر صدیق کو اس سفر میں اپنے ہمراہ

یہ (دوسرے) اگر ابو بکر صدیقؓ اپنی بیان و مال کو حضرت پریشاں کرنے سے راضی نہ ہوتے تو وہ ایسی مصیبت کے وقت میں خود شریک نہ ہوتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں نہ ڈالتے بلکہ جیلہ حوالہ کر کے اپنے آپ کو ایسی مصیبت کے وقت میں شریک ہونے سے بچا لیتے دوسرے گھر میں سے نکلنے کے وقت سے مدینے منورہ میں پہنچے تک جو باتیں صدیق اکبرؓ نے کہیں اور جس طرح پر پیغمبر خدا کی حفاظت کی اور جس طور پر حق رفاقت کا ادا کیا ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کو پیغمبر خدا کے ساتھ عشق کا مرتبہ تھا اور پیغمبر صاحب کے بچانے کیلئے اپنا جان اور آبرو کا کچھ خیال نہ تھا چوتھے جتنے اور اصحاب پیغمبر خدا کے تھے انہیں سے کوئی اس رتبہ کا نہ تھا کہ جو پیغمبر خدا اپنے جہاد لیتے اور جیکو اپنا یا زہر جاتے سوائے ابو بکر صدیق کے کہ انہیں کو ایسے وقت میں اپنا رقیب بنا یا اس سے ابو بکر صدیق کی افضلیت اور اصحابوں پر ثابت ہوتی ہے (پانچویں) اللہ جل شانہ کو یہ خدمت صدیق اکبر کی ایسی پسند آئی کہ ان کی صدیقیت اور رفاقت کو اور لوگوں کی تمحیر میں اور ترغیب کے واسطے اس آیت میں بیان کیا تاکہ اس کو سن کر لوگوں کو عنایت آئے اور پیغمبر صاحب کی رفاقت پر مستعد ہو جاویں پس اگر ابو بکر صدیقؓ کی صدیقیت خدا کے نزدیک مقبول نہ ہوتی اور انکی خدمت اور رفاقت اعلیٰ درجے کی نہ ہوتی تو ان کی مثال کیوں دیجاتی اور انکی یاری اور مددگاری اوروں کے دل بڑھانے کے لئے کس لئے بیان کی جاتی رہتے (اللہ جل شانہ نے ثانی انہیں کا لفظ فرمایا کہ بعد پیغمبر خدا کے دوسرے شخص اس سے مناسب دینی کے واسطے ابو بکرؓ ہے۔ (ساتویں) اللہ جل شانہ نے صاحبہ کا لفظ ابو بکر صدیق کی نسبت فرمایا کہ ان کی صحابیت کو ثابت کیا کہ یہ رتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا اس لئے ابو بکر صدیق کی صحابیت کا انکار درحقیقت نص قرآنی کا انکار ہے (آٹھویں) اس آیت میں الفاظ لا نخرجنا ان اللہ مننا سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو تسلی دہی اور خدا کی حفاظت اور نصرت میں ان کو اپنا ساتھی فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جس طرح پر حفاظت اور ناصر اپنے پیغمبر کا تھا اسی طرح پر اپنے پیغمبر یا غار کا حامی اور مددگار تھا اور جب کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ان اللہ مع الذین القوا الذین ہم مہنون کر خدا انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو مستحق اور نیک ہوتے ہیں (نویں) اللہ جل شانہ نے اپنی تسلی ابو بکر صدیق پر نازل نہیں کرتا مگر انہیں لوگوں پر جو کہ ایمان میں یکے اور اسلام میں مضبوط ہوتے ہیں اور جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے اور تسلی نازل کرنے کا

ثبوت فائزہ السکینۃ علیہ سے ہوتا ہے۔ سو میں ان آیتوں پر غور کرنے سے بڑی فضیلت صدیق اکبر کی ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ یہ آیتیں صرف واسطے ترخیص و تہدید ان لوگوں کے نازل ہوئی ہیں جو کہ جہاد پر جانے سے سستی کرتے تھے اور ان کہیتوں میں خدا نے ان سستی کرنے والوں کو سمجھایا اور ڈرایا اور اپنی بے نیازی کو ظاہر کیا چنانچہ اول دنیا کی حقارت کرنے کے انکو سمجھایا پھر انکو عذاب نازل کرنے سے اور انکے بدلے دوسری قوم کو پیدا کرنے سے ڈرایا آخر کار اپنی بے نیازی اور اپنے رسول کی بے پرواہی کو بیان فرمایا اور پھر اس بے نیازی اور بے پرواہی کے بیان میں صدیق اکبر کی تمثیل دی اور انکی رفاقت اور محبت کا تذکرہ کیا پس اسی سے ابوبکر صدیقؓ کی صدیقیت اور ان کی صاحبیت کے مندرجہ کو قیاس کرنا چاہئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک انکی نصرت و یاری کی کیسی کچھ وقعت تھی کہ منجملہ اور امور ترخیص و تہدید کے ان کی نصرت اور رفاقت کو بھی بیان کیا عرض کہ فضائل ابوبکر صدیق کے جو ان آیتوں سے ثابت ہوتے ہیں اور چونکہ شہادت ان کے ایسے پوچھ اور بلیک ہیں کہ ان کی تردید کرنا ایسا ہے جیسا کہ روز روشن میں آفتاب کے طلوع سے انکار کرنے والے کے مقابلے میں دلائل اور براہین بیان کرنا لیکن مجبوری موافق قول خاتم المحدثین کے (چون بنا کلام بر اصول گردہی نہادہ است ناچار زمام اختیار بدست آہادہ ہر جا کہ کشیدہ بر زندگی رود و بہر رنگ کہ رنگمن کنند می شود) مگر مصنف مزاجوں سے امید ہے کہ ان اعتراضوں کو ذرا انصاف سے دیکھیں اور علماء و مجتہدین امامیہ کے تعصب اور بنا پر خیال کریں کہ عداوت نے ان کے دلوں پر کیسا پردہ اور دشمنی نے ان کی عقلوں پر کیسا حجاب ڈال دیا ہے کہ ایسی نص صریح سے انکار کرتے ہیں اور افضل الصحاہ کی فضیلت کے انکار کے لئے کیسی پوچھ تاویلیں بیان کرتے ہیں دو انا اثر سے فی بیان ہفتواہم

بیان شیعہ بیان عبد اللہ بن سبا کے اعتراض کا اس آیت پر

ہم اعتراضوں کو اسی ترتیب سے بیان کرتے ہیں جس ترتیب سے ہم نے فضیلتیں بیان کی ہیں تاکہ دیکھنے والوں کو ہر فضیلت کے مقابلے میں اعتراضات اور شہادت شیعہ کے معلوم ہو جائیں۔

۱۔ چونکہ کلام کی بنیاد ایک کردہ کے اصول پر رکھی گئی ہے۔ اسی لئے خاتم اختیار ان کے ہاتھ ہے کہ بعد صراحت میں لکھیں اور جس رنگ میں چاہیں رنگ دیں۔

پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر

جو کہ ہم نے پہلی فضیلت میں بیان کیا ہے کہ اللہ جل شانہ کے حکم سے پیغمبر خدا نے صدیق اکبرؐ کو اپنے ہمراہ لیا اسکو امامیہ اس طرح پر رد کرتے ہیں کہ خدا نے پیغمبر خدا کو ابوبکر کے ہمراہ اپنے کی اجازت دی نہ پیغمبر صاحب نے اپنی خوشی سے انکو اپنے ساتھ لیا بلکہ بلا مرضی اور بغیر اجازت حضرت کے ابوبکرؓ ہمراہ ہو گئے چنانچہ اس باب میں جو کچھ شیعوہ علمائے لکھا ہے اس کو ہم بیان کرتے ہیں بڑے مجتہد صاحب یعنی شیعوں کے قبلہ و کعبہ ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ (احتجاج بایں آیت موقوف است کہ بہ ثبوت رسید کہ ہجرت ابوبکرؓ با اجازت حضرت نبوی واقع شدہ و شیعہ ایں را قبول ندارند) اور قاضی نور اللہ شوسترسی نے مجاہد المؤمنین میں اور اپنے اور رسالوں میں بھی یہی لکھا ہے کہ مذکورہ فی منہجی فی الکلام کہ قاضی نور اللہ شوسترسی در مجاہد المؤمنین و بعضے از رسائل دیگر ذکر می کنند کہ ابوبکرؓ از منافقین بود و برخلاف امر اقدس نبوی در اشارہ ایستاد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد از ہجرت پیدا و ہمراہ گرفت تا کفار را دلالت نکند) اور ایک رسالے میں جو منسوب بہ حسینؑ ہے ایک بڑے میر صاحب اس طرح پر لکھتے ہیں (کہ چوں پارہ را برفت دید کہ شخصے در برابر آنحضرت می آید حضرت توقف نمودہ چوں نزدیک رسید بشناخت کہ ابوبکرؓ است فرمود کہ اسے ابوبکرؓ نہ من امر خدا بشمار سازم و گفتم کہ از خانہ خود با بیرون می آید تو چرا مخالفت امر الہی کردی گفت یا رسول اللہ دل از بہر تو خائف بود و ہر سال بودم نخواستم کہ در خانہ مقرر گیرم پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم متحیر ماند ہوا سئل انکہ حکم الہی نہ بود کہ کسی در ہمراہی خود بردور ساعت حضرت جبرئیلؑ باز رسید و گفت یا رسول اللہ بخدا سوگند کہ اگماں دامی گزارم و ہمراہ نہ گیر کفار را گرفت از عقب تو بیاید و ترس از قتل رساند پیغمبر صلے اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے جسکا ثبوت ہے کہ رسول اللہ کی اجازت سے ابوبکرؓ نے ہجرت کی لیکن شیعوہ اسے قبول نہیں کرتے نور اللہ شوسترسی نے مجاہد المؤمنین اور دیگر رسائل میں لکھا ہے کہ ابوبکرؓ منافقین ہیں سے تمھارے رسول اللہ کے احکام کے خلاف راستے میں کھڑے ہو گئے رسول اللہ نے سنت تہدید کے بعد ان کو اپنے ساتھ لیا تاکہ اسکا حال نہ بدیش نہ ہو۔ سبب حضورؐ اسادانہ سے کیا تو رسول اللہ نے محسوس کیا کہ کوئی ایسے ہمراہ رہا ہے جو اللہ تعالیٰ سے اور جب اسے حال قریب آیا تو آپؐ سے شاعت فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں جن سے کہا ہے فرمایا۔ اے ابوبکرؓ میں نے حکم خدا تم کو بھی پہنچا دیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ تم اپنے گھر سے اہر نہ آنا تاؤ تم نے احکام الہی کی مخالفت کیوں کی ابوبکرؓ نے جواباً کہا اے رسول اللہ میں آپؐ کیسے منہ لائی اور پریشان تھا میں نے گھر میں ٹھہرنا و تاسیہ یہی سمجھا یہ سکر رسول اللہ متحیر و ششہ ہوئے اسلئے کہ یہ حکم الہی نہ تھا کہ وہ اپنے ساتھ کسی کو لے جائیں اسوقت جبرئیلؑ نکلا کہ کہا اے رسول اللہ قسم بخدا اگر کو اب چھوڑیں اور ساتھ نہ لے جائیں تو یہ عقب سے کھاد کے ساتھ آگیا آپ کو قتل کر دیں گے اس لیے رسول اللہ نے ضرورت انکو اپنے ساتھ لے کر فارغ میں چھوٹے گئے۔

علیہ وسلم آن وقت بالفرض ورت اور با خود برد و در غار داخل شد عرض کر اس اعتراض سے نجات
 پہا کہ ابو بکر صدیق بقصد گرفتار کرنے پیغمبر صاحب کے گھر سے نکلے اور راہ روک کر کھڑے ہو گئے
 اور باوجودیکہ حضرت نے گھر میں سے نکلنے کو منع کر دیا تمہارے عدول سبکی کر کے بہانہ ایذا رسانی
 پیغمبر صاحب کے بند راہ ہوئے آخر کار پیغمبر صاحب مجبور ہوئے اور بطلان جبرائیل علیہ السلام
 کے انکوائی اپنے ساتھ لے لی اگر ہمراہ نہ لیتے تو ضرور ابو بکر گرفتار کو لے آتے اور پیغمبر کو گرفتار کراتے
 اگرچہ اہل انصاف غور کر سکتے ہیں تو بہ تو بہا سے بدیہی اس میں غور کی کیا حاجت ہے ویسے ہی
 سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اعتراض بالکل پوچھ اور دعا ہی ہے اور اس کی رکاکت اسکے الفاظ و معنی سے
 ظاہر ہے لیکن ہم چند باتیں اس اعتراض کے بطلان پر لکھتے ہیں اور سخا بہت اس دعوے کی
 ابو بکر صدیق بقصد گرفتار می دایا پیغمبر صاحب کے نکلے مجھے ثابت کرتے ہیں۔ (اول سوچنا ہے
 کہ ابو بکر صدیق اس وقت پیغمبر صاحب کے دوست تھے یا دشمن اگر دوست تھے قصد گرفتاری
 اور نیت ایذا دہی کے کیا معنی اگر دشمن تھے تو جس طرح پر ابو جہل وغیرہ اور دشمن حضرات کے حضرت
 کے قتل کی نیت سے آپ کے گھر پر گئے تھے اسی طرح پر ابو بکر ان کے ساتھ کیوں نہ گئے ان
 سے علیحدہ کیوں ہوئے (دوسرے) ابو بکر کو حال ہجرت کا اور وقت دولت سرا سے برآمد ہونیکا
 اور غار میں تشرف لے جانیکا پیغمبر صاحب نے بتلایا تھا تو حضرت کو ابو بکر کا ہمراہ لے جانا
 منظور تھا یا نہیں اگر منظور نہ تھا تو راز فاش کرنے سے کیا حاصل تھا اور ایسی پوشیدہ بات کو دشمن
 پر ظاہر کرنے سے سوائے اندیشہ ضرر کے کیا فائدہ تھا اور اگر ساتھ لے جانا منظور تھا تو پھر اعتراض
 بھی باطل ہوا۔ (تیسرے) اگر فرض بھی کیا جائے کہ ابو بکر صدیق بہ نیت قتل پیغمبر خدا کے راہ روک
 کر کھڑے ہو گئے اور اپنی بد نیتی میں ایسے مضبوط تھے کہ حضرت جبرائیل ان کی نیت سے خوف کو
 کے فوراً ہی سدرہ سے اترے اور پیغمبر صاحب سے کہنے لگے کہ اگر اس راہی گزارا دیں ہمراہ نکلیں
 گرفتار از عقب تو گرفتہ بیاید و تر ابقل رساند) لیکن یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اس وقت ابو بکر
 تنہا تھے یا اور کوئی کافر بھی ان کے ساتھ تھا اور ہتھیار بند تھے یا خالی ہاتھ اگر یہ کہا جاوے
 کہ اور کافر بھی موجود تھے تو کوئی شیعہ بھی اس کا قائل نہیں اور اگر کوئی اور کافر ہمراہ ابو بکر کے
 نہ تھا تو تعجب آتا ہے کہ ابو بکر باوجود جاننے شجاعت اور قوت پیغمبر صاحب کے تنہا حضرت
 کی گرفتاری اور قتل کو بغیر ہتھیار کے چل دیئے اور دو چہار رفیقوں کو بھی اپنے ہمراہ دیا اور
 اگر یہ کہا جاوے کہ وہ فقط خبر لینے کے لئے کھڑے ہو گئے تھے چنانچہ جبرائیل علیہ السلام

کے اس ارشاد سے کہ کفار را عقب تو گرفت بیاید ثابت ہونا ہے تو یہ امر معلوم نہیں ہوتا کہ کفار اس جگہ سے جہاں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر کو لے ایسے نزدیک تھے کہ آواز پہنچ سکتی تھی یا اتنے دور تھے کہ ان کے بلانے کیلئے جانا پڑتا مگر نزدیک تھے تو تعجب ہے کہ ابو بکر نے ان کو آواز دے کر کیوں نہ بلایا اور چپ چاپ کیوں کھڑے رہے اور اگر دور تھے تو معلوم نہیں کہ کیوں پیغمبر خدا کو دیکھتے ہی ابو جہل وغیرہ سے خبر کرنے کو نہ دوڑے کس امر کے انتظار میں کھڑے رہے اور تعجب تو اس امر پر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے یہ صلاح تو پیغمبر صاحب کو دی کہ اس دشمن کو اپنے ساتھ لے لو اور یہ مشورہ نہ دیا کہ ذرا تمہارے دشمن کو خیر کرنے اور بلانے کو سہارے تب چل دینا اور جب تک وہ لوٹے تب تک جاٹے مقصود پر پہنچ جانا خدا جانے جبرئیل کو معاذ اللہ کیا ہو گیا تھا کہ ایسے اضطراب کے وقت میں پیغمبر صاحب کو اپنے دشمن کے ہمراہ لینے کی صلاح تو دی اور جو حکمت اس سے بچنے کی تھی وہ نہ بتلائی (جو تھی) تعجب ہے کہ ابو بکر کو پیغمبر صاحب کا گرفتار کرانا ہی منظور تھا تو وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ کیوں چل دیئے اور کیوں غار میں جا کر حضرت کے ساتھ چپ چاپ بیٹھ رہے اور کس لئے کوئی تدبیر گرفتار کرنے کی نہ کی اہل انصاف غور کریں کہ جس طرح پر ابو جہل یا اور کوئی کافر قریشی حضرت کو دیکھ لیتا تو وہ کیا کرتا اور حضرت اس سے کیا کرتے اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آوے کہ وہ حضرت کو چھوڑ دیتا یا حضرت اس کو اپنے ہمراہ لیتے تو ہم ابو بکر کی نسبت بھی شیعوں کے خیال کو درست کر سکتے ہیں ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ شیعوں کی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا ہے کہ اتنا نہیں سمجھتے کہ ہجرت کا وقت وہ تھا کہ تمام کفار کے کے پیغمبر صاحب کے قتل کے درپے تھے اور در دولت پر مجمع کر کے اپنے ارادے کے پورا ہونے کے لئے پہنچ گئے تھے اور کسی کو خبر تک نہ تھی کہ پیغمبر صاحب اس گھر سے نکل گئے ہیں بلکہ سب جانتے تھے کہ اپنی جگہ پر آرام کر رہے ہیں اس وقت میں جو رفیق حضرت کا ہوا اس کی نسبت دشمنی کا گمان کرتے ہیں اگر وہ رفیق بحکم اور بہ منہی پیغمبر کی رفاقت کیلئے آمادہ نہ ہوتا تو وہ اس گروہ میں شامل ہوتا جو در دولت پر واسطے قتل کے گیا تھا یا بلا اطلاع بلا خبر راہ روک کر کھڑا ہو جاتا جو کچھ اب تک ہم نے لکھا یہ بہ تسلیم روایات شیعہ کے لکھا اور اس سے بھی صدیق اکبر کی صدیقیت کو ثابت کیا لیکن اب ہم اپنے دعوے کو عقلی دلائل سے قطع نظر کر کے نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور خود حضرات امامیہ کی معتبر کتابوں سے ان کے اعتراض کو رد کرتے ہیں اور باجمعی

آپ ہی اور بھرنی رسالت پناہی ابو بکر صدیقؓ کا ساتھ ہونا ثابت کرتے ہیں مفسر کاشانی جو علمائے
 اعلام شیعہ سے ہیں تفسیر خلاصۃ المنہج میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابو ہریرہؓ را بر جاتی خود
 نوبانید نمود از خانہ ابو بکر بر فاقیت اور در ہماں شب بیرون آمدہ بایں غار متوجہ شدہ جس حضرت
 امامیہ اس مفسرہ کی تفسیر کے لفظوں کو کہ (خود از خانہ ابو بکر بر فاقیت اور در ہماں شب بیرون
 آمدہ) ملا نور اللہ شوستری کے اس مضمون سے کہ (ابو بکر از منافقین بود و بر خلاف امر مقدس
 نبوی در اشنائے راہ ایستاد و حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد زہر شدید اور ہمراہ گرفتہ
 لادیں اور خود ہی تفسیر کریں کہ ان میں کون سچا ہے اگر ایک روایت پر حضرت امامیہ کی خاطر
 جمع نہ ہو اور اس کو قبول نہ کریں تو دوسری روایت سنیں اور کسی عالم اور مجتہد کی بھی نہ سنیں
 بلکہ خاص امام کی وہ ہونہ تفسیر امام حسن مسکری علیہ السلام میں سورہ بقرہ میں لکھا ہے کہ جبریل
 علیہ السلام نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ اللہ جل شانہ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ
 فرماتا ہے کہ قریش خصوصاً ابو جہل نے آپ کے قتل کی تدبیر مہم کی ہے اس لئے آپ کو
 چاہئے کہ علی کو اپنی جگہ پر چھوڑیے کہ وہ مثل اسماعیل کے جانشین کرے گا اور ابو بکر کو اپنا رفیق
 کیجئے کہ اگر وہ موافقت کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت میں بلکہ اعلیٰ علیین میں آپ
 سعید المؤمنین کو اپنے بستر پر لگا کر خود ابو بکر کے ہمراہ اسی شب غار کی جانب روانہ ہوئے۔ سنہ ترمذیہ۔ خود اپنے گھر سے
 نکل کے ابو بکر کے ساتھ اسی شب روانہ ہوئے۔ سنہ ابو بکر بن فاق تھے جو رسول اللہ کے حکم کے خلاف دوران سفر میں کھڑے
 ہو گئے اور رسول اللہ نے سخت تہدید کے بعد ان کو ہمراہ لیا۔ سنہ اگر ہم اصل عبارت اس تفسیر کی نہ لکھیں تو کسی کسی کو یقین
 نہ ہوے کہ امام حسن مسکری علیہ السلام کی تفسیر میں جو موافق روایات شیعہ کے ہے ایسی روایت لکھی ہوگی اس لئے مجتہد اس
 کی عبارت کو مستثنیٰ الکلام سے نقل کرتے ہیں ان اللہ تعالیٰ وحی الیہ یا محمد ان العلی الاعلیٰ لیرا و علیک السلام یقول
 لک علیٰ جہل واللا من قرئتم حدیثہم و علیک تکلموا۔ ان من قیل و مرک ان استصب ابیکہ فاذ ان لک و ساعدک و ولا یرک
 ثبت علی تعادک و تعاندک کان فی البیت من رفقائک و فی طرفتہما من غلصائک انی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ابی بکر رضیت عنک من علی ابی بکر تطلب کما اطلب و تعریف بانک انت الذی تمنی علی ما دعویٰ فتمن علی نواع العذاب قال
 ابو بکر یا رسول اللہ ما نالو عشت عمر الدنیا و عذب جمیع اللہ عذاب لانی علی موت مریح و لا نرج و کان ذکک جملک ان
 انتم فیما وانا مالک لم یجیع ممالیک لک کہا فی حق اللک و لانا وانی و ولری الی ان ذکک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرج
 قال علی علی تلک و در ہما فیہ موافقا لاجر سے علی لک جملک منی بمنزلہ اشع و البصر و الماوس من الہدی و بمنزلہ الراج
 من الہدی کئے اللہ ہی ہونے لک و علی فرق ذکک لراۃ لفاۃ و شرف عصالیا ابی بکر ان من ماہ اللہ ثم لک و لم
 یزید لک محسن فی ان اللہ بالتفصیل و ہو معنی الرفیق الالہی - ۱۲

کار فریق ہو گا کتاب پیغمبر خدا نے حضرت علی سے یہ حال کہا حضرت علی اپنے مارے جا۔ نہ بہ راضی ہوئے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اسے ابو بکر تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو اور کفار قریش جس طرح پر مجھے قتل کے لئے تلاش کریں اسی طرح تیرے قتل کے لئے درپے ہوں اور یہ بھی مشہور ہووے کہ تو نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میری رفاقت کے سبب سے تجھ پر طرح طرح کے عذاب پہنچیں ابو بکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر تیری محبت میں سخت ترین بلاؤں میں گرفتار ہوں اور قیامت تک ان میں پڑا رہوں تو بھی میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ تجھ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کر دوں میری جان میل مال میرے اہل و عیال لڑکے باندے سب آپ پر قربان ہیں آپ کو چھوڑ کر کہاں رہوں گا۔

کے پاہن زینے کر رسد تو نازنین را بلب خیال بوم ہمہ عمر آن زمین را
یہ سن کر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیری زبان موافق تیرے دل کے ہے تو بالیقین خدائے تعالیٰ تجھ کو بمنزلہ میرے سے مع و بصر کے کرے گا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہوگی جو کہ سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔ اس روایت کو دیکھ کر ہم نہیں جانتے کہ پھر کوئی نیکو شیعہ کی زبان سے یہ بات نکلے گی کہ بلا اجازت پیغمبر خدا کے ابو بکر صدیقؓ کو گناہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے اس لئے کہ خود امام حسن عسکری علیہ السلام تصدیق کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے بحکم وحی ابو بکر کو اپنے ساتھ لیا تھا اور جو کچھ ابو بکر نے پیغمبر خدا سے کہا اور جو کچھ حضرت نے ان کی نسبت فرمایا اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ پیغمبر خدا کو بھی ان پر کیسی شفقت تھی کہ ان کو اپنی سمع و بصر اور جان اور دل سے تشبیہ دیتے تھے جانتا چاہیے کہ اس حدیث کو جب تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے نکال کر مولوی حیدر علی صاحب نے جواب میں سبحان علیٰ خاں کے لکھا تھا تو خاں صاحب کے پوش و حواس جاتے رہے اور مضطرب ہو گئے اور حقیقت میں ہوش و حواس جانی کا مقام تھا اس لئے کہ جب امام کے قول سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بوجہ الہی حضرت کے ساتھ ہجرت کرنا اور پیغمبر خدا کا ابو بکر صدیقؓ کو سمع و بصر سے تشبیہ دینا ثابت ہوا تو پھر لطلان عقائد امامیہ میں کون سا شبہ باقی رہا اور منشی سبحان علیٰ خاں صاحب نے اس روایت کو دیکھ کر جو خط مولوی نور الدین صاحب شہید ثالث کے نور العین کے نام لکھا ہے اور رسالۃ المکاتبت نے روایت الشعالیب والغرابیب مطبوعہ

۱۲۶۹ ہجری کے صفر ۱۸۹-۹ سطر میں بلافظ نقل ہے قابل ملاحظہ کے ہے ہم بھی شایفین کے دیکھنے کے لئے اس عبارت کو بلافظ نقل کرنے میں دو ہونہ (لکن اشکال ہمین است کہ ناصب احادیثہ طریقہ امامیہ را اتقاطا کردہ بالفعل پنج جزو بلافظ از کتاب ایلام بصارت العین باہتمام طارو فرستادہ دوران حدیثیہ مسوط از تفسیر منسوب بہ حضرت امام عسکری علیہ السلام بقصد ہجرت و مدح ابوبکر نقل کردہ پس اگر تالیفش و تالیف بندہ بدست کسی از متذہبین ہند ہی غیر اسلام اقتدیاستادہ و واسفاه یعنی معاذ اللہ بتعارض و اتقاطا کند مبر عالم جلالت قدرہ نماں ظہور صاحب الامر و الزمان زود برساند تا این اختلاف از میان بر خیزد و عنضکہ غشی صاحب ہزارہ صاحب راہ اور وادیلہ عجاوین اور بہ چند امام صاحب الامر کے ظہور کی دعا کریں مگر امام حسن عسکری علیہ السلام کی تکذیب نہیں کر سکتے اور جو فضائل ابوبکر صدیق کے امام کے قول سے ثابت ہوئے اس کو باطل نہیں کر سکتے۔ اسے بجا شوذرا سوچو کہ جب امام صاحب یہ فرمادیں کہ بوجہ انہی ابوبکر کو بغیر خدا نے اپنے ہمراہ لیا اور پھر ملا نور اللہ شوسترسی وغیرہ معاندین یہ کہیں کہ ابوبکر ظاہر روک کر کھڑے ہو گئے تو اب ہم امام کے قول کی تصدیق کریں یا ملا نور اللہ شوسترسی کی بات سنیں حقیقت تو یہ ہے کہ ملا نور اللہ شوسترسی نے ظاہر میں تو دعویٰ محبت ائمہ کا کیا لیکن باطن میں ان کو سچوٹا بنایا اور تشیع کے پردے میں ایمان اور اسلام کو داسع لگایا۔ شعر

وامن فشاں گزشتہ دالا بہاندہ ساخت
خاکم بیادد او دصبار بہاندہ ساخت

اس تفسیر کی روایت سے بھی اگر سیری نہ ہو دے اور فارسی اور و پڑھنے والے کو اس تفسیر کا ملنا دشوار ہو تو ایسی کتاب کی روایت سنیں جو ہر جگہ مل سکتی ہے اور جس کا مؤلف غالی شیعی مشہور ہے اسی کو دیکھ کر ذرا غیرت پکڑیں اور تعجب کریں کہ پیغمبر کے غاریار کی صدیقیت باوجود ایسے تعصب عناد کے انہیں کے مجتہدین و علما کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے اور ان کے بعض کی بیماری کی دوا انہیں کے نسخوں سے نکل آتی ہے اس پر بھی اگر وادہ کریں اور ہلاک ہونا چاہیں تو اختیار ہے اب اس روایت کو سفنا چاہیے جو جملہ حیدریہ میں مذکور ہے۔

لے مگر مشکل یہ ہے کہ ناصبوں نے طریقہ امامیہ کی احادیث بغیر آگاہی اشکاران میں سے پانچ جزو کی ایک کتاب مذکورہ ایلام بصارت العین مرتبہ کر کے ہمیں روانہ کی ہے جنہیں مسوط احادیث میں جو حضرت امام حسن عسکری سے منسوب کی ہیں کہ انہیں ہجرت ابوبکر کی تعریف ہے اگر انکی یا بندہ کی کوئی کتاب کہ غیر مسلم کے ہاتھ پڑے تو حجت دافوس ہے یعنی احکام باہم متعارض ہو کر اتقاطا ہوجائیں گے اللہ تعالیٰ امام ظاہر کو جلد ہو یا کرے تاکہ یہ باہمی اختلافات رفع ہوجائے ۱۱

نظم

چینی گفت راوی کی سالارویں
 ز نزدیک آن قوم پر مکر رفت
 پے ہجرت اونیز آمادہ بود!
 نپو آورد رخانہ اش چون رسید
 چو بو بگردان حال آگاہ شد
 گرفتن پس راہ میثرب بر پیش
 بسر ہنجر آل راہ رفتن گرفت
 جو رفتند چندی ز دامن دشت
 ابو بکر آنگ بدوشش گرفت
 کہ در کس چنان قوت آید پدید
 بر فتنہ چندی ز دامن دشت
 بجمتہ ما یکہ باشد پناہ
 پدیدند غار و ران تیرہ شب
 گرفتن در جوف آن غار باشت
 بہر جا کہ سوراخ یا رخسہ دید
 پرنیکوینتاشد تمام آن قبا
 بران رخسہ گویند آن یار غار
 نیامد جز او این شگرف از کسی
 بغار اندرون در شب تیرہ قام
 دران تیرہ شب یک بیک چون شمر
 نیامد چینی کاری از غیر او
 درآمد رسول خدا ہم بغار

چو سالم محفوظ جہاں آفریں
 بسوی سراسی ابو بکر رفت
 کہ سابق رسولش خبر داده بود
 بگوشش ندای سفر در کشید
 ز خانہ بروی رفت و سہرا شد
 نبی کند نغابین از پائی خویش
 پے خود ز دشمن نہفتن گرفت
 قدم فلک ساسی مجرد آشت
 و از زمین حدیث ست جہاں شگفت
 کہ بار نبوت تو اند کشید
 چو گردید پیدا نشان سحر
 ز چشم کسان دور کیسوز راہ
 کہ خواندی بوب غار ثور لقب
 دل پیش نہاد بواب پائے
 قبار ابرید و آل را بچید
 یعنی رخسہ نگرفتہ ماند از قضا
 کف پای خود را نمود استوار
 کہ دور از خرومی نماید بے
 چہاں دید سورا خہارا تمام
 یکی کا مدافزون برو پانٹ رو
 بنیساں چو پرواخت از رفت لڑ
 نشستند یکجا بہم ہر دو یار

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تیرہ شب تک غار میں مقیم رہے۔

کے گھر گئے اور ان کو ہمراہ لیا اور جو کچھ ابو بکر صدیق نے خد میں کیں یعنی پیغمبر خدا کو دوش پر چڑھانا اور خادمین اول جانا اور اس کو صاف کرنا اور قبا کو چاک کر کے سودا خوں کو بند کرنا اور باقی ماندہ سولہ خ کو اپنے کف پائے مسدود کرنا وہ عشق و محبت پر دلالت کرتی ہیں ذکہ نفاق و عداوت پر اگر یہ محدثین جو حضرت ابو بکر صدیق نے شب ہجرت میں کیں نفاق کی نشانیاں ہیں تو معلوم نہیں کہ محبت اور عشق کی علامتیں کیا ہیں۔ یہ بات بھی لائق لکھنے کے ہے کہ جو بعض شیعوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے سب صحابہ کو منع کیا تھا کہ اپنے گھروں سے نہ نکلنا اور ابو بکر نے خلاف حکم پیغمبر کے کیا وہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ خود بخود صحابہ ان کے اقرار کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے سب اصحاب کو اول سے روانہ کر دیا تھا اور صرف دو شخصوں کو رکھ لیا تھا، یعنی حضرت علیؓ کو کہ ان کو اپنی جگہ پر سولایا اور ابو بکر صدیق کو کہ ان کو اپنے ساتھ لیا پس کونسا اصحاب میں سے باقی رہ گیا تھا جس کو پیغمبر خدا نے شب ہجرت میں باہر نکلنے سے منع کیا ہو اور جن کی نسبت یہ ارشاد کیا ہو دن من امر خدا بہ شمار ساندم کہ از خانہ خود باہر دل می آید تو پراحتالفت امر آہی کہ دی) اور یہ امر کہ سب اصحاب پہلے سے ہجرت کر گئے تھے اور صرف حضرت علیؓ اور ابو بکر صدیق رہ گئے تھے باقرار مورخین شیعہ ثابت ہے چنانچہ حملہ حیدری میں لکھا ہے۔ نظم :-

حبیب خدا چوں بدید آں ستم ،

چہیں داد فرمان ز لطف و کرم

کہ اصحاب ہجرت بہ پیشہ کنند

نہاں یکیک از چشم اعدا روند

نہاوند یاراں بغرمان قدم ،

بر عقند نہاں بد نہال ہم

بذنیگونہ رفتند یاراں تمام

علیؓ ماند بو بکر و خیر الامام

عزضیکہ کہ باقرار علمائے شیعہ ثابت ہوا کہ پیغمبر خدا نے باجارت اور بحکم آہی ابو بکر

کو ہمراہ لیا اور ابو بکر نے حق رفاقت اچھی طرح پرا دکھایا۔

دوسرا اعتراض دوسری فضیلت پر

دوسری فضیلت میں ہم نے بیان کیا ہے کہ اگر ابو بکر صدیق پیغمبر خدا پر عاشق نہ ہوتے اور اپنی جان و مال کو حضرت پر نثار کرنے کو راضی نہ ہوتے تو ایسی مصیبت کے سفر میں کبھی

نیک نہ ہوتے اس پر علمائے شیعہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ابو بکر کی نیت ہجرت میں اچھی نہ تھی چنانچہ مجتہد صاحب ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ ہم چہنیں بہ اتفاق فریقین شرط ترتیب ثواب ہجرت صحت نیت مست الی قولہ پس ما ویکہ مارا علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نرسہ و دخول اور مدلول این آیتہ بلیقن نمی شود و قاتیقن نہ شود احتجاجاً باین آیتہ پر معلوم تربت اونی توان شد اور قاضی صاحب احتقاق الحق میں فرماتے ہیں (قد ظہر من جزعہ ویکانہ ما یکون من مشلہ فساد الحال فی الاختفاء الی قولہ فافضلیتہ فی القار یضغوخ بہا لابی بکر لولالاکتابۃ واللداد) یعنی ابو بکر صدیق کی ہرج اور بکا سے ثابت ہو کہ انکا حال اچھا نہ تھا اور نیت ان کی درست نہ تھی اس اعتراض کا جواب خود امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر سے اورد فر کور ہو چکا کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ (ارضیت ان تکون معی یا ابابکر تطلب کما اطلب الی قولہ قال ابو بکر یا رسول اللہ امانا لولولت عمر الدنیا اذاب جمیعاً انشد عذاب الخ) اسے ابو بکر تو میرے ساتھ چلنے سے اس شرط پر راضی ہے کہ لو عذاب اور تکلیف میں گرفتار ہووے تو انہوں نے ہی جواب دیا کہ آپ کی وفات میں اگر قیامت تک مجھے عذاب ہووے تو منظور ہے لیکن دامن چھوڑنا منظور نہیں ہے پس اس جواب سے کیا ثابت ہوتا ہے نیک نیت ہونا ابو بکر کا یا نہ نیت ہونا اور چونکہ نیت کا حال افعال اور اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اور حرکات جوارح سے دل کی کیفیت معلوم ہوتی ہے پس جو کام ابو بکر صدیق نے شب ہجرت کو کئے وہ انکی نیک نیتی پر شاہد ہیں یا ان کی بد نیتی پر۔

تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر

تیسری فضیلت میں ہم نے بیان کیا ہے کہ گھر سے نکلنے کے وقت سے مہینے میں پہنچنے تک جو باتیں صدیق اکبر نے کیں وہ ان کے عشق اور محبت پر ساتھ رسول خدا کے دلالت کرتی ہیں حضرت شیعہ اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کی حرکتیں ان کی نفاق اور عداوت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے ہم ان کی ان خدمتوں کو جو شب ہجرت میں انہوں نے کیں بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو کام ابو بکر صدیق نے کئے وہ سوائے عاشق صادق کے نہ ہوں گے۔ ذوالفقار مطبوعہ لدیانہ ۱۳۱۱ھ مجری صفحہ ۵۰ - سطر ۱۲ - ۱۳ اس طرح فریقین کا اتفاق ہے کہ ترتیب ترتیب ثواب ہجرت کے لئے صحت نیت لازمی ہے دما ختم کلام میں جب تک ابو بکر کی صحت نیت کا نہیں جلیں علم: ثوب نہوہائے اوقت تک وہ اس آیت کے تحت یقیناً نہیں آتے اور ان کی فضیلت کا یقین نہیں ہوتا۔

کسی دوسرے سے ہونہیں سکتے (اول) جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق چلتے رہے۔ راہ میں ادھر ادھر نظر کرتے جاتے تھے حضرت نے پوچھا اے ابو بکر یہ کیا تیرا حال ہے تب ابو بکر صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا مطلب صرف آپ کی حفاظت ہے چنانچہ صاحبِ مشتبہی الکلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا خلاصہ ان لفظوں سے لکھتے ہیں کہ (چوں صدیق ہمراہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارشاد شریف متوجہ غار شد گا ہی پیش میرفت و گا ہی در عقب و زمانے بجانب راست توجہ می کرد و ساعتی بطرف چپ قطع راہ می نمود و حضرت پرسید گفت کہ اے ابو بکر گا ہی ترا چہ بین ندیدہ بودم چہ افتاد کہ در رفتن راہ اختلاف می کنی عرض کرد کہ مقصود من نگاہ بانی حضرت از شد و شمنان است مبادا کہ ازین سہات و در سند و حسنرت را از راہ تا غار بر دوش برد (دوسری) جب پیغمبر خدا کے پاسے مبارک کے کسل پر ابو بکر صدیق کو اطلاع ہوئی تو بغیر اسکے کہ حضرت نے کچھ کہا ہوا ابو بکر صدیق نے حضرت کو اپنے دوش پر چڑھایا اور غار تک پہنچایا پس زہے نصیب ابو بکر صدیق کے کہ جن کے دوش پر شاہ نبوت نے قدم رکھا چنانچہ اس امر کو ہم ادھر پر حملہ حیدری سے ثابت کر آئے ہیں (تیسری) جب غار کے کنارے پہنچے تب اول ابو بکر صدیق غار میں گئے اور اس کو صاف کیا اور سوراخوں کو بند کیا تب پیغمبر خدا کو بلایا اور اپنے زانوں پر سولایا اس کو بھی ادھر ثابت کر آئے ہیں اور قاضی نور اللہ شوشتری بھی ابو بکر صدیق کے اول غار میں جانے کو تصدیق کرتے ہیں (چوتھی) ابو بکر صدیق کے اس پانوں میں جو بند کرنے کے لئے سوراخ پر رکھا تھا سانپ نے کاٹا اور حضرت نے ان کو تسلی دی۔

(پانچویں) جب تک غار میں رہے تب ابو بکر صدیق کے گھر سے ان کا لڑکا کھانا پہنچاتا رہا اور پیغمبر صاحب کو کھلاتا رہا۔ (چھٹی) دو اونٹنیاں پیغمبر خدا نے ابو بکر صدیق کے بیٹے سے منگوائیں اور اس نے حاضر کر دیں ایک پر آپ سوار ہوئے اور اپنے ساتھ ابو بکر کو سوار کیا اور دوسرے پر

۱۔ جب رسول کریم کے ارشاد کے موافق ابو بکر صدیق غار کی جانب متوجہ ہوئے تو کبھی آگے چلتے اور کبھی پیچھے تھوڑی دیر وائیں جانب چلتے اور پھر راستہ کاٹ کر بائیں ہو جاتے حضرت نے پوچھا اے ابو بکر میں نے تمہاری یہ حالت کبھی نہیں دیکھی تمہیں کیا ہو گیا ہے جو متفرق راہ چل رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا دشمنوں کے شر سے آپ کی نگہبانی میرا مقصود ہے۔ تمہارا غمناک ایسا نہ ہو کہ ادھر ادھر سے نکل آئیں اس کے بعد وہ رسول اللہ کو یہاں سے غار تک اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گئے۔ ۲۔ کہ قال ان تو تعالیٰ نانا نین بیان حال رسول صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار قولہ فی العارشا تیار و دخول ابو بکر اولاً کا نقل فی المیسر ۱۲۔ احتراق الحق۔

عام جو کہ شبان، بیت الحرم تھا اور شتریان سوار ہو چنانچہ ان سب باتوں کو جس طرح پر صاحب حملہ حیدر نے بیان کیا ہے اس کو ہم لکھتے ہیں۔

ثبوت میں امر چہارم کے

چو شد کار پروا خستہ آن چنان	رسیدند کفار باپے بران
وزندم کف پای آن یار غار	کہ بر روی سوراخ بود استوار
رسیدش زوندان مارے گزند	وزان درد انفعال اور شد بلند
پہمیراؤ گفت آہستہ باش	رسیہرند اعدا کفر رازناش
مخور غم مگر واہ صدرا بلند	کہ از زخم افغے نیابے گزند

ثبوت میں امر پنجم کے

بغار اندرون تاسر روز و شب	بسر برد آن شد نفسزبان رب
شدی پور بو بکر ہنگام شام	بہ بروی در آن غار آب و طام
نمودی از حال اصحاب شر	حبیب خدای جہاں را خبر

ثبوت میں امر ششم کے

نبی گفت پس پور بو بکر را	کہ ائی جوں پڑ اہل صدوق صفا
دو جہازہ باید کنون راہ دار!	کہ مارا رساند بہ میثرب دیار
برنت از برش پور بو بکر زود	بدنیال کاری کہ فرمودہ بود
ہم ازاہل درین بدیگی جملہ دار	برو کرد راز بنے آشکار
بگفتش فلان روز وقت سحر	دو جہازہ بہر ہمیسر بہر
از جملہ دار این سخن چوں شنود	دو جہازہ در دم مہیا نمود

ملہ حضرت شید کو اس مصرع پر غور کرنا چاہیے کہ یہ خبر نہ لے، ابو بکر صدیق کی صداقت اور صفائی کو کس صفائی سے بیان فرمایا ہے ۱۲ منہ ۱۰ چوتھی اور پانچویں اور چھٹی کیفیت کے مترادف کو ہم اور فضیلتوں کے مترادف کے معنی میں بیان کریں گے ۱۳ منہ ۱۰ حملہ حیدری میں اول صفحہ ۴۸ سطر ۵۔

تہی شد از ان قوم آن کوہ و درشت
رسول خدا عازم راہ گشت
بصبح چہارم بر آمد ز عمار
دو جہازہ آوردہ بئدہ جملہ دار
بہمراہ او گشت عامر سوار

پس نہایت تعجب کی بات ہے کہ باوجودیکہ مورخین شیعوں کے ان خدمتوں کو قرار کرتے ہیں اور پھر بھی ابو بکر صدیق کی صدیقیت کا اقرار نہیں کرتے یہ

ساتواں اعتراض ساتویں فضیلت پر

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ صاحبہ کی لفظ سے صاحبیت ابو بکر صدیق کی ثابت ہوتی ہے اور یہ ترتیب کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا خدا نے کسی کی صحابیت کو تخصیص کر کے بیان فرمایا جو اس پر علمائے شیعہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہیں (اول) اس طرح پر کہ لفظ صاحب سے مراد ہمراہ کی ہے اس سے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اللہ جل شانہ نے اپنے کلام میں کافر کو مومن کا صاحب بیان کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے فقال لصاحبہ وہو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے رفیقوں سے جو قید میں تھے اور کافر تھے فرمایا یا صاحبی السجن پس اس صاحب کے لفظ سے فضیلت بیک طرف اسلام کا ثبوت بھی نہیں ہو سکتا اور صحابیت اصطلاحی کے لئے ایمان کا ہونا ضرور ہے کہ وہ ابو بکر صدیق کو حاصل ہی نہ تھا پس وہ فضیلت جو اس لفظ سے ظاہر ہوتی ہے نسبت ان کے ثابت نہیں ہو سکتی چنانچہ آیت اول کا جواب یہ ہے کہ بے شک آیت فقال لصاحبہ وہو یحاورہ میں اللہ جل شانہ نے کافر کو صاحب مومن کا فرمایا مگر اسی وقت اس کی اہانت بھی بیان کر دی اور اس کا کفر ظاہر کر دیا اور کہہ دیا کہ اکفرت بالذی خلقک من تراب اور یہاں جو صدیق اکبر کو صاحب بیان کیا تو اس کے ساتھ ہی یہ کلمہ جو محبت اور تسلی پر دلالت کرتا بیان کر دیا کہ پیغمبر کی طرف سے فرمایا کہ لا تحزن ان اللہ معنا کہ نہ تمہیں ہوا خدا ہمارے ساتھ ہے پس دونوں میں کیا مناسبت ہے اور دوسری آیت کا یہ جواب ہے کہ صاحبی السجن میں صاحب کا لفظ مضاف سجن کی طرف ہے نہ حضرت یوسف کی طرف اور اس آیت میں لفظ صاحب کا منسوب نہیں کی طرف رہا ایمان لانا ابو بکر صدیق کا وہ بروایت معتبرہ اہامیہ کے ثابت ہے چنانچہ مجالس المؤمنین میں قاضی نور اللہ شہرستری نے لکھا ہے کہ دخالد بن سعید ازہ سعید بن العقیل و العقیل

بودہ اسلام اور مقدم بر اسلام ابو بکر بودہ بلکہ ابو بکر بہ برکت خوابی کہ او دیدہ مسلمان شدہ بود
 بالجملہ سبب اسلام خالدان بود کہ در خواب دیدہ کہ بر کن آتش افروختہ ایستادہ است و پدید
 اومی خواہد کہ اور اور آتش انداز کہ ناگاہ رسالت پناہ گریبان او گرفتہ سبب جانب خود کشید و با او
 گفت کہ سبب من بیتا بتاتش نیستے خالد ازین خواب ہولناک بیدار شد قسم یاد کرد کہ این خواب
 من صحیح است و آنگاہ وجہ عصمت حضرت رسالت گردید در راہ ابو بکر با او ملاقات نمود و دراز
 حال او پرسید خالد صورت و واقعہ را با دبیان نمود ابو بکر نیز با او موافقت کرد و بخدمت آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند بشرط اسلام فاتر گردیدند اس روایت کے دیکھنے والے انصاف
 کر سکتے ہیں کہ جو شخص اسلام کی سچائی پر بالہام غیبی یقین لایا ہوا اور جس کو خدا نے ربیاء صادقہ
 کے ذریعہ سے ایمان پر راضی کیا ہوا اس کی نسبت کس کی زبان سے نکل سکتا ہے کہ وہ ایمان
 سے بہرہ نہا برائے خدا کوئی قاضی نور اللہ شومتری کے اس فقرے کو کہ ابو بکر بہ برکت خوابی
 کے او دید بود مسلمان شدہ بود) مجتہد صاحب کے اس فقرے سے کہ (خلیفہ اول از اول امر
 اذا ایمان بہرہ نداشت با اتفاق من علماء الامامیہ) مطابق کرے اور انصاف سے نہ گزرے کہ
 کہ ان لوگوں کی دشمنی اور عداوت نے کیسا اندھا کر دیا ہے کہ ایسے کے ایمان سے انکار کرتے
 ہیں جس کو خدا نے بذریعہ ربیاء صادقہ کے حقیقت اسلام پہا گاہ کر دیا ہوا اگر کوئی کہے کہ قاضی
 نور اللہ شومتری نے اسلام کا اقرار کیا ہے اور مجتہد صاحب نے ایمان سے انکار فرمایا اس
 کا جواب ہم چند طرح سے دیتے ہیں۔ (اول یہ کہ ہم کو یہ امر ثابت کہ نا ہے کہ ابو بکر صدیق نے
 پیغمبر صاحب کی نبوت کو دل سے سچ جانا اور حضرت کی دعوت کو دل سے قبول کیا اس کا
 نتیجہ حادیہ صلوات اللہ علیہ سید سابقین الاولین میں سے ہیں اور ابو بکر سے پہلے اسلام لائے میں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خالد کے
 خواب دیکھنے کی برکت کی وجہ ابو بکر داخل اسلام ہوئے خالد بن سعید کے اسلام آوری کا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے خوابیہ
 خود کو آتش سوزناں کے کنارے کھڑا دیکھا اور ان کے والدان کو اس آگ میں ڈال دینا چاہتے تھے کہ رسول اللہ نے اچانک
 ان کا گریبان پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا اور فرمایا میری طرف آ جاؤ تاکہ آگ میں نہ گر پڑو خالد اس خوف ناک خواب سے بیدار
 ہوئے اور قسمیہ کہا کہ میرا خواب سچا ہے چنانچہ رسول اللہ کے پاس جانے لگے۔ برسر راہ ابو بکر نے مل کہ حالات پوچھے خالد
 نے ماجرے خواب بیان کیا اس پر ابو بکر صحیحان کے ساتھ ہوئے اور پھر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دونوں اسلام
 کی دولت سے سرفراز ہوئے لے خالد بن سعید کے خواب کی برکت سے ابو بکر مسلمان ہوئے تھے کہ علمائے شیعوں کا اتفاق
 ہے کہ خلیفہ اول پہلے حکم پر ہیں اسلام انہیں لائے۔

نام مجتہد صاحب اسلام رکھیں یا ایمان سو بفضلہ تعالیٰ قاضی نور اللہ شوستری کے اقرار سے ثابت ہو گیا اور اگر مجتہد صاحب نے ایمان اور اسلام کی لفظوں میں اس نظر سے فرق کیا ہو کہ ایمان سے مراد تصدیق بالحقان ہے اور اسلام سے فقط اقرار باللسان اور ایمان سے ابو بکر صدیق کے لئے انکار کیا کہ ان کو پیغمبر صاحب کی نبوت پر تصدیق قلبی کا مرتبہ نہ تھا تو ان کے تکذیب کے لئے انہیں کے شہید ثالث کا اقرار کافی ہے یعنی ابو بکر بہ برکت خواری کر او دیدہ بود مسلمان شدہ بود (روم) ہم نے مانا کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے اور اس روایت سے شہید ثالث کی اسلام ابو بکر کا ثابت ہوتا ہے نہ ایمان لیکن ہم ابو بکر صدیق کا ایمان بھی امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کے اقرار سے ثابت کرتے ہیں اور مجتہد صاحب کے تار و پود کو دور ہونے پر ہم کہتے دیتے ہیں مومنین کو چاہیے کہ اس کو ذرا اول سے سنیں اور اپنے بزرگوں کی پیروی پر افسوس کریں کہ علامہ حلی نے شرح تجرید میں لکھا ہے کہ (قال علیہ السلام یو یا علی المنبر اتانا الصدیق الاکبرنا الفاروق الاعظم اسلمت قبل ان اسلم ابو بکر و آمنت قبل ان آمن) کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک دن منبر پر یہ فرمایا میں ہوں صدیق اکبر میں ہوں فاروق اعظم اسلام لایا قبل اسلام ابو بکر کے اور ایمان لایا قبل ایمان لانے ابو بکر کے پس علامہ حلی نے حضرت علی کی زبان سے اسلام بھی ابو بکر کا اور ایمان بھی انکا ثابت کر دیا اگر تو نور اللہ شوستری کے قول سے مجتہد صاحب کا قول باطل نہ ہوا تھا تو اب علی مرتضیٰ کے قول سے انکا یہ قول کہ خلیفہ اول از ایمان بہرہ نہ داشت، باطل ہو گیا والحمد للہ علی ذالک، بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کو ابو بکر کے ایسی وقعت اور عزت اور شہرت تھی کہ حضرت علی نے فخریہ بیان کیا کہ میں ان سے بھی پہلے ایمان اور اسلام لایا اگر موافق قول شیعوں کے ابو بکر صدیق ایمان اور اسلام میں کامل نہ ہوتے یا معاذ اللہ منافق ہوتے یا طمع دنیا سے ایمان لائے ہوتے تو حضرت علی ان سے پیشتر ایمان لانے پر افتخار کیوں کرتے (سوم) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق کے اسلام اور ایمان کی نسبت جو علمائے امامیہ کا قول ہے کہ وہ صرف ظاہر میں اسلام لائے تھے اور کاہنوں کے کہنے سے یہ طمع خلافت مسلمان ہو گئے تھے وہ بالکل غلط ہے لیکن قاضی صاحب کی شہادت سے جس میں انہوں نے ابو بکر صدیق کو سابقین اولین میں بیان کیا ان کے اگلے پچھلے بھوٹے ہو گئے اور یہ کوئی خیال صلح خلیفہ اول کو ایمان نصیب نہیں ہوا۔

نہ کرے کہ قاضی صاحب کے اس فقرے نے فقط اپنے علما اور مجتہدین کے قولوں کو باطل کیا بلکہ اپنے حضرت صاحب الامر کے قول کو بھی رد کر دیا یعنی شیعوں کے امام مہدی صاحب کا بھی یہی قول ہے کہ ابو بکر صدیق دنیا کی طمع سے ایمان لائے تھے اور یہودیوں سے پیغمبر صاحب کی پادشاہت اور غلبے کا حال سنا کرتے تھے پس موافق ان کے کہنے کے ظاہر میں کلمہ گو ہو گئے تھے چنانچہ اس کو ملا باقر مجلس نے بجا ر الانوار سے رسالہ جمعیتہ میں بروایت شیخ صدوق محمد بن بابوی قمی کے لکھا ہے کہ اسلام ابو بکر طوعا بواہباً ہی طمع دنیا زیرا کہ ایشاں با کفرۃ یہود مخلوط بودند (الی قول) چون حضرت دعوی رسالت فرمود ایشاں از روی کفرۃ یہود یہ ظاہر کلمتین گفتند و در باطن کا فر بودند (الغرض ان روایتوں سے اسلام اور ایمان ابو بکر صدیق کا بخوبی ثابت ہوا اور جب ایمان اور اسلام انکا بخوبی ثابت ہوا تو لہذا صاحب کے لفظ سے بھی یہ نص قرآنی ثابت ہوا کہ وہ پیغمبر صاحب تھے اور پیغمبر صاحب کے اصحابوں کے جو فضائل اور درجات ہیں اور جن کو علمائے امامیہ بھی تسلیم کرتے ہیں ان کے مصداق بھی ٹھہرے ہیں باوجود اس کے جو کوئی صحابیت سے انکار کرنے اور ان کے فضائل کو نہ مانے وہ منکر نص قرآنی ہے۔

آٹھواں اعتراض آٹھویں فضیلت پر

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ لا تحزن ان اللہ معنا سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ابو بکر صدیق نے کفار کو درغار پر آپہنچا ہوا دیکھا تو وہ سخیال اسکے حضرت کو صدمہ نہ پہنچے اندر وہ گین ہوئے تب حضرت نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا کہ کچھ غم کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور معنا جس میں ضمیر جمع مشکلم کی ہے اس لئے فرمایا کہ اس معیت میں خدا کی ابو بکر بھی شریک ہوویں پس پیغمبر صاحب نے ابو بکر کو بھی اس بیعت میں اپنے ساتھ شامل کیا اس پر چند طرح سے امامیہ اعتراض کرتے ہیں اول اس طرح پر کہتے ہیں کہ تزلزل ابو بکر کا طاعت تھا یا معصیت اگر

سہ ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جس میں دنیاوی لالچ شامل تھا کیونکہ وہ کافروں و یہودیوں کے ساتھ تھے تا آخر امام جب رسول اللہ نے انکو رسالت فرمایا تو انہوں نے یہودیوں کے کہنے کے موافق ظاہری طور پر رد کلمہ کہہ دیا اور یہ باطنی طور پر کافر تھے۔ یہ روایت بھی منہدان روایتوں کے ہے جسے آفرگاہ میں شیعوں کی بھڑکی ہوئی اور جنگی بیہودگی اور کائنات پر ہنس آتی ہے ہم آئندہ جہاں حضرت شیخین کے ایمان لایا گیا انسانی حال کھینچ گئے ذلالت اللہ تعالیٰ ان روایت کو بوجہ انکار کے مروجہ کو گوشہ کریم کے ماحضت عنہ۔

طاعت تھا تو پیغمبر خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اور اگر معصیت تھا تو عصیان
 ابو بکر ثابت ہوا دوسرے ابو بکر کو خدا اور اس کے رسول کے قول پر یقین نہ تھا اور بانگہ اپنی آنکھوں
 سے فارسی بہت سی نشانیاں حفاظت کی دیکھیں مثل کبوتروں اور عنکبوت وغیرہ کے مگر تب
 بھی ان کو یقین حفاظت نہ ہوا اور خوف کے مارے زرد زرد سے رونا شروع کیا اور ہر چند پیغمبر
 نے جھجکا اور بزر جو تو بیخ باز رکھنا چاہا مگر وہ رونے اور چلانے سے باز نہ رہے (تیسرے
 ابو بکر کا رونے اور چلانے سے یہ مقصد تھا کہ کفار آواز سنیں اور پیغمبر صاحب کو گرفتار کر لیں
 اور اسی واسطے حضرت ان کو سمجھاتے اور رونے سے باز رکھتے تھے لیکن وہ باز نہ رہتے تھے
 اور اپنی بدعتی اور فساد باطنی کو رونے کے پیرائے میں ظاہر کرنا چاہتے تھے بلکہ بعض دانشمندیوں
 نے اس قدر اور بڑھا دیا ہے کہ جب ابو بکر کا رونے سے کام نہ نکلا اور کافروں نے انکی آواز نہ سنی
 تب انہوں نے اپنا پاؤں غار سے باہر کر دیا کہ کفار دیکھ لیں اور غار کے اندر گھس آویں کہ اسی
 وقت خدا کے حکم سے سانپ نے ان کے پاؤں میں کاٹا اور مجبوری انہوں نے اپنا پاؤں اندر کھینچ
 لیا اور چونکہ جب ابو بکر کا مطلب پاؤں کے باہر کرنے سے بھی حاصل نہ ہوا یعنی کافروں نے اگر
 حضرت کو غار میں سے نہ پکڑا تب اور طرح سے پیغمبر خدا کو تکلیف دینا شروع کیا یعنی حضرت علی
 کی یاد کرنے لگے اور ان کی تنہائی پر اپنا رنج ظاہر کرنے لگے تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ لا تخزن
 کہ اے ابو بکر اپنا رنج علی کی تنہائی پر ظاہر نہ کر ان اللہ معنا خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہے
 (پانچویں) ان اللہ معنا سے دو معنی مراد لیتے ہیں ایک یہ کہ خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہے
 دوسرے یہ کہ ابو بکر سے پیغمبر خدا نے کہا خدا ہمارے ساتھ ہے یعنی ہماری نیکی پر اور تمہاری
 بری پر مطلع ہے تم کو نیکی کا صلہ اور تم کو بری کا بدلہ دے گا ان تقریروں کو سن کر ہر شخص صوحیرت ہو
 گا اور زانو سے سسر نہ اٹھائے گا اور تعجب کریگا کہ یہ اعتراض ہے یا مجنوںوں کی بڑے جواب
 ہے یا دیوانگی جھک ہے بلکہ جو لوگ عقل و دانش رکھتے ہیں انکو تو یقین ہی اس پر نہ ہو گا کہ یہ
 تقریریں کسی عالم یا مجتہد کی زبان سے نکلی ہوں گی مگر جس کسی کو شک ہو وہ احقاق الحق
 اور مجالس المؤمنین وغیرہ کو کھول کر دیکھے کہ انہیں تقریریں دل کو شہدہ ثالث نے کس آب
 تاب سے لکھا ہے اور ملا حضرت مشہدی نے ان تقریروں پر کیسا تخر کیا ہے اور صاحب
 تالیف الکافی نے بجواب تقریر خانم الحدیثین کے اسی پر کیسا کچھ ناز کیا ہے بلکہ مولانا سید
 پر بڑا طعنہ کیا ہے کہ انہوں نے قاضی نور اللہ شوشتری کی تقریروں کو بیحد نقل نہیں کیا اور ان

مغفلوں سے اپنا قصہ ظاہر کیا ہے کہ نہ ناصبی مافی بائیت کہ این عبارت جناب قاضی رانقل می گو
 وبران آنچه می توانست وارومی کرد و تیرا شیدا تقریر سے از طرف خود نسبت دادن بہ طرف شیعیان
 و بعد ازاں بجواب آن مشغول شدن انما عظم مکائد این ناصبی است (اب ہم ان تقریروں کا خلاصہ
 تو لکھ چکے اصل عبارت کو بھی لکھتے ہیں اور نہایت ہی ادب سے خدمت میں حضرات شیعہ کے
 عرض کرتے ہیں کہ وہ ذرا انصاف فرماؤں کہ یہ تقریریں ایسی ہیں کہ ان پر کوئی ناز کرے یا ایسی
 ہیں کہ ان سے شرمادے ہمارے نزدیک اگر کسی دانشمند یا صاحب حیا و شرم کی طرف ایسی
 تقریروں کو کوئی منسوب کرے تو ضرور وہ اس نسبت کو اپنا عار و فنگ سمجھے گا اور ایسی پوچھ
 اور بے ہودہ باتوں کے انتساب سے شرمائیگا معلوم نہیں کہ قاضی صاحب اور صاحب نے
 ان تقریروں میں کون سے مضامین حکیمانہ درج کئے ہیں اور کیسے جو اہریش بہا ان میں رکھے ہیں جن
 پر ان کو اور ان کے مقلدین کو اس قدر ناز و افتخار ہے ہم تو ان میں ایک بات بھی ایسی نہیں پاتے
 جو بے ہودگی سے خالی ہو اور ایک لفظ بھی ایسا نہیں دیکھتے جو سعادت اور نکالت سے محفوظ ہو بشر

نپالی تابش ہر کب کہ سے نگریم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جانینا است

ہمارے نزدیک تو شاہ صاحب قدس اللہ سرہ نے بڑا احسان قاضی صاحب اور ملا
 صاحب پر کیا تھا کہ ان کی تقریروں کو بلفظ نقل کیا اور قضیعت اور سوائی سے انکو بچا یا لیکن
 چونکہ حضرات امامیہ کو ان کی تشہیر ہی منظور ہے اس لئے ہم نے مجبوری انکو نقل کر دیا اگرچہ
 ہم کو ایسی بے ہودہ تقریروں کے جواب میں لکھنا اوقات کو ضائع کرنا ہے مگر تنبیہا لفسفہا لکچھ لکھتے
 ہیں بہ نسبت پہلے اعتراض کے کہ عزیزان البوکیر کا طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو بغیر

لے ناصبی دینی کو پائے تھا کہ قاضی کی پورے عبارت نقل کرتے اور پھر اس پر اپنے اعتراضات کر سکتے تھے اپنی جانب ایک
 گھڑ لیا اور اسکو شیعوں کی جانب منسوب کرنا اور پھر خود ہی اس کا جواب دینا اس سنی کا سب سے بڑا کمرو فریب ہے نہ وہ ہونا
 کیفیت یہ ہم حصول منقبتہ فی حضور الغار و قد ظہر فی الفاظ خطاہ ذاکہ لاحلا دخل فی الخزانہ المیزان المکان المصون بحیث یا من اللہ تعالیٰ
 علی نبیہ مع ما یظہر من الآت من تمشیش الطائر و تسبیح المنکرت علی انہ لم یکن مسلمًا ولا صدق یا آتیا و اظہر الخون و المناقبہ
 غلبہ بکار و تزیینہ و شرف و اجابہ النبی فی ملک الخال الی مقاساتہ و رقع الی وارثہ و نہا عن الخرف و زحیر و وہی البنی لا یتوجہ
 الحقیقۃ الالی الزجر عن البغی و لا سبیل الی صرف الی الہما ز تجیرہ و لیس لا سبیل و قد ظہر من جزمہ و بکارہ ما یکون من شدہ فسادا لعالی فی
 الاضطرارہ و انانہ من استہام ذمہ و لا سکین نفسہ الی ما عد اللہ تعالیٰ بغیرہ و صدقہ فیہا اجر بہ من نجاة لم یکن حبیث ان
 کیون استہام ذمہ و لا سبیل الی الموضع الذی بعض سکونہ و انضیاتیہ فی الغار بغیرہا لالی بکروا الکابرة و اللہ فی ہذا

صاحب نے کیوں منع کیا اور معصیت تھا تو ابو بکر کا گنہگار ہونا خدا کی کتاب سے ثابت ہوا جو اب
الزامی یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جو خطاب حضرت موسیٰ سے کیا ہے کہ لا تخف انک انت الاعلیٰ
اور حضرت لوط سے فرمایا ہے کہ لا تحزن انا منجوك واملک اور پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ لا یحزنک
قوالم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور لوط کو خوف تھا اور پیغمبر خدا کو کافروں کی باتوں
سے رنج ہوتا تھا خدا نے ان کے اطمینان اور تسلی کے لئے لا تخف ولا تحزن فرمایا پس ہم شیعیان
پاک سے پوچھتے ہیں کہ ان پیغمبروں کا خوف طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو خدا کا طاعت
سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اگر معصیت تھا تو انبیاء معصومین کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے بس جو
کچھ وہ اس کا جواب دیں گے وہی ہماری طرف سے سمجھیں اس کے جواب میں قاضی نور اللہ
شوستری نے مجالس المؤمنین میں بہ ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید کے بجواب تقریر ابو الحسن
نجا طر میں معتزلہ کے لکھا ہے کہ انبیاء کی عصمت بدلیل عقلی ثابت ہے اسلئے جو نہی ان کی نسبت
ہے اس سے ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے اور ابو بکر کی عصمت ثابت نہیں اس لئے جو نہی
ان کی شان میں ہے اس کے ظاہری معنی مراد ہیں و بذہ عیار و مضمون ان آیات نہی ست
لیکن انبیاء و انذار تکاب تمبیجی کہ فاعل ان مستحق ذم میثرو بواسطہ دلیل عقلی کہ بر عصمت انبیاء
واجتناب ایشان از گناہاں قائم گشت موجب عدول از ظاہر شدہ از ظواہر ان آیات عدول
می گنم و ہر گاہ اتفاق حاصل باشد در آنکہ ابو بکر معصوم نہ بود واجب ست کہ اجراءئی نہی کہ
در شان آن واقع شدہ بر ظاہر آن کہ فتح حال ابو بکر ست بہ اندم بجواب اس کے ہم یہ کہتے ہیں کہ خوف
کو معصیت میں شمار کرنا ہی غلط اور انبیاء نے جو خوف کیا اور خدا نے انکو اس سے مطمئن کیا اس
نہی کو بلا ضرورت ظاہر سے عدول کرنا ہی لغو ہے بلکہ خوف کو معصیت قرار دے کر خدا انبیاء
پر تہمت کرنا ہے اور جو فرقہ انبیاء کی عصمت کا قائل نہیں ہے اس کو تقویت دینا ہے حالانکہ خوف
بمنجملہ ان امور بشریت کے ہے جن سے کسی بشر کو خواہ وہ نبی ہو خواہ امام ہو خواہ ولی ہو چاہے نہیں
اور اس پر خدا کی طرف سے بھی مواخذہ نہیں ہے چنانچہ حضرت موسیٰ اور ہارون کو حکم ہوا کہ فرعون
لہ آیات متذکرہ کے مضمون کا متفرد ممانعت ہے اور انبیاء کا کوئی امر تمبیجی کہ ناموجب عدول ظاہر کرے اور تمبیجی کا فاعل
مستحق بلامنت ہوتا ہے انبیاء کے معصوم ہونے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کے لئے دلیل عقلی موجود ہے کہ وہ
معصوم تھے اسلئے میں بھی ان آیات کے ظاہر سے عدول ان مخلوق کہ تاہوں اور متفق علیہ ہے کہ ابو بکر معصوم نہ تھے اور
ممانعت کے جو احکام جاری ہوئے وہ ابو بکر کے حالات کی وضاحت کے لئے ہیں اور اپنی جگہ باقی ہیں۔

کو ساگر سجھاؤ اور اس کو دعوت ایمان کی کر دو تو انہوں نے خوف کیا اور یوں کہا کہ ربنا اننا نؤمن
 ان فیض علینا و ان یطغی کہ خداوند ہم کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں ہم پر وہ زیادتی نکرے تب اللہ نے
 مطمئن کیا اور فرمایا کہ لا تخافا انہی معکم کہ کچھ خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں پس ذرا غور کرنے
 کا مقام ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور ہارون باوجود نبوت کے خوف نہ کریں اور خدا کی طرف سے
 اس خوف پر ان کو عتاب نہ ہووے اور ان کی نبوت میں فرق نہ آوے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے
 جو بالاتفاق نہ تھی تھی نہ معصوم خوف کیا تو کیا گناہ کیا بلکہ جس طرح پر خدا نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو
 انہی معکم کہہ کر مطمئن کر دیا اسی طرح پیغمبر خدا نے ان اللہ معنا فرما کر ابوبکر کو مطمئن کر دیا ہم کو شہید
 ثالث کی سمجھ پر نہایت تعجب آتا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کے محسوس اور معصوم اور خائف ہونے سے خوف
 کو بھی گناہوں میں داخل کر دیا اور ایک ابوبکر کے ذمے گناہ ثابت کرنے کے لئے تمام پیغمبروں کی
 نسبت معاصی کا الزام لگایا اور بلا ضرورت الفاظ خوف کو ان کے حقیقی ظاہری معنی سے عدول
 کیا لیکن جب کہ جا بجا قرآن میں الفاظ خوف کے انبیاء کی نسبت وارد ہیں اور مفسرین نے اسکے
 ظاہری معنی مراد لئے ہیں اور کسی نے خوف کو معصیت اور گناہ اور نقص میں شمار نہیں کیا ہے تو
 ایک شہید ثالث کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا چنانچہ آیت قادس منہم خیفۃ کی تفسیر میں علامہ طبرسی نے
 جو محققین شیعہ سے ہیں لکھا ہے کہ فلما ائتمنوا عن الاکل خاف منہم وظن انہم یریدون سوءا فقل
 اسی ثالث الملائکۃ لا تخف یا ابراہیم کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ کھانا نہ کھایا تو
 وہ ڈرے اور گمان کیا کہ کہیں یہ لوگ کچھ بدی سے پیش نہ آویں تب ملائکہ نے کہا کہ اے ابراہیم کچھ
 خوف نہ کر اور ہم سے نہ ڈر وہم آدمی نہیں ہیں پس خوف دور کرنے کے لئے جو کلمات تشریحی اور تسلی
 کے بہ لفظ لا تخف یا لا تخزن کلام الہی یا احادیث نبوی میں مذکور ہیں ان کو از قبیل اس نہی کے تصور
 کہ نا جو ارتکاب معاصی کے منع کے لئے مستعمل ہیں بڑی غلطی ہے ورنہ اگر یہ امر تسلیم کر لیا جاوے
 کہ جہاں لفظ لا کا جو حرف نہی کا ہے استعمال کیا جاوے وہاں مراد نہی عن المعصیت ہو یا جہاں
 کسی شے کی نہی بیان ہو اس سے اسکا وقوع ہونا بھی ضروری سمجھا جاوے تو ہزاروں اعتراض
 ائمہ کرام پر ایسے وارد ہوں گے کہ سوائے ان کی عصمت کے دوسرا جواب حضرات امامیہ سے
 بن نہ پڑے گا مثلاً علل الشرائع میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ
 السلام سے فرماتے ہیں کہ یا علی لا تتکلم عند الجماع ولا تنظر الی فرج امریک ولا تنجم امرک
 بشہوة امرأتہ غیرک کہ اے علی نہ کلام کر وقت جماع اور نہ دیکھا اپنی عورت کی شرمگاہ کو اور نہ صحبت

کو اپنی بی بی سے اور کسی عورت کی شہوت پر پس اگر کوئی پوچھے کہ حضرت علیؑ یہ کام کرتے تھے
 یا نہ کرتے تھے اگر نہ کرتے تھے تو وہ قاعدہ باطل ہو جاتا ہے کہ نبی شے وقوع شے پر وال ہے
 اور اگر کرتے تھے تو وہ فعل طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبرؐ نے کیوں منع کیا
 اگر معصیت تھا تو امام معصوم کا گنہگار ہونا ثابت ہوا اگر کوئی یہ جواب دے کہ امام معصوم ہوتے
 ہیں اس لئے اس نبی کو اگرچہ نبی عن المعصیت ہے رظاہر ان عدول می گنم تو ہم بھی مجبور ہی یہ
 کہنے لگیں گے کہ ابو بکر صدیق بھی محفوظ تھے اس لئے ہم بھی نہیں لا تحزن ان اللہ معنا کو از
 ظاہر آن عدول می گنم اسے یا و ایسی صریح اور صاف بات کو عناد اور عدوت سے کیوں معما
 اور پہلی بنائے دیتے ہو اور سیدھی سچی بات کو کس لئے مشکل کئے دیتے ہو ذرا انصاف کرو کہ
 اگر کوئی دوست کسی دوست پر صدمہ پہنچنے سے رنج کرے اور وہ دوست اس کو مطمئن کرے
 اور کہے کہ کچھ خوف نہ کر اللہ ہمارا مددگار ہے تو یہ کہنا از روئے تشفی اور تسلی کے ہے یا از قسم
 زجر و توبیخ کے اگر تشفی اور تسلی کے قسم سے ہو تو لا تحزن ان اللہ معنا کو بھی اس قسم سے سمجھو
 خدا کی آیتوں کی تخریف لفظی نہ کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ نبی کے حرف کا استعمال واسطے منع
 اور زجر و توبیخ کے ہوتا ہے بلکہ واسطے ترحم اور شفقت کے بھی ہوتا ہے چنانچہ اگر قرآن
 مجید کے لفظوں پر کوئی غور کرے تو اس کو خود معلوم ہو جائے گا کہ اکثر جگہ خدا نے بار بار
 محبت میں بھی حرف نبی کا استعمال کیا ہے چنانچہ خدا نے تیرے فرماتا ہے کہ فلا تذہب لعنک علیہم
 حسرات کہ لوگوں کے پیچھے تیری جان نہ جاتی رہے تو ان کے لئے اپنی جان نہ دے تو کیا ان کلمات
 کو بھی قاضی صاحب زجر و توبیخ کے کلمے سمجھیں گے اور تحریک لسان اور ذہاب نفس کو معصیت
 اور ذم تصور کر کے بلحاظ عصمت حضرت کے ظاہر سے عدول کریں گے اور اگر ان کلمات کو
 رحمت اور شفقت پر ممول کریں گے تو اپنے دعویٰ کی سفاہت کے قائل ہوں گے۔ داعتراض
 دربراً کہ ابو بکرؓ کو خدا اور رسولؐ پر کچھ یقین نہ تھا اس لئے باوجود دیکھنے بہت سی نشانیوں
 حفاظت کے وہ رونے اور ہائے ہائے مچانے لگے اسکا جواب یہ ہے کہ ہائے ہائے کہنا اور
 زور زور سے چلانا ابو بکر صدیق کا کسی طرح پر ثابیت نہیں ہے اس لئے کہ قرآن مجید سے تو حزن
 کرنا ثابت ہوتا ہے اور حزن کے معنی نوحہ اور فریاد کے نہیں ہیں اگر کوئی خاص لغت کی کتاب
 حضرت امام بیہ کی ایسی ہو کہ جو الفاظ صحابہ کبار کی شان میں ہوں ان کے کچھ معنی ہی علیحدہ
 اس میں لکھتے ہوں تو ہم نہیں جانتے ورنہ حزن کے معنی غم کے ہیں نہ ہائے ہائے نہ پانے اور

ذور سے پہلانے کے جس کو نور اللہ شوسترسی نے اسحاق الحق میں لکھا ہے کہ ذلحقی غلبتہ بکاش و
 تزیید قلعة دائرہ عاجز، علاوہ اسکے خود مفسرین امامیہ کی تفسیر پر خیال کرنا چاہیے کہ انہوں نے
 حزن کے کیا معنی لکھے ہیں پس مفسر کاشانی نے خلاصۃ المنجج میں اس کا ترجمہ کیا ہے کہ (چوں گفت
 پیغمبر یا خود را ندوہ مخور) اور علامہ مطہری نے فرمایا ہے (لا تحزن اسے لا تحف) پس ہم کو ہر
 حیرت ہے کہ قاضی صاحب نے حزن کے معنی نوہ و فریاد کے کہاں لکھا ہے اور یہاں کہ خوف
 مقتضائے بشریت ہے اور انبیاء اور ائمہ کو بھی ہوا ہے اور مصیبت نہیں ہے ہم اور ثابت کر آئے
 ہیں اور اب پھر ثابت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے خود اللہ جل شانہ سے کہا کہ اخاف ان
 یقتلون کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں فرعون اور اس کے لشکر مجھے قتل نہ کر ڈالیں تب خدا نے فرمایا
 لا تحف آنک من الامنین کہ ہرگز اسکا خوف نہ کر تو امن و امان میں رہے گا بلکہ علمائے امامیہ
 نے حضرت موسیٰ کے خائف ہونے کا ایسے موقع پر اقرار کیا ہے کہ نہ اس سے انکار کر سکتے ہیں ،
 چنانچہ جو دلیل حضرت علیؑ کی حضرت موسیٰ سے افضل ہونے پر بیان کی ہے اس میں یہی
 تقریر کی ہے کہ حضرت موسیٰ جب مصر سے مدین کو جاتے تھے تب وہ مخالف اور ہراساں
 تھے فخرچ منہا خائفانہ ترقب اور حضرت علیؑ ہجرت کی رات کو بے خوف پیغمبر کے بستر پر
 بزمِ خاطر سوتے تھے اگر کچھ بھی خوف ہوتا تو ہرگز ان کو نیند نہ آتی اور اگر اس پر بھی حضرات
 شیعہ کی خاطر جمع نہ ہوا اور ابوبکر صدیق پر خوف و ترس کے الزام لگانے سے باز نہ آویں تو
 ہم ان کے اقرار سے خود پیغمبر خدا کا خائف ہونا ثابت کرتے ہیں چنانچہ صاحب تقلیب
 سلمہ واضح ہو کہ حضرت موسیٰ نے ایک ہی مرتبہ خوف نہیں کیا بلکہ چند مرتبہ چنانچہ اول حضرت موسیٰ نے غیباً کہا انما اتقوا
 تب خوف زدہ ہو گئے کہ خدا نے فرمایا لا تحف ای الخائف لدرتی لمرسلون بعدہ جب ساتواں فرعون سے مقابلہ ہوا اور جاو
 گروں نے اپنی رسیوں کو سانپ کی شکل پر دکھلایا تب بھی حضرت موسیٰ ڈر گئے کہ خدا اسکی خبر دیتا ہے کہ تاو میں فی نفسہ خیر
 آخر خورائے خوف دور کرنے کے لئے کہا کہ لا تحف انک انت الاعلیٰ حالانکہ خدا نے حضرت موسیٰ سے وعدہ کر لیا تھا کہ
 اتماؤ من اتبکما الغالبون کہ تم اور تمہارے متابعین غالب ہوں گے اور جب حضرت موسیٰ نے فرعون اور اسکے لشکر سے خوف
 قتل کا کہہ کے خلا سے کہا تھا کہ امان ان یقتلون کہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ قتل نہ کریں تب بھی خدا نے لا تحف کہہ کر مطمئن
 کر دیا تھا تو یاد آجود ایسے وعدہ ہائے آہی کے حضرت موسیٰ کے خوف اور اندیشے کا کوئی عمل نہ تھا پس اگر فقط خوف ہم
 رفا وعدہ آہی پر ہودے تو ہزار درجہ صدیق اکبر سے بڑھ کر حضرت موسیٰ پر ہو سکتا ہے اور بس قدر شیعہ ان علی صدیق اکبر
 پر طعن کرتے ہیں اس سے زیادہ مکرمین نبوت پیغمبروں پر طعنہ کر سکتے ہیں و نمود باللہ من ذالک ۱۲ منہ۔

المکائد کید ہشاد و ہفتہم کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر خوف قتل و قتال نہ ہو پھر بغیر خدا چرا
 غرضی بیرون رفت و حال آنکہ سبب ہجرت فرمودن رسول خدا محض خوف قتل بود) بار خدا یا سمجھ
 میں نہیں آتا کہ علمائے شیعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حزن و غم کو کس طرح ان کے عدم یقین پر
 محمول کہتے ہیں جبکہ انبیاء و مرسلین کے حزن و غم کا اقرار خود کرتے ہیں اور خاص سید الانبیاء
 کی ہجرت کا سبب محض خوف و قتل کہتے ہیں یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کے موافق ابو بکر صدیقؓ حضرت موسیٰ
 سے افضل نہ تھے کہ مخالف نہ ہوتے پھر بغیر خدا سے زیادہ اطمینان ان کو نہ تھا کہ قتل و قتال سے نہ ڈرتے
 و عقیدہ تو حضرت شیعہ کا ہے کہ حضرت موسیٰ کو مخالف تبارا میں پھر بغیر خدا کی نسبت قتل و قتال کے خوف
 سے نسبت دینے کو عیب نہ جانیں لیکن حضرت علیؓ کی نسبت خوف کا خیال بھی نہ کریں اور ان کے تعلق
 کو ہتک آبرو کے خوف کا سبب سمجھیں جیسا کہ تقییب المکائد کا مولف لکھتا ہے کہ (تقیہ بچت خوف
 ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ بہ جهت خوف ہتک عرض و ناموس بود الی قولہ کہ دانستی کہ خوف حضرت
 امیر المؤمنین نہ از ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ خوف و ہتک عرض و ناموس) عرضہ ان سب روایتوں
 کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ الزام خوف کا ابو بکر صدیقؓ پر کسی طرح عائد نہیں ہو سکتا
 اس لئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کو قتل و قتال کا خوف تھا تو ایسا خوف باقرار علمائے شیعہ انبیاء کو
 بھی ہوا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کو قتل و قتال کا خوف نہ تھا بلکہ ہتک آبرو کا تو اس کا خوف
 حضرت امیر المؤمنین علیؓ مرثضیٰ کو بھی ہوا ہے جو باعتقاد شیعہ سب نبیوں سے افضل اور سب پیغمبروں
 سے بہتر تھے الحاصل قرآن مجید کی آیتیں اور آئمہ کی حدیثیں اور علمائے امامیہ کے اقوال اس پر
 شاہد ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ سے پیغمبر جو خدا کے خلیل تھے اور حضرت موسیٰؑ سے نبی جو خدا سے باتیں
 کیا کرتے تھے اور حضرت سید الانبیاء علیہ السلام و الثنا سے رسول جو خدا کے خاص محبوب تھے اور حضرت
 امیر المؤمنین علیؓ مرثضیٰ سے امام جو پیغمبر و نبی اور خدا کے شہید تھے اور سب پیغمبروں سے افضل اور
 بہتر تھے قتل و قتال کے خوف اور عزت اور آبرو کے خوف اور ڈر سے محفوظ نہیں رہے تو اگر
 ابو بکر صدیقؓ بھی خوف و ترس سے نہ بچے ہوں تو کیا عجیب ہے لیکن ہم کو نہایت تعجب آتا
 ہے کہ اگر خون ریزی کا خوف نہ ہوتا تو پیغمبر خداؐ کی خفیہ طور پر باہر نہ جاتے اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہؐ کا ہجرت کرنا
 خوف و قتل کے باعث ہوا ہے حضرت عائشہؓ نے اپنی ہلاکت جان کے خوف سے تقیہ نہیں کیا بلکہ اس لئے تقیہ کیا تاکہ
 رسول کی عزت و ناموس محفوظ رہے و تاہم کلام وجیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ امیر المؤمنین کو اپنی جان کے ہلاک
 ہونے کا خوف نہ تھا بلکہ عزت و ناموس کا ڈر تھا۔

ہے علمائے شیعہ نے کہا انہوں نے ابو بکر صدیقؓ کے ایک شب کے خوف پر اس قدر زبان درازی کی اور ان کے خوف کو ان کے کفر و نفاق کا نتیجہ سمجھا باوجود کہ اُن کا عقیدہ ہے کہ تمام ائمہ کرام اول سے آخر تک سید الشہداء کے زمانے سے موت کے وقت تک ہر ساعت و ہر لمحہ خوف میں رہے اور امام اول سے لیکر امام آخر الزمان تک سب کے سب تفسیر کرتے رہے ایک بھی ائمہ اثنا عشریہ ایسا نہیں ہوا کہ جسک عمر خوف وترس میں نہ گزری ہو اور ایک لمحہ بھی خوف سے مہلت پائی ہو۔ آخر تفسیر جسکی بنا سلسلہ خوف پر ہے ایمان کا جزو و افضل قرار دیا گیا اور دلتیقہ دینی و دین آباؤ اجداد کا کلمہ مقرر کیا گیا پس جبکہ ائمہ کرام باوجودیکہ موت و حیات اُن کے اختیار میں تھے کہ جب تک چاہیں زندہ رہیں مگر ان کے حکم میں کہ جو چاہیں وہ کرے یہ نگاہ میں اُن کی وہ تاثیر کہ اگر پہلا کی طرف دیکھیں تو وہ بھی پھٹ جائے بازو میں اُن کے وہ قوت کہ اگر ایک ہاتھ اٹھاویں اتنی ہزار جن قتل ہو جاویں علم کا وہ حامل کہ جو کچھ ہوا اور ہو گا سب سے آگاہ اور جو کچھ گذر اور گذرے گا سب سے واقف اعجاز کی یہ کیفیت کہ عصا لاتھ سے گرا دیں اڑ رہا ہو جائے کفار اور منافقین کی طرف اشارہ کریں ایک دم میں سب کو نکل جائے اور پھر باوجود ایسی قدرت اور طاقت اور اعجاز کے تمام عمر خوف اور ترس میں رہیں اور اپنی امامت کا دعویٰ تکس کریں جہاں و آبرو کے ڈر سے کسی سے سچ بات نہ کہیں اگر کسی شخص خواہ اس سے کوئی راز کی بات کہنے کو ہوں تو دروازے بند کر لیں ڈرتے ڈرتے اپنے شاگردوں کو معلوم دینی کی تعلیم دیں اور اگر ایک خاص ہی سامنے آجائے تو انکار کر جاویں اپنے خاص احباب پر لعنت اور تیرا کرنے لگیں اور حضرات شیعہ اُن کے خوف و ترس پر کچھ بھی طعنہ نہ کریں اور انکی امامت اور فضیلت پر اس سے کوئی شبہ نہ لاویں بلکہ اس خوف کو بہترین عبادت سمجھیں اور تفسیر کو ائمہ کرام کا دین سمجھیں اور ابو بکر صدیق کے ایک شب کے خوف پر اس قدر زبان درازی کریں اور ان کے خوف و ترس کو اُنکے کفر و نفاق کی دلیل سمجھیں باوجودیکہ ابو بکر صدیقؓ کے اختیار میں موت و زندگی تھی مگر ملائکہ ان کے تابع فرمان تھے نہ علم ماکان و مایکون ان کو حاصل تھا نہ اتنی ہزار جن کے قتل کرنے کی ان کو طاقت تھی معلوم نہیں کہ حضرت شیعہ نے ائمہ کرام کے خوف میں اور ابو بکر صدیق کے خوف میں مابالامت کیا قرار دیا ہے کہ وہی خوف امیر کرام کے حق میں فضیلت ہو اور ابو بکر صدیق کے حق میں نقص و عیب۔

موضوع

یہ بین تفاوت راہ از کجاست تا کجا ؟ لیکن اگر ہم شیعہوں کے عقیدے

کہ موافق خوف کو انبیاء اور ائمہ کی نسبت بسبب معصوم ہونے کے اُن کے ظاہر سے عدول کریں اور ان آیات کی نسبت جن سے خوف ان کا ثابت ہوتا ہے (از ظواہر اُن عدول میکنم کہیں تو بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ علاوہ انبیاء کے خدا کے کلام سے مومنین کا بھی خائف ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَاوَدُوْا بِنَا اِنَّهٗ لَشَاكِرٌ مُّؤْمِنٌ عَلٰی مَا الْمَلٰٓئِكَةُ اِلَّا تَخٰ فَوَلّٰهُمُوْا وَاَبۡتٰرُوْا بِمَا يُخۡنُوْنَ اَلۡتَّحِيۡنُ كُنۡتُمْ تُوَعَّدُوْنَ کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا سہارا پروردگار ہے اور پھر مضبوط رہتے ہیں اُن پر ملائکہ یہ کہتے ہوئے نازل ہوتے ہیں کہ لا تَخٰ فَوَلّٰهُمُوْا وَاَبۡتٰرُوْا کہ کچھ خوف نہ کرو اور کچھ حزن نہ کرو پس اس سے اُن مومنین کا جو اپنے ایمان پر نہایت مضبوط ہوتے ہیں خائف اور محزون ہونا ثابت ہوا اور پھر ایک دوسری جگہ پر اللہ شانہ مومنین سے فرماتا ہے کہ وَاَتَخۡرَنُوْا وَاَوۡاۡنَمۡمُ الْاَعۡلَوۡنَ کہ کچھ غم نہ کرو تمہیں کو غلبہ ہوگا پس معامد نہیں ان آیتوں میں جو مومنین کی نسبت لفظ لا تخرنوا کا ہے یہ بھی زجر و توبیح کے واسطے ہے یا تسلی اور تشفی کے لئے پس یہ تو ظاہر ہے کہ قاضی صاحب بھی اسکا اقرار نہ کرینگے کہ یہاں بھی زجر و توبیح کیلئے ہے بلکہ یہی فرماوینگے کہ تسلی اور تشفی کیلئے تو پھر ہم نہیں سمجھتے کہ الیو بکر صدیق کی شان میں جو لفظ لا تخرنوا کا ہے اس کو کس طرح زجر و توبیح کے لئے بیان کرنا ہے تعجب کی بات ہے کہ ایک ہی کلمہ لا تخرنوا ہزار جگہ واسطے تسلی اور تشفی کے استعمال کیا جائے اور ایک جگہ واسطے زجر و توبیح کے ہاں اگر کوئی قرینہ عتاب خفگی کا پایا جاتا تو ہم تسلیم کرتے کہ الیو بکر صدیق کی نسبت کلمہ لا تخرنوا واسطے زجر و توبیح کے ہے سو وہ بھی نہیں اس لئے کہ جملہ مومنین کا نسبت خدا نے فرمایا لا تخرنوا اور آگے بیان کیا ایشوا بالبنہ کہ کچھ غم نہ کرو تمہارے واسطے بہشت موجود ہے یا ارشاد کیا کہ تخرنوا نم الا علون کہ کچھ غم نہ کرو تمہیں غلبہ ہوگا اس طرح الیو بکر صدیق سے بھی یہی فرمایا کہ تخرنوا الا علون کہ کچھ غم نہ کرو تمہارا ہر روز وہاں کے ہیں بظاہر دونوں میں کچھ فرق پایا نہیں جاتا اس لئے اگر ان آیتوں میں لا تخرنوا واسطے تسلی اور تشفی کے ہے تو اس آیت میں بھی تسلی کیلئے ہے اور اگر وہاں واسطے زجر و توبیح کے ہے تو یہاں بھی لیکن باوجود اتحاد الفاظ اور تطابق قراین کے لا تخرنوا کو ان آیتوں میں تسلی پر اور یہاں عتاب پر موصول کرنا موجب ہزار حیرت اور باعث صد ہزار تعجب ہے لیکن ہم حضرت شیعہ کو معذور سمجھتے ہیں کہ اگر الفاظ قرآنی سے اُن کے حقیقی معنی ملا لیں تو صدیق اکبر کی صدیقیت کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور اگر اقرارین تو مذہب ہاتھ سے جاتا ہے پس بجز اس کے

کہ قرآن کی تحریف معنوی کرے اور کلام اللہ کی لغظوں کے نئے نئے معنی بناویں اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ شعر

دست بیچارہ چون بجاں نہ رسد چارہ جز پیر سن دریدن نیست

اگر اس پر بھی حضرات شیعوں کے دلوں میں کچھ شخوہ رہ جائے اور کوئی دانشمند یہ کہنے لگے کہ ہم نے مانا کہ خوف گناہ نہیں اور لا تحزن تسلی کا کلمہ ہے لیکن اتنا تو بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق کو کامل یقین پیغمبر صاحب کے وعدے پر اور خدا کی حفاظت پر نہ تھا۔ ورنہ کسی طرح ان کو خوف نہ ہوتا اس کا یہ جواب ہے کہ خود حضرات شیعہ کا اقرار ہے کہ پیغمبر خدا بار بار ابو بکر صدیق پر خفا ہوتے تھے کہ چپ رہو راز فاش نہ کرو اور وہ نہ مانتے تھے پس شیعوں کی طرح ہر ایک ملحد کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر صاحب کو بھی اپنے خدا کے وعدے پر اور حفاظت پر یقین نہ تھا ورنہ جو بات افشائے راز کی کرتے تھے اُس سے پیغمبر نہ گھبراتے اور بار بار ابو بکر پر راز کے فاش کرنے پر خفا نہ ہوتے پس جو اس ملحد کو حضرات شیعہ جواب دیں وہی ہماری طرف سے قبول فرمادیں، لیکن اگر کوئی ذرا بھی غور کرے تو موافق اصول اور عقاید شیعوں کے حضرت ابو بکر صدیق کی نسبت جرن خون کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ اگر وہ اقرار کریں کہ ابو بکر صدیق حقیقت میں مخالف تھے تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان کو اپنی جان کا اندیشہ اور اپنے اوپر تکلیف پہنچنے کا ڈر تھا یا پیغمبر صاحب کے ایذا و مصیبت کا خوف اگر ان کو اپنی جان کا خوف تھا تو یہ قول باطل ہوا جاتا ہے کہ وہ دشمنوں سے ملے ہوئے تھے اور راز فاش کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ اگر وہ کافروں سے ملے ہوئے ہوتے تو پھر ان سے ان کو کیا ڈر ہوتا اور اگر کافروں سے ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان کو کافروں کی طرف سے خیال اپنے اوپر ایذا پہنچنے کا تھا تو اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ کفار بسبب ایمان اور رفاقت پیغمبر کے ابو بکر صدیق سے ایسی دشمنی رکھتے تھے کہ ان کے قتل کے واسطے تھے

نہ گو ہر مرد میں جرم کا مولد بڑا عالم شیعوں کا ہے کھجا ہے کہ پانچ کافروں نے پیغمبر صاحب اگر کہا کہ اس وقت ظہر ترا مسلت علی اگر پیشی از سمن خود والا قلنا کہ پس آنحضرت بمنزل خود آمدہ در بیت و بقایت اندوہنا کی نشست جبریل نازل شد آوڑہ کہ ناصدح با تو و را من عن المشرکین آنحضرت گفت کہلہ جبریل چکہ نہ ما کہ نلام با تہدیکہ کیستہ زمین با من کردند جبریل گفت انا کفیان المشرکین حضرت مسل اللہ علیہ وسلم گفت اآن نزد من ہونند جبریل گفت من نیز لان کفایتہ ایمان کروم اس آیت کو دیکھ کر حضرات شیعہ انسان فرادیں کہ پیغمبر صاحب کا جان کے خوف سے دروازہ بند کر کے مٹھے رہنا اور انہوں نے ہانک مہلا اور جبریل کے اطمینان یعنی جبرائیل نے ثابت ہوتا ہے پس باوجود تصدیق ایسی رایتوں کے نہایت تعجب ہے کہ کچھ صدیق ابو بکر کے خوف نہ پڑے کہ کیا

تو اس سے وہی بات ثابت ہوئی جس کا ہم دعویٰ کرتے ہیں (دوسرے یہ کہ کبھی ابو بکر صدیقؓ کا ارادہ راز فاش کرنے کا نہ تھا اس لئے کہ جن لوگوں سے خود ان کو خوف تھا اور جنکے ڈر سے غار میں چھپے ہوئے تھے انہیں پر اپنا راز ظاہر کرتے اور اپنے آپ کو معرضِ ہلاکت میں ڈالتے اور اگر یہ کہا جائے کہ ابو بکر صدیقؓ کو خوف پیغمبرِ صاحب پر صدر سے پہنچنے کے خیال سے تھا تو یہ خوف ہزار اطمینان سے بہتر ہے اور ایسے عیب پر ہزار سہنہ قربان ہیں اور ایسے خوف کو صفاتِ شیعہ گناہ کیا اگر کفر بھی سمجھیں مگر ہم ثواب کیا ہزار ایمان سے بہتر سمجھیں گے اور سمجھتے ہیں اور اسی خوف سے حضرت صدیق اکبرؓ کی صدیقیت کا اعتقاد کریں گے اور کرتے ہیں اس لئے کہ اگرچہ ابو بکر صدیقؓ کو پیغمبر صاحب کی حمان اور سلامتی پر یقین کامل تھا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ شاہ ہر دو سر الملک و شاہ ذہین دنیا ایک غار میں چھپا ہوا ہے اور جس کا مقام عرشِ کرسی ہے وہ ایک تنگ جگہ میں قیام فرما ہے تو یہی حالت پیغمبرؐ کی ابو بکرؓ کے دل کو پارہ پارہ کرتی تھی اور ان کو بیچین کر رہی تھی۔ چنانچہ ابو بکر صدیقؓ کا اول خود غار میں جانا اور اس کو صاف کرنا اور سب سوراخوں کو اپنی قبا چاک کر کے بند کرنا اور پھر پیغمبر صاحب کو بلانا اور اپنے دانوں پر سلانا اس پر شاہد ہے اور پھر ایسی دردناک حالت میں جب انہوں نے کفار کو در غار پر دیکھا تو بخیاں ایڑتے پیغمبر کے جو کچھ صدر ان کے دل پر ہوا ہو گا اس کو وہی جانتے ہیں یا وہ عاشقِ جانے جس کا معشوق اُس کے سامنے لمسی تکلیف دینا میں مبتلا ہوا ہو اور دشمن اس کے اس پر حملہ آور ہوئے ہوں اس وقت کوئی اس عاشقِ مسکین کی کیفیت دیکھے کہ اس کو اضطراب ہوتا ہے یا وہ اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے ان جس کو عشق و محبت سے خبر ہی نہ ہو وہ عاشقِ صادق کے خوفِ اضطراب پر طعن نہ کرے تو کیا کرے اسے بھائی اول ذرا پیغمبر صاحب کے ساتھ محبت پیدا کرو تب جو پیغمبر صاحب کے بانثار تھے ان پر الزام لگاؤ مگر جب تم کو محبت ہی نہیں ہے تو تم اسکی حقیقت کیا جانو قطعاً تو ناز میں جہانے و ناز پروردہ تراز سوز و رون نیاز ماچہ خبر

چوں دل پہ مہر نگارے ز بستہ امی تراز حالت عشاق بینواچہ خبر

اے شیعیاں پاک ذرا مہربانی کر کے اپنے شہیدِ ثالث کی موٹگانوں پر غور کرو کہ ابو بکر صدیقؓ

کے حزن و غم کی نسبت کیا کچھ زبانِ درازی فرمائی اور (قد ظہر من جزعہ و بکا نہ مایکون من مشلہ فساد الحال) کہہ کر ان کی شان گھٹائی مگر وہ تخریرِ آن کی خاک میں مل گئی اور سب تقریر ان کی ہونٹوں پر گئی اسخرا نہیں باتوں پر خیال کر کے اصلی خوف اور حزن سے انکار فرمایا اور ان

کو تصنع اور بناوٹ پر معمول کیا اہل انصاف سے امید ہے کہ ذرا دل لگا کر اسکو بھی سنیں اور سچے سحر بیانی اور جاہ و زبانی اس بیان میں حضرات امامیہ نے کی ہے اس پر احسنت اور آفرین کہیں اور اس کا کچھ خیال نہ کریں کہ ایک دعویٰ کو چھوڑ کر دوسرا دعویٰ کیوں کرتے ہیں اور ایک سامرا کا اقرار کر کے اس سے منکر کیوں ہو جاتے ہیں اس لئے کہ یہ امر اسی خاص بحث کیلئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کلیہ اور جزئیہ میں اس نشان کا ظہور ہے ابھی کیا ہے جب مباحث امامت منکلاف کے آویں گے تب دیکھنا کہ یہ حضرات کیسا رنگ بدلتے ہیں اور کیسے نئے نئے گل بوٹوں سے تقریریں کو زینت دیتے ہیں یہ شعر

شاہد دلبرای من میکند از برای من نقش و نگار و رنگت بوتازہ بتازہ نوبنو

جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ حزن اور خوف کے اثبات سے محبت صدیق اکبرؑ کی ساتھ پیغمبر صاحب کے ثابت ہوتی ہے تب اس دعویٰ کو چھوڑ کر یہ دعویٰ کیا کہ ابو بکرؓ کو کچھ خوف نہ تھا بلکہ واسطے فاش کرنے راز کے جزع فزع کرتے تھے جیسا کہ رسالہ حسنیہ میں لکھا ہے کہ (وایضاً ما اشتہر من لدغ و فریاد برای آن بود کہ مشرکان را اطلاع گردانند و آنہا بدانند کہ درین غارست) اور ملا خضر شہیدی نے لکھا ہے کہ (وایضاً ما اشتہر من لدغ الحیۃ ایہ انما کان یمدر جملہ یرید اظہار امرہ) کہ جب ابو بکرؓ کا کام رونے اور پٹینے سے بھی نہ نکلا تب پاؤں بڑھا دیا کہ اسی کو دیکھ کر کفار اندر غار کے چلے آویں تب خدا نے سانپ کو حکم دیا کہ اسے پاؤں میں اُن کے کاٹا تب مجبوراً پیغمبر صاحب کا راز فاش ہونے سے بچا اُسکے جواب میں ہماری زبان سے تو کوئی بات بھی نہیں نکل سکتی اور ایسی سچمانہ تقریر کی تردید ہم سے ہو ہی نہیں سکتی اگر از شرق تا غرب اور از جن تا انس جمع ہوں تب بھی کسی سے یہ عقدہ حل نہ ہو گا فی الحقیقت جو صاحب تفسیر اللمح نے اپنے بزرگوں کی تقریر نقل نہ کرنے پر مولانا صاحب قدس اللہ سرہ پر غصہ کیا ہے وہ نہایت حق ہے

لہ صاحب تفسیر اللمح نے خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا ہے کہ اپنی طرف سے تقریر بنا کر اپنے طور پر جواب دیا اُنی عادت ہے اس کا حال مشہید ثالث کی عبارت دیکھئے والوں پر کھل جائیگا لیکن ہم دعویٰ کر کے کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے تقریر بنا اور اسکا جواب دینا بلکہ اس جواب نامستقول کو صاحب الامر کی طرف منسوب کرنا امامیہ کے محدثین معتمدین کا رواج ہے چنانچہ اسی آیت فارکی نسبت ملا باقر مجلسی نے رسالہ حبیۃ کی حدیث ششم میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہمارے دعویٰ پر شاہد ہے وہو ہذا حدیث ششم شیخ صدوق محمد بن بابویر قمی از الامام حدیثین رضوان اللہ علیہم اجمعین از سعد بن عبد اللہ قمی نقل کردہ اندکہ او گفت ہنہ قبلہ شدم مباحثہ بدترین نواصب بعد از مناظرات بسیار گفت راکہ بر تو و اصحاب تو شمار

تھا اگر وہ ان تقریروں کو نقل کر دیتے اور بلفظ ان عبارتوں کو لکھ دیتے تو حقیقت میں مذہب امامیہ کی پھر کسی کو کیا کلام رہتا اور پھر ابو بکر صدیق کی فضیلت کو کوئی کس طرح ثابت کرتا ہے یا انصاف کرو اور حضرات امامیہ کے مجتہدین کے وزارت علم پر لفظ فرماؤ کہ جو بات ہے وہ حکیمانہ جو قول ہے وہ محققانہ

توال اعتراض نویں فضیلت پر

اد پر ہم نے بیان کیا ہے کہ جب ابو بکر صدیقؓ نے مخزون اور غمگین ہوئے اور انکو کسی قدر منظر اور ہوا تب اللہ جل شانہ نے اپنی تسلی ان پر نازل کی جس کا بیان خدا نے ان لفظوں سے فرمایا کہ قَدْ نَزَّلَ اللَّهُ بَكْرَةَ عَلَيْنَا اس پر حضرت امامیہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہیں (اولیٰ) یہ کہ علیہ کی

(بقیہ سابقہ) مہاجرانہ انصار اور اعراب نے بغیر نبوت یا شان ہی نہایت لیکھا ابو بکر سبب زور مسلمان شدن از ہر صواب بہتر بود و از بسکہ پیغمبر بود و از دست میداشت در شب نماز را با خود برد چونکہ میدانست کہ او بعداً حضرت خلیفہ خواہ بود کہ مبادا او تلف شود حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب را برہائے خود خواہاں بردارے تاکہ میدانست کہ اگر کشتہ شود ضروری با موسلمانان غیر مسلمی قول کہ از جواب او ساکت شدم و دیگر بر شتم و طوما سے نوشتم و این دو مسئلہ را نیز در حج کردم کہ بندہ سے حضرت امام حسن مکتوبی صلوات اللہ علیہ بفرستم با احمد بن اسحاق کہ وکیل حضرت بود در فتم چون او را طلب کردم گفتند متوجہ سر من را می ست من از عقب او روان شدم و او در سیدیم ائی قول کہ بعد از ان صلاۃ الامر با مجاہد فرمود کہ ائی زید تم تو میگفت کہ حضرت رسول ابو بکر را برای شفقت بجار بر و چونکہ میدانست کہ او خلیفہ است مبادا کشتہ شود چو از جواب نہ گشتی کہ شمار روایت کرده اید کہ پیغمبر فرمود کہ فلان وقت بعد از من ہی منال خواہم بود و ایں ہی سال را العمر جہاں علیہ قسمت کرو ایں ہی بجان قصد شایر جہاں علیہ بر حق ایں گلاں یعنی باعث بڑی نار بود مناسب کہ بعد از خود رہتا بزرگ فقط ماب کوئی شخص اس مجلسی کے مقلدین سے پوچھے کہ شیخ صدوق صاحب کی بناوٹ ہے یا ملا باقر مجلسی صاحب کی تمہت اس لئے کہ کسی اہل سنت نے اب تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ پیغمبر حسب ابو بکر کو انکے لئے جانتے کے خیال سے قہر میں لگیے اور حضرت علی کو چھوڑ گئے اور اگر یہ کہا جائے کہ مرادوں حسب سناہر کی دشمن اہل سنت ہیں شاید انہوں نے یہ اعتراض کیا ہو تو وہ بھی بعینہ از قیاس ہے اسلئے کہ حضرت علی کو خلیفہ بر حق نہیں جانتے تو یہ فرمانا امام حسب الامر کا رقم چاروں علیہ قول کو بر حق سمجھتے ہوتے موقوف اور غلط ہوا جاتا ہے اور امام حسب الامر کا باوجود ہونے عالم کا مان اور مایکون کے خوارج کے عقیدے سے بیخبر ہونا ثابت ہوا ہے پس کوئی صاحب تقلید بلکہ کاند کی اولاد اور احفاد اور مریدین سے پوچھے کہ بناوٹ سے کہتے ہیں جو ان کے شیخ صدوق مجلسی نے کی یا اُسے کہتے ہیں جو خاتم المحدثین نے کی فسوس ان بیخبروں کے کہ اپنے گھر کے شوستر ہی اور مغربی کے افتراء سے تو پنجہ میں اور ادوں پر طعن کرتے ہیں ۱۲ منہ صفا عنہ

ضمیمہ راجع طرف پیغمبر خدا کے ہے نہ ابو بکر صدیق کے اسلئے اسکے یعنی میں کہ نازل کی تسلی اپنی شان
 پیغمبر کے جواب اس کا یہ ہے کہ جزن اور خوف تو ابو بکر صدیق کو تھا نہ کہ پیغمبر خدا کو پس اگر علی کی ضمیمہ راجع طرف
 پیغمبر خدا کے ہو تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ جب ابو بکر صدیق کو خوف اور اضطراب ہوا تو پیغمبر نے اسے کہا کہ تم نہ کہہ
 ہمارے ساتھ پہنچیں نہ انہی تسلی پیغمبر پر نازل کی اس عبارت بے جزا و سبب ربط کو دیکھ کر کہ انہیں سچو نہ بنے گا اور کہا
 پر تعجب نہ ہو گا کہ خوف اور اضطراب تو ابو بکر کو ہو اور پیغمبر خدا کی تسلی کہ میں اور خدا کی تسلی
 پیغمبر صاحب پر نازل ہوا اگر حضرات امامیہ یہ فرماویں کہ پیغمبر خدا کو بھی خوف تھا اس لئے خدا
 نے ان پر تسلی نازل کی اسکے جواب میں ہم کہیں گے کہ حضرات امامیہ جب ابو بکر صدیق پر خوف
 کے سبب سے طلعتہ بین و نامردی کا کرتے ہیں تو پھر اب اسی خوف کو کس منہ سے حضرت کی طرف
 منسوب کرتے ہیں اور اگر ہم حضرت کا مخالف ہونا تسلیم بھی کر لیں اور واسطے ازالہ خوف حضرت کا
 تسلی کا نزول حضرت پر قبول کریں تو عبادت آیت کی لائق اصلاح معلوم ہوتی ہے یعنی یہاں
 ان فظوں کے جو خدا نے فرمائے کہ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ
 اس طرح پر الفاظ آیت کے ہونے چاہئے تھے کہ (فانزل اللہ سکینتہ علیہ فقال لصاحبہ لا تحزن
 کہ پہلے خدا نے اپنی تسلی حضرت پر نازل کی اور جب حضرت کو اطمینان کامل ہو گیا، تب
 حضرت نے ابو بکر سے کہا کہ کچھ علم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے ورنہ آیت کے فظوں سے تو یہ
 معنی جو حضرات شیعہ کہتے ہیں نہیں بنتے اس لئے کہ پہلے الفاظ سے صاف یہ معنی ظاہر
 ہیں کہ پیغمبر خدا نے ابو بکر کو محزون دیکھ کر فرمایا کہ لا تحزن ان اللہ معنا کہ کیوں محزون ہوتے
 ہو خدا ہمارے ساتھ ہے پس حضرت کے اس کہنے سے خدا نے اپنی تسلی ابو بکر پر نازل کی تاکہ
 ان کا حزن و غم جاتا رہے پس اسے یار و سوچو کے آیت کے معنی اس طرح پر بنتے ہیں جو ہم کہتے
 ہیں یا اس طرح پر جو ہم کہتے ہو (دوسرا اعتراض) کہ اللہ جل شانہ کو ابو بکر صدیق پر تسلی
 کرنا منظور ہوتا تو ضرور پیغمبر خدا کا ذکر کر کے ابو بکر کا ذکر کرتا اسلئے کہ خدا نے بغیر شرکت و
 کے کبھی کسی پر تسلی نازل نہیں کی چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے اس تقریر کو در ضمن حکایہ
 مفیدہ شیخ مفید کے نہایت ہی آجتاب سے لکھا ہے اور اس تقریر کو عمیر الحجواب سمجھ کر یہ
 فرمایا کہ (چوں ایں سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حیلہ خلاصی
 جان ایشان بلب رسید) اور صاحب تعلیب المکاتد نے اسکو اپنی کتاب میں بلفظ نقل کر کے
 لے جب یہ آیت سنیا اسکے کان میں بڑی تواریخ حیرانی بڑھی اور اسے نجات پانے کیلئے ان کی جان بوں پر گئی۔ ۱۱۰

اس پر پڑا ہی ناز کیا، چنانچہ ہم اس عبارت کو بلقلم لکھتے ہیں اور اہل انصاف سے اتنا س کرتے ہیں کہ ذرا غور کریں کہ قاضی صاحب نے اپنی صدف طبیعت سے کیسے جھوٹے موتی نکال کر اپنے مفکرین کے تدرکے ہیں اور وہ بھی ان کو گوہر گراں بہا سمجھ کر ذرہ اتاج بنائے ہوئے ہیں کوئی آئینہ کھول کر نہیں دیکھتا کہ ان کے موتی جھوٹے ہیں یا سچے وہ ہونڈہ (آنچر کا شف صحت بیان مذکور تو نامہ لہو و آہستہ کہ مقتدان مشائخ بارشواں اللہ علیہم افاذہ فرمودہ اند کہ خدائے تعالیٰ ہرگز ہر بیخ جائے کہ مکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینتہ نمود الا انکر نزول استراش اہل جمیع ایشان داشتہ چنانچہ در بعض آیات فرمودہ ولوم حنین اذا عجبتم کہ ہم فلم یغن حکم شیئا وقتا علیکم الا انما یارجت ثم ولتیم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ علی المؤمنین وقرآیہ دیگرہ گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین وچوں با حضرت غیر از ابوبکر در غار نبوہ لاجرم خدائے تعالیٰ آن حضرت را در نزول سکینتہ منفرد ساختہ و اول بان مخصوص گردانید و ابوبکر را باو شریکت نہ داد و گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایہ بجنو لم تر و ہا پس اگر ابوبکر مؤمن می بود باستی کے خدائے تعالیٰ دریں آیہ اور اجاری مجری مومنوں مے نمود و در عموم سکینتہ داخل می فرمودہ الی قولہ بنا برہم انما نزل سکینتہ مخصوص ایش و ہا شد و ابوبکر یواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینتہ محروم ہوا ہا شد و ایضا بنص قرآنی اباد و اذ انان کہ در آیہ غار سکینتہ بر غیر رسول ہا شد خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدائے جہاں تسلی مومنین پر نازل نہیں کی تو کیونکر ممکن ہے کہ غار میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر فقط ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو پس اس آیت سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اس بنا پر یہ بیان کی صحت کیلئے یہاں ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ تقسیم مشائخ نشان آیت کیلئے فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ کے ساتھ جب کوئی مسلمان ہوا تو اللہ نے آپ پر سکینت نازل نہیں کیا۔ ورنہ یہ سب لوگ نزول وحی میں شامل ہوجاتے۔ البتہ بعض آیات میں کہا ہے کہ اللہ نے ان میں سے جسے کفار کی کثرت سے تم تعجب میں تھے تو ہم پر زمین تنگ کر دی تھی تم اسے پائوں ٹوٹ گئے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے رسول اکرم اور مومنین پر تسلی نازل کی اور دوسری آیت میں کہا ہے کہ اللہ نے رسول اکرم اور مومنین پر تسلی نازل کی اور چونکہ رسول اللہ کے ساتھ قاضی ابوبکر بھی تھے اس لئے اللہ نے رسول اکرم پر انفرادی طور سے سکینتہ نازل فرمایا اور آپ کو خاص طور پر تسلی دی اور ابوبکر کو اس سکینتہ و سکون و دہانی میں شریک نہیں کیا اور کہا اللہ نے آپ پر تسلی نازل کی اور آپ کی خیر مرئی لشکر کے ذریعہ مدد کیا ہے اگر ابوبکر مومن ہوتے تو اللہ ان کو دوسرے مسلمان کا قائم مقام بنا کر نزول سکینتہ میں عمومیت دیتا۔ خلاصہ یہ کہ رسول اللہ کو خاص طور پر تسلی دی گئی اور ابوبکر مومن نہ ہونے کی وجہ سے فضیلت سکینتہ و تسلی سے محروم رہے اور غیر رسول پر نازل آیت کا نازل ہونا احکام قرآنی کے بھی خلاف ہے۔

لئے کہ اگر وہ ایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خدا ان پر بھی تسلی نازل کرتا لیکن یہ دعویٰ قاضی صاحب اور ان کے مشائخ کا کہ یہ امر خلاف نص قرآنی کے ہے کہ تسلی فقط مؤمنین پر خدا نازل نہیں کرتا محض غلط ہے کسی آیت سے صلاحاً کیسا کہنا چاہیے تو یہ بات نہیں پائی جاتی کہ تسلی سوائے پیغمبر کے دوسرے پر تنہا نازل نہیں ہوتی اور اگر دو چار جگہ مؤمنین پر بشمول نبی و رسول کے تسلی نازل کرنے کا ذکر آیا ہے تو اس سے انکار نزول تسلی سے بلا شمول رسول کے مؤمنین پر لازم نہیں آتا پس اگر فرض کیا جائے کہ کسی جگہ قرآن مجید میں ذکر نزول سکینتہ کا فقط مؤمنین پر نہ ہوتا تب بھی یہ اعتراض درست نہ تھا نہ کہ خدا کے فضل سے نزول سکینتہ کا فقط مؤمنین پر بلا شمول رسول کے ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے مگر حضرات امامیہ میں سلفاً عن خلف کوئی حافظ قرآن تو ہوا ہی نہیں اور شاید قاضی صاحب نے اور ان کے مشائخ کرام نے از اول تا آخر قرآن مجید کو تمام عمر میں ایک مرتبہ دیکھا تک نہیں ورنہ اس زور شور سے انکار نہ کرتے اور اس شرمندہ کے ساتھ یہ نہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز وہی سچ جانتے کہ سچی اذابل ایمان با حقہ بودہ انداز نزل سکینتہ نمود) چنانچہ اب ہم حضرات امامیہ کو نشان دیتے ہیں کہ نزول سکینتہ تنہا مؤمنین پر بلا شمول پیغمبر صاحب کے سورہ انا فتحنا میں دو مقام پر مذکور ہے اگر شک ہو تو قرآن مجید میں سے اس سورے کو نکال کر دیکھ لیں کہ اللہ جل شانہ پہلے رکوع میں فرماتا ہے هُوَ الَّذِي نَزَّلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الَّذِي كَفَرْتُمْ بِهٖ وَلِيُكْمِلَ صَلَاتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اِنَّ آيَاتِي لَخَبْرَةٌ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ وَلَقَدْ نَزَّلْنَاهَا بِالْحَقِّ عَلٰٓى زَيْنَبِ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ اِذْ تَحْتَ اَبْرِاسِيْمَ الَّذِي يَخْرُجُ فِي سُبْحَانَ رَبِّهِ يُخْرِجُ الْكَلِمَةَ تَخْفِئًا يَتَخَفَتْنَ بِهَا لَوْلَا اَنْزَلْنَاهَا عَلٰٓى هٰٓؤُلَاءِ لَكُنُوْا عَنْ يَمِيْنِهِمْ اِلٰٓهًا غَيْرًا مُّشْرِكًا اِنَّ آيَاتِنَا لَخَبْرَةٌ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ وَلَقَدْ نَزَّلْنَاهَا بِالْحَقِّ عَلٰٓى زَيْنَبِ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ اِذْ تَحْتَ اَبْرِاسِيْمَ الَّذِي يَخْرُجُ فِي سُبْحَانَ رَبِّهِ يُخْرِجُ الْكَلِمَةَ تَخْفِئًا يَتَخَفَتْنَ بِهَا لَوْلَا اَنْزَلْنَاهَا عَلٰٓى هٰٓؤُلَاءِ لَكُنُوْا عَنْ يَمِيْنِهِمْ اِلٰٓهًا غَيْرًا مُّشْرِكًا اِنَّ آيَاتِنَا لَخَبْرَةٌ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ

ان آیتوں کو پڑھو اور دس بیس قرآنوں کو ملاؤ کہ کسی میں یہ تو نہیں لکھا ہے کہ (ہو الذی نزل السکینتہ فی قلوب المؤمنین یا فانزل السکینتہ علی رسولہ وعلیہم) اگر عرب سے علم تک بند سے ایران تک کسی قرآن میں علی رسولہ کا لفظ ہو تو تم سچے تمہارے جیسی سچے اور اگر کسی میں یہ لفظ نہ ہو اور ایران اور کوفہ کے قرآنوں میں بھی فانزل السکینتہ علیہم لکھا ہو تو پھر تم ہی انصاف کرو کہ تم اور تمہارے قاضی اور ان کے مقتدین و مشائخ جھوٹے ہیں یا سچے اے یار افسوس کرنے کی بات ہے کہ صد باریں گذر گئے کہ یہ مباحثہ ہوتا ہے اور آج تک کسی نے سورۃ الفتح کو نکال کر بھی دیکھا اور فانزل السکینتہ علیہم پر خیال کیا اور اب تک انہیں قاضی صاحب کے جھوٹے قول پر ناز ہے اور ان کی فضیلت و قابلیت پر افتخار ہے اور سب سے زیادہ افسوس اس پر ہے کہ حضرت امامیہ جن میں سے دو چار ہی ایسے شخص نکلیں گے جن کو قرآن کی سورتوں کے نام بھی یاد ہوں اور دو ایک ہی ایسے

ہوں گے جن کو آنا از لانا اور قل جو اللہ کے سوائے کلام اللہ کے دو چار رکوع حفظ ہوں در نہ خدا کے فضل سے سب کے سب قرآن شریف سے بخیر کلام اللہ سے ناواقف اور با این نادانیت یہ شوخی کا اہلسنت و جماعت کے مقابلے میں قرآن شریف کی سند پیش کرتے ہیں جن کی زبان پر ایک ایک لفظ قرآن مجید کا اور جن کے دل میں ایک ایک حرف کلام اللہ لکھا ہوا ہے پس یہ غلطی یا سنی صاحب اور ان کے مشائخ کبار سے قرآن مجید کی ناواقفیت سے ہوئی ہے اس لئے ہم ان کو معذرت سمجھتے ہیں اور ان کی غلطی سے درگزر کرتے ہیں (تیسرا اعتراض) کہ اگر خمیر علیہ کی فائز اللہ سکینہ علیہ میں راجع طرف ابو بکر کے ہو تو تھقل فی الصما تیر لازم آتا ہے اس لئے کہ پہلے غنیمت میں خبر ہے اور صاحبہ وغیر میں نہیں وہ سب رسول کی طرف راجع ہیں اور پھر آگے جو خمیر و آئیدہ میں ہے وہ بھی راجع طرف پیغمبر کے تو کیونکر ممکن ہے کہ خمیر علیہ کے سچ میں راجع طرف ابو بکر کے ہو جو اب اس کا یہ ہے کہ اول تو خمیر کا عود چاہیے کہ اقرب مذکورات کی طرف ہو سو اس مقام پر ابو بکر ہیں اس لئے کہا نہیں کی طرف صاحبہ کا اشارہ ہے دوسرے تھقل خمیر جب ہو کہ و آئیدہ عطف ہو فائز اللہ پر صالکہ و آئیدہ عطف ہے فقصرہ اللہ پر پس تھقل صما تیر بھی واقع نہ ہو اتیسرے تھقل فی الصما تیر قرآن مجید میں اکثر جگہ ہے جیسا کہ **إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ ذَانَةٌ عَلَىٰ ذَاتِكُمْ لَشَّيْدُونَ** میں ہے پس جو اعتراض نزول سکینہ کا ابو بکر پر تھا رد ہوا اور بفضلہ تعالیٰ نازل ہونا تثنیٰ کا ابو بکر صدیق پر ثابت ہوا اور جو کچھ قاضی صاحب اور ملا صاحب اور ان کے مشائخ اور متقدمین نے لکھا پڑھا تھا وہ سب باطل تھا اور اسکی بیہودگی اور سفاہت کا حال بھی سب پر کھل گیا اور نہ فقط ہم اہلسنت ان اعتراضات کو بیہودہ سمجھتے ہیں بلکہ بعض حضرات امامیہ بھی کبھی شراکہ اقرار اس کے سفاہت کا کرنے لگتے ہیں جیسا کہ صاحب مجمع البیان طبرسی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے (وقت ذکر التثیقہ فی تخصیص النبی فی ہذہ الآیۃ با سکینہ کلاما رائینا الاضراب عن ذکرہ اغزی لسلا یسینا ناسبالی شیء) کہ شیعوں نے اس آیت میں تسلی کو پیغمبر صاحب کیا ساتھ مفہوم ہونے پر ایسی باتیں لکھی ہیں کہ ہم ان کا لکھنا ہی نامناسب سمجھتے ہیں تاکہ کوئی کہنے والا ہم کو بھی کچھ کہنے نہ لگے پس علامہ کی ان لفظوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ باتیں جو شیعہ ذکر کرتے ہیں ایسی بوجہ اور بیہودہ ہیں کہ ان کو بیان کرنے سے اُسے شرم آتی ہے غرض کہ اب بھی طرح پر معلوم ہو گیا کہ ان آیتوں سے وہ فضائل حضرت ابو بکر صدیق کے ثابت ہوتے ہیں جو اوپر ہم نے بیان کیے ہیں اور جو اعتراضات شیعوں کے ہیں وہ بالکل بوجہ اور بیہودہ ہیں اور سیاق آیت بھی اسی پر

شاہد ہے اس لئے کہ اگر ان آیتوں میں ابو بکر صدیق کے ذکر کرنے سے انکی رفاقت اور نصرت کا بیان منظور نہ ہوتا تو یہ کوئی موقع ان کے اظہار کا نہ تھا کہ یہ بات خود حضرات امامیہ جانتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں مگر صرف اپنے مذہب کے تعصب کے سبب سے ایسی صریح اور صاف آیت سے انکار کرتے ہیں اور باوجود کھل جانے لہر حق کے فضیلت افضل الصحاہ کا اقرار نہیں فرماتے ہیں اور اپنے آپ کو ایسی آیات کے انکار سے مستحق جہنم جانتے ہیں (نعوذ باللہ من شرر الفسہم ومن سیئات اعمالہم)

ائمہ کرام کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت پر

پہلی حدیث: شیعوں کی کتابوں میں بروایت ائمہ کرام علیہم السلام منقول ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (اصحابی کا لہجوم باہیم اقتدیم اتہدیم) کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے اور نیز حضرت نے فرمایا ہے کہ (دعوائی اصحابی) کہ میرے اصحاب کو میرے لئے چھوڑ دو یعنی میرے حقوق صحبت کی ان کے حق میں رعایت کرو اور ان کی عیب جوئی نہ کرو ان دونوں حدیثوں میں سے پہلی حدیث کی صحت لفظاً و معنیاً علماً امامیہ کے نزدیک مسلم ہے اور صاحب استقصار الافہام نے بھی اس کو قبول کیا ہے لیکن پہلی حدیث کی نسبت کچھ کلام ہے اس لئے ہم پہلی حدیث کی نسبت صرف یہی کہتے ہیں کہ جیسا اس کی صحت پر اقرار ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس پر عمل نہیں کرتے اور جو پیغمبر صاحب نے اپنے اصحاب کے حق میں فرمایا اس کو نہیں مانتے کیوں حقوق صحبت پیغمبر کی ان کے حق میں رعایت نہیں کرتے اور کس لئے انکی عیب جوئی سے باز نہیں آتے اور کس اسطے باوجود سفارش پیغمبر صاحب کے ان کی دشمنی ترک نہیں کرتے اور پہلی حدیث (اصحابی کا لہجوم) کی نسبت ہم اقوال ائمہ کرام کو امامیہ کی کتابوں سے نقل کر کے اس کی صحت ثابت کرتے ہیں اور علماً امامیہ نے جو تاویلات اور تخریقات لفظی و معنوی کئے ہیں ان کو ظاہر کر کے اس کا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ عیون اخبار میں جو مستہزین کتب امامیہ سے نقل کئے ہیں کہ (حدثنا الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن یحییٰ الصولی قال حدثنا محمد بن موسیٰ بن نصر الرززی قال حدثنی ابی نعل اسئل الرضا علیہ السلام عن قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کا لہجوم باہیم اقتدیم وعن قولہ دعوائی اصحابی فقال ہذا صحیح) کہ ایک شخص نے امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ چھوڑ دو میرے واسطے میرے یاروں کو امام موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے اس روایت سے ثابت ہوا کہ حدیث اصحابی کا لہجوم جن لفظوں سے کتب اہل سنت میں

منقول ہے انہیں لفظوں سے کتب امامیہ میں مذکور ہے اور امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی زبان سے اس کی صحت پر علماء امامیہ کو اقرار ہے اور نہ صرف اس ایک روایت سے اس کا ثبوت ہوتا ہے بلکہ اور بھی بہت سی روایتیں مؤندا اس کی کتب امامیہ میں موجود ہیں کہ بعد ملاحظہ ان کے کسی شیعہ کی یہ مجال نہیں کہ اس حدیث کی صحت سے انکار کر سکے یا اس کو موضوع کہہ سکے یا اس کو خبر اسناد کہہ کر اپنا چچا پتھر افسے اس لئے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں اور علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور ملا حیدر آملی اشاعری نے جامع الاسرار میں اس حدیث سے بیحد و حدیث کی صحت پر اقرار کیا ہے پس تعجب ہے علماء مقتدین امامیہ پر کہ جب تک علمائے اہلسنت نے اس حدیث کو خود ان کی کتابوں سے نکال کر نہ دکھلادیا اور اسکی صحت کو امام کے قول سے ثابت نہ کروا دیا تب تک انہوں نے اس حدیث کی صحت پر کیا شور و غل مچایا اور اس کی موضوعیت اور بطلان کے اثبات میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے یہاں تک کہ قاضی نورانی شوشتری نے کس شہید سے اختلاف کئے ہیں فرمایا ہے کہ (امام ارواح من حدیث اسماعیلی کا لجنوم ففیہ من آثار الوجود البطلان ممالیخی) کہ اس حدیث کی موضوعیت کا دعویٰ اس شہید کے ساتھ کرتے ہیں خود ہماری حدیث کی کتابوں میں منقول ہے اور جس کے بطلان کا الزام اہل سنت پر لگاتے ہیں وہ بروایت انکرام ہمارے اصول کے موافق ثابت ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ کسی بیچاروں کے ردی منعقا اور سماہل ہیں اور دو مابہلت کے یہاں راوی کرام ہیں پس اگر سنیوں کے طور پر روایت کی ہوئی حدیث کو غلط کہہ دیا یا خود سنیوں نے اپنے طور پر راویان اس حدیث کو ضعیف تصور کیا تو کچھ بہر ج نہ ہاں کہ قاضی صاحب نے یا اور کسی صاحب نے اس حدیث کو موضوع بتلایا اور باوجود تصدیق امام موسیٰ رضا علیہ السلام کے اس کو جھٹلایا تو اس نے اپنا دین ہی غارت کیا اور امام کی تائید کر کے اپنے آپ کو دائیہ ایمان سے خارج کیا۔ اب ہم ان تحریقات کو بیان کرتے ہیں جو علمائے امامیہ نے اس حدیث کی نسبت کی ہیں عیون اخبار میں جو حدیث ہم نے اسماعیلی کا لجنوم نقل کی ہے اس میں بعد ان الفاظ کے یہ عبارت بڑھائی ہے (یرید من لم یغیر بعدہ ولم یبدل) کہ مراد ان اصحاب سے جو حدیث میں مذکور ہیں وہ ہیں جنہوں نے کچھ تغیر و تبدل نہیں کی پوچھنے والے نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت ہم کیونکر جانیں گے

لے یرید من لم یغیر بعدہ ولم یبدل کیف تعلم انہم قد غيروا بدلو ا قال لما یرود من انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیرید من من سماہل من حلفہ کما وطر سبیلہ من المساقول لب سماہل صماہل فیقال کما لقمہ ما اعدتوا بعدک فیرد ہم ذاتہما قال فاول ابداہم کسما انفری بنامن لم یغیر ولم یبدل ۱ ہفتہ ۱۳

کہ اصحاب نے کچھ تغیر و تبدل کی ہے تب اہل علم نے جواب دیا کہ خود پیغمبر صاحب کی حدیث موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے اصحاب سے قیامت کے دن حوض سے علیحدہ کر لئے جائیں گے تب میں کہوں گا کہ خدا یا یہ میرے اصحاب ہیں تب اللہ جل شانہ فرمادے گا کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے پیچھے کیا کیا اور وہ دوزخ کی طرف کھینچ لئے جاویں گے تب میں کہوں گا کہ وہ وہود دفع ہو ان الفاظ کے ترجمانے سے غرض یہ ہے کہ بعض اصحاب بسبب ارتداد کے حدیث کے بمسابق سے خارج ہوئے اور خود حضرت امامیہ کا اقرار ہے کہ اصحاب مقبولین حدیث حوض کے مصداق سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ صاحب استقصا الافہام نے بحول منتہی الکلام کے مسک ثانی کے ایک مقام پر اس کا اقرار کیا ہے و نیز عبارت (کہ ہرگز حدیث حوض بر آہنا منطبق نمی تواند شد) اور اس لہر کو کہ اختلاف راشدین اور انصار و مہاجرین اصحاب مقبولین تھے ہم اسی حدیث کی بحث میں فضل ارتداد صحابہ میں ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ولولہ فضلنا کہ بعض اصحاب مقبولین مغیرین و مبدلین میں ہوں لیکن تاہم اکثر اصحاب کی نسبت اس حدیث کا مضمون صادق آتا ہے اس لئے کہ افسح العنما ابلغ البلاغ علیہ الحیۃ والذئبانے ایسا لفظ تشبیہ میں صحابہ کے بیان فرمایا ہے کہ حسب طرح پر وہ فضیلت پر وال ہے اسی طرح پر کثرت پر یعنی لفظ نجوم پس حضرت کا یہ فرمانا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کی مثال کو مدد دے چند کے حق میں وارد نہیں سمجھ سکتا و مسلمانا کہ بہت ہی تھوٹے بلکہ دو تین ہی اصحاب پر جو ارتداد سے بچ گئے یہ حدیث منطبق ہوئے تب بھی یہ عقیدہ امامیہ کا کہ اقتداء صرف اہل بیت کی واجب ہے اور دوسرے کی نامائز باطل ہوتا ہے اور ابتداء جو کہ معنوں میں اہل بیت کے لئے ہے اس میں دو چار کا شریک ہونا ثابت ہوتا ہے (لم یقللہ باحد منهم) ہونکہ جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ یہ عبادت بھی بیکار ہوئی اور اس نے بھی دار و گیر اہل سنت سے نہ بچایا تب اس کو چھوڑا اور دوسرے طور پر تاویل کو کام فرمایا اور یہ دعویٰ کیا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہیں جیسا کہ صاحب استقصا الافہام نے بحول منتہی الکلام کے فرمایا ہے (مراد اصحاب حدیث اصحابی کا نجوم یا نجوم اقتداء) اہل بیت علیہم السلام (اند) لیکن ہم اس دعویٰ کو چند سیلوں سے باطل کرتے ہیں۔

دلیل اول

اصحاب کے لفظ سے اہل بیت مراد لیتا و داد تحریف دیتا ہے اسلئے کہ عرفاً اصحاب کا اطلاق بارہ وستوں پر اور اہل بیت کا گھر والوں پر ہوتا ہے شرعاً اصحاب سے مراد پیغمبر پر ایمان لانے والے

اور فقہاء لئے جاتے ہیں اور اہل بیت سے گھر والے اور نبی فاطمہ سمجھے جاتے ہیں بلکہ امام ادریس نبویؑ اور اقوال ائمہ اطہار سے یہ ظاہر ہے کہ دونوں لفظوں کے مصداق دو فریق علیہ و علیہدہ ہیں جہاں یاران پیغمبر کی شان میں کوئی حدیث یا قول ہے وہاں لفظ اصحاب کا آیا ہے اور جہاں خاندان نبوی اور ائمہ اطہار کا ذکر ہے وہاں لفظ اہل بیت اور عترت کا چنانچہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی) یا مثل الملبیتی کسفینۃ نوح، یا امام زین العابدین نے اپنی دعائیں جو صحیفہ کاملہ میں مذکور ہے فرمایا ہے کہ (اللہم واصحاب محمد خاصۃ الدین احسنوا الصحابۃ) اگر لفظ اصحاب یاران پیغمبر کے لئے مخصوص نہ ہوتا اور اس کا استعمال اہل بیت اور عترت کی نسبت بھی ہوتا تو کیوں ان احادیث میں الفاظ اہل بیت اور عترت کی تخصیص کی جاتی اور کس لئے پیغمبر خدا حدیث انی تارک فیکم الثقلین میں بجائے کتاب اللہ و عترتی کے کتاب اللہ و اصحابی نہ فرماتے اور حدیث مثل الملبیتی کسفینۃ نوح میں مثل اصحابی کسفینۃ نوح ارشاد نہ کرتے اور کس واسطے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ کے گھر جاتے تو (اسلام علیکم اہل البیت) فرماتے اور سلام علیکم یا اصحابی نہ کہتے غرض کہ احادیث نبوی اور اقوال ائمہ اطہار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اور اہل بیت کے لفظ کو ادھے میں دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور دونوں کے مصداق دو فریق ہو گئے اصحاب کا اطلاق یا اوس دوستوں پر اور اہل بیت کا استعمال گھر والوں پر ہوتا رہا اور اب تک خواص اور عوام دونوں فریق کے ویسا ہی استعمال کرتے ہیں پس نہایت تعجب کی بات ہے کہ مسد با احادیث اور تہذیب یا اقوال میں تو اصحاب کا لفظ یاران پیغمبر پر اور اہل بیت کا لفظ گھر والوں پر استعمال کیا جائے اور کسی حدیث کے قول میں تو اصحاب کے لفظ سے اہل بیت اور اہل بیت کے لفظ سے اصحاب مراد نہ لے اور صرف ایک حدیث اصحابی کا لفظ میں خلاف بتا اور اذہان اور مخالف مواد سے عبادت کے اصحاب کے معنی اہل بیت کے لئے جائیں اور پھر بھی ایسے معنی بنانے والے اپنے آپ کو مصداق سچے نون الکلم من موافقہ کا نہ سمجھیں۔ اسے حضرت ذرا تو انصاف کرو کہ اگر کوئی سُنی بیچارہ اپنی زبان سے نکالے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور مثل الملبیتی کسفینۃ نوح کے مصداق میں وہ بھی شامل ہیں اور آیہ تطہیر میں جو لفظ اہل بیت مذکور ہے اس سے پیغمبر کے ازواج مطہرات مراد ہیں بلکہ مراد لینا یہ یکطرفہ وہ بھی شامل ہیں تو دیکھو کہ تمہارے علماء کویسا شعور و عقل چماتے ہیں قیامت برپا کرتے ہیں آسمان زمین کو مٹاتے ہیں نوحہ و فریاد کی آواز عرش تک پہنچاتے ہیں کہنے والے کو خدا ہی اور تاصبی اور دشمن اہل بیت کا بتلاتے ہیں

اور بائبل سے انہیں ملوانا ٹھیک محاورے کے موافق ہے۔ پھر حریف کا الزام لگاتے ہیں اور خود جب اصحاب سے ملوانا بیت اور یا اور رفیق کے لفظ کو بھائی اور آل اولاد کی نسبت استعمال کرتے ہیں تو کچھ بھی نہیں شرتے، شرتا کیسا ایسی سمجھ پڑنا نہ کرتے ہیں ایسے جوانوں پر سرفہرہ بلند کرتے ہیں پس ایسی سمجھ کا کیا علاج اور ایسے جواب کا کیا جواب ہے شعر

اے ہنر و ایر حشر و ایر لالہ و ایر گل آن شرح نادر کہ بگفت در آید
پس سر شخص جو ذرا بھی انصاف اور سمجھ کو دخل سے یقین کر دیا کہ اگر پیغمبر صاحب اس حدیث کو اہل بیت کی شان میں فرماتے تو صاف لفظ اہل بیت کا ارشاد کرتے اور بجائے اصحابی کا لفظ اہل بیت کی شان میں فرماتے ہاں شاید حضرت شیعہ یہ جواب دیں کہ پیغمبر صاحب نے معاذ اللہ یقیناً کو دخل دیا اور اصحاب کے خوش کرنے کو لفظ اصحابی فرمایا اور جب گھر میں آئے اور اہل بیت نے شکایت کی تب آپ نے ان سے یہ فرمادیا ہو کہ مراد اصحاب سے تم ہو

دوسری دلیل

اگر ہم لفظ اصحاب سے اہل بیت کے معنی مراد لینے پر کچھ دارو گیر امامیہ کی نہ کریں اور ان کی اس تحریف معنوی کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی موافق ان کے عقیدے کے یہ حدیث شان میں اہل بیت کے صادق نہیں آتی اس لئے کہ اہل بیت کا اطلاق دوازده امام پر ہوتا ہے اور اصحاب کا اطلاق صرف انہیں لوگوں پر جو حضرت کی صحبت میں رہے اور سوائے حضرت علی اور حسین علیہم السلام کے اور تو امام پیغمبر صاحب کے پیچھے پیدا ہوئے پس یہ ظاہر ہے کہ تو اماموں پر لفظ اصحاب کا صادق نہ ہوگا تو حدیث اصحابی کا لفظ ہمیں سے سوائے حضرت علی اور حسین علیہم السلام کے اور یہ ائمہ کرام خارج ہو جائیں گے اور وہ نجوم کی تشبیہ سے مستثنیٰ کر دئے جائیں گے اور ان کی ائمہ باعث ہدایت نہ سمجھی جائے گی (نعوذ باللہ من ذلک) کون مسلمان ہے کہ ایسی بات زبان پر لائے گا اور ائمہ کرام کی نسبت ایسا خیال کر دیا پس ثابت ہوا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں اور نہ پیغمبر صاحب ضرور لفظ اہل بیت کا فرماتے اور بجائے اصحابی کا لفظ ہمیں سے مستثنیٰ کر دئے جائیں گے اور ان کی ائمہ باعث ہدایت نہ سمجھی جائے گی (نعوذ باللہ من ذلک) کون مسلمان ہے کہ ایسی بات زبان پر لائے تاکہ کوئی امام اس کے مصداق سے خارج نہ ہوتا یا ان ممکن ہے کہ حضرت شیعہ یہ جواب دیں کہ

ہے تو اس فریاد شہوت سے ہی نے لباس لوزین میں کہا ہے کہ تعین سماوی بنا برا ظہر احوال آست کہ ملاقات سورہ ہاشم

امام جو پیغمبر صاحب کے درو پیدا نہیں ہوئے اگرچہ باعتبار عالم اجسام لفظ اصحاب کے مصداق سے خارج ہیں مگر بلحاظ عالم ارواح کے اصحاب میں داخل ہیں :

تیسری دلیل

جو عبارت (من لم یغیر بعدہ) کی اس حدیث کے آگے زیادہ لکھی ہے اُس نے اس تاویل کا دروازہ بند کر دیا اور لفظ اصحاب سے اہل بیت کے معنی لینے کو منع کر دیا اسلئے کہ حضرت نے تو یہ خیال کیا کہ اگر اور کچھ الفاظ اس حدیث کے آگے نہ بڑھائے جاویں گے اور فقط ہذا صحیح کہہ کر یہ حدیث ختم کر دی جاسے گی تو سنہوں کی دار و گیر سے نجات نہ ملے گی اور حدیث اصحابی کا لہجہ کی صحت سنکر وہ جان آفت میں ڈال دیں گے اس لئے یہ الفاظ امام صاحب کی طرف سے بڑھادیئے کہ مراد اصحاب سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ تغیر و تبدیل دین میں نہیں کی اور جو مرتد نہیں ہوئے اور جو دوزخ کی طرف نہ کھینچے جائیں گے اور جن سے پیغمبر خدا ہزارہی اپنی ظاہر نہ کریں گے پس ان الفاظ سے بہار انقطاع تو کچھ نہ ہو اس لئے کہ ہم بھی ایسے تغیر و تبدیل کرنے والوں کو اور مرتد ہو جانے والوں کو اس حدیث کے مصداق سے خارج سمجھتے ہیں اور خلفائے راشدین اور انصار و مہاجرین کو گو ہزار طرح پر امامیہ مرتدین میں شامل کرنا چاہیں وہ شامل نہیں ہو سکتے کہ اسکا بیان تفصیلی بحث ارتداد صحابہ میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ان الفاظ سے ہم کو بہت ہی فائدہ ہوا اور حضرات امامیہ کی تاویل و تحریف کا حال اس سے کھل گیا اسلئے کہ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تو غیر کسی نہ کسی طرح پر وہ اپنا دل خوش کر سکتے تھے اور اصحاب سے مراد اہل بیت لے سکتے تھے لیکن ان لفظوں نے مجبور کر دیا کہ وہ کسی طور سے اصحاب سے اہل بیت مراد نہیں لے سکتے اس لئے کہ اگر حدیث اصحابی کا لہجہ میں مراد اصحاب سے اہل بیت ہوں تو جو الفاظ (من لم یغیر بعدہ) کے آگے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی اُن کی شان میں وارد ہوں گے تو معاذ اللہ معنی اس کے مطابق قولی شیعوں کے یہ ہوں گے کہ وہی اہل بیت مثل سائر کے ہیں جنہوں نے دین میں تغیر و تبدیل نہیں کی (و نقل کفر کفر نہ باشد) جو مرتد نہیں پس کس منہ سے اس حدیث کو شان میں اہل بیت کی کہیں گے اور کس طرح اہل بیت نبوی پر تہمت تغیر و ارتداد کی لگا دیں گے غرض ان الفاظ نے امامیہ کی تحریف کو ثابت کر دیا اور اُن کی تاویل کا دروازہ بند کر دیا۔ سمان اللہ کیا قدرت خدا کی ہے کہ جن الفاظ سے ہم پر الزم دیا جاتے تھے اُن سے خود ہی ملزم ہو گئے اور جو بھارت

ہمارے قائل کرنے کیلئے بڑھائی تھی اُس سے خود قائل ہو گئے پد شعر

مرد و شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ دوکان شیشہ گرنگست

جب علمائے امامیہ نے دیکھا کہ یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس حدیث میں اصحاب کے لفظ سے اہل بیت کے معنی نہیں بنتے تب مجبور ہو کر حدیث اسماعیلی کا لفظ کی صحت سے انکار کیا اور اس کے عدم صحت کا دعویٰ کر کے اپنا بیچھا چھوڑا ناچا ہا مگر ہزار شکر اس پر ہے کہ الفاظ حدیث سے انکار نہیں کیا اور اُس عبارت کو جو اوپر ہم نے نقل کی ہے نہیں جھٹلایا بلکہ صرف تاویل اور توجیہ معنوی کا کام فرمایا ہے اور فقط شبہات اور احتمالات سے اُس کی صحت سے انکار کیا ہے چنانچہ صاحب استقصا والا فہام نے جواب میں ملتہی الکلام کے لکھا ہے کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ دو حدیثوں کی نسبت سائل نے سوال کیا ایک حدیث اسماعیلی کا لفظ کی نسبت دوسری حدیث دعویٰ اسماعیلی کی نسبت اور امام موسیٰ رضا علیہ السلام نے ہذا صحیح اسکے جواب میں فرمایا پس یہ جواب صرف حدیث اخیر کی نسبت ہے نہ حدیث اول کی نسبت کما قائل دراز ملاحظہ ایما حدیث شریفین ظاہرست کہ آنچه مخاطب در ترجمہ آن گفته کہ امام رضا علیہ السلام حکم بصحت این ہر دو حدیث نمود غیر صحیحست زیرا کہ سرگز تصریح بصحت ہر دو حدیث درین روایت صراحتہ کہ مدلول کلام دست مذکور نیست بلکہ لفظ ہذا صحیح مذکورست و جائزست کہ آن متعلق بہر دو حدیث باشد اخیرت بیان فرمودہ اس جواب باصواب میں تین خطائیں ہیں (اول) عمود مجیب اس جواب کو یقیناً بیان نہیں فرماتا اور جائزست اور محتملست بجای واجب است یقینست کے استعمال کرتا ہے اور احتمال اور شک سے اس حدیث کے جس کی صحت میں بقول امام کچھ شک نہیں تکذیب فرماتا ہے (دوسرے) یہ احتمال بھی فقط احتمال ہی احتمال ہے اسلئے کہ جب سائل نے دو حدیثوں کی نسبت استہ کیا اور امام نے ہذا صحیح کہہ کر جواب دیا تو یقیناً یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت امام نے سائل کے قول کا تصدیق کی اور اس کا قول دو حدیثوں کی نسبت تھا اس سے دونوں کی صحت ثابت ہوئی رہا یہ احتمال کہ اگر امام دونوں حدیثوں کی صحت تسلیم کرتے تو نہ ان صحیحان فرماتے یہ قابل لحاظ کے نہیں

۱۔ اس حدیث کے ملاحظہ سے ظاہر ہے جو مخاطب نے اپنے ترجمہ میں لکھا ہے کہ امام موسیٰ رضا نے ان دونوں حدیثوں کی صحت کا حکم دیا ہے۔ یہ ترجمہ و مطلب لفظ ہے۔ کیونکہ مدلول کلام سے ان دونوں حدیثوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ آپ کا ہذا صحیح کہا

تجویر ہے اور میں ممکن ہے کہ یہ لفظ دونوں حدیثوں کے لئے ہو بلکہ میں ممکن ہے کہ اگرچہ سائل نے دونوں حدیثوں کے اسمے میں

ہے اس لئے کہ مقصودو مسائل کا واحد تھا یعنی قول نسبت مدح صاحب کے تو حروف اشارہ واحد کا مقصود واحد کی نسبت استعمال کرنا خلاف مہارو نہیں ہے (تیسرے) سائل نے دوسریوں کی نسبت استفسار کیا اور امام نے فقط بذراصح فرمایا اگر تم تسلیم بھی کریں کہ یہ جواب دوسری ہی حدیث کی نسبت ہے تو پہلی حدیث کا جواب کیا ہے کیا یہ کسی کے خیال میں آتا ہے کہ سائل دوسریوں کی نسبت سوال کرے اور امام ایک ہی کی نسبت جواب دیں اور دوسری کی نسبت لاو نعم کچھ بھی نہ فرمادیں اور اس کی صحت اور عدم صحت کی نسبت کچھ بھی زبان مبارک سے ارشاد نہ کریں اور ایک مجمل لفظ کہہ کر مسائل کو حیرت میں ڈالیں شاید حضرت امامیہ یہ جواب دیں کہ ائمہ کی شان یہی ہے کبھی کسی کو جواب صاف نہ دیں اور تفسیر کو کسی حالت میں نہ چھوڑیں اور ہمیشہ گول بات کے سوا کچھ ارشاد نہ فرمادیں خدا کے واسطے ذرا انصاف کرنا چاہیے کہ جس سائل نے امام سے سوال نسبت دوسریوں کے کیا جب اس کے جواب میں امام نے بذراصح فرمایا تو وہ کیا سمجھا ہوگا دونوں حدیث کی نسبت یا ایک ہی حدیث کی نسبت اگر وہ ایک ہی حدیث کی نسبت سمجھتا تو یا امام کی ان لفظوں کا یہی مطلب ہوگا یا معاذ اللہ امام نے اس کو جان بوجھ کر مجمل لفظ کہہ کر دھوکے میں ڈالا ہوگا لیکن اگر ہم اس روایت میں امام کی تصدیق بہ نسبت دوسری ہی حدیث کے سمجھیں تو بھی حضرت شیعہ کی جان نہیں بچتی اس لئے کہ قطع نظر اس روایت اور اس کتاب کے اور روایتوں سے بھی صحت مضمون حدیث اصحابی کا انجوم کی ہوتی ہے پس اگر علمائے امامیہ اس روایت میں اس حدیث کی تکذیب کریں تو اور امام حدیث کو کیا کریں گے اور کہاں تک ائمہ کرام کے قولوں کو جھٹلا دیں گے چنانچہ اب ہم اس حدیث کی صحت دوسرے طریق سے ثابت کرتے ہیں ملاحدہ آملی اشاعشری نے جامع الاستفسار میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (انا کالشمس و علی کالقمر و اصحابی کالنجوم) ایہم اقتداء تیمم استہ تیمم کہ مثل سورج کے ہوں اور علی مثل چاند کے اور میرے اصحاب مثل ستاروں کے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے معلوم نہیں کہ اس حدیث کو دیکھ کر کیسا شعلہ جاں سوز علمائے امامیہ کے سینے سے نکلے گا اور خبر نہیں کہ یہ شہزادے ان کے مخرمن عقل و خرد کو کیسا جلا دے گا ہاں اس کی بھی تاویل کریں گے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہیں اس کا جواب ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور اب بھی بیان کرتے ہیں لیکن قبل جواب دینے کے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جب اس حدیث کی صحت ثابت ہوگئی، تو عہدوں اخبار میں جو امام موسیٰ رضا کے جواب سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے اس کا کس مُد

سے انکار کریں گے اور جو عبادت زائد من لم یغیر بعدہ) اس روایت میں ہے کہ اس کو نشان میں اہل بیت کی کیونکر صادق سمجھیں گے اب اس تاویل کو جو اس حدیث کی نسبت ہے غور سے سنئے کہ جو تقریر اس علامہ اثنا عشری نے کی ہے وہ اس امر پر وال ہے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں اس لئے کہ اوپر اس حدیث کے یہ بیان ہے کہ نبوت مثل نوراً فتاب کے ہے، اور امامت مانند چاند کی روشنی کے اور علم علما کا مانند چمک ستاروں کے و نہ بجارتہ بلقظہ اور ورفی اصطلاحاً المقوم تسمیۃ الولاية بالشمیۃ والقرنیۃ والمراد بہا ولاية النبی وولاية الولی ونسبت العلماء الیہا تسمیۃ النجوم الی القمر والشمس الی قولہ فلقد تک لا یکون للعلماء قدرۃ ولا نظیر مع وجود الاوصیاء وانوار ہم من حیث الولاية ویؤید ذلک ما اشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقولہ انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم باہم اقتدیم اقتدیم) پس ظاہر ہے کہ ائمہ کرام اوصیاء میں داخل ہیں نہ علماء میں اور تشبیل نجوم کی علماء پر صادق ہے نہ اوصیاء پر تو اس علامہ کی تقریر سے ظاہر ہوا کہ حدیث اصحاب کا نجوم میں اصحاب سے مراد اہل بیت نہیں ہیں بلکہ علماء ہیں اور اس سے ہمارے دونوں مطلب ثابت ہو گئے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مراد لفظ اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں اگر اس روایت پر میری نہ ہو مے اور حضرات امامیہ کو اپنے اور بزرگوں کی تصدیق سننے کی خواہش ہو تو اور بھی سنیں اور تیسرے طریق سے اس حدیث کے مضمون کی صحت پر سند لیں شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں لکھا ہے کہ (حدیث محمد بن الحسن احمد الوالیہ رحمہ اللہ قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار

ملہ اس حدیث کے ذکر ہونے سے کتب امامیہ میں حدیث اصحاب سے اس کا بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ جو تحریریں امام شافعیان علی عا صاحب اور ان کے دینی بھائی نور الدین کے ہوئی ہیں وہ اس پر شاہد ہیں جم انتحاب اس کا یہ رسالۃ الملائب فی ردیۃ الغائب الغرابت مطبوعہ ۱۲۶۵ھ سے نقل کرتے ہیں وہ ہونہ۔ انتحاب خط سبحان علی عا بنام مولوی نور الدین منقولہ صفحہ ۱۶۔ رسالۃ الملائب چنانچہ علی بی بیان از لہدن سند حدیث اصحابی کا نجوم وہ حرق شیعہ و تحریر علم دریافت ہوا شہد امام تلمذ مدرسہ گروہر چنگ و چنان سند پیدا کردہ ہر کلمہ جنہا ماہیت در طریق شیعہ یافتہ شود باز مراد کلام سنگ قرآن در جواب از مولوی نور الدین منقولہ صفحہ ۱۶۶۔ ایضاً میر تقی او قزوینی صاحب ان مہر سانیوں سند حدیث نجوم کہ نامبدا اتفاقاً قنادہ جملہ نامہ مستطرد فقیرہ بعضی از مہملات بکار دہہ ہوا دم کے بعضی از مستشرقین نوشتہ اند کہ حقیقت ایست کہ اس حدیث از جملہ ما اقرینا تخریج لفظہ دان ماہ نیانہ آئے لواعبب تخریج معنوی مبادت کردہ اند کہ اس حدیث را بر اہل رست فرود آرد و در رستہ مکتات حسین و سرگردان ماند و در یافت کہ حضرت خاتم المرسلین کسلفہ انجوم جاہت فرمودہ اند کہ حال شان در زمان سعادت توائل آید و بعد از وفات شریف بر چہ و آمد ہونہ کسانیکہ مصلحت آستہم کفر و اثم از داو کلا گرویدہ الی قولہ ونبہہ را حیرتہ کہ در حضور لہ

عن الحسن بن موسی الخشاب عن غیاث بن کلوب عن اسحق بن عمار عن جعفر بن محمد عن اباہ علیہم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یدہ تم فی کتاب اللہ عزوجل قال عملکم بہ لا یغدرکم فی ترکہ ما لم یکن فی کتاب اللہ عزوجل وکانت فیہ السنۃ منی فلا یغدرکم فی ترکہ سنتی و ما لم یکن سنتی منی لئلا قال اصحابی فتقولوا بہ انما مثل اصحابی فیکمل کمثل النجوم ایسا اغدا سنتی باسی اقاویل اصحابی اغذ تم بہتیم و اختلاف اصحابی لکم رحمۃ یعنی امام جعفر صادق نے فرمایا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پاؤ تم خدا کی کتاب میں اس پر عمل کرو کوئی عذر تمکو اس کے ترک پر نہیں ہو سکتا اور جو کچھ میرے اصحاب نے کہا ہو کیونکہ میرے اصحاب تمہارے بیچ میں ایسے ہیں جیسے کہ ستارے جس طرح پر جس کسی ستارے کو کوئی لے لے راہ پر پہنچ جائے گا اسی طرح پر میرے اصحاب ہیں جس کسی قول کو میرے اصحاب کے تم لے لو گے ہدایت پاؤ گے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے واسطے رحمت ہے اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں اس لئے کہ علامہ طبری نے احتجاج میں اور موطا باقر مجلسی نے بعد الاقوال میں اس کی تصدیق کی ہے پس یہ حدیث معنا مطابق حدیث سابق کے ہے بلکہ اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کا فقرہ اور زیادہ ہے پس انکار حدیث سابق سے جو عیون اخبار میں مذکور ہے تکذیب امام موسیٰ رضا کی ثابت ہوتی ہے لیکن اگر ہم اس حدیث کو جو عیون اخبار میں مذکور ہے کان لم یکن سمجھیں اور اسی حدیث کو جو معانی الاخبار سے ہم نے نقل کی صحیح مانیں تب بھی مطلب ہمارا فوت نہیں ہوتا اس لئے کہ جو الفاظ اس حدیث کے ہیں وہ بھی موید ہمارے قول کے ہیں، باقی رہی تاویل و تحریف علامتہ امامیہ کی اسکی نسبت بھی ہم بحث کرتے ہیں اور جو کچھ تاویلات انہوں نے کئے ہیں اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ شیخ صدوق نے اس حدیث کو جس طرح اُدھر ہم نے

قرینہ (عاشی) امرت اذ ان جبے کہ ہر اقتدار فلان و فلان لا یغدرکم فیہ لکن حجت اذانت کہ بعدا اللہ امرت بدو چیز عظیم اللہ علیہ قرآن
حجت اشرا یعنی کہ اصحاب میں مثل ایہذا کما ان و ملائکہ و مقادیر ان مسود خرم ہدایت اندہر کہ اذنا کنید لا وہی و نہات مخلوق یا ف
دستی ہا میدہ جہ محل الریۃ باشد ہر حجت آ کہ بیٹے از علماء می گویند کہ ملو المیت یہ وہ زمین ہر بیٹے از اشد آمار کہ عظمت
الشیخ ابن ابویہ غالباً وہ بیہ نقل کردہ تشبیہ ہارندہ رتیموت قطع نظر از این تنافذ مذکور حدیث اول ہم معارضے شود والا
ایہ کہ ایہ بزنگوں قابل شیخ تا یکہ معاذ اللہ حال اہل بیت ہم مانند اہماب ہند کہ جیسے ہر ماہ احداث و دستہ و بیٹھے
بہر حال غرض اس سبب مانندہ و لم یقل ہا صالی قولہ لہذا حیرت بندہ وہ فیباب نسبت بہ حیرت جناب مسافرا خواہ بود سخت
حیرت الظلام کہ کہنے کے دستہ لکم ایہم ایہم ایہم ارتقاد کلب جسگر خرم ہر جیسے خود دستہ بقصدائے بشریت نیستوان گنت

نقل کیا لکھ کر یہ الفاظ اور بڑھا دیئے ہیں (مقتیل یا رسول اللہ من اصحابک قال الہیبتی) کہ جب حضرت
 پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اصحاب میرے مثل ستاروں کے ہیں اور ان کا اختلاف رحمت ہے تب پوچھنے
 والے نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کے اصحاب کون ہیں حضرت نے جواب دیا میرے اہل بیت انہیں الفاظ
 پر صاحب استقصا نے اپنے جواب کو جو حدیث سابق کی نسبت ہے استدلال کیا نجا اور حدیث
 سابق کا ان لفظوں سے جواب دیا ہے (ہیں) اگر در حدیث بیون جواب آنحضرت متعلق میر دو حدیث
 باشد ومعناش ان باشد کہ ازیں حدیث نجوم ہم مراد اصحاب اند مخالفت و منافقت با حدیث معانی النفا
 و امثال آن لازم می آید لہذا یا لیداہت قطعاً ثابت شد کہ جواب امام رضا علیہ السلام متعلق میر دو حدیث
 نیست بلکہ آنحضرت فقط عمال حدیث و عوالی اصحابی بیان فرمودہ و تفسیر ان باصحابیک متغیر و تبدل نہ
 شد نہ نمودہ رنگ شبہ از خاطر اہل ایمان زدودہ) لیکن اس جواب میں بھی چند نقص ہیں (اول) ہم
 اس عبارت تا نہ کہ صحیح نہیں سمجھتے اور اس کو تحریف شیخ صدوق کی جانتے ہیں کہ حضرت نے اپنے
 مذہب کے موافق یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں اور یہ صرف ہم اپنی بد فطنی سے نہیں کہتے اور ہم شیخ صدوق
 پر تہمت نہیں لگاتے بلکہ خود انہیں کے علماء ان کی نسبت ایسا خیال کرتے ہیں اور ان کو تحریف
 کے فن میں استاد جانتے ہیں اگر کسی کو شک ہوئے تو وہ ملا باقر مجلسی کی بجا رالافوار کو دیکھے کہ ملا
 موصوف نے شیخ صدوق کی نسبت کیا فرمایا ہے ایک عیث میں جو ابی بصیر سے الفاظ اشارہ اشارہ کے
 معنی میں منقول ہے صدوق صاحب نے تحریف کی اور الفاظ حدیث کو کم زیادہ کر دیا اور جن لفظوں سے
 کافی میں منقول تھے نقل نہ کیا اس پر ملا باقر مجلسی نے یہ الفاظ شان میں حضرت کے لکھے ہیں (۲)
 الخیر یا خود من الکافی و فیہ تغیرات عجیبہ لورت سو۶ النطن بالصدق وانما فعل ذلک لیوافق
 مذہب اہل العدل و فی الکافی بکذا الخ) کہ یہ غیر کافی سے لی گئی ہے اور اس میں عجیب تغیر و تبدل اس
 لئے کی ہے کہ اہل عدل کے مذہب کے موافق ہو جائے اور الفاظ حدیث کافی کے اس طرح پر ہیں
 فقط کہ اس کو لکھ کر ملا مجلسی نے الفاظ حدیث کافی کے نقل کئے ہیں پس باقر ملا باقر مجلسی کے ثابت
 ہوا کہ حضرت شیخ صدوق ذرا ذرا بات پر الفاظ حدیث کے بدل دیتے تھے اور واسطے موافق کرنے ساتھ
 ملہ اگر حدیث بیون" نیز آنحضرت کا جواب دونوں احادیث سے متعلق ہوا تو اس کے معنی یہ ہونگے حدیث بیون نجوم سے بھی صحابہ
 مراد ہیں اور یہ حدیث معانی الاضہار کے مخالف و متقار ہے۔ اس لئے یہ اتنا ثابت ہوا کہ امام موسیٰ رضا کا جواب دونوں احادیث سے
 متعلق نہیں ہے بلکہ آپ نے حدیث "سوال اصحابی" بیان فرمائی اور اس سے وہ اصحاب مراد لئے جنہیں تغیر و تبدل نہیں کیا
 یہ بیان کر کے آپ نے موصوف کے ولی پر رنگ کے فتوات کے پوائے مستقبل فرمادی ۳

اپنے مذہب کے اماموں کی احادیث میں تغیر و تبدل کر دیا کرتے تھے پس اگر اس حدیث میں جس سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور جسکی سمت سے کل مذہب ہی باطل ہوا جاتا ہے کچھ الفاظ لڑ کر دیتے ہوں تو کیا عجیب ہے بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ ضرور انہوں نے آخر فقرہ بڑھا دیا ہے اور کہوں بڑھاتے اسلئے کہ اگر حدیث کو انہیں لفظوں پر ختم کر دیتے اور اصحاب کا پیغمبر صاحب کی زبان سے مثل اسوں کے ہونا اور ان کی اقتدار کرنا تسلیم کر لیتے تو پھر اپنے مذہب کو کس طرح بچاتے اس لئے ہم بھی ملا باقر مجلسی صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں اور حضرت شیخ صدوق کے حق میں اس حدیث میں الفاظ زائد کرنے کی نسبت وہی الفاظ کہتے ہیں کہ (انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل) لیکن اگر کسی کو اس پر اطمینان نہ ہو اور باوجود اقرار ملا مجلسی کے صدوق کی تحریف و تغیر پر یقین نہ آئے تو ہم چند دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں کہ الفاظ (فعلیل یا رسول اللہ من اصحابک فعال اہل بیتی) بڑھا ہوئے ہیں۔

پہلی دلیل یہ مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر اپنے ایک سالے میں فرماتے ہیں کہ اصحابی کا لفظ معاصرتاً یا پہلی اور چہستان تھی کہ جس کے پوچھنے کی ضرورت ہوتی اور سننے والا نہ سمجھتا، اور الفاظ من اصحابک استفسار کرتا پس یہ سوال خود اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اپنی طرف سے بڑھایا گیا دوسری دلیل یہ اس حدیث سے اختلاف اصحاب کا ثابت ہوتا ہے اور موافق اصول شیعوں کے اہل بیت ملو لینا جائز ہوگا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے فقرے کے کیا معنی ہوں گے؟ چنانچہ خود اس حدیث میں بعد ان الفاظ کے جو ہم نے نقل کئے شیخ صدوق صاحب یہ فرماتے ہیں کہ (قال محمد بن علی مولف مذاکتاب ان اہل بیت علیہم السلام لا یختلفون و لکن یفتون الشیعۃ بالحق وانما افتوہم بالقیۃ فما یختلف من قولہم فیہم القیۃ والقیۃ رحمۃ للشیعۃ) کہ مولف اس کتاب کا کہتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام تو کچھ اختلاف نہیں کرتے بلکہ اپنے شیعوں کو صحیح فتویٰ دیتے ہیں البتہ کبھی کبھی کوئی فتویٰ قیے سے بھی کر دیتے ہیں پس اختلاف سے مراد قیے سے مراد قیے شیعوں کے حق میں رحمت ہے اگرچہ صدوق اور ان کے پیرو اس جواب پر ناز کریں مگر کوئی اہل عقل اس جواب کو پسند نہ کرے گا اس لئے کہ قیے کے معنی ہیں سچ بات کو بسبب خوں کے چھپانا اور جھوٹے کو ظاہر کرنا پس حضرات امامیہ کے سوائے دو سزاگونہ جو قبوٹ لولنے کو رحمت سمجھے گا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے حدیث کو قیے پر محمول کرے گا۔ لیکن اگر ہم اختلاف کو قیے پر منحصر سمجھیں تو گو یا حدیث کے معنی ہوتے کہ میرے اہل بیت کے جس قول پر کوئی عمل کرے گا وہ ہدایت پائے گا اگرچہ وہ قول باہم مختلف

ہوں اور ایک دوسرے سے مخالفت ہوں اس لئے کہ اختلاف میرے اہل بیت کا رحمت ہے فقط اور یہ ظاہر ہے کہ ہزار ہا اہل حدیث اور اقوال اماموں کے ایسے ہیں کہ جنکو اہل سنت ملتے ہیں اور حضرت امامیہ ان کو قتیے پر محمول کرتے ہیں لیکن جب قتیہ رحمت میں شمار کیا گیا تو سنیوں کا ان اقوال پر عمل کرنا جو اماموں نے براہ قتیہ کے فرقے میں ہدایت ٹھہرا دیا اگر قتیہ کے قولوں پر عمل کر نیوالے خطا پر ہوں اور گمراہ ٹھہرائے جاویں تو پھر معنی ان الفاظ کے کہ ربای اقادیل اصحابی اخذتم استہدتم واختلفت اصحابی لکم رحمتا کے کیا معنی ہوں گے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ایسا یہ کہ اس نے جو اقوال اور احکام براہ قتیہ کے فرقے میں وہ مجمل اور مشترک المعنی نہیں ہیں بلکہ نہایت صاف اور صریح ہیں اور یہ بھی کوئی نہ سمجھے کہ انہوں نے وقت کہنے ان اقوال اور دینے ان احکام کے اس کا خیال نہیں کیا کہ پوچھنے والا اور سننے والا لکڑا ہو گا بلکہ جان بوجھ کر سوچ سمجھ کر ان اقوال کو فرمایا ہے کہ پوچھنے والا اس پر یقین کرے اور کسی طرح پر اس کو اس قول کی صداقت میں شبہ نہ رہے جیسا کہ علامتہ امامیہ نے اس کو خود بیان کیا ہے چنانچہ میرے بقدر امانہ ان النبیاء میں فرماتے ہیں کہ جو فتوے ائمہ کرام نے موافق قاعدہ قتیہ کے دیئے ہیں کہ ان سے عرض تعلیم ہے تاکہ اسکا جوڑ بیان کیا جائے کہ وقت ضرورت کے اس پر عمل کیا جاوے اور با امید اسکے کہ مومنین کو حق بات بتلا ہی دی گئی ہے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو ایسے پوچھنے والے نے پوچھے کہ اپنے باطل مذہب پر فریفتہ تھا اور اپنے دین کج پر اٹلے درجے کا فلور رکھتا تھا تو ایسے شخص کو ائمہ کرام نے اسی کے دین و مذہب کے موافق فتوے دیدیئے اسلئے کہ نہ اسکی ہدایت پانے کی امید تھی نہ براہ راست پھرانے کا یقین تھا پس جب اماموں نے خود دیدہ و دانستہ پوچھنے والے کو فتویٰ اس کے دین و مذہب کے موافق بتلا دیا تو گو وہ فتویٰ مخالفت اور دایتوں کے ہو لیکن بر نسبت اختلاف اصحابی لکم رحمتا کے پوچھنے والے کے حق میں رحمت ہو گیا اور بمقتضائے حدیث عیون اخبار کی تکذیب پر یہ دلیل بیان کی ہے کہ اگر وہ حدیث صحیح ہوئے تو مخالفت دوسری حدیث سے جو معانی اخبار میں مذکور ہے لازم آتی ہے یہ دلیل بالکل پوچھ ہے اس لئے کہ اگر عبارت زائد پر جو شیخ صدوق نے بڑھا دی ہے لحاظ نہ کیا جائے تو دونوں حدیثوں کا مضمون موافق ہوتا ہے نہ مخالفت اس لئے کہ عیون اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں اصحابی کا لجم یا یہم اقتدتم استہدتم اور معانی اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں ان مثل اصحابی فیکم مثل النجوم یا یہا انما ہندی الہمام

نہیں بانستے کہ دونوں حدیثیں باعتبار معنی کے کیونکر مخالف ہیں باقی رہی بحث عبارت زائد فقہل
 یارسول اللہ من اصحابک کے اس کو ہم تحریریت شیخ صدوق کی سمجھتے ہیں اور اسکے دلائل ہم اوپر
 بیان کر چکے ہیں پس اگر ہم تسلیم کریں کہ جو حدیث اصحابی کا انجوم کو امام موسیٰ رضانے موضوع اول
 غیر صحیح فرمایا تو جب اس کی صحت امام باقر علیہ السلام کے بیان سے ہوتی ہے تو ایک امام کے قول سے
 دوسرے امام کی تکذیب لازم آتی ہے ہاں اگر معانی اخبار کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا کہ حدیث
 اصحابی کا انجوم معنی موضوع اور غلط ہے تو ہم صاحب استقصا کے جواب کو ان کے اصول کے
 مطابق تسلیم کر لیتے لیکن جب اس سے بھی اس کی صحت ثابت ہوتی ہے تو ہم نہایت تعجب
 کرتے ہیں کہ مؤلف موصوف نے حدیث معانی اخبار کے بیان کرنے میں سوائے اس کے کہ حدیث
 اصحابی کا انجوم کی صحت کو ایک دوسرے امام کے قول سے ثابت کر دیا کہ کیا فائدہ اپنے واسطے
 تصور کیا تھا علاوہ بریں خود کرنے کی بات ہے کہ اگر پوچھنے والا یہ سوال نہ کرتا کہ اصحاب سے
 مراد کون لوگ ہیں تو کیسی کو نہ معلوم ہوتا کہ اصحاب سے مراد اہل بیت ہیں پس کیونکر قیاس میں
 آدے کہ اگر پیغمبر خدا یہ حدیث شان میں اہل بیت کی فرماتے تو وہ ایسا لفظ استعمال کرتے جس کا
 اطلاق صرف اہل بیت پر نہ ہوتا اور کیونکر عقل قبول کرے کہ اصحاب کے لفظ کو سائل نہ سمجھا ہو گا اور
 ان سے اس کے معنی حضرت سے پوچھے ہوں گے اس لئے کہ ہم اکثر احادیث میں دیکھتے ہیں کہ
 لفظ اصحاب کا آیا ہے اور پھر کسی ایک میں بھی ایسا سوال نہیں دیکھتے مثلاً حدیث (دعوانی اصحابی)
 کو دیکھنا چاہیے کہ خود صاحب استقصا اس کو صحیح بتلاتے ہیں اور امام موسیٰ رضانے تصدیق
 کو اسی پر ختم کرتے ہیں تو اس کے بعد یہ عبارت نہیں ہے (فقہل من اصحابک) تو کیونکر ہم جانیں
 کہ کبھی کسی شخص نے اصحاب کے لفظ کو پیغمبر صاحب سے سن کر اس کے معنی نہ سمجھا اور بدول اس
 کی شرح دریافت کرنے کے سامع سے نہ رہا گیا و ہذہ (ما یضحک علیہ الصبیان) (چونھی دلیل
 اگر ہم اس عبارت زائد کو جو معانی اخبار کی حدیث میں ہے موافق قول صدوق کے تسلیم بھی
 کریں اور بیون اخبار کی حدیث کو معانی اخبار کی حدیث سے مخالف ہونا بھی قبول کریں تب
 بھی صرف اس وجہ سے کہ دونوں میں مخالفت ہے یہ کیا ضرور ہے کہ بیون اخبار کی حدیث کو
 غلط ٹھہرائیں بلکہ ٹھہرانے کی ضرورت ہی نہیں ہے فقط اخیر کا بایا ہوا فقرہ در کہ کے دونوں حدیثوں کا اختلاف
 حد کو دین علاوہ بریں مہکرو صاحب استقصا کے اس امر سے نہایت تعجب آتا ہے کہ وہ اختلاف کے سبب
 ایک حدیث کو غلط ٹھہراتے ہیں اس لئے کہ حضرت محمدؐ میں اور علمائے ایسی احادیث ادا تو ال نہیں بیان کے کہ جبکہ اختلاف پر تعجب

ہر دوسرے انکرام اسی کا افسوس کرتے رہے مجتہدین متاخرین اسی غم میں مر گئے اور اس حدیث کا اختلاف دور نہ کر سکے ہیں جب اختلاف درجہ غایت پر پہنچ گیا ہوا اور باوجود مسامحہ جمیلہ متقدمین کے اس کا رفع ہونا محالات میں سے ٹھہر گیا ہو تو ایک دو حدیث کے اختلاف پر کیوں اس قدر افسوس ہے تعجب ہے صاحب استقصا کی ذات سے کہ حضرت نے اپنے امام اعظم طوسی کا قول ملاحظہ نہیں فرمایا کہ جس میں اقرار کیا کہ فقط کتاب تہذیب میں پانچ ہزار سے زیادہ حدیثیں ہیں جو باہم متعارض اور متناقض ہیں اور جن کا تعارض ہزار تا دہائی اور تحریف معنوی سے چھپانا چاہا اور نہ چھپ سکا چنانچہ ان کے امام اعظم کی تقریر جو صاحب فوائد مدیر نے نقل کی ہے یہ ہے۔ (وقد ذكرت ما رو عنهم عليهم السلام من الاحاديث المختلفة التي تخص الفقه في كتاب المعروف بالاستبصار في كتاب تہذیب الاحکام ما يزيد على خمسة آلاف حدیث وقد ذكرت في اكثرها اختلاف الطائفة في العمل بها وذلك اشهر من ان يخفي) اور یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صرف راویوں کے سبب سے ہے بلکہ حضرات امامیہ اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ اختلاف خود ائمہ کی طرف سے ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ کوئی مٹی سخت زیادہ ہم پر اس سے نہیں ہے کہ ہمارے آپس میں بڑا اختلاف ہے تب امام نے جواب دیا کہ یہ اختلاف میری طرف سے ہے اور اسی میں بروایت زرارة کے لکھا ہے کہ اس نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت امام نے اس کو کچھ جواب دیا اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اس کو بڑا اختلاف پہلے جواب کے جواب دیا کہ بچہ تیسرا شخص آیا اس کو دونوں جوابوں کے برخلاف جواب دیا جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تب میں نے کہا کیا ابن رسول اللہ اس کا کیا سبب ہے کہ دو آدمی اہل عراق سے آئے اور وہ دونوں آپ کے شیعوں میں سے تھے اور آپ نے دونوں کو جواب ایک دوسرے سے خلاف دیا ہے امام نے فرمایا کہ یہی ہمارے حق میں بہتر ہے اور اسی میں ہماری تمہاری خیریت ہے اگر اس میں تم سب مختلف نہ ہو اور ایک بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ تم کو نہ چھوڑیں اور تم زندہ نہ رہنے پاؤں اور پھر زرارة کہتا ہے کہ جب امام جعفر صادق سے اس امر کو میں نے پوچھا تو انہوں نے بھی اپنے پدر بزرگوار کے موافق جواب دیا اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ فقط ایک مسئلے میں دو تین ہی مختلف تھے و ہذہ عبارة عن محمد بن بشیر بن یزید عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لارادیس حتی اشد علی من اختلاف اصحابنا قال ذاک من قبلہ ۱۶۰ و ہذہ عبارة عن فلانة عن ابی جعفر قال قال سالت عن مسألة فاجابني قال ثم جازلني

احکام ائمہ کرام دیا کرتے تھے بلکہ ستر تک لوہیت پہنچتی تھی جیسا کہ بحار الانوار میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ امام موصوف فرماتے ہیں کہ میں ایک بات میں ستر پہلو رکھتا ہوں جس سے چاہوں نکل جاؤں غرض کہ ان اختلافات کو کوئی کہاں تک بیان کرے جس کو اس باغ کی بہار دیکھنا ہو وہ (باب کمان الدین عن غیر اہلہ) کو بحار الانوار سے نکال کر ذرا میرے پاس جیکے اختلاف امارت کا یہ حال ہوا وہ خود حضرت ائمہ ایک بات میں ستر بات پیدا کرتے ہوں اور ایک وقت میں ایک سوال کے جواب میں اپنے مظلوم شیعوں کو ایسے مختلف جواب دیتے ہوں جنہیں سے ایک کو دوسرے سے نسبت ہو اور اسی میں اپنی اور اپنے شیعوں کی خیریت سمجھے ہوں تو پھر صاحب استقصار دو حدیثوں کے اختلاف پر کیوں تعجب کرتے ہیں اور کس لئے ان کی تطبیق کی فکر فرماتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف ان منافقوں اور جھوٹوں نے کیا ہے جنکو ائمہ اپنے پاس آنے نہ دیتے تھے اور وہ ائمہ کو بدنام کرتے تھے اور اپنی طرف سے حدیثیں اور باتیں بنا کر ان کی طرف منسوب کرتے تھے اور ائمہ کرام ان سے بیزار می ظاہر کرتے تھے اور ان پر لعنت کرتے تھے اور ان کو کاذب اور ملعون کہتے تھے اور وہ اپنی جھوٹی بنائی ہوئی باتوں کو ائمہ کی طرف منسوب کرتے تھے اور اس امر کو ہم آئندہ شیعوں کی کتابوں سے ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسری شہادت : صحیفہ کاملہ میں جس کا ایک ایک لفظ حضرات امامیہ کے نزدیک صحبت اور اعتبار میں کم از الفاظ قرآنی نہیں ہے لکھا ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پر غیر خدا علیہ التعلیٰ والثناء کے اصحاب اور ان کے تابعین کی نسبت ان لفظوں سے دُعا کرتے تھے (اللہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلغوا البلا والحسن فی تصریحہ) الا کہ خداوند رحمت نازل کرے اور پر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص

ابیعہ شیخ افسار عنہما فاجاب بخلاف الہدایت و اجاب صاحبہ فلما خرج الرجل من عند رسول اللہ رحلان من اہل العراق من شیعک تم شہادت کل واحد منہا بغیر واجب بالآخر فقال یازرۃ ان لہ غیرنا والقی لنا وکم لو اجتمع من امر واحد لقد کم الناس ولکان اقل بقائنا وبقائکم فعات لابی عبداللہ شیعکم او مملوہم علی الاستہد علی الداء لعلوا ہم یخرجون من عندکم منہم من قال فکنت احدت کلمت مرات فاجابہ مثل جواب امیر ۱۲ لہ و ذہ الفناظ عن ابی عبداللہ قال انی لا کلم شیعیین وجہا لہ فی کلم الخرج ۱۲ لہ ولا نعہ و اسرھا الی وفاتہ و ساقولوا دعوت و استجابوا لہ حیث استمعہم حجۃ رسالۃ وفاتہ قوا الذواج والذواج فی انہا کلمۃ و قوا الذواج والذواج فی تہیت نبوۃ و انصر و اب و من کانا منطوین علی صیبتہ یوجون نجاتہ من یجود فی مودۃ والذین یجرتہم العشاء

کراؤ پورا ان اصحاب کے جنہوں نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا اور جنہوں نے سب طرح کی مصیبتوں اور ایذاؤں کو اُس کی اعانت میں گوارا کیا اور جنہوں نے مل کر اس کی مدد میں کوئی دقیقہ چھوڑا اور جنہوں نے اس کی رسالت کے قبول کرنے میں بڑی جلدی کی اور اس کی دعوت کی اجابت میں سبقت کی جب ان کو پیغمبر خدا نے اپنی پیغمبری کی حجتیں بتائیں انہوں نے بلا توقف قبول کیا اور اُن کے کلمے کے ظاہر کرنے میں اپنے لڑکے بالوں جو رو بچوں کو چھوڑا اور اُن کی نبوت کے ثابت کرنے میں اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا جب انہوں نے پیغمبر کا واسن پکڑا تو اُن کے کہنے قبیلے کے لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور جب وہ پیغمبر کے قرابت کے ساتھ میں آئے تب اُن کے رشتہ داروں نے اُن سے رشتہ توڑ دیا پس خدا یا امت بھولنا تو اُن باتوں کو جو پیغمبر کے اصحاب نے تیرے واسطے اور تیرے پیچھے چھوڑا اور اسی کر دینا اُن کو تو اپنی رہنا مندی سے واسطے کہ انہوں نے خلق کو تیری طرف جمع کر دیا اور تیرے پیغمبر کے ساتھ دعوت اسلام کا حق ادا کیا الہی وہ شکر کرنے کے لائق ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم اور کہنے کے گھر اور اپنے وطن کو تیرے پیچھے چھوڑا اور عشر و آرام کو ترک کر کے ضیق معاش کو تیرے لئے اختیار کیا اور خداوند اُن کے تابعین کو جزائے خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہماری مغفرت کر اور ہمارے اُن بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں کیسے تابعین جو اُن اصحاب کی چال پر چلتے ہیں اور اُن کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور اُن کی ہدایت کی نشانیوں کی اقتدا کرتے ہیں جن کو کوئی شک اُن کی نصرت میں نہیں ہوتا اور جن کے دل میں کوئی شبہ اُن کے آثار کی پیروی میں نہیں آتا کیسے تابعین جو معاون اور مددگار اصحاب کے ہیں اور جو اپنا دین اُن کے دین کے موافق رکھتے ہیں اور جو اُن کی ہدایت کے مطابق ہدایت پاتے ہیں اور اصحاب سے اتفاق رکھتے ہیں اور جو کچھ اصحاب نے اُن کو پہنچایا اس میں اُن پر کچھ تہمت

(بقیہ حاشیہ) اذ اتعلق العروت وانت منهم القربان اذا سکنوا فی ظل قرابتہ فلا تسلم الہم الہم بترکوا تک و تک و ارضہم من ذنوبکم و ہما ما شاق لخلق علیک و کلا ماع روتک ما تک الیک و شکرہم علی حیرم نیک و یز قومہم و خردہم من سعة العیش الی غلیظہ و من کورت فی اعزاز و نیک من مظلومہم الہم و اوسل الی التابعین الہم باحسان الذین یتقون ربنا اظفر لنا و لا تخوانا الذین سقوا بالایمان خیر جزئنا الذین قصروا استہم و یجروا و حیرہم و مضوی علی شاکتہم لم شینہم ربیب فی بصیرتہم و لم تخلمہم شکلی فی قضاؤنا شامہم و لا یتام سہلۃ یتامہم مکرانین و موازین الہم یدنیون بدنیون بدنیہم و یتبدون بہدیم یتفقون مینہم و لا مواہم فیہا و ادا الہم علیہم و صل علی التابعین من یوستہذا الی یوم الدین و علی اذواجہم و علی ذریعہم ۱۰۱

نہیں کرتے ہیں اور خُدا یا جنت نازل کر ان اصحاب کی تبعیت کرنے والوں پر آج کے دن سے جس میں ہم ہیں قیامت تک اور ان کی ازواج اور ذریعہ پر فقط۔ اے مسلمانو اس دعا کی لفظوں پر خیال کرو اور ان کے معنی غور سے سوچو اور سمجھو کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا میں کن لفظوں سے پیغمبرِ سابق کے اصحاب کو یاد فرمایا اور ان کے محامد اور اوصاف کو کس خوبی سے بیان کیا ہے اور ان کی کوششوں اور مصیبتوں کو چوراہہ خدا میں اٹھائیں کس طرح پر ظاہر کیا ہے اور ان کے حق میں کس سوزِ دل سے دعا فرمائی ہے کون شخص سے کہ جو دعویٰ ایمان اور اسلام کا رکھتا ہو وہ بعد سننے اس دعا کے پھر صحابہ کی فضیلت میں شک کرے گا اور کون آدمی ہے کہ جو ائمہ کرام کی امانت کو اصولِ دین سے سمجھتا ہو گا اور ان کے قول اور فعل پر عمل کرے نیک دعویٰ رکھتا ہو گا وہ امام کی زبان سے ایسی تعریفیں صحابہ کی سنکر ان کا معتقد نہ ہو گا پویشیدہ نہ رہے کہ جب ہم صحابہ کے فضائل میں احادیث اور اقوال کو اپنی کتابوں سے نقل کرتے ہیں تو حضرات ان کو مومنوع اور غلط کہہ دیتے ہیں اور جب ان کی کتابوں سے ائمہ کرام کے اقوال کو سنبھلاتے ہیں تو اس کو تقیہ پر محمول فرمادیتے ہیں لیکن یہ دعا صحیفہ کاملہ کی ایسی ہے کہ جس پر احتمال تقیہ کا بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ وہ دعائے جو امام زین العابدینؑ مساجد میں بوقت خلوت حالت خاص میں خدا سے کیا کرتے تھے اور رازِ نبی کے وقت اصحاب رسول کی تعریفیں خدا کے روبرو کر کے ان پر درود بھیجا کرتے تھے اور ان کی کوششوں اور مصیبتوں کو جو خدا کی راہ میں اٹھائیں بیان کر کے خدا سے ان کے لئے سطلبِ رحمت کیا کرتے تھے پس اس وقت نہ کسی کا خوف تھا نہ کسی سے اندیشہ کہ جس سے حضرت تقیہ کرنے کی ہوتی پس اس دعا میں احتمال تقیہ کی بھی گنجائش باقی نہیں رہی اور امام کی زبان سے اعلیٰ درجہ کی تعریف اصحاب رسول کی ثابت ہو گئی پس حضرات امامیہ کو چاہیے کہ اَدل سے آخر تک اس دعا کو دیکھیں اور لفظ پر غور فرمادیں اور انصاف کریں کہ جب امام علیہ السلام مناجات میں ایسی ستائش اصحاب کی کریں اور ان کی تابعین کے حق میں دعائے غیر فرمادیں اور بالفاظ (وارضہم من رضوانک واشکرہم علی ہجر ہم نیک) ان کے لئے رَحْمَۃِ اَزْدی کے طالب ہوں اور ان کے مصائب اور تکالیف کو ذریعہ رضوان الہی کا جائیں اور ان کو باعثِ ترقی دین اسلام کا فرمادیں اور پھر بھی ائمہ کی اطاعت کے دعویٰ کرنے والے اور اپنے آپ کو قدم بہ قدم ائمہ کے طریقوں پر چلنے والے اپنے آپ کو امامیہ کہنے والے برفلان اس

کے اصحاب رسول کی برائیاں بیان کریں اور ان کی بجز و مذمت کو شعائر دین سے ٹھہرائیں اور ان کی عیب جوئی میں شبہ روز صرف اوقات کریں اور ان کے محامد و اوصاف سے انہماں کر کے مطاعن کے اظہار میں مصروف رہیں اور بجائے دعائے خیر اور طلب رحمت کے ان کے حق میں بدعیا کرنے کو عبادت جانیں اور ان کی پیٹری کو ذریعہ ضلالت و گمراہی کا سمجھیں اور جو کوئی ان کی پھال پر چلنا چاہتے اس کو دائرہ اسلام سے خارج جانیں اور جو کوئی ان پر تہمت کرے اور ان سے دشمنی رکھے اس کو بڑا مومن پاک تصور کریں معلوم نہیں کہ ان حضرات کی اصطلاح میں محبت اور ایمان کے کیا معنی ہیں اور عبادت اور کفر کا کیا مطلب ہے اہلسنت جو انہما کر ام کے اقوال و افعال پر عمل کریں وہ خارجی اور ناصبی کہلاویں اور حضرت شیعہ جو ان کے اقوال و افعال سے مخالفت کریں وہ امامیہ اور دوست اہل بیت کے ٹھہریں (فاعتبروا ما الالانباء ان لہذا الشئ العجیب) جاننا چاہیے کہ اس دعا سے چند فائدے حاصل ہوتے۔ (اول) امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان پر دُور بھیجنا اور ان کے حق میں گمان نیک رکھنا (دوسرے) ان اصحاب کا سب سے افضل ہونا جو سب سے اول ایمان لائے اور اصحاب رسول کا خدا کی راہ میں ایذا نہیں اور مصیبتیں اٹھانا اور خدا کے لئے گھر یا چھوڑ کر ہجرت کرنا اور پیغمبر کے پیچھے ان کے قریب اور رشتے داروں کا ان سے قرابت اور رشتہ چھوڑ دینا اور خدا کے دین میں داخل ہونے کے لئے لوگوں کو دعوت اسلام کی کرنا (تیسرے) ان کے تابعین کی فضیلتیں اور ان کی نشانیاں اب ہر ایک امر کی نسبت ہم علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں :-

امر اول امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا

اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان کو نیکی سے یاد کرنا درحقیقت پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی اطاعت کرنا ہے اس لئے کہ خود حضرت نے ان کے حق میں ایسا فرمایا ہے چنانچہ اوپر ہم عیون اخبار سے اس حدیث کو بیان کر چکے ہیں کہ حضرت نے خدا نے فرمایا کہ دعوائی اصحابی کہ میرے اصحابوں کو میرے لئے چھوڑو اور میری صحبت سے حقوق کی ان کے حق میں رعایت کرو اور اس کی تائید میں اور اس حدیث اور اقوال نقل کرتے ہیں (اول) حدیقہ سلطانیہ کی جلد سوم بحث نبوت میں جناب میر نصاحب قبلہ فرماتے

ہیں کہ جب پیغمبر صاحبِ کارِ رقت و ذاتِ قریب آیا تو حضرت نے منبر پر جا کر اسے مخاطب کر لیا کہ میں کیسا پیغمبر تھا۔ سبھوں نے عرض کیا کہ جو کچھ صبرِ خدا کی راہ میں آپ نے گوارا کیا اس میں آپ نے گوارا کیا اس کی جزائے خیر خدا آپ کو دے گا۔ تب حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا (خدا شامرا نیز جزائے خیر دہد) کہ یہ روایت صفحہ ۳۲۸۔ حدیث سلطانیہ میں موجود ہے جس میں معلوم نہیں کہ اس وقت جب کہ ہزاروں اصحاب موجود تھے اور واسطے دواعی پیغمبرِ خدا کے مسجد میں جمع ہوئے تھے حضرت کا اُن سے مخاطب ہو کر یہ فرمانا کہ خدا تم کو جزائے خیر دے گا کس امر پر محمود کیا جائے اور کیونکر ایسے اصحاب کے حق میں گھمان نیک نہ کیا جائے۔

(دوسرے) تفسیرِ امامِ عسکری علیہ السلام میں لکھا ہے کہ ان رجلا من یغض آل محمد و اصحابہ اولہ و اعدائہم یعذب اللہ عذاباً لوقسم علی مثل ما خلق اللہ لملکہم (جمعین) کہ اگر کوئی شخص دشمنی رکھے آل محمد سے اور اصحابِ محمد سے یا ایک سے بھی منجملہ اُن کے اس پر خدا ایسا عذاب کرے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جائے تمام خلق پر تو وہ سب ہلاک ہو جاویں پس جس طرح پر آل محمد کی دشمنی حرام ہے اسی طرح پر اصحابِ محمد کی عداوت حرام ہے (تیسرے) پیغمبرِ خدا نے اپنے اصحاب کے سب و دشنام سے منع کیا ہے جو چنانچہ جامع اخبار میں کہ معتدین کتب شیعہ سے ہے منقول ہے (قال النبی من سبنی فاقتلوہ و من سب اصحابی فاجلدوہ) کہ جو کوئی مجھے برا کہے اس کو قتل کر دو اور جو کوئی میرے اصحاب کو برا کہے اس کو دُٹے لگا دو (چوتھے) کتاب مفتاح الشریعت اور مفتاح الحقیقت میں جس کو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور قاضی نور اللہ شوشتری وغیرہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے کہ غیبت بہت بُرا عیب ہے اور بہتان اور افتراء اُس سے بھی بڑھ کر ہے اور عوام آدمیوں کے حق میں غیبت اور بہتان گناہ کبیرہ ہے نہ کہ اصحابِ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کتنا بڑا گناہ ہوگا پس انکے حق میں اعتقادِ نیک رکھنا ضروریات ہے ہے انکے فضائل بیان کرنے میں رطب اللسان رہنا چاہیے اولانکے دشمنوں کی صحبت سے نفرت رکھنا چاہیے کہ اس سے نفاقِ ظنی دلیں پیدا ہوتی ہیں پس باوجود اسکے کہ یہ روایتیں خود شیعہوں کی کتابوں میں موجود ہیں اور پیغمبرِ خدا کا اور ائمہ کرام کا دعائے خیر کرتا اصحاب کے حق میں ثابت ہو اور پھر وہ اصحاب کے کینے کو افضلِ عبادت جانیوں اور لعنت کرنے کو جو کہ خود انہیں پر لوستی ہے عمدہ ترین طاعت جانیوں اور جس پر امام زین العابدین اور دیگر ائمہ کرام درود بھیجیں اُن پر تبرک کریں اور اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوائے

لعنت کے اپنی زبان پر دوسرا لفظ نہ لاویں اور بجائے لعنتیہ کے اپنے فرقے کا نام لہریے لکھیں

امردوم پیغمبر خدا کے یارس کا ایمان کے سبب مصیبت اور ایذا پانا اور جو سب اول ایمان لائے ان کا اور اس سے افضل اور بہتر ہونا

اس دعا سے امام علیہ السلام کی پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے اصحاب کرام کے جو فضائل ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ان کا پیغمبر صاحب کی مددگاری میں مصائب اور تکالیف کا پانا حضرت کی محبت میں اپنے بال بچوں اور گھر بار کو چھوڑنا اور اپنے وطن سے ہجرت کر جانا اثبات نبوت میں اپنے باپ بیٹوں عزیزوں کو قتل کرنا پیغمبر خدا کی دعوت کو قبول کرنا اور خلق خدا کی طرف جمع کر دینا ان فضائل کو امام نے اس تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ کسی شیعہ کو کیسا ہی متعصب کیوں نہ ہو اس کی تکذیب اور تاویل کی جرات باقی نہیں رہی اس لئے کہ کتاب صحیفہ کا مادہ ایسی معتبر کتاب ہے کہ حضرات شیعہ اس کو زبور آل محمد کہتے ہیں اور اس کے لفظ لفظ اور حرف حرف کو صحیح جانتے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں پس ان فضائل کو جو امام نے بیان کئے دیکھ دیکھ کر گود لیں جلتے ہوں اور اپنے محمدین اور علما کو اس کی تصدیق و تصحیح پر بڑا مجاہد کہتے ہوں لیکن کسی طرح پر اس کی تکذیب نہیں کر سکتے باقی رہی تاویل اس کی تین صورتیں ہیں (۱) یا یہ کہ فضائل کا مصداق سوائے صحابہ کے اور کسی کو گردانیں جیسا کہ حدیث اصحابی کا لفظوم وغیرہ میں گردانا (۲) یا یہ کہ اس کو نیت پر محمول فرمادیں جیسا اور احادیث ائمہ میں کیا ہے۔ (۳) یا یہ کہ ان فضائل کو اپنے مقبولین صحابہ کے حق میں قبول کریں اور اکثر مہاجرین اور انصار کو خصوصاً خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس سے خارج سمجھیں لیکن تینوں طرح سے تاویل کا دروازہ بند ہے اور سوا اس کے کہ موافق ہمارے مذہب کے ان فضائل کو تمام مہاجرین و انصار کی نسبت خصوصاً خلفائے ثلثہ کے حق میں تسلیم کریں اور دوسرا چارہ نہیں ہے چنانچہ ہم تینوں تاویلوں کا بطلان ثابت کرتے ہیں امر اول کہ مصداق ان فضائل کے اصحاب رسول نہیں ہیں اس کا خود کسی شیعہ نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ ان فضائل کا صحابہ کی شان میں وارد ہونے کو ان کے علمائے قبول فرمایا ہے چنانچہ صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے بجواب جلد چہارم تحفہ کے اس کو تسلیم فرمایا ہے و ہذہ عبارت (کہ امام علیہ السلام جمیع اصحاب رفقہ و مجروح نمی دانند بلکہ

بسیاری اصحاب عظام را جلیل القدر و مؤثر بلکہ از اولیای کرام میدانند مستحق رحمت و رضوان
ملک منان می پندارند در صحیفہ کاملہ کہ فرقہ حقد آنرا زبور آل محمد گویند و نایکبار حضرت
سیدالسادین علیہ السلام ما ثورست شاہد علی این دعویٰ است، با امر دوم کہ امام نے یہ فضائل
براہ تفسیر کے بیان کئے ہیں اس کو بھی کسی عالم نے علمائے شیعہ سے بیان نہیں کیا اور کیونکہ لفظ
تقیہ کا اس وقت میں زبان پر لاتے اس لئے کہ یہ فضائل جو امام نے بیان کئے وہ کسی نامی اور
خارجی اور دشمن اہل بیت اور دوست صحابہ کے سوال کے جواب میں بیان نہیں فرمائے، کہ
احتمال تفسیر کا ہوتا اور حضرت شیعہ یہ کہہ کر کہ امام نے بخوت جان آبرو مسائل نامی کے ظلم
سے بچنے کے لئے سچوٹی تعریف صحابہ کی کر دی کہ جان بچا لیا جائے بلکہ یہ تعریف امام نے
ندائے جل شانہ سے بوقت دعا کی سے جو وقت سوائے ان کے اور خدا کے دوسرے ہوتا تھا
اور غلوت میں راز و نیاز کا دفتر پروردگار کے حضور میں کھولا جاتا تھا امام داعی ہوتے تھے اور
مہیب ہوتا تھا پس خیال کرنا چاہیے کہ صحابہ رسول کی عزت اور بزرگی امام کے دل میں
کس درجہ پر تھی کہ ایسے راز و نیاز کے وقت میں بھی ان کو نہ بھولتے تھے اور جس طرح پر اپنے
اور اپنے اہل بیت کے لئے دعا کرتے تھے اور انبیاء و رسل کے حق میں درود بھیجتے تھے اسی
طرح پر اصحاب رسول کے لئے دعا فرماتے تھے اور ان پر صلوات و رحمت کی استدعا کرتے تھے
اگر کاش حضرت امام اللہم صلی علی محمد و آل محمد و اصحاب محمد کہہ کر قناعت کرتے تو بھی کافی تھا
اور دعا کے وقت ان کے محامد اور اوصات کے دفتر کھولنے کی ضرورت نہ تھی مگر قربان امام
سہاد علیہ السلام کی محبت اور انصاف کے کہ انہوں نے اتنے پر قناعت نہ کی اور اپنے خدا کے
سامنے اپنے دادا کے یاروں کے ایمان اور مصائب اور تکالیف کی تفصیل بیان کر کے ان پر
رحمت نازل کرنے کے لئے دعا کی اور نہ صرف دعا کی بلکہ مہاجرین کی محنتوں اور کوششوں
اور مصیبتوں کا ذکر کر کے ان کی شکر گزاری خدا سے چاہی اسی واسطے حضرت نے اس دعا میں
(فرمایا) (واشکر ہم علی ہجر ہم) کہ خداوند مہاجرین نے جو ہجرت تیرے واسطے کی اور اپنے
گھر بار کو تیرے پیچھے چھوڑا اس کی شکر گزاری کہ پس کون شخص ہے کہ ان الفاظ اور
(ما یستور) فرقہ امامیہ کے نزدیک تمام صحابہ ناقابل شہادت کہو اور مہیوب نہیں بلکہ اکثر صحابہ عظام کو جلیل القدر و مؤثر
اور اولیای کرام مستور کیا جاتا ہے، انہیں مستحق رحمت و پدیدوار سے مدعا نہ کہا جاتا ہے فرقہ حقد جنہیں زبور آل محمد کہتا ہے۔
ان کی اہم سمیہ کاملہ میں سیدالسادین کی دعا کے ما ثور ہاے اس دعویٰ کی شام مادل ہے۔

فتنات کو دیکھ کر امام کی محبت کا ساتھ صحابہ کے معتقد نہ ہو گا اور کس کی زبان سے حرف عدوت کا باہم صحابہ اور اہل بیت کے ٹکٹے گا لیکن آفرین ہے حضرت شیعہ کے ایمان اور محبت پر کہ اپنے آپ کو امامیہ کہیں اور ائمہ کرام کی غلوس محبت کا دعویٰ کریں اور اپنے آپ کو پیروانوں کا جائیں اور بائیں ہمہ صحابہ کی عدوات رکھیں اور جس قدر امام ان کی تعریف کریں اُس سے ہزار حصہ بڑھ کر وہ ان کی برائیاں بیان کریں اور اگر کسی سنی بیچا سے کی زبان سے بتبعیت ائمہ کرام اللہ صلی علی محمد وآل محمد کے بعد اصحاب محمد نکل جائے تو غیظ میں آکر اس کو غصے سے دیکھنے لگیں اور اتنی ہی بات پر اس کو خارجی اور ناصبی کہنے لگیں سچا تو یہ ہے کہ جو سورا بطلان اسلام و ایمان کے پردے میں محبت اہل بیت کے حضرت شیعہ کے ہیں وہ دشمنوں سے بھی نہیں ہوتے ولعمہما قیل - شعر

آنچه پشیمی نظر دوست کرد مشکل اگر دشمن جانے کند

باقی رہا مرسوم کہ ان فضائل کے مصداق صرف وہی اصحاب ہیں جن کو علمائے شیعہ اچھا جانتے ہیں اور اکثر مہاجرین و انصار خصوصاً خلفائے ثلاثہ اس سے خارج ہیں سو اس کا دعویٰ سب علمائے شیعہ نے کیا ہے اور اسی تاویل کو جواب ان فضائل کا تصور فرمایا ہے لیکن جب اس امر کو حضرت شیعہ نے تسلیم کر لیا کہ وہ فضیلتیں جو امام نے اس دعا میں بیان کی ہیں وہ اصحاب کرام کی شان میں ہیں تو مابہ النزاع در میان ہمارے اور حضرت کے صرف یہ امر رہ گیا کہ مراد اُس سے تمام مہاجرین و انصار ہیں یا نہیں بلکہ اصل تصفیہ اس امر پر منحصر ہے کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس میں داخل ہیں یا نہیں چنانچہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ جو فضائل امام نے بیان کئے ہیں وہ تمام مہاجرین و انصار پر ختم و ما خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم صادق ہیں اس لئے کہ وہی لوگ ہیں جن کے افعال اور اعمال اور سیرت اور حال اور حال سے ثابت ہوتا ہے کہ (البلد البلاء الحسن نے نصرہ و کانتقو و امر عوالی و فادتہ و فار قولہ والاولاد فی انہا کلمتہ) یعنی انہوں نے سب طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کو بغیر صاحب اعانت میں گوارا کیا اور حضرت کی دعوت کو سب سے اول سنا اور بال بچوں آل اور گھرانے کو اسکے کلمے کے ظاہر کرنے میں سچوڑا اور اس دعویٰ کو بھی ہم ثابت کرتے ہیں جب پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء نے مکہ معظمہ میں دعویٰ نبوت کا کیا اور لوگوں کو بحکم شہد دگا اور اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا تو آہستہ آہستہ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور کفار قریش نے

لوگوں کو جو حضرت پر ایمان لائے تھے ستانا اور ایذا دینا شروع کیا یہاں تک کہ برادری اور قربت ان سے چھوڑ دی اور اپنے گروہ سے ان کو خارج کر دیا اور خرید و فروخت ان سے بند کر دی مگر ان مسلمانوں نے اسلام کو نہ چھوڑا اور سب کو چھوڑ کر پیغمبر صاحب کا واسن پکڑا اور یہ ظاہر ہے کہ تمام مہاجرین اسی گروہ میں داخل ہیں خصوصاً خلفائے راشدین ان سب کے پیشوا ہیں تو سوائے ان کے یہ فضائل اور کس پر صادق ہونگے اور اگر وہی خارج کر دیئے جاویں تو وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور جن کو کفار نے ستایا کون سے تھے اور کس ملک سے آئے اور کہاں رہتے تھے ذرا کوئی حضرات شیعہ سے ان کے نام اور حالات کو پوچھے اور دیکھے کہ وہ سوائے انہیں مہاجرین اور خلفائے راشدین کے کسی دوسرے کا نام بتلاتے ہیں یا نہیں ہم نے جہاں تک شیعہوں کی کتابوں کو دیکھا اور جو کچھ ان کے عالموں سے سنا تو یہی دیکھا اور سنا کہ انہیں مہاجرین اور خلفائے راشدین کا وہ بھی نام لیتے ہیں اور انہیں کو ایمان لانے والوں میں شمار کرتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ہم ان کے ایمان کو صدق دل سے تصور کرتے ہیں اور وہ اس کو نفاق پر یا طمع دنیا پر یا کاسنیوں اور نجومیوں کے سننے پر معمول کرتے ہیں لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ لوگ ظاہر میں ایمان لائے اور پیغمبر خدا علیہ السلام و آلہ وسلم کی نبوت کے معتقد ہوتے جیسا عملہ حیدری کا مؤلف لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا علیہ السلام و آلہ وسلم و عقبہ نصیحت کیا کرتے اور ایک ایک

دو دو آدمی ان پر ایمان لایا کرتے کما قیل ابیات

دگر و عطف وارثاد بر این نسق	در ابطال اصنام و اثبات حق
نمودی حبیب عدائی جہل	نہ کردی ولی کار در مشرکان
نمودی اندی مدام از کلام مجید	بران قوم آیات وعد و وعید
نمودی اثر گفتم اش گاہ گاہ	کہ بگذاشتی یکد و کس پا برہ
ولیکن نہ جملہ ز راو یقین	یکجی بہر دنیا یکجی بہر دین
نباواں رسد گر بیگرد خطا	کہ دنیا کجا بود یا مصطفیٰ
چنین ست دنیا نہ بود آرزماں	ولی بود آئینہ منظور شان
خبر دادہ بودند چوں کاہناں	کہ دین محمدؐ بگریزد جہاں!
ہمہ پیر دانش بہ عزت رسند	تمام اہل انکار ذلت کشند

یعنی کرد ازیں راہ ایمان قبول

یعنی محض بہر خدا و رسول

اور اس امر کو کہ کوئی مہاجرین سے بہ نفاق یا بطمع دنیا یا باستماع اخبار کا ہنسا ایمان نہیں لایا بلکہ صدق دل سے ہر ایک نے اسلام قبول کیا ہم آگے ثابت کریں گے لیکن اس مقام پر ہم اتنا ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت شیعہ ان لوگوں کا اسلام لانا قبول کرتے ہیں اور ان کو منکرین نبوت سے نہیں جانتے چنانچہ یہ بات انہیں چند اشعار سے ثابت ہو گئی اور چونکہ اور علماء کا بھی یہی قول ہے اس لئے اور کتابوں کی سند لانا تحصیل حاصل ہے باقی رہا ان مسلمانوں کا ایذا اور مصیبت اٹھانا اور کفار قریش کے ہاتھ سے تنگ ہونا اس کو بھی علمائے شیعہ تسلیم کرتے ہیں اور انہیں مہاجرین کا جن کو وہ منافق اور مرتد جانتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) کفار قریش کے ہاتھ سے مصیبت پانے کا اقرار کرتے ہیں۔

چنانچہ مولف موصوفن لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا پر بسبب محافظت ابوطالب کے کفار کو قدرت نہ ہوتی تو ان کے اصحاب کو ستاتے اور ایذا دیتے کما قیل اہ بیات

ولی چون ابوطالب نامور

ہجیان او بود ازیں بیشتر

بایزای او کس نمیدانست دست

بہر کوسے و ہر یوزن و ہر ممر

نمودندی اعلیٰ ادا از غلو

بہ ضرب و بستم و بمشت و لکد

فگندندی ز ہر سو بسر خاک شان ز

پس انکہ نشانندی چنان بیابان

پر پیدنی ازان قوم آب و طعام

دگر ظمہائے ہلاکت مال

نمودندی آن ناکسان شتے

بران زمرہ مومن و متقے

اب کوئی حضرت شیعہ سے پوچھے کہ باوجود تصدیق اس امر کے کہ اصحاب نبی پر کفار کے ہاتھ سے اس قسم کی مصیبتیں اور تکلیفیں پہنچتی تھیں اور وہ اس پر صبر کرتے تھے اور پیغمبر صاحب سے جدا نہ ہوتے تھے اور اعلیٰ کلمۃ اللہ میں دن رات سعی بلیغ کرتے رہتے تھے تو اگر

ان لوگوں کے حق میں وہ صفات جو امام نے بیان کئے صادق نہیں ہیں تو پھر وہ دوسرے لوگ کون ہیں جو مصداق اُن صفات کے ہیں اگر حضرت شیعہ انسان کو دلوں میں اور تعصب اور عناد کو چھوڑیں اور امام کے اس کلام پر غور کریں (الذین ہجرتم العشاء اذا تعلقوا العروۃ وانفتحت منہم القرابات اذ سکنا فی ظل قرابتہ) اور پھر صحابہ کرام کے حالات کو خود اپنی ہی کتابوں سے نکال کر دیکھیں تو تمام مہاجرین کو مصداق اس مضمون کا پاویں اور کسی ایک کو اس فضیلت سے مستثنیٰ نہ کریں لیکن اگر اس پر بھی حضرت شیعہ کی خاطر جمع نہ ہو اور نفاقِ راشدین کے ایمان اور اسلام کی تفصیل بغینہ ان کے نام کے چاہیں تو اس کو بھی غور سے سنیں اور اپنی ہی کتابوں کی سند لیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا حال

حضرت شیعہ اقرار کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ انھیں چند لوگوں میں ہیں جو سب سے اول ایمان لائے اور جنہوں نے اوروں سے پہلے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کیا چنانچہ ہم حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا حال آیتِ فار کے بیان میں لکھ چکے ہیں۔ اس مقام پر صرف ان اعتراضات کو یہ تفصیل دے دیتے ہیں جو کہ حضرت صدیق اکبر کے ایمان پر علمائے شیعہ کئے ہیں منجملہ ان اعتراضات کے جو ابو بکر صدیقؓ کے ایمان پر حضرت شیعہ کرتے ہیں ایک یہ ہے کہ انہوں نے کاہن سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور اُس پر ایمان لانے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے بڑے مرتبے پر پہنچیں گے اس لئے وہ ایمان لائے چنانچہ مولف حملہ حیدری بھی مثل اپنے، اور علمائے لکھتا ہے۔

ابیات

ابا بکرؓ ازان پس برہ پا گذاشت	کہ گفار کا ہن بدل یادداشت
باوکا ہنے دادہ بود این خبر	کہ مبعوث گردویکے نامو
زبطہ ز میں درہیں چند گاہ	بود خاتم انبیائے آلہ
تو بانخاتم انبیا بگرے	چو او بگذرد جانشینش شوے
ز کاہن چو لودش بیاد این نوید	بیادرد ایمان نشان چوں بدید

لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلوں سے

(پہلی دلیل) اگر یہ امر تسلیم کیا جائے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہن کے کہنے سے ایمان لائے تو ضرور اس کے کہنے کو کسب جانا ہوگا تو جس طرح پر اس کے اس کہنے کو تصدیق کیا کہ خلافت بعد رسول کے اٹکو ہوگی اسی طرح پر اس کہنے کو بھی تصدیق کیا ہوگا کہ وہ نبی برحق ہوں گے اور ان کا دین سچا ہوگا تو ضرور وہ پیغمبر صاحب کو سچا پیغمبر سمجھ کر ایمان لائے ہوں گے پس اس سے بھی تصدیق رسالت ثابت ہوتی اور اسی کا نام ایمان ہے اور اسی سے حضرات شیعہ انکار کرتے ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دلیل سے ایمان لانے والا نہیں کہتے چنانچہ مجتہد صاحب ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ (غلیقہ اول از اول امر از ایمان بہرہ نہ داشت با اتفاق من علماء الامامیہ) لیکن اگرچہ جناب مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ نے یہ دعویٰ کیا کہ تمام علما کا اتفاق ہے کہ ابوبکر صدیق اول سے ایمان نہ لائے تھے مگر حضرت سے غلطی ہوتی اس لئے کہ علامہ علی نے شرح تجرید میں لکھا ہے کہ خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ (امت قبل ان آمن ابو بکر) کہ میں ایمان لایا قبل اس کے کہ ابوبکر ایمان لائے ہوں تو جب حضرت علی کے قول سے ان کا ایمان لانا ثابت ہوا تو پھر مجتہد صاحب کا کہنا کون سنا ہے (دوسری دلیل) معلوم نہیں کہ کاہن نے صرف حضرت حمد لیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیغمبر صاحب کے نبی ہونے کا کہا کہا تھا اور صرف ایک ہی کاہن کی تصدیق کر کے ایمان لائے تھے یا اور اصحاب بھی ہم جہاں تک شیعہ کی کتابوں سے واقف ہیں ان کے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب کا ہنوں کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ حملہ حیدری کے ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو اوپر نقل کئے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں صرف ایک وہی شخص کاہن کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ نزہۃ آشنا عشریہ کا مولف فرماتا ہے (وہم آئمہ قول او اگر بقول کہنہ و منجمین الخ روایت مرفوعہ ست زیرا کہ امامیہ این معنی را در حق اکثر صحابہ روا

۱۔ علامہ شیعہ کا منفقہ دیکھئے کہ غلیقہ اول پہلے پہلی ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوئے تھے ذوالفقار صفحہ ۵۸ مطبوعہ لدھیانہ ۱۳۲۰ ہجری ۲۔ سہ بھی اگرچہ ان کا قول دوسرے نوجویوں کے اقوال کہنے کا واقع ہے ایمان لائے اور یہ اس لئے بھی کہ فرقہ امامیہ اس قول کو اکثر صحابہ سے منسوب نہیں کرتا بلکہ اس قول کا اثر ایک دو افراد پر عاید ہوا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے۔ ۱۲

نہ کردہ اند بلکہ در حق یک دو شخص پس اگر یہ امر تسلیم کیا جائے کہ اکثر صحابہ کا سنوں کے کہنے سے ایمان لائے تو کچھ جائے اعتراض حضرت شیخین پر نہیں ہے اور اصحاب مقبولین امامیہ کے اس گتہ میں سے مستثنی ہونے کی وجہ نہیں ہے توجیب امامیہ کے صدیق اُن کے کہنے سے ایمان لائے تو اہل سنت کے صدیق بھی اگر اُن کے کہنے سے ایمان لائے تو کیا گناہ کیا اور اگر یہ بات مافی جہلے کہ صرف یہی دو شخص کا سنوں کے کہنے سے ایمان لائے تو معلوم نہیں کہ انہوں نے کا سنوں کے قول کو سچ جانا یا نہیں اگر سچ جان کہ ایمان لائے تو کچھ خائل اُن کے ایمان میں نہیں ہوا اس لئے کہ اور لوگ بھی مجملہ اصحاب مقبولین شیعہ کے ایسے ہیں کہ جو پچھلی کتابوں کی پیشین گوئیوں کو دیکھ کر ایمان لائے یا خواب میں پیغمبر صاحب کی نبوت کی تصدیق کر کے مسلمان ہوئے تو اگر حضرت شیخین بھی کلہن کے کہنے سے ایمان لائے تو کیا ہرج ہے۔ (تیسری دلیل) یہ قول شیعوں کا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سن کے کہنے سے ایمان لائے انہیں کے علما کے انوال سے غلط ہوتا ہے اس لئے کہ اُن کے علما نے لکھا ہے کہ ابو بکر صدیق نے خواب دیکھا تھا اور اس کے سبب سے ایمان لائے تھے جیسا کہ قاضی نور اللہ شوسترسی نے مجالس المؤمنین میں لکھا ہے۔ (ابو بکرؓ پر برکت خوابیکہ اودیدہ بود مسلمان شد بود) (چوتھی دلیل) اگر حضرت شیعوں کے اس کہنے سے کہ ابو بکر صدیق کا سن کے کہنے سے ایمان لائے یہ عرض ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے تو اس کی تکذیب اُن کے حالات سے ہوتی ہے اس لئے کہ وہ ہمیشہ دعوت اسلام میں سعی بلیغ کرتے اور لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرتے اور اپنے دوست آشاؤں کو سمجھا سمجھا کر حضرت کا ملیع بناتے اور پیغمبر صاحب سے علائہ دعوت اسلام کرنے کے واسطے درخواست کیا کرتے اور غلاموں کو خرید خرید کر خال کی راہ میں آزاد کرتے اور اپنے مال اور جان کا نقصان گوارا کرتے کہ ان سب باتوں کا ثبوت امامیہ کی کتابوں سے ہوتا ہے تو کیا کوئی عاقل اس کو قبول کرے گا کہ جس کی کوششیں اور محنتیں اجزائے دین میں غایت درجے پر پہنچتی ہے اور جس کو اعلاہ کلمۃ اللہ میں اپنی جان و مال کا خیال نہ ہو وہ خود دل سے پیغمبر صاحب کو سچا نبی اور اسلام کو سچا دین نہ سمجھتا ہو ایسی بات حضرت امامیہ کی زبان سے نکل سکتی ہے ورنہ کوئی نادان بھی اس کو نہ مانے

گا اور واسطے ثبوت اس امر کے کہ حضرت شیخین نے پیغمبر صاحب کو اظہار دعوت اسلام پر
 برا نیگفتہ کیا اور انہیں کے اصحاب سے حضرت نے اظہار دعوت فرمایا اور اسی وجہ سے شیخین
 نے صدمہ اٹھایا ہم قول صاحب استقصا الافہام کا نقل کرتے ہیں مؤلف موصوف فرماتے ہیں
 کہ (مگر ناہنجی پیغمبر خدا را کہ از خوف کفار در حمن غار اختفا فرموده و در بڑ اسلام از اظہار
 دعوت علانیہ احترام داشتہ تا آنکہ شیخین دل تنگ شد آنحضرت راحت و ترغیب با اظہار
 دعوت کردند و آن حضرت بنا بر اظہار عدم مسلمت از جہت اصحاب ایشان از اعلان مانع نیا
 مدہ حتی اصحاب اولہا ما اصحاب و قال ثانیہا ای عبد العزی واللہ علانیہ و یعبد اللہ سلاز
 خوف خدا ناکل و بخوف غیر مائل می دانند) (پانچویں دلیل) اگر فرض کیا جاوے کہ ابو بکر
 صدیق سچے دل سے ایمان نہیں لائے اور (عیاذ باللہ) کافر تھے جیسا کہ جاہل مجتہد صاحب نے
 اس عقیدے کو ظاہر کیا ہے چنانچہ ذوالفقار میں فرماتے ہیں (اقل ایمان اصحاب ثلثہ ایشان
 یابدر سائید بعد ازین بایں افسانہ بیہودہ ترقم باید نمود زیرا کہ دانستی کہ مسک امامیہ در
 باب انیسٹ کہ اصحاب ثلثہ از اول امر از ایمان بہرہ نہ داشتند) اور مجتہد صاحب کے مقلد
 صاحب استقصا الافہام اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ (فان کفر ہم وار تداویم واضح لاسترۃ
 فیہ) کہ کفر اور تداو خلفائے ثلثہ کا ایسا واضح ہے کہ وہ کچھ چھپا ہوا نہیں ہے پس اگر
 مطابق اصول شیعہ کے کفر اور عدم ایمان حضرت ابو بکر صدیق کا فرض کیا جائے تو تمام
 مہاجرین و انصار بلکہ تمام اصحاب کا کفر ہونا لازم آتا ہے۔۔۔۔ اس لئے کہ سبھوں نے
 ان کو اپنا سردار بنایا اور بعد پیغمبر کے ان کو خلیفہ کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور
 بیعت کر نیوالے دس بیس سو دو سو ہزار دو ہزار آدمی نہ تھے بلکہ لاکھوں تھے اس لئے کہ
 اصحاب نبوی بعد پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ہر ایک سے زیادہ اور بروایت
 ملا باقر مجلسی جو انہوں نے تذکرۃ الامیہ میں لکھی ہے چار لاکھ تھے تو جب چار لاکھ آدمی
 (عیاذ باللہ) ایک کافر کو اپنا سردار بنا دیں تو پھر ان کے کفر میں کیا شک رہا یا پھر
 لے مگر نصیب نے کفار کے خوف سے رسول کریم کو غار میں چھپایا اور اسلام کے عبدالہ میں رسول اکرم کو اسلام کے علانیہ
 سے باز رکھا۔ یہاں تک کہ زائد آج میں کو شیخین نے عاجز ہو کر رسول اللہ کو اسلام کے اعلان پر ابھارا اور آنحضرت نے ان لوگوں کے
 اطرا کی وجہ عدم مسلمت کا اظہار نہیں کیا ۱۲ منہ پہلے ضروری ہے کہ اصحاب ثلثہ کی ایمان آوردن ثابت کی جائے پھر اس بیہودہ
 پر گیت لگائے جائیں کیونکہ اس بارے میں شیعوں کا مسک یہ ہے کہ انہوں نے اصحاب پہلے سے ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوئے۔

کہ سب مسلمانوں نے جو اس وقت تھے اور ابوبکر صدیق کی بیعت کی باقرار علمائے شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے قول سے ظاہر ہے جو ہمارا لاناوار کے مجلد تین میں منقول اور جس کا ترجمہ مجتہد صاحب نے باریں الفاظ کیا (مسیح مسلمانان ابوبکر بیعت کر دند و اظہار رضا و خوشنودی با و سکون و اطمینان بسو سے انمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کفرہ و خارج از اسلام است) سبحان اللہ کیا دین ایمان ہے حضرت شیعہ کا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی عدوت سے دین محمدی کو باطل کرتے ہیں اور چار لاکھ مسلمانوں کو جو مہاجرین اور انصار اور مجاہدین تھے اور جن میں بنی ہاشم اور اہل بیت نبوی بھی داخل تھے ان سب کو صراحۃً اور کنایۃً کافر بتاتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) ہم کو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے اثبات میں زیادہ دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ خود علمائے شیعہ نے یہ سمجھ کر کہ ان کے کفر کا دعویٰ ایسا بے ہودہ ہے کہ اس سے سننے والے کو تعجب ہوتا ہے اس سے انکار کیا اور اپنے ان علما کو جنہوں نے ایسا دعویٰ کیا ہے خود جھٹلایا اس لئے ہم ان کے ان اقوال کو نقل کرتے ہیں قاضی نور اللہ شوستری مہارلس المؤمنین میں فرماتے ہیں کہ (نسبت تکفیر بجناب شیخین کہ اہل سنت و جماعت بر شیعہ نمودہ اند سخنی ست بجاصل کہ در کتب اصول ایشان از ایشان اثری نیست و مذہب ایشان ہمیں ست کہ مخالفان علی فاسق اند و مہاربان او کافر) جناب مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اس قول کے جواب میں ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ واضح رہے کہ فاضل شستری کے اس صحیح بیان کے باوجود یہ کلام ہمارے مقاصد پر ضرب کاری اور ان کے مفید مطلب نہیں کیونکہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ لفظ فاسق و مؤمن کے مقابلے میں آیا ہے اس لئے کفر و فسق کے پاس فرق یہ ہے کہ کافر دنیا میں نجس اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور ضروریات مذہب کے تحت انکار کرنے کی وجہ سے فاسق ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اگرچہ اقرار شہادت

لہ تمام مسلمانوں نے ابوبکر سے بیعت کی اور اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار کیا اور انہیں سکون و اطمینان دلا کر کہا ابوبکر کی مخالفت کرنے والے بدعتی اور اسلام سے خارج ہیں۔

کہ اہل سنت والجماعت نے شیخین کے کافر ہونے کو شیعوں کے جانب جو فسوس کیا ہے بے معنی سمجھا ہے کیونکہ اس کا ثبوت شیعوں کے کتب اصول میں موجود نہیں۔ البتہ شیعوں کا مسلک و مذہب یہ ہے کہ علی کے مخالف فاسق ہیں اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔

کی وجہ سے دنیا میں اس پر اسلامی احکام جاری ہوں اور وہ بظاہر مسلمان کہلاتے (لو پوشیدہ)
 خاندان کہ اس کلام بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل قادر مقصود ما و مفید مطلب او نمیشود
 زیرا کہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلہ مؤمن اطلاق شدہ ہیں فرق میان کفر و فسق جہاں است
 کہ کافر نجس است در دنیا و مخلد است فی النار در عقبی و فاسق کہ بسبب انکار کی از ضروریات
 مذہب باشد مخلد در نار خواهد بود گو در دار دنیا احکام مسلمین بسبب اقرار شہادتیں بر او جاری
 شود) لیکن اس عبارت میں حضرت قبلہ و کعبہ نے یا تو غلطی فرمائی یا دیدہ و دانستہ انہماض
 کیا اس لئے کہ یہ فرمانا کہ (بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل) کا مطلب سمجھ میں نہیں
 آتا کہ اس قول کو قاضی نور اللہ شوشتری کے حضرت نے تسلیم کیا ہے یا اس سے انکار
 فرمایا ہے ایسی گول گول عبارت لکھنے سے سوائے ہم سے کم فہم جاہلوں کو مغالطہ میں ڈالنے
 کے دوسرے فائدہ نہیں تھا اگر یہ عبارت مجالس المؤمنین میں موجود ہے تو بر تقدیر کہنا کیا معنی
 اور اگر یہ عبارت اس میں نہیں ہے تو صاف اس سے انکار فرمایا ہوتا اور صاحب تحفہ اشنا
 عشریہ کے طعن و تشنیع میں موافق اپنی عادت کے دو چار ورق سیاہ کئے ہوتے ہاں شاید
 حضرت نے مجالس المؤمنین نہ دیکھی ہوگی اس لئے نہ انکار کیا نہ اقرار بہر حال ان الفاظ سے
 قبلہ و کعبہ کے اس عبارت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے اور اگر اب بھی کسی کو شک ہو وہ مجالس
 المؤمنین میں دیکھ لے رہا جواب جو مجتہد صاحب نے دیا ہے وہ بھی ایسا ہے کہ اس کے معنی
 سمجھ میں نہیں آتے اس لئے کہ قاضی صاحب نے صاف اقرار کیا ہے کہ تکفیر شیعین ہمارے
 اصول کے مخالف ہے اور حضرت مجتہد صاحب اسی کو ثابت کرتے ہیں پس یا خطاً اجتہاداً
 قاضی صاحب سے ہوئی کہ وہ تکفیر سے انکار کرتے ہیں یا مجتہد صاحب سے کہ وہ اس کو ثابت
 کرتے ہیں یا شاید در بیان کفر اور ایمان کے ایک تیسرے مرتبہ اثبات فرمانا چاہتے ہیں جس کا
 نام ان کی اصطلاح میں اسلام ہے جس کے معنی نفاق کے ہیں یعنی ظاہر میں کلمہ پڑھنا اور
 باطن میں کافر ہونا اس لئے ہم کو لازم ہوا کہ اس تیسرے مرتبے پر بھی نظر کریں اور اس کے
 اثبات اور البطلان کے دلائل پر غور کریں اس لئے ہم مجتہد صاحب کی روح سے اور ان کے
 مقلدین سے استفسار کرتے ہیں کہ اس تیسرے مرتبے کے قائم کرنے سے کیا غرض ہے آیا
 یہ کہ خلفائے راشد کے ایمان سے انکار کیا جائے اور ان کے اسلام کو تسلیم کیا جائے اور اسلام

کے یہ معنی مراد لئے جائیں کہ وہ ظاہر میں کلمہ گو تھے اور باطن میں منافق یا کہ وہ دل سے بھی مثل زبان کے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کرتے تھے مگر امام برحق کی امامت کے منکر تھے اور ان کے حقوق کے غاصب اور ان پر جابر تھے اور چونکہ امامت اصول دین سے ہے اس لئے یہ سبب انکار ایک اصل کے اصول دین سے وہ ایمان کے دائرے سے خارج تھے یا سوائے اس کے اس تیسرے مرتبے کے قائم کرنے سے اور کچھ مقصد ہے بہر حال اور کوئی دوسرا فائدہ تو سمجھ میں نہیں آتا اس لئے امر اول کو تسلیم کر کے اس سے بحث کی جاتی ہے پس اگر خلفائے ثلاثہ کے ایمان سے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ وہ صرف ظاہر میں کلمہ گو تھے اور باطن میں توحید اور نبوت سے بھی منکر تھے جیسا کہ اکثر حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ حضرات شیعہ کس حساب میں ہیں خود ان کے امام مہدی فرماتے ہیں کہ ظاہر میں وہ کلمہ گو تھے اور باطن میں کافر جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے رسالہ رجحیتہ میں حضرت امام کی طرف منسوب کر کے یہ قول لکھا ہے کہ (ایشان از روی گفتہ یہود بقظاہر کلمتین گفتند از برائی طمع انیکہ شاید ولایتی حکومتی حضرت بایشان بدہر و در باطن کافر بودند) پس اس کا جواب ہم او پر سے چکے اس کا عادیہ ضروری نہیں جیسا واسطے اس قول سے اکثر علمائے شیعہ نے انکار کیا اور جو لوگ ایسا کہتے ہیں ان کو خود انہوں نے نامنصف فرمایا جیسا کہ ملا عبداللہ جو علمائے شیعہ سے ہیں اظہار حق میں فرماتے ہیں کہ انکار کرنا ابو بکر صدیق کے ایمان کا انصاف سے بعید ہے ہرگز عبارتہ (جواب گفتن این سخن بارتکاب آنکہ در سبق ہجرت ایمان شرط است و آن شخص یعنی ابو بکر معاذ اللہ بیچ وقت ایمان نہ داشتہ حتی قبل از سنوح ناخوشی با امیر المؤمنین از انصاف دورست) اور ملا عبدالجلیل قزوینی کتاب نقص الفضائل میں لکھتے ہیں کہ (آما شنای خلفائے بران انکائے نیست بزرگانند از مہاجرین و السابقون الاولون ومن المہاجرین والانسار الذین اتبعوہم باحسان اور پھر دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ (آما انچہ سیرت ابو بکر و عمر و لے یہودوں کی مانند ان لوگوں نے بظاہر ہر کلمہ پڑھا جس کا پس پردہ یہ خیال تھا کہ کلمہ پڑھنے کی وجہ شاید ان کو حکومت و گوری عنایت کریں اور یہ سب باطنی طور پر کافر تھے۔ لے اس امر کے جواب دینے میں یہ امر پیش نظر ہے کہ ہجرت کرنے سے قبل ایمان کو شرط اولین ہے اور ابو بکر (نعموہ باللہ) کس وقت بھی اسلام نہیں لائے یہاں تک اسخ و مضبوط ہونے سے پہلے بھی اور ابو بکر سے ناخوشی ہونا انصاف سے بعید ہے۔ سہ خلفاء کبریٰ میں سے ایک باغی ہے کہ وہ مہاجرین و السابقون الاولون میں سے بزرگ تھے مگر ابو بکر (نعموہ) اور جو (باقی آگے صفحہ)

باقی رہا یہ اسلام کہ مرد ایمان سے اصول دین کو تصدیق کرنا ہے اور چونکہ امامت بھی ایک اصل اصول دین سے ہے اور اس سے ابو بکر صدیق منکر تھے اس سے اُن پر اطلاق ایمان کا نہیں ہوتا اس کی تردید ہم بخوبی بحث امامت میں کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ہمارے نزدیک ابتداء کے زمانہ نبوت میں امامت کو اصول دین میں داخل کرنا اور جو اس وقت امامت پر ائمہ اثناعشر کے ایمان نہیں لایا اسکو مومن نہ جاننا تاوانی ہے اس لئے کہ جب پیغمبر صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسلام کی دعوت فرمائی تو اس وقت خدا کی توحید اور اپنی نبوت کی تصدیق ایمان کی علامت رکھنی ایسے کی امامت کی تصدیق کی تکالیف کسی کو نہیں دی بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسلام کی دعوت صرف توحید اور نبوت کی تصدیق پر ہی کی پس اس وقت امامت کا کچھ ذکر ہی نہ تھا کہ کوئی اس کو قبول کرنا یا اس سے انکار کرنا اگر ہم غلط کہتے ہوں تو حضرات شیعہ اپنی ہی کتابوں سے یہ ثابت کر دیں کہ جب اول اول پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو ان سے توحید اور نبوت کے سوا حضرت علی کی امامت کی تصدیق کو بھی فرمایا حضرت علیؑ اس وقت لڑکے تھے کسی شخص سے اس وقت پیغمبر صاحب نے نہیں فرمایا کہ جس طرح پر خدا کی توحید اور میری نبوت کی تصدیق تم پر ایمان کے لئے ضروری ہے اسی طرح میرے چھوٹے بھائی علی کی امامت کی تصدیق بھی ضروری ہے اور جب کہ ایسا کسی سے اس وقت نہیں کیا اور امامت کو اصول ایمان سے قرار نہیں دیا تو ابو بکر صدیق کا انکار یا اقرار کرنا بھی اس سے ثابت نہیں ہوتا اور جب یہ ثابت نہ ہوا تو ان کے ایمان میں بھی کچھ خلل نہ آیا ہاں حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آخر زمانہ نبوت میں غم غدیر پر جب خطبہ امامت علی مرتضیٰ کا پڑھا اور لوگوں کو توحید اور رسالت کے علاوہ امامت کے اقرار پر بھی دعوت کی اس وقت امامت کا انکار گویا ایمان کے خلل کا سبب ٹھہرا لیکن جب کہ اس کا نام و نشان بھی نہ تھا اور کوئی لفظ امامت سے واقف تک نہ تھا اس کو اس وقت اصول دین میں ٹھہرانا اور اس سے ناواقف آدمی کو منکر قرار دینا اور اس کے عدم ایمان کا سبب کہنا بڑی نادانی ہے ہاں حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غم غدیر کے وقت حضرت علی کی امامت سے دل میں انکار کیا اور بعد وفات پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کو ناپا ہر کیا یعنی خود امام بن بیٹھے تو ہم اس بات کو سن سکتے ہیں لیکن اس سے صرف اطلاق ارتداد کا (و نعوذ باللہ من ذلک) اُن پر ہو

سکتا ہے اس سے اُن کی اس ایمان میں جو اول اول لائے کچھ خلل نہیں آسکتا اور ابتدا
زمانہ نبوت میں اُن کا نہایت سچے دل سے ایمان لانا اپنے سال پر قائم رہتا ہے، لہذا ارتداد
ان کا بسبب غضبِ خلافت کے اس کو ہم بحثِ اہمیت میں بیان کریں گے۔
انشاء اللہ تعالیٰ۔

بیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا

جب کہ ہم نے ابو بکر صدیق کے ایمان کو ثابت کر لیا اس لئے اب ہم کچھ ذکرِ حضرت
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا کرتے ہیں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پیغمبر
خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام رات دن اس فکر میں رہتے تھے کہ اسلام کی ترقی ہو اور خدا کے
دین میں لوگ داخل ہوں کوئی لحظہ کوئی دم اس سے غافل نہ ہوتے تھے اور جو تہمیرا سکے
حاصل ہونے کی ہوتی تھی اس میں دریغ نہ فرماتے تھے لیکن باوجود اس کوشش اور محنت
کے کچھ برس کے عرصے میں صرف چند ہی شخص جو کہ چالیس سے کم تھے ایمان لائے آخر
پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس تھوڑی سی جماعت کو دیکھ کر خدا سے دعا کی کہ خداوند
اس گروہ کو بڑھا اور ایسے شخص کو مسلمان کر کہ جس کے رعب و عورت سے اس گروہ کو قوت
اور اسلام کو تائید ہو اور جس کی ذات سے بہت جلد اسلام کو رونق ہووے چنانچہ حضرت
نے اپنے نزدیک ایسے صرف دو شخص اپنی قوم میں خیال کئے ایک حضرت عمر خطاب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ، دوسرا ابو جہل کے یہ دونوں نہایت ہی مغرور اور مشہور اور نامور تھے اور اُن
کو سب سے زیادہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تھی اور شبِ روز اسلام کے معبود
ہوجانے کی فکر میں رہتے تھے پس حضرت نے خدا سے دعا کی کہ الہی اپنے دین کو ان دو آدمیوں
میں سے کسی ایک آدمی کے مسلمان کر دینے سے قوی کر اور عمر یا ابو جہل میں سے ایک کے ایمان
عطا فرما چنانچہ خدا نے دعا حضرت کی حضرت عمر کے حق میں قبول کی اور اُن کو اسلام سے
مشرف کیا حضرت عمر کے ایمان لانے کا مختصر حال یہ ہے کہ ابو جہل نے جس کو پیغمبر صاحب
کے ساتھ دلی عداوت تھی اپنے جہانیوں سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور اُن
کا سر میرے پاس لائے اس کو ہزار شتر شتر بال والے اور بہت سے دینار و درم اس کے
صلے میں دوں گا۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور پیغمبر صاحب کے قتل

کے ارادے سے چلے ادھر حضرت عمر کا پلٹنا تھا ادھر خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کو بہانہ
 طرف کھینچو اور جس کے سر لانے کو جاتا ہے اس کے قدموں پر گراؤ بہاری قدرت کا تماشہ دیکھو
 کہ شقی ہو کر جاتا ہے اور سعید ہو کر لوٹے گا، کافرین کو نکلا سے اور مومن پاک ہو کر پھر سے
 گا۔ بہاری دشمنی کے ارادے پرستعد ہو کر اٹھا ہے اور بہاری محبت کے دام میں ابھی پھنستا ہے
 وہ تو اپنی خوشی سے ہمارے دوست کے قتل کو چلا ہے اور ہم زبردستی اس کو کافروں کے قتل
 کے لئے مقرر کرتے ہیں اب تم سطح زمین پر جاؤ اور اس کی خبر لو اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ہمارے
 دین میں لے آؤ۔ مصرع

گر تیا یہ بخوشی موی کشانس آرید

چنانچہ حضرت عمرؓ تلواری کو گلے میں حائل کر کے نہایت غصے اور طیش میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
 کی طرف چلے فرشتے تکان ملا اعلیٰ نے شادی کا غلغلہ بلند کیا طر قوا طر قوا کا شور مچایا زبان
 مال سے یہ شعر پڑھنا شروع کئے۔ اشعار

آمد آن یارے کہ من میخواستم راست شکارے کہ من میخواستم
 رفتہ رفتہ میر و دآن سوی دام ہم بہ ہنجرے کہ من میخواستم

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اثنائے راہ میں بہت سے معجزات دیکھے راہ میں ایک شخص
 مسلمان ملا اس کے مارنے کا قصد کیا اس نے کہا کہ اول اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو کہ وہ
 مسلمان ہو گئے ہیں تب غیروں کی خبر لو، چنانچہ حضرت عمرؓ اپنی بہن کے گھر گئے دروازہ بند
 پایا اور آواز قرآن مجید پڑھنے کی سنی اس کو باہر سے سنتے رہے آخر دروازہ کھٹکھٹایا ان
 کی بہن نے دروازہ کھولا پوچھا کہ تم لوگ کیا پڑھتے تھے ہم کو دو انہوں نے دینے سے انکار
 کر دیا آخر اپنی بہن بہنوئی کی خوب مار پیٹ کی جب ان کی بہن نے یہ زیادتی دیکھی تو پکار
 اٹھی کہ اے عمرؓ شیار ہو ہم تو ایمان لائے اور سچے دین میں داخل ہو گئے، اشہد ان لا
 الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ تم کو جو کرنا ہے سو کرو تب تو حضرت عمرؓ دھیلے
 پڑے اور کہا کہ اُس قرآن سے کچھ سناؤ تب سورہ طہ ان کو سنائی اس کی فصاحت اور
 بلاغت پر غش ہو کر حضرت عمرؓ کے دل کو یقین ہو گیا کہ بیشک سچا کلام خدا کا ہے اور اسی
 وقت کلمہ شہادت پڑھا اور ایمان لائے اور قصد پیغمبر صاحب کے حضور میں داخل ہوئے
 کیا جب حضرت عمرؓ کے آنے کی خبر ہوئی تو اصحاب رسول میں تہلکہ پڑ گیا اس لئے کہ وہ ان

کی شوکت اور ارادے سے واقف تھے یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ دروانے پر پہنچے تو کوئی دروازہ کھولنے کو نہ اٹھتا تھا مگر حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہہ کر اٹھے کہ وہ ایک آدمی ہے۔ اگر اطاعت کے ارادے پر آیا ہے خیر ورنہ اسی کی تلوار سے اور اسی کا سر چنانچہ حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے پیغمبر صاحب بنفس نفیس اٹھے اور اُن کو اغوش رحمت میں لے کر ایسا دبا یا کہ اُن کی آنکھیں نکل پڑیں تب تو حضرت مسکرائے اور اُن کی طرف دیکھ کر خندہ زن ہوئے حضرت عمرؓ صدق دل سے نعرہ مار کر کہنے لگے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ تب سب مسلمان خوشی سے تکبیر کہنے لگے اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر حمد و ثنا خدا کی کرنے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت پیغمبرؐ سے کہا کہ یا حضرت بتوں کی عبادت تو علانیہ ہوئے اور خدا کی عبادت چھپ کر یہ مناسب نہیں ہے آئیے خانہ کعبہ کو چلیے اور باعلان نماز ادا کیجئے چنانچہ اُن کی عرض کو حضرت نے قبول فرمایا اور خانہ کعبہ کی طرف توجہ کی اور نہایت شان و شوکت سے حضرت مع سب اصحاب کے عازم خانہ کعبہ کے ہوئے جب حضرت تشریف فرما خانہ کعبہ ہوئے تو حضرت عمرؓ ہی آگے آگے چلے کافروں نے کہ وہ منتظر تھے کہ سر پیغمبر صاحب کا لاتے ہوں گے، یہ دیکھ کر کہا اسے عمر یہ کیا حال ہے تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سنو میں ایمان لایا اور پیغمبر کی غلامی کا غاشیہ میں نے اپنے دوش پر لیا جو اطاعت کرے گا خیر ورنہ اگر مزامت کرے گا تو یہی تلوار ہے اور اس کا سر چنانچہ چند آدمیوں کو اسی وقت اپنا زور دکھایا اور خانہ کعبہ میں جا کر پیغمبر صاحب کے پیچھے نماز ادا کی یہ حال حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ہے اول اس میں ہم نے دو باتوں کا ذکر کیا ہے اول پیغمبر صاحب کے دُعا کرنے کا حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے واسطے کی دوسرے اس کیفیت سے ایمان لانے کا چنانچہ ہم دونوں باقول کوشیعوں کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں بہ امر اول کے ثبوت سے پہلے ہم کو یہ لکھنا ضرور ہے کہ اکثر مجتہدین اور علمائے شیعہ نے اس دعا سے انکار کیا ہے اور اس کو سننیوں کی تہمت اور افتراء میں تصور کیا ہے جیسا کہ ایک مجتہد صاحب کا خلاصہ عبارت یہ ہے کہ (فاروق عزتے لے عمر ذوق کی عرب میں کوئی عزت نہ تھی اور آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو عزت دینے کی دعا وال دریت سخا ملانے خود گھڑی ہے اور اس قسم کی دُعا جو عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے حاشا دکلا رسول اکرم کی زبان مبدک سے ادا نہیں ہوئی۔

در عرب نداشتہ پس این احوالیت را علمائے سنیوں از پیش خود بر تافہ انداماشا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم این دعا کہ مخالفت عقل و نقل است بر زبان مبارک آورده نہ باشد، لیکن یہ انکار صرف دھوکا دینا اور عوام کو اپنے مذہب کی برائی پر واقف ہونے سے بچانا ہے ورنہ بہت سے محدثین اور علمائے شیعہ نے اس کی صحت پر اقرار کیا ہے۔ چنانچہ فضل بن شاذان اور شیخ طبرسی اور شیخ طوسی اور علم الہدیٰ اور شیخ مفید کے اقرار سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے چنانچہ ہم ان سے قطع نظر کر کے ملا مجلسی کی تصدیق کو سنبھالنا کرتے ہیں اور ان کی کتاب بھار الانوار سے جس کا نام نامی اور اسم گرامی خدا کی کتاب سے بڑھ کر حضرات شیعہ کی زبان پر ہے اس روایت کو نقل کرتے ہیں وہو مذہبہ ملا باقر مجلسی بھار الانوار کی چودھویں جلد میں جس کا نام کتاب السمار والالعالم ہے مسعود عیاشی سے روایت کرتے ہیں (روی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اغز الاسلام لعمر بن الخطاب ابو بانی جہل بن ہشام، یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دعا کی کہ الہی عزت نے سے اسلام کو پھر میں خطاب کے اسلام لانے سے یا ابو جہل بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غرض کہ اب ہم ان مجتہدین کی نسبت جنہوں نے اس دعا سے انکار کیا اور عوام کو دھوکا دیا کیا کہیں بجز اس کے کہ ان کے متقدمین کے سامنے ان کے انکار کو اور ملا باقر مجلسی کے اس اقرار کو رکھیں اور یہ عرض کر دیں کہ اب خود ہی انصاف کرو کہ اس کے ہر لفظ کو منظور کریں اور انصاف فرمائیں کہ باوجود تعصب اور عناد کے اس موقع نے کیا کچھ لکھا ہے اور یہ کوئی نہ خیال کرے کہ حملہ رحیدریہ کتب معتبرہ سے نہیں ہے بلکہ اس کو خود حضرت مجتہد صاحب شیعوں کے قبلہ و کعبہ نے تصحیح کیا ہے اور اس کی اصلاح اور تفسیح خود حضرت سید محمد صاحب نے فرمائی ہے اور جو کتاب مطبع سلطانی میں باہتمام مدوئل داروغہ کے لکھنؤ میں چھپی ہے اس کی عنوان بدریہ سب کیفیت لکھی ہوئی ہے اور اس کے سرے پر اس کتاب کی تعریف میں لکھا ہے۔

عجائب کتابے پر از نور بہت کہ ہر بیت آن بہت معمور بہت
 ہر بزمیکہ خوانندہ فصلے ازان، سخن از حلاوت شود لب گزان
 مشام مہبان معطر شود دل از نور ایمان ستور شود

بقال اللہ ان باذل بی بدل
 یوفق روایت رقم میسرند
 بہ ترجیح اخبار وارد مناط
 بر نہجی گرفت ست ایراد و دق
 بحب دفتر و لکشمی نوشت
 معطر چو مشک تارست این
 زہر نکتہ ساز و معطر دماغ
 دل آشفنگان را تماشاست این
 بس ست از نعوت و صفاتش بپس
 فرازندہ راایت اجتہاد
 طریق شریعت موید از دست
 دل سبیاں داغدار ست زو
 کہ آورده ہر نکتہ ما بر محل
 براہ دیانت قدم میزند
 برون نیست از جاہ احتیاط
 کہ افتادہ در جان اعدا قسطنق
 کہ پیچیدہ در وی ہوا ہی بہت
 معنبر چو باد بہار ست این
 زہر نقطہ اشش میشود تر دماغ
 جگر خشکان را میساست این
 کہ گردیدہ مقبول سلطان دیں
 زحق حجت و آیتے بر عباد
 کہ نام و نشان محمد از دست
 کہ ہندستان سبز و ارست زد

پس ہم اسی کتاب سے جس کے نور سے دل مومنین کے متور ہیں حضرت عمرؓ کے ایمان کے
 نور کو دکھلاتے ہیں جو اندھے نہ ہوں وہ دیکھیں اور اسی کتاب سے جس کی خوشبو سے دماغ
 مبینوں کے معطر ہیں حضرت فاروق کے اسلام کی خوشبو پھیلاتے ہیں جو دماغ رکھتے ہوں وہ سونگیں
 اور ہم اسی محقق کے قول سے جو موافق روایت کے لکھا ہے اور جو قدم بقدم دیانت پر چلتا ہے اس
 روایت کو ثابت کرتے ہیں اور ہم اسی کی تصدیق سے جس نے سنیوں کی جان کو رنج میں ڈال
 رکھا ہے حضرت شیعہ کو رنج دیتے ہیں اور اسی کے کلام سے جس کا کلام شیعوں کے زخموں کے
 لئے مرہم ہے ان کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں اور اس قبضہ و کعبہ کی تصبیح اور قبولیت سے
 جس نے سنیوں کے دلوں کو داغدار کر دیا ہے ان کے مقلدین کے دلوں کو داغدار کرتے ہیں
 اسے بجائیو اس روایت کو سنو اور دیکھو کہ حقیقت میں کیسا نور چمک رہا ہے اور سو گھو کہ
 دراصل کیسی خوشبو مہک رہی ہے بیشک اس روایت کی نسبت ہم بھی یہ شعر پڑھتے ہیں۔

بہ نہجی گرفت ست ایراد و دق
 زہر نکتہ ساز و معطر دماغ
 معطر چو مشک تارست این
 کہ افتادہ در جان اعدا قسطنق
 زہر نقطہ اشش میشود تر دماغ
 معنبر چو باد بہار ست این

اب ہم اس روایت کو بعینہ کتاب مذکور سے نقل کرتے ہیں۔

در کیفیت ایمان آوردن عمر بن خطابؓ

عمرؓ بعد ازاں پس چندان گاہ
چنان بد کہ بوجہل ازاں سوزش
کہ جز قتل پیغمبر ذوالجلال
یچی روز می گفت با اشقیاء!
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باد
زدی بای مصری و برویمن
عمر چوں شنید آن سخن گفتنش
باد گفت سو گند آگے خوری
من امروز خدمت رسانم بجا
گرفت از ابو جہل اول قسم
بآنکار چوں رفت بسیر و ن عمر
کہ ہمشیرہ ات نیز با جنت خویش
بر آشتت ابا حفص ازین گفتگو
سوی خانہ خواہر خویش رفت
بیامد بہ پیش درو ایستاد
شنید آنکہ میخواند مرد و نحو
درو می گرفتند یاد آن کلام
عمر زد در خواہر ہش باز کرد
در افتادہ با جنت خواہر بچگ
در آویخت و امد ہم با عمر
بخستند کہ روی ہم گاہ پشت

در آمد بدیں، رسول الہ
بہ کیفیت شد عداوت منش،
نبودش دگر هیچ فکر و خیال
کہ آرد کسی گرسر مصطفیٰ
دو کو بان سپہ دیدہ و سرخ مو
دگر سیم و زر بخشش چند من
بجنید عرق طمع در تنش،
کہ از گفتہ خویش تن نگذری
بیارم بہ پیشت سر مصطفیٰ
پس از گاہ زد در رہ کین قدم
یچی گفت با او نداری خبر
گر نتست دین محسد بہ پیش
بگفتا بر نیم کنون خون او
چو آمد بنزد یک در پیش رفت
صدائی شنید و بان گوش داد
کلامے کہ شنیدہ ؟ مثل او
ہمان خواہر و جنت او بالتمام
چو آمد درون شور آواز کرد
گرفتش ز حلق و بیفش و رنگ
گر رفتن خصمانہ ہم را بہ بر
لکد کہ زدندی بہم گاہ مشت

گجے این بزرگ آمدے گاہ او
 فلگندش بزرگ نشست از زبیر
 که نزدیک شد تا شود قبض جہاں
 بگفتش چه خواہے ز ما امی عمر
 نمودیم دین محمد قبول
 ولی بر نگر دیم از دین خویش
 بدانست کو بر نگر و دگر
 کہ گشتی بہ دینش چنین مبتلا
 کہ آرو باد حضرت جبرئیل
 کہ بہت این کلام جہاں آفرین
 اگر یاد داری بخوان بی ہر س
 عمر گوش چوں کرد حیران بہاند
 بسوئے اسلام سر گرم شد
 بگفتاد گر نیست زین می بجام
 کہ گردید پنہاں چونامت شفت
 بیاریم پیشت کہ خواند از ان
 بیاد رداستاد خود را برش
 بیامد بہ نزد عمر بے حساب
 ابا حفص اسلام کرد اختیار
 ہمیش قول کاہن بخاطر رسید
 کہ آنہم شود راست چوں این خبر
 نیز در سوگ خدائے جہاں
 چو در بستہ بد حلقہ برد زوند
 کہ استادہ با تیغ برد عمر
 بہاند ندا صواب اندر گفتند

ز ہم پوست کند کہ گاہ مو
 از چون عمر بود پر زور تر
 گلوش بہ تنگی فشر و آنچنان
 بیامد و ان خواہرش نوحہ گر
 اگر شاد گشتے ز ما در ملول
 کنوں گر کتے سر بیاریم پیش
 چو بشنید از و این حکایت عمر
 بگفتش چه دیدی تو از مسقط
 بگفتا کلام خدائے جلیل
 شنیدم گر دید برایتین
 عمر گفت از ان قول معجز اساس
 برو خواہرش آیہ چت خواند
 و لش زان شنیدن بسی نرم شد
 عمر گفت دیگر بخوان زین کلام
 ولی بہت استاد مادر نہفت
 قسم گر خورے کو نیابد زبان
 چو بگرفت سوگند از خواہرش
 بد از اہل اسلام نامش جناب
 برو خواند آیات پروردگار
 چو آیات معجز بیان راشنید
 بہ اسلام شد رغبتش بیشتر
 و زان پس بگشتند باہم روان
 بدولت سراسے پی میر شدند
 یکی آمد و دید از پشت در
 نیز دینے رفت و احوال گفت

ملائک چپے راست دروور باش
 بہ پیلو و ال حمزہ نامدار
 ہمیں رفت در پیش حیدر عمر
 بگرد آمدہ جمع یاران تمام
 بیدار حرم سر بعرش مجید
 چو دیدند کفار زان گوردہ حال
 یکی رفت از انہا بہ نزد عسر
 نہ زانسان کہ رفتی تو باز آمدی
 عمر کرد اسلام خود، آشکار
 ہران کز شامہ بنید از ہمای خوش
 چو کفار دریاقتند از سخن
 نہا دند پاد رہ امتناع
 چو دیدند آن صحبت اصحاب دین
 ازان حال کفار پس پاشتند
 بہ پیش اندر آمد رسول خدا
 نبی گفت تکبیر چوں در حرم
 نہ تا سید ایزد بسمجد نماز

شیطین ز بہیت شدہ پاش پاش
 بہ پیشش علی صاحب ذوالفقار
 حائل بہان تیغ کین بر کمر
 بر رفتند ز نیساں بہ بیت الحرم
 رسانید چون گرد سوکب رسید
 نمودند با ہم بسے قیل و قال
 بدو گفت این چہیت امی بد گہر
 بکین رفتے و بانیا ز آمدی
 پس انگہ باو گفت امی نابکار
 بہ بند سر خویش بر پای خویش
 کہ در دل چہ دارند آن انجمن
 نمودند با اہل بدت نزاع
 ہر دست بردند بر تیغ کین
 دلیران دین مسجد آراشدند
 نمودند یاران با اقتدار
 فنا دند اصنام بر روضہ ہم
 ادا کردو آمد سوسے خانہ باز

اسے حضرت شعیب تم کو اپنے باذلی بے بدل اور اپنے قبلہ و کعبہ کے آب گل کی
 قسم ہے کہ اس روایت کو دیکھو اور غور کرو کہ جو شخص اس دھوم دھام سے ایمان لائے
 اور جو آدمی اس شان و شوکت سے مسلمان ہوئے اس کی نسبت کون خیال کر سکتا ہے
 کہ وہ منافق ہوگا یا سچے دل سے ایمان نہ لایا ہوگا یا بعد ایمان کے مرتد ہو گیا ہوگا یا
 ایسے شخص سے کبھی پیغمبر صاحب نجدہ ہوئے ہوں گے یا ایسے آدمی کو دشمن اسلام
 کا اور منافق سمجھے ہوں گے دیکھو جو دعای پیغمبر صاحب ان کے لئے کی تھی کیسی جلد نما
 نے قبول کی اور اس کا اثر کیسا جلد ظاہر ہوا کہ ان کے ایمان لانے کا پہلا کام تو یہ ہوا
 کہ اول اوں نماز جماعت کی خانہ کعبہ میں ادا ہوئی اور اخیر کا کام ان کا یہ ہوا کہ وہ

شام اور حلب اور دمشق میں کلمہ کفر کا پست اور خدا کا کلمہ بلند ہوا ابتداء اسلام کی سوت
 بھی انہیں کی ذات سے ہوئی اور خاتمہ بھی انہیں پر ہوا حقیقت میں دعا اس کو کہتے ہیں
 اور قبولیت اسی کا نام ہے۔ اسے یار ذرا تو انصاف کو دخل دو اور تعصب اور عناد کو چھوڑ
 کہ جس کی ذات سے ایک ہزار چھتیس شہر کفر کے دارالاسلام ہوئے اور جس کی بددلت نیر
 بت خانے اور گرجے ٹوٹ کر مسجد بن گئیں اور جس کے سبب سے کسر ملی اور قیصر کے
 مملوں میں غفلتہ اللہ اکبر کا بلند ہوا اور جس کی وجہ سے ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی لونڈیوں
 میں داخل ہوئیں اور جس کی ذات سے ظلمت کفر کی دور ہوئی اور روشنی اسلام کی از شرق
 تا غرب پھیل گئی وہی تمہارے نزدیک منافق ہے اور اسی کا نام تمہارے یہاں دشمن خدا
 اور رسول سے تو معلوم نہیں کہ پھر خدا کا دوست اور محبوب رسول کون ہے اگر حضرت عمر
 کی ذات نہ ہوتی تو آج تمہارے قبلہ و کعبہ لکھنؤ میں بیٹھ کر علی علی کہتے یا اجدو دھیامیں ام
 رام پکارتے یہ عمر سی کی جوتیوں کا طفیل ہے کہ تم خدا کی توحید سے اور پیغمبر کی نبوت سے
 واقف ہوئے اور کفر چھوڑ کر اسلام اور ایمان کے نام سے آگاہ ہوئے لیکن آفرین تمہارے
 احسان فراموشی پر کہ اسی کی دشمنی کو تم نے ایمان قرار دیا ہے اور کفر کی بنیاد رکھو نے والے
 اور اسلام کا نیزہ گاٹنے والے کا نام منافق اور کافر رکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب شیطان
 نے دیکھا کہ بعد اسلام کے کفر پھیلا نہیں سکتا اور شرک سرسج میں گرفتار نہیں کر سکتا تب
 اس نے یہ تدبیر کی کہ لوگوں کے دلوں میں کفر کی جڑ دوسری طرح قائم کرے اور باوجود
 مسلمانی کے دعوے کے ان کو اسلام سے خارج کر دے تب اُس نے یہ تدبیر کی اور رخصت
 کا عقیدہ لوگوں کے دلوں میں مضبوط کیا اور جن لوگوں نے پیغمبر صاحب کو مدد دی اور جنہوں
 نے اسلام کو پھیلا یا اور جن کے سائے سے شیطان بھاگا ان کی عداوت دلوں میں ڈال دی
 تاکہ اس جیلے سے اُس کا کام نکلے اور لوگ اسلام سے نفرت کریں یا اسلام کا نام لیں مگر
 اصل میں اس کو چھوڑ بیٹھیں۔

چنانچہ اس ملعون کا مطلب حضرات شیعہ سے بخوبی حاصل ہو گیا اور اس شتی
 ازلی نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا کہ وہ ایسے اصحاب جلیل القدر کو برا جاننے لگے اور
 ایسے دوستوں کو پیغمبر صاحب کے برا کہنے لگے ان کی دشمنی کو ایمان سمجھے اور ان کو گالیاں
 دینا عبادت جانا حقیقت میں ان لوگوں نے ایمان چھوڑ دیا اور شیطان کے دام میں آکر

اسلام ہے ہاتھ دھویا اور نہ جس کو ذرا بھی عقل ہوگی کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ اگر وہی لوگ جو اس شدید بد سے ایمان لائے کافر تھے اور وہی آدمی جنہوں نے اسلام کو عرب سے لیکر عجم تک اور عجم سے لیکر ہند تک پھیلایا اسلام کے دشمن تھے تو پھر دوسرا کون مسلمان ہو سکتا ہے ضرور اس کا عقیدہ اسلام سے پھر جائے گا حقیقت میں اسلام کی حقیقت پر کوئی معتقد نہیں ہو سکتا جب تک وہ شیعوں کے عقیدے نہ چھوڑے اور پاک سنی دین نہ بن جائے واللہ سید ہی من یشاء الی صراط مستقیم

میں اس مقام پر ایک اور بات شیعوں کی کھنا مناسب سمجھا ہوں تاکہ ان کے عقیدے کی خوبی اس سے ظاہر ہو جائے اور ان کی دشمنی اسلام اور ایمان سے ثابت ہو جائے۔ یہ امر تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کی ذات سے نہایت تقویت دین کی ہوئی اور اسلام کی جڑ انہیں کے سبب سے مضبوط ہوئی چنانچہ صاحب حملہ حیدر یہ نے باری تعالیٰ سے خود اقرار کیا ہے کھا قیل مصرع

وزان بیشتر یافت دین تقویت

اور ظاہر ہے کہ جس کی ذات سے دین نے تقویت پائی ہوگی۔ اس کی ذات سے پیغمبر صاحب کو محبت بھی بدرجہ غایت ہوگی لیکن موافق روایت شیعوں کے پیغمبر صاحب کو کسی سے اس قدر عداوت نہ تھی جیسے کہ حضرت عمرؓ سے تھی اور ان کے مرنے کی خبر سے جس قدر حضرت کو خوشی ہوئی ایسی کسی خبر سے نہ ہوئی تھی اور جو فضائل اس روز کے جس جس روز کہ حضرت عمرؓ نے شہادت پائی پیغمبر خدا نے بیان کئے ہیں ایسے فضائل جمعہ اور عید اور روز غدیر کے بھی بیان نہیں کئے اور جو برکات اور فائدے اہل بیت کو اس تاریخ میں ہوئے ہیں جس تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی ایسے کبھی کسی روز نہیں ہوئے چنانچہ زاد المعاد میں جو معتبرین کتب شیعہ سے ہے اور ملا باقر مجلسی جس کے مؤلف ہیں اس کے آٹھویں باب کی پہلی فصل میں ایک طویل طویل روایت لکھی ہے جس کو ملا صاحب نے اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا ہے اس کا مختصر مضمون ہم لکھتے ہیں

لے ہر سیکہ خبر داد و ملا پدرم کہ خدا جہد بن میان در روز زہم ربیع الاول داخل شد بر جد بر رسول خدا خدا لیت گفت کہ دین حضرت امام حسن و امام حسین ہوا کہ حضرت رسالت پناہ طعام تناول فیہم و نہاد ان حضرت بر روی ایشان بسم میفرمود و با حضرت امام حسن و امام حسین میگفت بخورید گو ارا با و از ان شکر

برکت و سعادت میں روز بدرستی کیا، اس روز نسبت کہ حق تعالیٰ ہلکے میکند دشمن بد شمار اور مستجاب میگرددانہ
 دریا روز دلتے نادر شمار انجوبید کہ اس روز نسبت کہ حق تعالیٰ قبول میکند اعمال شیعیان و مجبان شہداء درین روز
 نجورید کہ اس روز نسبت کہ ظاہر میشود راستی گفته خدا کہ میفرماید خشک بیوہم خداوند باطلو یعنی این است خانہا
 ایشان کہ غالی گردیدہ است بسبب ستمہای ایشان نجورید کہ این روز نسبت کہ خشکستہ میشود درین روز شوکت
 شاد و یاری کنندہ بد شمای یاری کنندہ دشمن شمار نجورید کہ این روز نسبت کہ ہلک میشود درین روز فرعون اہل بیت
 من و تم کنندہ برایشان و نصب کنندہ حق ایشان نجورید کہ این روز نسبت کہ حق تعالیٰ عملہای دشمنان شمار باطل
 و بیادنگرداند مذہب این گفت کہ من گفتیم کہ یارسول اللہ آیا در میان اُمت تو کسی خواهد بود کہ جنگ این جزوتہا نماید
 حضرت فرمود کہ ای مدنیہ! کجی از منافقان برایشان سرگرد و خواہد شد و عمومی ریاست در میان ایشان خواہد کرد و مردم ما
 بسوسے شود و عورت خواہد نمود و تازیانہ ظلم و ستم را بردوش خود خواہد گرفت و مردم ما از زلزلہ خلاص خواہد بود و کتب خدا را
 تحریف خواہد نمود و سنت مرا تغییر خواہد داد و میراث فرزند مرا متصرف خواہد شد و خود را پیشکشے مردم خواندہ و زیادتی بر من
 من علی بن ابی طالب خواہد کرد و ما ہائے خدا را بناحق بر خود حلال خواہد کرد و در غیر طاعت خلاصت خواہد کرد و مرا و
 برادر من و وزیر من علی بن ابی طالب را بدین نسبت خواہد داد و دستہ را از حق خود محروم خواہد کرد تا ندیدہ پس حاضر من اورا
 نفرین خواہد کرد حق تعالیٰ نفرین اورا مستجاب خواہد کرد مذہب این گفت کہ رسول اللہ چارہ ما میکنی کہ حق تعالیٰ اورا در حیات شمار
 ہلک کند حضرت فرمود کہ ای مدنیہ! درست فرماید کہ حرمت کنم بر رضای خدا و از او عیب کنم تغییر لڑے لاکہ در علم و گذشتہ
 است ولیکن از حق تعالیٰ سوال کنم کہ فضیلت دہد آن روز لاکہ در آن روز او بچشم میگرد بر سائر روز ہا تا آنکہ احترام
 آفندہ نشے کرد و در میان دوستان من شیعیان اہل بیت من پس حق تعالیٰ وی کرد بسوی من کلمتے محمد و مردم سابق من گذشتہ
 است کہ در بار بر ترا و اہل بیت از غنہا و ہائے دنیا دستہائے منافقان و غضب کنندگان از زندگان من از منافقان
 کہ تو خیر خواہی ایشان کردی و با تو خیانت کردند و تو ایشان راستی کردی و ایشان با تو مکر کردند و تو ایشان مسان ہودی
 ایشان دشمنی ترا بدل گرفتند تو ایشان را دشمنی و ایشان از آن بد گرفتند و ایشان را بگریہ و ایشہ از او بد گرفتند و قسم یاد میکنم
 بحال قدرت و اود شہی خود کہ البتہ بکشایم بر شے کسی کہ غضب کند حق عملی لاکہ در سنت بعد از تو ہزار دست ترین
 طہتات جہنم کہ آنرا فیلوق میگویند و اول صاحب الصدقہ تعریفیم جا و ہم کہ شیطان از مرتبہ خود ہاد شرف شود و اورا ... کند
 آن منافق در روز قیامت عبرتے گردانم ہائے فرعونہا کہ در زمانہائے پیغمبران دیگر بودند و ہائے سائر دشمنان دین ایشان
 و درستان ایشان را بسوی جہنم برود و بادیر ہائے کیود دروائے ترش با نہایت ندرت و تخلصے و بر پیشہ یا نہایت ترا بد
 آراہد در عذاب خود جازیم ہی محکم فرمیدی سے بنزلت تو مگر با نجو میرسد اورا بلکہ از فرعون او حسب کنندہ حق
 جرات میکند بر من و کلام مرا بدل میکند و شکر من سے آورد و مردم را منع میکند از ارادہ زمانے من و گو سال از ہائے اُمت

تو بیکہ کہ ان ایوب کبرست و کافر میشد و بن در عرش عظمت جلال امن بدر سیکه من امن کرد و ہم با او که بخت آسمان
خود را که برائے شعیبان و صہبان دین شما عید کنند آن روزی را که آن ... کشته میشود امر کردم کا کوسی کرامت را نصب کنند
در برابر بیت المعمور و شما بر من و طلب آمرزش نمایند برائے شعیبان و صہبان شما از فرزندان آدم و امر کرده ام ملائکہ فرستند
امثال را که اذین روز تاسر روز قلم ببردیم بر او راندند و نویسد گناہان ایشان ترا برائے کرامت تو دومی تو اسے محمد روز تاسر
گردانیدم برائے تو و اہل بیت تو برائے ہر کہ تا بیع ایشان باشد از مومنان و شعیبان ایشان و سو گند یاد و سیکم عبرت و
جلال خود و علو منزلت و مکان خود کہ عطا کنم کسی را کہ عید کند گناہیں روز را از برائے من ثواب آنها کہ بدر عرش اعلا کردند
و قبول کنم شفاعت او را از خویشان و نزدیکانم ہاں اور اگر کشتی و گویا بخورد و بر خیال خود و دین روز و ہر سال روز
روز ہزار ہزار کس از موالیان و شعیبان شما از آتش جہنم آزاد کردم و اعمال ایشان را قبول کنم و کتا بال و نشان را بیامان
مذہب گفت پس برخواست حضرت رسول خدا و نہاد ہم سلمہ رفت و من پر شتم و صاحب یقین بودم و کہ کفر عمر تا آنکہ بعد از
وفات حضرت رسول دیدم کہ او چہ فقہا بر آئینت و کفر علی خود را اظہار کرد و از این دین برگشت و ما مال بے حیائی و حق
برائے خدیجہ است مخالفت بر زود قرآن اتحریت کرد و آتش در قات و حکم رسالت زد و یہ عتہا در دین خدا پیدا کرد و سنت
پیغمبر را تغییر داد و سنت آن حضرت را بدل کرد و شہادت حضرت امیر المؤمنین را رو کرد و فاطمہ و دختر رسول خدا را بے ایمان
نسبت داد و فدک را نصب کرد و بیچہ و نہاد منی و محجوس را از خود راضی کرد و نور دیدہ مصطفی را خستہ آورد و در ضاوح
اہل بیت رسالت نہ کرد و جمیع سنتہای رسول خدا را بر طوت کرد و تدبیر کشتن امیر المؤمنین کرد و جوہر ستم در میان مردم علی را نہ
بر حجب خدا اطلاق کرد و بود حرام کرد و ہر حجب حرام کرد و بود حلال کرد و حکم کرد کہ از چوہر ستم شد و تیار و در ہم میزند و چنان
کنند و ہر دو شتم فاطمہ را بر او بر منبر حضرت رسالت نصب جوہر بالارفت و ہر حضرت امیر المؤمنین اکثر است
و آنحضرت معاند کرد و از این آنحضرت را نسبت داد و نہاد گفت پس حق تعالی دعوات بگزیدہ شور و
پیغمبر خود را و حق آن منافق سبب کرد و اندک قتل او را ہر سنت شدہ اور تمثالہ مبارکی ساخت پس تمیم بن
حضرت امیر المؤمنین کہ آنحضرت را تہنیت و مبارکیا تجہیم تا آنکہ آن منافق کشتہ شد مجذب حق تعالی و اصل
چون حضرت مرادید فرمود ای مذہب آیا در خطا و راہی آن رفتی را کہ آمدی بر نزد سید من رسول من و درو علی
حسن و حسین نزد او نشسته بودیم و با او طعام میخوریم پس ترا و دلالت کرد بر فضیلت این روز گفت ہاں اسے
حضرت فرمود بخدا سو گند کہ این روزیست کہ حق تعالی دولت دیدہ آل رسول را نشن گردانید و من برائے این
ہفتاد و دو نام میفرماید عید گفت کہ یا امیر المؤمنین میخواہم کہ آن نامہارا از تو بشنوم حضرت فرمود کہ ای روز استوار
کہ مومنان از شر آن منافق استراحت یافتند و روزی را کہ شدن کریم غم است و روز زندہ بودم است و روز خند
شعیبان و روز تیار ہنوی برائے مومنان است و روز بھاشتن قلم از شعیبان است و روز ہر ہم چنگان برائے کفر

دروز عافیت ست روز برکت ست و روز طلب خوبہ کے مومنانست و روز عید بزرگ جماعت و روز مستجاب شدن
 و عادت و روز موقت العظم و روز وفاتے لجهت و روز شرط ست و روز کنان ہامہ سیاہ ست و روز عادت نفاست و
 روز شکستہ شدن شوکت ممانفانست و روز نفی ہجرت روز فتح ست و روز حرمین اعمال آن کا فرست و روز ظهور قدرت
 جماعت و روز عنونگ ہاں شیعیانست و روز فرج ایشیانت و روز توبہ است و روز انابت ست بسوئے حق تعالی و روز
 زکوٰۃ بزرگ و روز فطر دوم ست و روز اندوہ باغیانست و روز گز شدن آب بان در گری ممانفانست و روز خوشنومے مومنانست
 و روز میاہل بیت ست و روز ظفر یافتن بنی اسرائیل بر فرعونست و روز مقبول شدن احوال شیعیانست و روز پیش فرستادن
 تصدقات ست و روز زیادتی مشوہانت و روز تمل منافق ست و روز وقت معلوم است و روز سرور اہل بیت ست و روز
 مشہورست و روز قہر پدشمن ست و روز خراب شدن بنیان سلطنت ست و روز زیت کہ قائم انگشت نداشت بدان
 میگرد و روز عیت ست و روز شرنست و روز شک شدن دلہائے مومنانست و روز شہادتست و روز درگدشتن از گنہ ہونست
 و روز ازگی بوستان اہل ایمانست و روز خوشی دلہای مومنانست و روز بر طرف شدن پادشاهی ممانفانست و روز
 توفیق اہل ایمان ست و روز رہائی مومنانست از شرکافران و روز مظاہرست و روز مفاخرست و روز قبول اعمال ست
 و روز جمیل تعظیم ست و روز تحمل و عطا ست و روز شکر حق تعالی ست و روز ایسے مظلومانست و روز زیارت کردن مومنانست
 و روز محبت کردن ایشانت و روز رسیدن بہ رحمتہای الہی ست و روز پاک گردانیدن اعمال ست و روز فاش کردن راز ست
 و روز پاک گردانیدن اعمال ست و روز فاش کردن راز ست و روز بر طرف شدن جنہاست و روز ترک کردن بھونست و روز
 عبادت مومنانست و روز مظلومت و ضیعت ست و روز افتاد پیشوایان دین ست و روز گفت کہ پس از خدمت امیرالمومنین فرماستم
 و گفتم اگر در نیابم از اعمال و افعال خیر و انجہ امید ثواب اذان طرم مگر محبت امین و روز دانستن فضیلت امین را ہمہ آیند
 منتہائے آرزوی من خواہد بود پس محمد و کئی و ایمان حدیث گفتند کہ چون امین حدیث را از احمد بن اسحاق شنیدیم ہم
 یک برخواستیم و سر را بوسیدیم و گفتم حمد و شکر میکنیم خداوند سزا کہ براگنخت ترا زبری ماما آنکہ فضیلت امین روز
 با بارسانیسے پس بنہانہای خود برگزشتیم و این روز را عید کردیم۔

خدیجہ ابن یمان صحابی سے روایت ہے کہ میں نوین ربیع الاول کو پیغمبر صاحب کی
 خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کے پاس امیرالمومنین علی مرتضیٰ اور حضرت امام
 حسن اور امام حسین بیٹھے ہوئے ہیں اور کھانا نوشن فرما رہے ہیں اور حضرت نہایت خوش ہیں
 اور حنیف علیہا السلام سے کہ رہے ہیں کہ کھاؤ یا کھاؤ یہ تم کو مبارک ہو کہ آج کا دان وہ ہے
 جس میں خدا اپنے دشمن کو اور تمہارے جد کے دشمن کو بلاک کر لگا اور تمہاری ماور مشفق کی دانا

کو قبول کر لیا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج دن ہے کہ خدا تمہارے شیعوں اور محبوبوں کے اعمال کو قبول کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا میرے اہل بیت کے فرعون کو ہلاک کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کے دن خدا تمہارے دشمنوں کے عمل کو باطل کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا کے اس قول کی تصدیق ہوگی فتک بے توہم شاویہ بمانظمو کہ آج کے دن گھرانے کے خالی ہو گئے بسبب ظلم کے جو انہوں نے کیا تھا۔ حذیفہ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ کی امت میں بھی کوئی ایسا ہو گا حضرت نے فرمایا کہ ہاں ایک بت منافقوں سے انکا سر گر دھو گا اور دعویٰ ریاست کا کرے گا اور تازیانہ ظلم دستم کا اپنے ہاتھ میں لے گا اور آدمیوں کو خدا کی راہ سے منع کرے گا اور خدا کی کتاب کو تحریف کرے گا۔ اور میری سنت کو بدل دے گا اور میرے وصی علی پر زیادتی کرے گا اور خدا کے مال کو ناحق اپنے اوپر حلال کر لیا اور غیر طاعت میں خدا کے صرف کر لیا اور مجھے اور میرے بھائی علی کو جھوٹا کہے گا حذیفہ نے کہا کہ یا حضرت اگر وہ ایسا ہے تو کیوں آپ اس کے لئے دعا نہیں کرتے تاکہ وہ آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے حضرت نے جواب دیا کہ میں خدا کی قضا پر حیرت نہیں کرتا اور جو کچھ اس نے اپنے علم میں قرار دے دیا ہے اس کا بدلنا اس سے نہیں مانگتا لیکن یہ خدا سے سوال کرتا ہوں کہ خدا اس روز کو فضیلت دے اور تمام دنوں پر اس دن کو عزت بخشے۔ چنانچہ خدا نے حضرت کی دعا قبول کی اور وحی کی کہ اسے نسیہ میں اس دن کو افضل کرتا ہوں اور علی کو تیرا سزا تیرا ہی کے ظلم کے سبب سے حلال کروں گا۔ وہ شخص مجھے پر حیرت کرے گا میرے کلام کو بدل دے گا میرے ساتھ شرک کر لیا لوگوں کو میری راہ سے منع کر لیا میرے ساتھ بکفر پیش آئیگا اس لئے میں نے ملائکہ ہفت آسمان کو حکم دیا کہ اس دن کو جس میں وہ مارا جائے شیعوں اور مبسوں کے لئے عید کریں اس تاریخ کو میری کرسی کو امت کو بیت المعبرہ کے برابر نسب کریں اور تمام شیعوں کی مغفرت کی دعا کریں۔ میں نے تمام فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اس تاریخ سے تین دن تک قلم آدمیوں سے اٹھالیں اور انہیں شخص کچھ گناہ کیوں نہ کرے اس کو نہ لکھیں اے محمد اس دن کو میں نے تیرے لئے اور تیرے شیعوں کے لئے عید بنا دیا ہے انتہی ترجمہ بلفظہ۔ ایہا المؤمنین اس روایت کو دیکھو اور ان کے ایمان اور انصاف اور عقل پر زور تعجب ہے کہ زمین شق نہیں ہوتی کہ وہ سب ابائیں قہر کی ناکھ کر تیا کہ وہ جیل جانیں طوفان غضب نہیں آیا تاکہ وہ ڈوب سکیں دیکھو پیغمبر خدا علیہ السلام

والشفا پر اس حدیث میں کسی تہمت کی ہے اور خدا کے محبوب پر کیا افترا پاندھا ہے خدا اس آدمی سے جس نے اپنی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا اور دلوں کو غافل کر رکھا ہے اس تہمت اور افترا کا بدلہ لے کر حقیقت انہیں کی شان میں یہ صادق ہے کہ لہر قلوب لایفقہون بہا دلہم اعیین لہ صیرون بہا دلہم آذان لایسمعون بہا اولنگ کا لانعام بل ہم اصل اولنگ ہم الفاقلون کوئی دقیقہ بے ایمانی اور کفر کا نہیں ہے جو اس حدیث کے واضح نے چھوڑا ہو اور کوئی جھوٹا اور افترا نہیں رہا جو پیغمبر صاحب کی طرف منسوب نہ کیا ہو بھلا کون شخص ہے جو اس بات کو مانے گا کہ کہ جس شخص کے ایمان لانے کیلئے خود ہی حضرت نے دعا کی ہو اور جس کے لئے بروایت امام باقر علیہ السلام اللہم اعز الاسلام لعربین خطاب کہا ہو اور جس کے حق میں خدا نے حضرت کی دعا قبول کی ہو اور جس نے مسلمان ہوتے ہی تھینڈا اسلام کا کعبے میں گاڑ دیا ہو اور جس نے اسلام لاتے ہی حضرت کو کعبے چلنے پر مستعد کیا ہو اور جس نے تمام عمر اپنی حضرت کی محبت اور اطاعت اور فرمانبرداری میں اور اپنی ساری زندگی اسلام کے پھیلانے میں صرف کر دی ہو اور جس نے دنیا کی کسی قسم کی لذت نہ اٹھائی ہو اور جس نے خدا کی راہ میں جان دے دی ہو اس سے پیغمبر صاحب اس قدر بخیر ہوں کہ اس کے مرنے پر اس قدر خوشی کریں اور اس کے مرنے کے دن کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور عید غدیر سے بھی بڑھ کر افضل جانیں اور وہ اس کے مرنے سے اس قدر خوش ہو دے کہ تین دن تک گناہوں کے لکھنے سے قلم اٹھائے اور شیعوں کو اجازت دیتے کہ اس تین دن کے عرصے میں چاہیں فنا کریں چاہیں شراب اور سو نوش فرمادیں چاہیں مسجد میں ڈھادیں چاہیں ترآن جلا دیں جو دل چاہے کریں نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ بتلانے والا کوام کا زمین موقوف لکھنا پڑتا بند پس ایسی حالت میں بھی اپنی خواہش پوری نہ کریں تو کعبہ کریں گے خدا کے لئے انصاف کرو اور اس عقل کے دشمن ایمان کے عدو فرقی کو دیکھو کہ ان کو کس قدر شیطان نے بہکایا ہے اور اسلام کی راہ سے کس قدر دور کر دیا ہے سبحان اللہ کیا دین اور کیا مذہب ہے کہ بیچارے نمازی برسوں نماز پڑھتے پڑھتے مریں روزے رکھنے والے تیس دن تک گرمیوں کے دنوں میں بھوک پیاس کی تکلیف اٹھادیں حاجی ہزاروں منزل سے مصیبت راہ کی طے کر کے کعبے میں پہنچیں اور حج کریں تب صبر کے مستحق ٹھہریں اور شیعہ بیانی گھر بیٹھے نمازیں شریعت میں اور ریح الاول کی نویں تاریخ کو اپنے بابا شجاع کے نام پر حلوے کھا میں اور لعنتی کھانا نوش کریں اور سب سے زیادہ ثواب پادیں واہ خدا کا عدل ہے شاید اسی

سبب سے خدا کو عادل سمجھتے ہیں اور عدل کو اصول خمسہ دین میں جانتے ہیں اگر ایمان اسی کا نام ہے اور محبت اہل بیت اسی کو کہتے ہیں تو افسوس ایسے ایمان اور ایسی محبت پر اور اگر محبت اور مؤمن ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں تو دوسرے ان کے حال پر مصرع گروہی اس سنت لعنت برولی اس روایت کی صحت اگر تسلیم کی جائے تو ضرور یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ پیغمبر صاحب بھی تقیہ فرمانے تھے اور وہ بھی کافروں بلکہ اپنے یاروں سے ڈرتے تھے اور خوف کے سبب سے جو کچھ ان کے دل میں ہوتا اس کو ظاہر نہ فرماتے تھے اس لئے کہ اگر خوف نہ ہوتا تو ایسے دشمن خدا اور رسول کو جیسے کہ حضرت عمر تھے اور جن کے مرنے کی خبر سے اس قدر خوش تھے اور جن کی موت کی تاریخ کو عید اور جمعہ سے افضل جانتے تھے اور جنکو فرعون اہل بیت کہتے کیوں اپنی صحبت میں رکھتے اور کس لئے ان کو اپنا مساحب بناتے اور کس واسطے ان سے ہمیشہ صلاح اور مشورہ لیا کرتے کس آدمی کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ پیغمبر صاحب جن کا خلق کی ہدایت تھا اور احکام الہی کا پہنچانا جن کا اوپر فرض تھا اور امت کو نیک بد پر آگاہ کر دینا جن کے اوپر لازم تھا وہ بھی تقیہ کرتے ہوں اور خوف جان کے سبب سے عیب کا نام بھی نہ لے سکتے ہوں اور باوجود اس کے کہ ان کو اپنے دین کا دشمن جانا اور جان بوجھ کر ان کو اپنی صحبت سے نہ نکالنا اور علانیہ لوگوں پر ان کے کفر و نفاق کا حال ظاہر کرنا بیک طرف اپنے گھر میں بھی پوچھنے والے سے ان کا نام نہ لیا اور دیوار ہم گوش دار کا مضمون پیش نظر رکھ کر گول گول ہی بات فرمائی ایسا واسطے حدیث صحابی سے سب حال تو حضرت نے فرمادیا لیکن نام ٹکر نہ لیا بلکہ ان کے پوچھنے پر بھی جواب صاف نہ دیا اور فقط ان کی صفات بیان کر کے سکوت فرمایا اگر ان کا نام حدیث سے کہہ دیا ہوتا اس کے ساتھ ہی سکوت کی بھی نصیحت کر دی ہو۔ تعجب ہے حضرات شیعہ سے کہ وہ مسلمانی کا نام بدنام کرتے ہیں اور پیغمبر خدا پر ایسی تہمت لگاتے ہیں اور خدا اور رسول سے کچھ نہیں نثراتے خانہ خراب ہو تقیہ کا جس سے کسی کو محفوظ نہیں جانتے اور پیغمبر صاحب پر بھی اس کا اقرار کرتے ہیں حالانکہ خود ان کے علماء کا اقرار ہے کہ پیغمبر صاحب تقیہ نہ کرتے تھے بلکہ وہ تقیہ سے ممنوع تھے چنانچہ ہم بحث تھے میں اس کا ذکر کریں گے اور حقیقت میں اگر پیغمبر صاحب بھی تقیہ کرتے ہوتے اور وہ کافروں سے ڈرتے ہوتے اور جو بات سچ ہے اس کو زبان پر نہ لاتے تو دین کیونکر جاری ہوتا اور نبی

اسلام کیونکر چھپتا اور لوگوں کو حضرت کی صداقت پر کس طرح یقین رہتا پس جب کہ پیغمبر خدا نے
ابتداء سے نبوت میں تقیہ نہ کیا اور باوجود تکلیف اٹھانے کے کفار کے ہاتھ سے ان کے کفر کی
برائی اور ان کے بتوں کی ہجو کو نہ کر نہ کیا اور سب طرح کے صدموں کو صرف اس بات پر گوارا فرمایا
اور بعد ہجرت کے اور شروع ہونے جہاد کے کفار وہ منافقین کو قتل کیا اور جو واجب القتل معلوم
ہو اس کے خون کو بہر کیا اور ان کے نام لے کر لوگوں کو ان کے قتل پر آمادہ کیا اور حضرت عمر
کو باوجود جانتے اس امر کے کہ ان سے بڑھ کر کوئی کافر اور منافق نہیں ہے اور ان سے زیادہ
کوئی دشمن خدا در رسول نہیں ہے کبھی اپنی آغوش سے جدا نہ کیا اور سوائے تعزیر کے کبھی ان کی
برائی کا کلمہ بھی زبان مبارک پر نہ لائے تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا خوف ہو گا اور
حضرت سے زیادہ تفتہ کون کرے گا۔ میں اس مقام پر چند اشعار حملہ حیدریہ کے لکھتا ہوں
جس سے معلوم ہو کہ پیغمبر خدا کفار کی برائیوں کے ظاہر کرنے اور ان کے عبودوں اور بتوں کی ہجو
کرنے میں کچھ کسی کا خیال نہ کرتے تھے اور ہر چند کوئی سمجھتا اس سے باز نہ آتے تھے مگر قابل اشعار

بفرمود اگر قوم از آسمان

بیارند خورشید را تیر جان

گزارند بر دست من ہدیہ وارہ

بجز طعن اصنام در وصف آلہ

ز من قوم حرف دگر نشنوند

اور پھر یہی مولف آئندہ پیغمبر صاحب کے اظہار دعوت میں لکھتا ہے۔ اشعار

یہ دعوت شد آمادہ تراز سخت

کریستہ در کار خود سخت چست

نیاسود یکدم زار شاد خلق ،

نہ تنگ آمد از جور بیداد خلق

یہ صبح و بیشام و بد در زربشب

نہ از لعن اصنام بستے زباں

نہ کہ دی ازاں تا کسان احترام

چو در شان قومی شقاوت نشان

ذندہ خدائے جہاں آفرین

بسوئے نبی جبریل امین !

سائیدے آیات قہر و عقاب

بخواندے برایشان نبی بہ حجاب

شدی خوں ازین عظم دل مشرکان
تلائی نمودندے آن اشقیاء
قدادی ازان غصہ آتش سبحان
بدست وزبان باشند انبیاء
لیکن بتائید بزدان پاک
خدائی جہاں را چنان می ستود
بد انسان کہ در کار خود بود

اسے حضرات شیعہ پیغمبر صاحب کے وعظ و ارشاد پر غور کروادہ تبلیغ دعوت پر خیال کروادو سوچو کہ ابتداء سے زمانہ نبوت میں جب نہ کوئی یار تھا مدگار نہ فوج تھی نہ لشکر چھوٹی چھوٹی بات میں تو پیغمبر صاحب اپنی جان اور دعوت کا خیال نہ کریں اور جس قوم اور جس شخص کی برائی اور کفر میں جبرئیل پیام خدا کالا دین اس کو صاف صاف کہہ دیں اور ان خیر زمانے میں جب کہ ہزاروں شخص مسلمان اور لاکھوں آدمی متبع موجود ہوں اور سلاطین اور بادشاہاں زمین بھی مخالف اور ترسالی ہوں اس وقت پیغمبر خدا حضرت عمرؓ سے استفادہ کریں کہ باوجود ان کے نفاق و کفر کے اسکا ذکر بھی کسی سے لفظ ماریں اور سوائے خدا لیفہ کے وہ بھی گھر میں بیٹھ کر کسی سے کچھ ارشاد نہ کریں بلکہ لوگوں سے کہنا کیسا خود عمرؓ کو کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کریں اور ہمیشہ ان سے صلاح مشورہ لیتے رہیں اور جن کے حق میں خدا نے شہادہم فی الامر فرمایا ہوا نہیں حضرت عمرؓ کو داخل کریں۔ اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ خدا کا حکم نہ تھا کہ پیام ظاہر کیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ سلام ہے اس خدا کو جو عمرؓ سے ڈرتا تھا اور جو ایسی بڑی بات کو مدت ایک آدمی کے خوف سے ظاہر نہ کر سکتا تھا اور پیغمبر صاحب کو اس پر خاموش رہنے کے لئے تاکید فرماتا تھا اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ پیغمبر خدا نے یہ خیال کر کے کہ لوگ نہ نہیں گئے بلکہ ان کے کفر و نفاق ظاہر کرنے سے سب لوگ پھر جاویں گے اس کا علانیہ ذکر نہیں کیا تو اس بات کو ہم نہیں مانتے اس لئے کہ پیغمبر صاحب کا کام تھا ہر ایک امر کا ظاہر کر دینا باقی ماننا یا ناسنا امت کے اختیار میں تھا اگر پیغمبر خدا حضرت عمرؓ کے کفر و نفاق کو ظاہر کر دیتے اور سب کو اس پر آگاہ فرما دیتے تو حضرت کی حجت تو ختم ہو جاتی اگر کوئی نہ مانتا تو اس کا تصور ثابث ہوتا یہ فضائل جو روز قتل حضرت عمرؓ کے پیغمبر خدا نے خدا لیفہ سے بیان کئے ایسے تھے کہ حضرت کو لازم تھا کہ تمام مسلمانوں کو جمع کرتے اور ختم غدیر کے عطیے کی طرح منبر پر چڑھ کر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر اس کا خطبہ پڑھتے اور سب لوگوں کو آگاہ کرنے کہ یہ عمر جو میرے پاس ہے کافر اور

منافق ہے اور فرعون میرے اہل بیت کا ہے اس کو خوب پہچان رکھو یہ میرے اہل بیت پر ظلم کرے گا تا نیا نہ جو رد ستم ہاتھ میں لے گا حق میرے بھائی علی کا غضب کرے گا اس کے مرنے کے دن کی یہ فضیلتیں خدا بیان کرتا ہے اگر حضرت ایسا کرتے تو حق رسالت ادا کرتے سبحان اللہ پیغمبر صاحبِ خدا ذرا سی بات کو تو علانیہ بیان کر دیں اور ایک ادنیٰ ادنیٰ منافق کے واسطے خدا آنتیں نازل کر کے ان کو مشہور اور بدنام کرے اور حضرت عمرؓ سے منافق کیلئے دلجو ذوالشہدہؓ نہ خدا کوئی آیت نازل کرے نہ پیغمبر صاحبِ کچھ زبان سے فرمائیں انہوں نے ایسی سمجھ بپا اور تقف ایسے عقیدے پر کہ جس کے مذاصول درست ہیں نہ فروغ - شہر۔

فروعیت محکم آمدنے اصول شرم بادت از خدا و از رسول

امر سوم اصحاب کے تابعین کی فضیلتیں اور انکی نشانیاں

اس دعویٰ میں جس طرح پر امام زین العابدین علیہ السلام نے پیغمبر خدا کے اصحاب پر دود بھیجا ہے اسی طرح پر ان کے تابعین کے حق میں رحمت کی طلب کی ہے چنانچہ یہ الفاظ امام صاحب کی دعا کے ہیں **اللهم وادصل الی التابعین لهم باحسان الذین یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خیر جزا لکم الذین قصدوا مستم واد جہتم وامنوا علی شاکھتم لم یشتم ربیب فی بیسرتهم ولم ینتلبھم شک فی قفوا آثارهم والایتام بہدایتہ مشارم مکانیہم ذوارزین لهم یدینون بہنہم ولیتھم ولینفقو علیہم ولایستھونہم فیما اور الایم کہ خداوند ان کی بیعت کر لیا انہوں کو جزا خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہیں کہ پورے روزگار مغفرت کر ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں کیسے تابعین جو اصحاب کی مجال پہ چلتے ہیں اور ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کی نشانیاں کی ابتدا کرتے ہیں جنکو کوئی شک ان کی خوبی میں نہیں ہونا اور کیسے تابعین جو اپنا دین ویسا ہی رکھتے ہیں جیسا کہ اصحاب کا تھا اور ان سے اتفاق رکھتے ہیں اور اصحاب پر کچھ تہمت نہیں کرتے۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ بعد اصحاب کرام کے رتبہ تابعین کا ہے اور وہی سب امت سے افضل ہیں اور ان کی نشانیاں وہی ہیں جو کہ امام علیہ السلام نے بیان کر دی ہیں۔ اب اس میں تو کچھ شبہہ باقی نہیں رہا کہ امت محمدی میں وہی گروہ سب سے افضل ہے جو کہ اصحاب کی تبعیت کرے اور فرقہ جو اصحاب کی مجال پر چلتا ہے وہ ہے**

جس کا نام اہلسنت ہے یا وہ جس کا نام شیعہ ہے اور یہ امر دونوں کے عقائد پر نظر کرنے سے طے ہو سکتا ہے پس سنیوں کے عقیدے وہی ہیں جو کہ امام نے اپنی دعائیں بیان فرمائے کہ وہ اصحاب کے تابع ہیں اور اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور ان کو ایمان میں سابق اور مقدم جان کر ان کے لئے رحمت طلب کرتے ہیں ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں ان کو اچھا سمجھتے ہیں اور شیعوں کے عقیدے بالکل خلاف اس کے ہیں یہ اصحاب کو برا جانتے ہیں ان کو برا کہتے ہیں ان پر تبرا کرتے ہیں ان کو منافق اور کافر جانتے ہیں انکی پیروی کو کفر سمجھتے ہیں ان کی خوبیوں میں شک و شبہ رکھتے اور ان پر ہر طرح کی تہنیں لگاتے ہیں عرض کہ جو شخص سقتل اور ایمان رکھتا ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اہل امام کی دعا کے الفاظ پر غور کرے بعدہ سنیوں اور شیعوں کے عقیدوں پر غور کرے تب انصاف کرے کہ امام کے قول کے مطابق سنی حق پر ہیں یا شیعہ۔

تیسری شہادت: شیعوں کی معتبر ترین تفسیر میں جس کو وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں لکھا ہے ان اللہ اوحی الی آدم ان اللہ یفنی علی کل واحد من عبی محمد وآل محمد واصحاب محمد ما لو قسمت علی کل عدد ما خلق اللہ من طول الدہر الی آخرہ وکالوا کفار الادام الی عاقبہ محمودۃ وایمان باللہ حتی یتعذوا بہ الجنۃ وان رجلا من بیغض آل محمد واصحابہ اور احمد انہم لغدیر اللہ عذابا لوقم علی مثل خلق اللہ لیکبم اجمعین اترجمہ خدا نے عزوجل نے وحی کی آدم پر کہ خدا ان لوگوں پر جو محبت رکھتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور ان کی آل سے اور ان کے اصحاب سے ایسی رحمت نازل کرے گا کہ اگر وہ تقسیم کی جاوے اور پر تمام مخلوقات کے اول سے آخر تک تو وہ کافی ہے اور اگر سب کفار ہوں تو ان کی عاقبت بھی اچھی ہو جائے اور وہ مومن ہو جاویں اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمد کے اور اصحاب محمد کے یا ایک سے بھی ان میں سے تو خدا اس پر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوقات پر وہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔

چوتھی شہادت: اسی تفسیر میں لکھا ہے لما بعث اللہ موسیٰ بن عمران واصطفاه بنیاد فلق لہ البحر ونجی نبی اسرائیل واعطاه التورۃ والالواح رای مکانہ من ربہ عزوجل فقال یارب لقد اکرمتنی بیکر اتمہ لم تکرم بہا احد من قبلی فہل فی انبیاءک عندک من سواکرم منی فقال اللہ تعالیٰ یا موسیٰ اعلمت ان محمد افضل عندی من جمیع خلقی فقال موسیٰ فہل فی آل الانبیاء

اکرم من آلٰی فقال عزوجل یا موسیٰ اما علمت ان فضل آل محمد علی آل جمیع النبیین کفضل محمد علی جمیع المرسلین فقال یا رب ان کان فضل آل محمد عندک كذلك فہل فی صحابۃ الانبیاء عندک اکرم من الصحابی فقال یا موسیٰ اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علی جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی آل جمیع النبیین فقال موسیٰ ان کان فضل محمد آل محمد راضحاً صاحب محمد کا اہمیت فہل فی اہم الانبیاء افضل عندک من امتی ظلمت علیہم الغمام وانزلت علیہم المن والساوی دخلت لہم البحر فقال اللہ یا موسیٰ ان فضل امتہ محمد علی اہم جمیع الانبیاء کفضل علی خلقی (ترجمہ جبکہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ابن عمران کو مبعوث فرمایا اور انکو برگزیدہ کیا اور ان کے سبب سے ریا کو پل بنا دیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور توریت اور لوح ان کو عطا کی تب حضرت موسیٰ نے اپنا زنبہ دیکھ کر خدائے عزوجل سے عرض کی کہ کسی نبی کی آن میری سے بزرگتر ہے جواب ہوا کہ تم نہیں جانتے کہ فضیلت آل محمد کی سبب انبیاء کی آل پر ایسی ہے جیسے کہ ان کو فضیلت سب پیغمبروں پر ہے تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ الٰہی میرے اصحاب سے زیادہ تیرے نزدیک اور کسی نبی کے اصحاب کا زبیر ہے جواب ہوا کہ اے موسیٰ تم نہیں جانتے کہ فضیلت اصحاب محمد کی تمام انبیاء کے اصحاب پر اس طرح ہے جس طرح کہ فضیلت آل محمد کی سب انبیاء کی آل پر ہے تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ اگر فضیلت محمد اور آل محمد اور اصحاب محمد کی ایسی ہے جیسی کہ تو نے ارشاد فرمائی پس کسی نبی کی امت میری امت سے زیادہ افضل ہے جن پر تو نے بادلوں کا سایہ کیا جن پر میں سلوئی نازل کیا جنکے لئے دریا کو پل کر دیا خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ فضیلت امت محمد کی سب انبیاء کی امت پر اتنی ہے جتنی کہ مجھ کو میری خلقت پر فضیلت ہے۔

ان دونوں روایتوں سے دو باتیں ثابت ہوئیں اول یہ کہ جو شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے دشمنی رکھے وہ مستوجب عذاب کا ہے اور عذاب بھی ایسا کہ جس سے تمام دنیا ہلاک ہو جائے اور جو دوستی رکھے وہ مستحق ثواب کا ہے اور ثواب بھی ایسا کہ جس سے کفار کی عاقبت ہی جاوے۔ دوسری یہ کہ اصحاب نبی کی فضیلت اور شہرہوں کے اصحاب پر ایسی ہے جیسی کہ فضیلت پیغمبر صاحب کے آل کی اور پیغمبروں کی آل پر اور ان دونوں کے ثابت ہونے سے مذہب شیعوں کا باطل ہو گیا اس لئے کہ مداران کے مذہب کا صحابہ کی دشمنی اور ان کے برا جاننے پر ہے جو شخص اصحاب سے دشمنی رکھے وہی پکاموہن ہے اور

جوان کو سب سے برا جانے وہی سچا شیعوہ ہے پس ان دونوں روایتوں سے جس کے راوی امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں اور جو شیعوں کے اقرار سے صحیح اور مستند روایت ہے۔ حضرات شیعہ کو سوائے دو امر دن کے تیسرا چارہ باقی نہیں رہا یا کیا صحابہ کو بہتر جانیں اور ان کی فضیلت کے قائل ہوں اور ان سے محبت رکھیں تاکہ وہ مستحق ثواب کے ہوں یا کہ ان کو برا جانیں اور ان سے دشمنی رکھیں تاکہ مستوجب عذاب کے ہوں لیکن حضرات شیعہ جب تک کہ اپنا مذہب ترک نہ کریں گے اور سنیوں کے شریک نہ ہو جائیں گے تب تک وہ فضیلت صحابہ کے قائل نہ ہوں گے کوئی شخص باوجود اقرار فضیلت صحابہ کے شیعوہ رہ نہیں سکتا تمام علمائے شیعہ عبداللہ بن سبا کے وقت سے لیکر جناب قبلہ و کعبہ کے عصر تک اس فکر میں مر گئے کہ اصحاب کے معائب تلاش کریں اور ان کی برائیاں ثابت کریں اور ان کے فضائل سے انکار کریں اگر کسی کو انکار ہو تو وہ ذرا تکلیف گوارا کرے اور شیعوں کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھے کوئی ورق نہ ہوگا جس میں اصحاب کی برائیاں نہ ہوں کوئی صفحہ نہ ملے گا جس میں ان پر نبرائے ہو جناب مجتہد صاحب قبلہ صوام میں ارشاد فرماتے ہیں کہ (اما احادیث فضائل صحابہ از طریق امامیہ باوجود کثرت احادیث مختلفہ در ہر امر جزئیے از جزئیات اصیہ و زعمیہ از کتب احادیث امامیہ و در قادر قابہ نیت تفحص بمطالعہ در آراء و مذہبوں آنست کہ زیادہ از سہ چہار حدیث کہ سرور پادرسنت نداشتہ باشند دست بہم ہر امانا احادیث مثالب و معائب آن ہا پس بلاعراق اینست کہ متجاوز از ہزار حدیث باشند) اسے اہل انصاف فرما آنگہ کھولو اور نیند سے چو نکو اور حضرات شیعہ کے حال کو دیکھو کہ خود ہی اپنے اماموں کی طرف سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے اصحاب کا رتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور کسی اور نبی کے پیار انکے درجے کو نہیں پہنچتے اور جوان سے محبت رکھے وہ ناجی اور جو دشمنی رکھے وہ ناری ہے اور پھر خود ہی یہ فرمادیں کہ کوئی آیت کوئی حدیث کوئی روایت ان کے فضیلت میں نہیں ہے اور جو ہے وہ بے سرور پادرسے بلکہ ہزار اہل احادیث انکی برائیوں میں ہیں اگر ہم ہزار برس تک سوچیں سہ سہارہ کے فضائل کی احادیث بلحاظ جزئیات اور باعتبار اصول و فروع بہت ہیں لیکن اگر ان تمام کتب احادیث شیعہ کا ایک ایک ورق تلاش و تفحص کی نگاہ سے دیکھیں تو زیادہ زیادہ تین چار احادیث نہیں گی اور وہ بھی اک سورتہ میں کہ ہانکا سر میر درست نہ ہوگا اس کے برخلاف جو احادیث ان صحابہ کی برائیوں کو دیکھ کر تہی ان کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے۔

اور اس مشکل عقیدہ کو حل کرنا چاہیں مگر نہ ہماری سمجھ اس مسئلہ تک پہنچ سکتی ہے نہ ہم سے یہ گمراہ کھل سکتی ہے اگر حقیقت میں ہمارے پیغمبر کے اصحاب ایسے افضل ہیں کہ کسی پیغمبر کے اصحاب ان کے درجہ تک نہیں پہنچتے اور ان کی دشمنی باعث غلب اور ان کی دوستی ذریعہ ثواب ہے تو چاہیے کہ قول سنیوں کا درست ہو اور ایسے بزرگوں کی تعریف میں اگر ہزاروں احادیث اور لاکھوں روایتیں منقول ہوں تو بھی تصدیق نہیں اور اگر قول شیعوں کا صحیح ہے تو چاہیے کہ ایسے شیعوں کی دشمنی باعث نجات اور دوستی موجب ہلاکت ہو ورنہ حقیقت یہ قول مجتہد صاحب کا محض غلط اور بالکل باطل ہے اس لئے کہ خود شیعوں کی کتابوں سے ہزار ہا احادیث اور اقوال فضائل میں صحابہ کے ہم نکال سکتے ہیں چنانچہ اسی رسالہ میں ہم اپنے قول کو ثابت کریں گے اور صد ہا روایتیں فضیلت صحابہ کی کتب شیعہ سے نکال کر مجتہد صاحب کے مقلدین کی خدمت میں پیش کر کے قبلہ و کعبہ کے قول کی تکذیب کریں گے اگر کوئی تعجب کرے کہ کیونکر علمائے اصحاب کی فضیلت بیان کی ہے اور کس طرح ان کی تعریف کی روایتوں کی تصدیق فرمائی ہے تو اس کے واسطے ہم ایک قاعدہ مسلمہ مجتہد صاحب کو بیان کرتے ہیں کہ وہ صوارم میں فرماتے ہیں اگرچہ کسی اہل مذہب سے جو کہ کسی کے فضائل کا اعتقاد رکھے اس کے معائب کے روایات کی توقع رکھنا یا جس کسی کے وہ معائب کا معتقد ہو اسکے فضائل کے اقرار کی امید رکھنا بیجا ہے لیکن خدا نے اپنی حجت تمام کرنے کے واسطے سنیوں کو مجبور کر دیا کہ انہوں نے اصحاب کی برائیوں کو خود ہی روایت کیا چنانچہ الفاظ اس کے یہ ہیں (سہم چندان اہل مذہب کی روایتیں مطاعن شخصی کند توقع روایت فضائل آن شخص و اشتقاق بیجاست و ہمچنین بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ آقا مجتہدین و علوہ قلب و مخالفین جناب امیر المؤمنین علیہ السلام اپنا مسلک ثابت کرنا چاہتا ہے کہ بنا بر پیش آمد و تقرب سلطان بنی عدی و تیم دینی اسبہ اخبار فضائل انہما بسیار وضع نموده اند چون در مذکورہ احادیثی باشد جناب مخالفین از قنایت تا قنایت نہیں باجواز جناب امیر المؤمنین بازشالہ اصحاب شیعہ و اتباع ایشان را ہم مذکورہ ساقبتہ اند و علماء و محدثین ایشان چنین احادیث و اخبار اور کتب مصنفات خود مندرجہ فرمودہ اند ہم اسی قاعدہ کو تسلیم نہ کریں کہ کوئی مذہب والا جو کسی کی برائیوں کا معتقد ہو اس سے اس شخص کے فضائل بیان کرنے کی توقع رکھنا ناممکن ہے اور اس کے بالعکس بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام حجت کے پیش نظر امیر المؤمنین کے مخالفین کے دل ایسے سوز کر دیئے کہ شاہان بنو عدی تیم اور بنو امیہ کی قربت کے باوجود حضرت علی کی یہ انتہا فضیلت بیان کی ہے اور چونکہ جھوٹے کو باہر نہیں رہتا اسلئے ان کے علماء و محدثین نے اعجاز امیر المؤمنین معلوم کرتے ہوئے بھی اصحاب علیہ السلام اور ان کے مقلدوں کے معائب چنانچہ بہانہ میں درج کئے ہیں

رفلما کان من الغدو (ترجمہ امام حسن فرماتے ہیں کہ جب دوسرا دن ہوا تب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا سوقت امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور ابو بکر اور عثمان اور عمر موجود تھے میں نے حضرت سے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار میں نے کل آپ کی زبان سے سنا جو کچھ آپ نے ان اصحاب کی نسبت فرمایا وہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا ہے بعد اس کے حضرت نے ان کی طرف اشارہ کیا احد کہا کہ یہی سمع اور بصر اور دل ہیں اور ای وحی یعنی علی کی محبت سے سوال کئے جائیں گے اور یہ کہہ کر یہ آیت پڑھی کہ خدا کے عزد جل فرماتا ہے کہ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسؤلاً بعدہ فرمایا کہ قسم ہے مجھ کو اپنے پیروں و گار کی عزت کی کہ تمام امت میری قیامت کے دن کھڑی کی جاوے گی اور ان سے سوال علی کی محبت سے ہوگا اور یہی مطلب ہے خدا کے اس قول کا کہ تو تم انہم مسؤلون کہ کھڑا کروان کو ابھی سے پوچھنا ہے اس حدیث کے ان الفاظ زائد کو ہم چند دلیلوں سے صحیح نہیں جانتے اور اس کو دوسرے دن کا جایا ہوا فقرہ سمجھتے ہیں۔

(پہلی دلیل) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول روز جب امام حسن نے حضرت سے سنا کہ ابو بکر مبتدئ سمع کے اور عمر بمنزلہ ابیر کے اور عثمان بمنزلہ دل کے ہیں تو اس روز کچھ استفسار نہ کیا دوسرے دن پوچھنے کا کیا سبب ہے اگر امام حسن کو پوچھنا ہوتا تو اسی وقت پوچھتے اگر یہ خیال کیا جائے کہ پہلے دن بسبب موجود ہونے خلفائے موصوفین کے ان کے خوف سے نہ پوچھا تو دوسرے دن بھی اسی حدیث سے ان کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے اگر ان کا خوف تھا تو کھڑے پوچھتے کہ یا حضرت آج آپ نے ان کے سامنے ایسا فرمایا اس کی حقیقت کیا ہے نہ کہ پھر مجلس میں انہیں کے سامنے استفسار کرتے اس سے سوائے ظاہر ہے کہ یہ فقہ دوسرے دن کا جایا ہوا ہے۔

(دوسری دلیل) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اول روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ من الغدو حضرت علی بن ابی طالب قال رسول اللہ ان ابابکر منہ بمنزلہ سمع وان عمر منہ بمنزلہ بصر وان عثمان منہ بمنزلہ الفؤاد فلما کان من الغدو حضرت علیہ وعمرہ امیر المؤمنین وابوبکر وعمر و عثمان نقلت لیا ابنت سعید تقول فی اصحابک ہوا قولاً ناسراً فقال نعم ثم اشار الیہم فقال ہم السمع والبصر والفؤاد وسیا لون عن دلائیہ وحیئہ ہذا اشار الی علی بن ابی طالب ثم قال ان اللہ عزوجل يقول ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسؤلاً ثم قال ان اللہ عزوجل فی ان سمیع استمرو فون یوم القیمہ مسؤلون عن ولایہ علی ذالک قول اللہ عزوجل وقضو ہم انہم مسؤلون

دولم نے صرف تشبیہ اور تمثیل پر قناعت فرمائی اور حضرات خلفائے ثلاثہ کو بمنزلہ سبع اور لہجہ اور نواد کے کہہ کر سکوت کیا تو یہ فرمانا اول سے تھا یا براہ تقیہ یا بطور استہزاء اگر دل سے تھا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں فنعم الوفاق جھگڑا طے ہوا اگر براہ تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہوا حالانکہ خود حضرات شیعہ اس کے قائل نہیں دوسرے اگر براہ تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہوا حالانکہ خود حضرات شیعہ اس کے قائل نہیں دوسرے اگر پہلے دن حضرت سبزاہ تقیہ فرمایا تھا تو دوسرے دن بھی وہی سبب تقیہ کا یعنی حاضر ہونا خلفاء کا جن کے خوف سے یا جن کے خوش کرنے کو حضرت نے ایسا کچھ فرمایا موجود تھا اگر بطور استہزاء تھا تو پیغمبر صاحب کی نسبت مسخرگی اور ٹھٹھے بازی کا اطلاق کرنا ہے اور یہ سوائے شیعوں کے دوسرے سے نہیں ہو سکتا وہ جو چاہیں پیغمبر صاحب پر تہمت کریں۔

(تیسری دلیل) پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ فرماتے تھے اور کچھ کہتے تھے وہ صاف صاف کچھ لگی لپٹی نہ رکھتے تھے اور کسی کو دھوکا نہ دیتے تھے اور کسی کو شبہ میں نہ ڈالتے تھے پس اگر دوسرے دن کے جھٹھے ہوئے فقرے کو ہم صحیح مانیں تو گویا پیغمبر صاحب پر تہمت کریں اس لئے کہ اگر دوسرے دن امام حسن استفسار نہ کرتے اور پیغمبر صاحب اصل مطلب نہ بتاتے تو لوگ شبہ میں رہتے اور حضرت کے کلام کو صدق اور صفائی پر قیاس کر کے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بمنزلہ سبع اور لہجہ اور دل کے سمجھے جیسا کہ ان لفظوں سے جو حضرت نے فرمائیں معلوم ہوتا ہے پس کیا کوئی ایمان رکھنے والا پیغمبر صاحب پر ایسی تہمت کر سکتا ہے اور جس کا کام صاف بیان کر دینے اور لگی لپٹی نہ رکھنے کا ہو اس کی باتوں کی تاویل کر سکتا ہے لہذا اللہ من ذلک۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرات شیعہ نے دین کو مسخر کیا اور ٹھٹھے میں ڈال دیا ہے اور پیغمبر خدا کی احادیث اور کلام اللہ کی آیات کو تحریف اور تغیر کر کے بدل دیا ہے نہ خدا کے کلام کو کلام مبین جانتے ہیں نہ پیغمبر صاحب کی حدیث کو صاف سمجھتے ہیں سب میں شک اور شبہ کرتے اور سب کو ذر ذرت جہنم اور ذر ذر معین جانتے ہیں چونکہ بناء مذہب تشیع ففاق اور تھوٹ پر ہے اس لئے سب کو اپنا ہی سا جان کر ایسی تاویلات کرتے ہیں ورنہ کون شخص ہے کہ پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا کہے کہ وہ ایک روز کچھ کہتے تھے دوسرے دن اس کی کچھ تاویل کرتے تھے فرض کر دو کہ اگر اسی شخص نے پہلے ہی دن کی باتیں سنی ہوں اور اس نے پیغمبر صاحب کو ہادی

اور نبی سمجھ کر ان کے کلام کو حق جانا ہو سالا نہ کہ بقول شیعوں کے وہ حق نہ تھا اور اس کا مطلب دوسرا ہی تھا جس کو دوسرے دن حضرت نے امام حسن کے پوچھنے پر بتلایا اور وہ شخص دوسرے دن حضور میں حضرت کے حاضر نہ ہو اور اس نے پیغمبر خدا کی زبان سے اس مجمل فقرے کی نذر نہ سنی ہو تو اس کے دل میں جو یقین اس کلام کی صحت پر ہو گیا ہو اور جس کے سبب سے وہ گمراہ ہوا ہو اس کا الزام کس پر ہو گا اسی سننے والے بیچارے پر یا معاذ اللہ حضرت پر۔

یہ جو تھی دلیل معلوم نہیں کہ امام حسن کو دوسرے دن استفسار کی کیا ضرورت تھی شاید عزت شیعہ یہ فرماویں کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب جنکی نسبت حضرت نے ایسی تمثیل و تشبیہ دی ہے منافق اور کافر تھے و لہذا باللہ منہ اور انہیں کی نسبت حضرت نے ایسا کچھ فرمایا تو ان کو تعجب ہوا اس لئے اس کے رفع کرنے کے لئے یہ پوچھا مگر یہ بات لائق تشبیہ کرنے کے نہیں ہے اس لئے کہ پیغمبر خدا نے اکثر ان اصحاب کی تعریف کی ہے اور ان کی ثنا اور صفت بیان فرمائی ہے کہ جس کو خود ائمہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور جس کو باہجا ہم نے نقل کیا اور نقل کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ تو پھر ان کی تعریف پر امام حسن کو تعجب ہونے کا کوئی موقع نہ تھا ہاں اگر کبھی حضرت نے ان کی تعریف نہ کی ہوتی اور کبھی ان کو امام حسن نے پیغمبر صاحب کی صحبت میں نہ دیکھا ہوتا اور پھر ان کی نسبت ایسا سنتے تو تعجب کرنے کا محل تھا اگر کوئی صاحب یہ فرماویں کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب منافق ہیں اور ان کے سامنے کبھی پیغمبر خدا نے ان کی تعریف نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن کو ایسا شبہ نہ تھا اور وہ ان اصحاب کو حضرت کے یاروں میں سے جانتے تھے چنانچہ الفاظ حدیث کے یہ ہیں ایسا کچھ سمعک تقول فی اصحابک کہ اپنے یاروں اور اصحاب کی نسبت آپ سے میں نے ایسا کچھ سنا تو اگر امام حسن ان کو اصحاب پیغمبر کا نہ جانتے تو اصحابک نہ فرماتے اور جب ان کو اصحاب میں جانتے تھے تو پھر کوئی تعجب کرنے کا مقام نہ تھا اس لئے کہ قطع نظر حضرت خلفائے ثلاثہ کے اور اصحاب کی نسبت بھی بہت کچھ ثنا و صفت حضرت نے کی ہے کہ اس کا خود حضرت شیعہ کو اقرار ہے اور ان کی کتابیں اس سے خبری ہوتی ہیں اور بالفرض اگر امام حسن کو شبہ تھا تو وہ گھر میں اس کو رفع کرتے اور تنہائی اور خلوت میں پوچھتے پھر انہیں اصحاب کے سامنے پوچھتا اور پیغمبر صاحب کی مجمل بات کو صاف کرانا اور گول گول نہ رہنے دینا

موافق اصول شیعوں کے شان امامت کے خلاف تھا۔ (پانچویں دلیل) قطع نظر اور صفات اور تعریف کے جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن اصحاب کی اکثری کی ہے اپنے سمع و بصر سے بھی تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ فقط اس حدیث پر موقوف نہیں ہے بلکہ اور روایتوں سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے چنانچہ خود نلما شیعہ امام حسن سکری علیہ السلام کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابو بکر صدیق سے کہا (جملک منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الجسد بمنزلۃ الروح من البدن) کہ خدا تجھ کو بمنزلہ میرے سمع اور بصر کے اور بجائے سر کے جسم میں اور بمنزلہ روح کے بدن میں گردانے گا پس جب کہ ایک مرتبہ فقط ابو بکر صدیق کی نسبت سمع اور بصر اور سر اور روح کے سب الفاظ پیغمبر صاحب نے فرمادیئے ہوں تو پھر کیا تعجب ہے کہ دوسری مرتبہ ان کی نسبت صرف لفظ سمع کا فرمایا اور اُن کے ساتھ میں حضرت عمرؓ اور عثمانؓ کی بھی تشبیہ بصر اور فواد سے کی ہو (چھٹی دلیل) علماء شیعہ نے ایسی تاویلات سے جیسی کہ اس حدیث میں کی ہیں اکثر احادیث اور اقوال کو مضحکہ اطفال بنا دیا ہے اور تحریف لفظی و معنوی میں محرفین اہل کتاب کو بھی مات کر دیا ہے چنانچہ بطور نظیر کے اس مقام پر میں ایک روایت لکھتا ہوں وہ ہونہ میرے صاحب قبلہ حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم میں لکھتے ہیں (کہ امام حسن سکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک مخالف سرکش امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں آیا اور ایک شیعہ سے پوچھے کہ از حضرت امام حسن مکن علیا ساہ منقولست کہ بعض منافقین از سرکشان شان مجلس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نہ آہ و مہرے از شیعہ بیان آنحضرت گفت کہ انقول فی العشر من السماء چہ میگوی در حق عشرہ مبشرہ از سما چہ پیغمبر شیعہ لذت میلویم در حق شان ظم خیرے کہ خداوند عالم بسبب آن گاہاں ملا فرمود میر نور در ربان میرہ اند میرا یہ سما آن گاہ گفت جہ در کلمہ بانے خداست کہ ملا از دشمنی تو نہات و او من گمان داشتہم کہ تو رفض و بغض بسما چہ کبار داری انہم درون بار دیگر گفت آگاہ باش کہ ہر کس از سما یہ کی را دشمن دارد پس برادست لعنت خدا تا جہے گفت شاید تاویلی کردہ از آن جگہ کی کہ عشرہ مبشرہ را دشمن دارد در حق او چہ میگوی مرد مومن گفت ہر یک از عشرہ سما یہ را دشمن دارد بر او سہ لعنت خدا و ملا کہ وہ تمام مطلق ہیں آن تا صبی بر حبت و سرش را بورد و گفت بخش ملا کہ من ترا بر نفس متہم ساختہ ہوں مرد مومن گفت بر تو چہ چیزے نیست من این افترا از تو ملو غزوہ ندلم تو برادر منے آن تا صبی از آنجا برقت پس حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ کلام محکمے لفظی بر خداست جزائے تو بر آئند فرشتگان از من تو نے تو خوشنود شد کہ دین خود را از اخلان عبادتے و خود را از دست او بردائندی زادائند فی منالینیا عمی الی سہی خداوند عالم در عثمان ما برناہی

لگا کہ تو عشرہ مبشرہ کے یعنی دسوں اصحابوں کے حق میں کیا کہتا ہے شیعہ نے جواب دیا کہ میں ان کے حق میں وہ کلمہ خیر کہتا ہوں کہ جس کے سبب سے خداوند عالم میرے گناہ بخشتا ہے اور میرے درجات بلند کرتا ہے پس اس ناصبی نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھے تیری دشمنی سے نجات دی مجھے یہ گمان تھا کہ تو رافضی ہے اور صحابہ کبار سے دشمنی رکھتا ہے تب اس مفرق مومن نے دوسری بار کہا کہ خبردار ہو کہ جو شخص صحابہ میں سے ایک کو دشمن رکھے اس پر خدا کی لعنت ہونا صبی نے کہا شاید تو نے کچھ تاویل کی اس لئے بتلا کہ جو شخص عشرہ مبشرہ کو دشمن رکھے اس کے حق میں تو کیا کہتا ہے تب مرد مومن نے کہا کہ جو شخص عشرہ مبشرہ یعنی دسوں کو دشمن رکھے اُس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام خلق کی لعنت ہو پس وہ ناصبی اٹھا اور اس نے اس مومن کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ مجھے معاف کر میں تجھ کو رافضی بانسا تھا اس مرد مومن نے کہا کہ میں تجھ سے موافق نہ ہوں کرتا تو میرا مہلتی ہے یہ سن کر وہ ناصبی چلا گیا جب وہ باہر گیا تب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس مرد مومن سے کہا کہ تو نے نہایت محکم کلام کیا خدا تجھ کو جزا خیر سے فرشتے تیرے حسن تو راہ سے خوش ہو گئے کہ تو نے اپنے دین کو بھی عقل سے بچایا اور اپنے آپ کو اس کے ہاتھ سے چھڑایا خدا ہمارے منافقوں کی نایدانی کو اور زیادہ بڑھائے اور ان کی نافرمانی پر نافرمانی زیادہ کرے کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے جب یہ امام نے فرمایا تو جو لوگ ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے تھے انہوں نے عرض کی کہ یا حضرت اس مرد مومن نے کیا کہا جیسا وہ ناصبی کہتا تھا ویسا ہی یہ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتا جاتا تھا تب امام نے فرمایا کہ تم نہیں سمجھتے میں اس کا مطلب سمجھتا ہوں مرد مومن کے اس کہنے سے کہ جو شخص ایک کو دشمن کہے اصحاب میں سے اس پر خدا کی

ہاں ہاں دگر بیفزاید کسائیکہ بعد ازین کلام الاملا نداشتند عرض کردند کہ ایہ مروجہ کردہ راہرا نچہ ناصبی میگفت بشیم باو موافقت مینور حسرت فرمودند کہ اگر شا نغمید یہ مراد او پس بدستیکہ ما نہیں ایم بحق تعالیٰ قول اورا قبول فرمودہ ہر گامیچے از درستان بلاد دست و شمنان مامی اند خداوند عالم اورا بجوابی موافق مینازد کہ دین و آئین از دست آن بد بختان محفوظ میماند مراد آن مرد مومن از قبول او من با انمن و ما من الصحابة آن بود کہ ہر کہ دشمن وارد شد از عشرہ را کہ آن امیر مودنان علی ابن ابی طالب است بر آن دشمنی کتندہ لعنت خرا را باو انچہ بار دگر گفت من البعض العشرۃ علیہ لعنت اللہ راست گفتہ چو کہ ہر کس کہ ہر دو کس را عیب میکند بر علی علیہ السلام را عیب کردہ است میں باہر جہت بلعنت خدا گرفتار مے شود ۱۲ من

لعنت پر حضرت علیؑ ہیں اور مطلب اس کہنے سے کہ جو شخص دشمن رکھے دسوں کو دشمن کرے گا وہ لامحالہ حضرت علیؑ کو بھی دشمن رکھے گا اس لئے اُس پر لعنت خدا کی اس روایت کو دیکھ کر گو حضرت شیعہ فخر کرتے ہوں اور اپنے بزرگوں کی حلیہ ساز یوں پر ناز فرماتے ہوں لیکن جو کوئی عاقل نے گا وہ تعجب ہی کہے گا اور ایسے دین و مذہب پر کہ جس کی بنا سراسر حلیہ سازی اور مکاری اور دغا بازی پر ہے ہزاروں سے نفرت کرے گا نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن اماموں کا کام ہدایت خلاق اللہ ہو اور جن کی امامت مثل نبوت کے اصول دین میں داخل ہو اور جن کے اقوال اور افعال اور حرکات و سکنات پر مدار نبوت کا ہو جب وہ ہی ایسے ہوں کہ کبھی صاف نہ کہیں اور دھوکا دہی اور حلیہ سازی کو موجب رضا الہی کا فرمایں تو پھر ان کی امت کے لوگ کیسے ہوں گے اور وہ نفاق اور دغا بازی کو کیوں اپنا شعار نہ گردائیں گے نہ ہم اس سے بھی زیادہ دل خوش کن ایک اور روایت بیان کرتے ہیں اور حضرت شیعہ کی دقیقہ فہمی اور نکتہ سنجی کو نظر ہر کرتے ہیں اور صاف سیدھی لفظوں سے جو عجیب معنی وہ مراد لیتے ہیں اس کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔

چھٹی شہادت :- امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرمایا ہے کہ ہما اما مان عادلان قاسطان کا نا علی الحق و اما علیہ فعلیہا رحمۃ اللہ یوم القیامہ کہ دونوں امام ہیں عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے اور مرے حق پر ان دونوں پر جو رحمت خدا کی قیامت کے دن اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے اول حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا امام اور نلیفہ برحق ہونا اس لئے کہ اگر ان کی خلافت حق نہ ہوتی اور وہ غاصب ہوتے تو امام جعفر صادق کیونکر ان کو امام کہتے۔ دوم ان کا عادل اور منصف ہونا اور اس سے تمام مظالم جو شیعوں نے ان کی نسبت بیان کئے ہیں باطل ہوئے اس لئے کہ اگر ان کے عادل اور انصاف میں کچھ بھی فرق ہوتا تو امام ہرگز ان کو عادل اور منصف نہ فرماتے۔ سوم ان کا حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک قائم رہنا چہاں قیامت کے دن مستحق رحمت الہی ہونا اور کوئی شخص جو ایمان اور پرہیزگاری میں کامل نہ ہو مستحق رحمت الہی نہیں ہو سکتا اہل انصاف اور انصاف کو دخل دین اور غور کریں کہ اس سے زیادہ اور فضیلت حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیا ہوگی جو زبان سے امام جعفر

علیہ السلام کی ثابت ہوئی اور جس سے امامت اور خلافت اور معدلت اور استحقاق رحمت الہی ان کی نسبت بخوبی ظاہر ہوا حضرت شیعہ جب ہمارے محمد عمین کی بیان کی ہوئی کسی حدیث کو شان میں مصداقہ کہا کے سنتے ہیں تو اس کو غلط اور موضوع اور جھوٹ کہہ دیتے ہیں اور اس سے انکار کر جاتے ہیں لیکن اب ایسی روایتوں کو کیا کریں گے جس کو انہیں کے علماء نے نقل کیا ہے اور جو انہیں کی کتابوں میں مذکور ہیں بجز اس کے کہ انہیں تحریر کیا گیا ہے اور کسی قصہ کہانی کو ملا کر اس کے معنی بدلیں چنانچہ اس حدیث میں بھی ایسا ہی کیا ہے اور چند فقرے بٹھا کر اس حدیث کی تخریف کی ہے کہ اس کو بیان کرتے ہیں رسالہ اولہ نقیہ در ثبوت تقیہ میں جو کہ مزین بدستخط حضرت سلطان العلماء یعنی سید محمد صاحب مجتہد کے ۱۲۸۳ھ میں لودھیانہ میں چھپا ہے اس حدیث کی نسبت یہ لکھا ہوا ہے کہ (علماء اہل سنت نے نقل حدیث میں خیانت کی ہے اور ان الفاظ کو منتخب کر لیا ہے کہ جو بنظر سرسری مومہ مدح شیخین کے ہیں حالانکہ باطناً وہ الفاظ بھی سرسری طعن و تشنیع سے مملو اور مشحون ہیں چنانچہ خود امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی حدیث میں ان الفاظ کے معنی بتفصیل و توضیح ارشاد فرماتے ہیں) اور بعد ایک تقریر پورچ پلر کے اس رسالے میں اصل خیانت کے الفاظ اس طرح پر منقول ہیں (واضح ہو کہ اصل حدیث یہ ہے کہ بعض مخالفین نے حضرت سے دوبارہ شبہائیں سوال کیا حضرت نے جواب میں ازراہ توریہ یہ ارشاد فرمایا کہ ہما اما ان الخ فلما انصرف الناس قال لہ رجل من خاصتہ یا ابن رسول اللہ لقد تجعت ہما قلت فی حق ابی بکر وعمر فقال نعم ہما اما انہما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا منہم ائمة ینزلون الی النار واما العادلان قلعد ولہم عن الحق کقولہ تعالیٰ والذین کفروا بہم یعد یون ہما القاسطان فقد قال اللہ تعالیٰ واما القاسطون فکانوا الجہنم حطباً والمراد من الحق الذی کاننا مستولیین علیہ ہوا امیر المؤمنین حیث اذیوا وخصبا حقتہ والمراد من موتہا علی الحق انہما اما علی عدلہ من غیر ائمتہ عن ذلک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فان کان رحمۃ اللعالمین، و سیکون خصماً لہما ساخطاً علیہما منتقماً عنہما یوم الدین انتہی خلاصہ ان کلمات کا یہ ہے کہ جب مجالس متواترین سے خالی ہوئی تو ایک شخص نے خواص اصحاب سے امام موصوم کی خدمت میں عرض کی کہ میں ان کلمات سے جو آپ نے حق شیخین میں ارشاد فرمائے بہت متعجب ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان دونوں کو امام اس سبب سے کہا کہ وہ امام

اہل نارتھے چنانچہ حق تعالیٰ قرآن میں کافروں کو امام اہل نارت فرماتا ہے وجعلنا منهم ائمة یعنی کافروں کو ہم نے امام اہل نارت گردانا ہے اور عادل اس وجہ سے کہا کہ ان دونوں نے عدل کیا تھا حق سے جیسا کہ خداوند عالم کافروں کو انہیں معنون سے عادل فرماتا ہے والذین کفروا برہم بعدون مترجم کہتا ہے کہ کتب حدیث اہل سنت میں وارد ہے کہ پیغمبر برحق نے نوشیروان کو عادل فرمایا حتیٰ کہ سعدی شیرازی نے اس کو گلستان میں نظم کیا اور

کہا ہے
 در آوان عدلش بنازم چنان
 کہ سید بدوران نوشیروان

پس جب کہ عدل نوشیروان کافروں کو مفید نہیں تو شیخیں کو بھی مفید نہ ہوگی اور یہ وجہ بھی انہیں سترو جہوں سے ہے اور قاسطہ اس وجہ سے کہا کہ قاسطہ کے معنی ظالم کے ہیں چنانچہ قرآن میں وارد ہے واما القاسطون فكانوا لجهنم حطباً یعنی ظالمین جہنم کی لکڑیاں ہیں پھر امام معصوم فرماتے ہیں یہ جو میں نے کہا کانا علی الحق تو اس سے مراد ہے کہ وہ دونوں غالب تھے حق پر اور حق مغلوب تھا اور مراد اس حق سے کہ جن پر غالب تھے۔ امیر المؤمنین ہیں کہ ان کو اذیت دی اور ان کے حق کو چھین لیا مترجم کہتا ہے کہ اس جملے میں امام معصوم نے جار مجرور کو متعلق گردانا ہے بلفظ مستولیٰ یعنی کہ وہ خیر فاس ہے اور محذوف ہے بقریبہ دلالت کرے تو حذف اس کا جائز ہے اور چونکہ امام جو عرق صادق علیہ السلام باتفاق جمہور اہل اسلام اضع الفصحا اور از جملہ عرب عربا ہیں پس کلام ان حضرت کا بجائے خود مستند ہوگا خواہ موافق نبیاء کے ہو خواہ مخالف چہ جائے آنکہ بسبب پائے جانے قرینے کے کلام ان حضرت کا مطابق جمہور نبیاء کے بھی ہے پس اب جائے اعتراض بھی باقی نہ رہی اور وہ قرینہ یہ ہے کہ علی کے معنی کلام میں استعلاء کے ہیں اور استعلاء کے محاورے میں بمعنی غلبہ اور استیلا بھی آیا ہے چنانچہ ملاحظہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کہتے ہیں علوت الرجل اسی غلبتہ پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہوں گے کہ کانا غالبین علی الحق والحق مغلوباً عنہما اور یہ جو معصوم نے فرمایا ہے کہ مراد حق سے امام بحق جناب امیر ہیں امر حق ہے اور کچھ بعید نہیں اس واسطے کہ لفظ حق کا اطلاق خدا اور رسول اور امام بلکہ موت اور قیامت اور قرآن اور کلمہ اور کلام پر ہوتا ہے کانا یعنی پس اگر مراد حق سے مولائے برحق ہوں خلاف حق لازم نہیں آتا اور مخفی نہ رہے کہ اس

مقام میں دو وجہیں اور بھی ہیں کہ حمل کلام معصوم کا اُن پر صحیح ہے وجہ اول یہ ہے کہ علی بمعنی استعلاء ہونے پس معنی کا اعلیٰ الحق کے یہ ہوں گے کہ یہ دونوں کہ عین باطل تھے حق پر فوقیت لے گئے اور انہوں نے حق کو پست کر دیا جیسا معصوم دعائے صغیٰ قریش میں ارشاد فرماتے ہیں پس بنا بر طریقہ جمع بین المحدثین کے ارادہ اس معنی کا کلام معصوم سے صحیح ہوگا اور یہ نوح استعلاء مستلزم استیلاء بھی ہے پس اس وجہ سے بھی مقدر ہونا لفظ مستولیٰ کا صحیح ہوگا کما فعل المصوم فمائل بہ وجہ دوم یہ ہے کہ کلام عرب میں علی کو مقام مخالفت اور مضرت اور عداوت میں بھی اطلاق کرتے ہیں چنانچہ شائع و فوایح سے کہ بیچ محاد سے عرب کے مقام جواب یا امتراض میں کہتے کہ ہذا لنا لا علینا یعنی یہ امر نافع ہے واسطے ہمارے نہ مخالف اور مضر ہمارے اور مشہور ہے کہ جب اثنائے راہ میں لشکر جناب سید الشہداء سے ملاتی ہوا تو حضرت نے حر سے فرمایا علینا ام لنا یعنی تو ہماری کمک کو آیا ہے یا ہماری عداوت پر مکرماندھی ہے و ایضا قال اللہ لا یكلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت و علیہا ما کتبت قال صاحب الکشاف ینفعہا ما کسبت من الخیر و یضرہا ما اکتسبت من الشر پس بنا بر اس وجہ کے معنی کا اعلیٰ الحق کے یہ ہوں گے کہ وہ دونوں مخالف حق کے اور دشمن حق تھے اور یہی معنی قول ائندہ میں بھی معصوم نے فرمائے ہیں پس ارادہ اس معنی کا کلام امام سے اس مقام میں بھی صحیح ہوگا فافہم پھر معصوم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ جو میں نے کہا تا اعلیٰ الحق مراد اس سے یہ ہے کہ عداوت حق پر میرے یعنی جناب امیر کی عداوت تا دم مرگ ان کے دلوں میں رہی اور تا دم مرگ نام نہ ہوئے اس مقام میں علی کو یہ معنی عداوت معصوم نے اطلاق فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے وجہ ثانی میں بیان کیا پھر معصوم فرماتے ہیں کہ جو میں نے کہا فعلیہا رحمۃ اللہ یوم القیامۃ پس مراد رحمۃ اللہ سے رسول خدا ہیں کہ ان دونوں کے دشمن ہوں گے بروز قیامت اور ان پر غضب ناک ہوں گے اور اُن سے روز قیامت کو انتقام لیوں گے مترجم کہتا ہے کہ اس مقام میں بھی علی کو معصوم نے مقام عداوت میں ارشاد فرمایا ہے اور رحمت خراب ہونا حضرت رسالت مآب کا مقام شک وارتیاب نہیں حق تعالیٰ خود فرماتا ہے و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین بہر صورت اہل انصاف پر معانی ان الفاظ کے الفاظ کے ظاہر و باہر ہونے کے ہرگز یہ الفاظ مقام مدح شیخین میں وارد نہیں ہیں بلکہ سراسر پاپیہ حدیث رو و قدح شیخین پر ولایت کرتی

ہے، اسی بناءً اس تاویل کی غلطی ہم چند دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔

(پہلی دلیل) اس رسالے کے مؤلف نے بتقلید اپنے علمائے جو کچھ واجبات بیان کیا ہے اس کے نقل کرنے سے مجھے شرم آتی ہے اگر احادیث کی ایسی ہی تاویلیں کی جاویں تو کوئی حدیث کسی مدرس و شامیں باقی نہ رہے بلکہ ہر ملحد اور زندیق آیات قرآنی کو ایسی تاویل سے موافق اپنے مطلب کے بنا لے کسی ہندو کی نقل ہے کہ اس نے ایک مسلمان سے کہا کہ ہمارے رام چمن کا ذکر تمہارے قرآن میں بھی ہے وہ مسلمان حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ کس جگہ قرآن میں اُن کا ذکر ہے، اس نے کہا کہ سورہ یوسف کے اول میں جو (الکر) حروف مقطعات ہیں اُن میں (الف) سے مراد اللہ ہے اور (لام) سے مراد چمن اور (سے) سے مراد رام ہیں وہ مسلمان یہ سنکر ہنسنے لگا لیکن ہمارے نزدیک جو تاویل امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کی حضرت شیعہ نے کی ہے وہ اس ہندو کی تاویل سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ اس نے تو حروف کے لحاظ سے کچھ جوڑ ملا دیا لیکن شیعہوں کے علمائے جو کچھ فرمایا وہ تو سرسربے جوڑ ہے اور ہر ایک خارجی اور ناصبی اہل بیت علیہم السلام کی شان میں جو احادیث ہیں ان میں بھی ایسی ہی تاویلات بیجا کر سکتا ہے۔ (فما ہو جو ابہم فہو جو ابنا) (دوسری دلیل) یہ قول جو شان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کہا گیا وہ امام جعفر صادق کا ہے اور امام موسوف تقی سے ممنوع تھے اُن کو حکم تھا کہ وہ کسی سے خوف نہ کریں اور بلا خوف و خطر علوم اہل بیت کو منتشر کریں تو انہوں نے کس لئے تقیہ کیا اور کیوں ایک دو ناصبی کے ڈر سے ایسی بڑی تعریف کی اور پھر جب وہ چلے گئے تو اس کی تاویل کر کے اپنے خواص کو اصل مطلب سمجھایا اور وہ قول جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام موسوف تقی سے ممنوع تھے یہ ہے ہمارا الانوار میں ملا باقر مجلسی نے اور کافی میں طلیعیقو کلینی نے لکھا ہے کہ جو صحیفہ امام جعفر صادق کا تھا اُس میں اُن کے لئے یہ حکم تھا حدث الناس والتبہر ولا تخامن الا اللہ وانشر علوم اہل بیتک وصدق آباؤک الصالحین فانک فی حرز وامن ان کہ تمام مخلوق کو فتویٰ دو اور اُن سے باتیں کرو اور کسی سے سوائے خدا کے نہ ڈرو اور اپنے اہل بیت کے علوم کو منتشر کرو اور اپنے ابا صالحین کی تصدیق کرو اس لئے کہ تم حرز اور امن میں ہو پس باوجود اس کے کہ جب ایسے اطمینان کا حکم الہی ان کو ہو چکا تھا اور تقیہ کرنے سے وہ منع کر دیئے گئے تھے تو پھر پھر میں نہیں آتا کہ

کس کا نبوت تھا جس کے سبب سے ایسی تعریف صحابہ کی کرتے تھے اور لوگوں کو دھوکا دیتے تھے افسوس ہے کہ شیعہ ایمان علی نے اپنے اماموں کی محبت کے پیرائے میں کبھی ہجو کی ہے اور ان پر کیا کیا آہستہ لگائی ہیں۔ (تلیسوی دلیل) اگر کوئی شیعہ کہے کہ جب یہ عبارت زائد بھی اصل حدیث میں داخل ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک ٹکڑا اس کا تسلیم کیا جائے اور دوسرا ٹکڑا زاید اور غلط ٹھہرایا جائے اس لئے ضروری ہے کہ کل عبارت حدیث کی تسلیم کی جائے اور جو تاویل اس حدیث کی امام نے بیان کی وہ بھی امام ہی کی طرف سے سمجھی جائے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ *داقر الالعلاء حجة علی الفسہم دون الادعار لہم* کہ اقرار آدمی کا اس پر حجت ہوتا ہے پس اسی قاعدے سے جس قدر اقرار فضیلت شیخین کا ہے وہ ان پر حجت ہے اور جو تاویل کی گئی ہے وہ ہم پر حجت نہیں اور قطع نظر اس کے عادت بھی محدثین شیعہ کی یہ ہے کہ وہ عبارت کو حدیث کی کم و بیش کر دیا کرتے ہیں اور اپنے مذہب کے موافق بنا لیتے ہیں جیسا کہ بلا باقر مجلسی نے حدیث *مسئلہ قضا و قدر* میں شیخ صدوق کی نسبت بیان کیا ہے (انما فعل ذالک لیوافق مذہب اہل عدل) پس جب ان پر اعتماد اس امر کا نہ رہا کہ وہ حدیث میں تحریف نہیں کرتے اور کچھ تغیر و تبدل کو راہ نہیں دیتے تو پھر کیوں کر وہ تاویل جو سرسر لوچ اور خرافات ہر معنی مالی ہلکے اور ایسی واہیات کی امیرہ کی طرف کیوں کر نسبت دی جائے حالانکہ امیر خود اس امر کی شکایت کرتے رہے ہیں۔ اور اپنے شیعوں پر لعنت ملامت کرتے آئے ہیں، کہ وہ تاویلات غلط ان کی احادیث میں کر دیتے ہیں اور حدیث کے مضمون کو اور کا اور بنا دیتے ہیں چنانچہ ابو عمر و کثی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث کو اسی بارہ میں نقل کیا ہے و ہونذہ (ان الناس اولعوا بالکذب علینا ان اللہ اقرض علیہم لایرید منہم غیرہ وانی امرت احمد بن محمد بالحدیث فلا یخرج من عندی حتی یتاول علی غیر تاویل ذالک انہم لایطلبون بحدیثنا و یحبنا ما عند اللہ و انما یطلبون الدنیا) کہ آدمیوں نے بہت زیادتی کی ہم پر چھوٹو لگانے کی میں جو حدیث ان سے کہتا ہوں وہ میرے پاس سے نکلنے نہیں پاتے کہ وہیں اس کی دوسری تاویل خلاف کرنے لگتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ میری احادیث سے اس چیز کے مطالب نہیں جو خدا کے پاس ہے بلکہ صرف دنیا کے طلب گار ہیں پس جب کہ خود امام کی تصدیق سے ثابت ہوا کہ ان کے پاس بیٹھنے والوں کی یہ عادت تھی کہ

دہیں بیٹھے بیٹھے ان کی احادیث کی تاویل غلط کر دیا کرتے تھے تو پھر ایسے لوگوں سے کیا بعید ہے کہ انہوں نے ایسی تاویل اس حدیث کی بھی کی ہو؟ (چوتھی دلیل) اس تاویل پر جو اس حدیث کے الفاظ کی کمی ہے اگر غور بحث کریں تو ہم کو معلوم ہو جاوے کہ وہ کس قدر مہمل اور غلط اور خلاف مواورہ ہے۔ اول تاویل لفظ امامان کی یہ ہے کہ امام اہل النار تو مضاف الیہ کو معذرت کر دیا ہے لیکن موافق قاعدہ نحو کے حذف مضاف الیہ کا سوائے حالت تنوین یا بنا مضاف یا انصاف ثانیہ کے جائز نہیں اگر شک ہو تو رضی اٹھا کر دیکھ لو دوسرے لفظ امام جب مطلق چھوڑا گیا تو اُس سے وہی معنی جو اصلی ہیں یعنی مدح اور صفت کے مراد لئے جاویں گے اس لئے کہ لفظ مطلق سے فرد کامل ہوتا ہے تو کیونکر اس سے امام اہل النار مراد ہو سکتے ہیں بخلاف ایہ ائمہ یدعون الی النار کے کہ وہاں یہ مقید ہے نہ مطلق؟ دوسری تاویل قاسطون کی بھی غلط ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں بمقابلہ مسلمانوں کے قاسطون وارد ہے پس تعین معنی کے واسطے قرینے کا ضرور ہے کہ وہ آیت میں موجود ہے اور حدیث میں مفقود بلکہ اشارہ طرف آیت کریمہ واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین کے ہے۔ تیسرے حق سے مراد نام علی مرتضیٰ کا لینا خلاف عرف عام اور تباہ اذہان اور معنی ظاہری کے بغیر پہلے ہونے ذکر مرتضوی کے حق سے اُن کا نام مڑوا لینا حدیث کو پستان ٹھہرانا ہے علاوہ اس کے حرف علی کو بمعنی استیلاء بلا دلیل قرار دینا اور استیلاء کو مراد استعلاء ٹھہرانا زبردستی معنی بنانا اور خرافات بکنا ہے اور لغت میں قیاس کو دخل دینا حالانکہ قیاس فی اللغة جائز نہیں غور کرنا چاہیے کہ زید علی الحق جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حق پر ہے یا یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ باطل پر ہے چوتھی تاویل علیہا رحمۃ اللہ یوم القیامۃ کی جو کی گئی ہے اُس کی نسبت کسی نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ حضرات امامیہ جب اپنے پیشواؤں کے حق میں رحمت اللہ علیہ کہتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ علیہ سے وہی منالغت مراد ہے اور رحمت اللہ سے رسول اللہ مراد ہیں یعنی منالغت ہے رسول کا استغفر اللہ کہ حضرت شیعہ احادیث کو ایسی تاویلات بے جا سے مضحکہ اطفال بناتے ہیں اور ائمہ پر ایسی بے جا تاویلات کی تہمت مکر کے اپنی مانت خراب کرتے ہیں۔

۱. تاویل شہادت :- صبح البلاغۃ میں حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کی طرف سے

شان میں حضرت ابو بکر صدیق کے یہ عبارت منقول ہے۔ رُوِّیَ بِأَدْفَلَانٍ لَقَدْ تَوَمَّ الْأَوْدَادُ وَوَدَّ أَوْسَى الْعَهْدَ مَا قَامَ السُّنَّةُ وَظَلَفَ الْبِدْعَةَ وَذَهَبَ نَقْيَ الشُّوْبِ وَطَمَّلَ الْعَيْبَ إِصَابِ خَيْرٍ وَأَوْسَبَقَ شَرًّا أَوْسَى إِلَى السُّطْرَةِ وَالنَّقَادِ بِحَقِّ رَحْمَلٍ وَتَرَكَهُمْ فِي طَرِيقِ مَشْبَةِ لَابِيحٍ فِيهَا اتِّصَالٌ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمَهْتَدَى تَرْجُوهُ خِذَا الْإِنْعَامِ كَرِهَ فَلَانٌ يَعْنِي أَبُو بَكْرٍ بِرَحْمَتِ اللَّهِ كَوَسِيْعًا كَيْفَا جَسَّ لَمْ يَرْضَ نَفْسَانِيَةَ كِي وَفَا كِي جَسَّ نِي سُنَّتِ كُو پِي خَيْرِ كِي قَائِمٌ كِيَا اُوْر عِبْتِ كُو دُوْر كِيَا كِيَا اِس دُنْيَا سِي پَاك دَامِن كَم عَيْبِ خِلَافَتِ كِي خُوْبِي پَا ئِي اُوْر اِس كِي فِسَادِ سِي پِيْلِي رَحْمَتِ كِي خِذَا كِي اِطْلَاعَتِ كُو اِيْجِي طَرَحِ اِدَا كِيَا اُوْر مَوَافِقِ حَقِّ كِي پُر سِيْزِ كَارِي كُو پُوْرَا كِيَا كُو بِيْجِ كِيَا اِس دُنْيَا سِي اُوْر چُوْر كِيَا اَدْمِيُوْل كُو شَاخِ وَر شَاخِ رَا سُوْنِ مِيْن كِي دِكْرَا هِيْزِ پَاتَا سِي اُوْر نِي رَا هِ پَانِي وَالْاَلْيَقِيْنِ حَامِلِ كَر سَكْتَا سِي۔ مِيْن حَضْرَتِ عَلِي كِي اِس قَوْلِ كِي نِسْبَتِ سَامِ اَقْوَالِ كُو اَهْلِ سُنَّتِ اُوْر شَيْعِي كِي نَقْلِ كَر تَا سُوْنِ اُوْر حَضْرَتِ شَيْعِي كِي خِدْمَتِ مِيْن نِهَابِيْتِ اِدْبِ سِي عَرْضِ كَر تَا سُوْنِ كِي اِس بَحْثِ كُو ذِرَا دِلِ سِي سُنِّيْنِ اُوْر خُوْرِي سِي دِكْهِيْنِ اُوْر تَعَصُّبِ اُوْر عِنَادِ كُو چُوْر كَر اِنصَافِ كَرِيْنِ كِي اُن كِي عَلَمَا نَقِ پَر مِيْن يَا كَا اَهْلِ سُنَّتِ كِي مِيْن اِس قَوْلِ كِي نِسْبَتِ اَوْلِ تَحْفِ اَشْنَا عَشْرِي كِي مَضْمُونِ كُو لَكْهَتَا سُوْنِ بَعْدُ جُو عَلَمَا مِي كِنْتُوْرِي نِي اِس كَا جَوَابِ دِيَا سِي كِي اِس كُو لَكْهِي كَر جُو تَر دِيَا اِس كِي جَنَابِ خَاتَمِ الْمُسْتَكْمَلِيْنِ مَوْلَانَا مَوْلُوِي حَيْدَر عَلِي صَا حَبِ نِي كِي سِي لَكْهِيُوْنِ كَا۔ خَاتَمِ الْمُوْتَمِيْنِ تَحْفِ اَشْنَا عَشْرِي مِيْن بَعْدِ نَقْلِ كَرِيْنِ اِس عِبَارَتِ مِيْن جَامِعِ نَيْجِ الْبِلَاغَةِ نِي كِي شَرْعِي نِي مِيْن اِيْنِي حِفْظِ مَذْهَبِ كِي وَسِيْلِي عَجِيْبِ قُصُوْفِ كِيَا سِي يَعْنِي لَفْظًا أَبُو بَكْرٍ كُو حَذْفِ كَر كِي بَجَا ئِي اِس كِي لَفْظِ فَلَانٍ لَكْهِيُو دِيَا تَا كَر اَهْلِ سُنَّتِ كُو مَوْقِعِ اِس پُر سُنْدِ بَكْرِي نِي كَا نِي هُو سِي لِيكِن حَضْرَتِ اَمِيْر كِي كَر اِمْتِ سِي كِي اَوْصَافِ مَذْ كُوْر صَرِيْحِ اِس پُر دِلَالَتِ كَر تِي مِيْن كِي مِرَادِ اِس سِي كُوْنِ مِيْن اِسِي وَسِيْلِي نَيْجِ الْبِلَاغَةِ كِي شَارْحِيْنِ نِي فَلَانِ كِي لَفْظِ كِي تَعْيِيْنِ مِيْن اِخْتِلَافِ كِيَا سِي بَعْضُوْنِ نِي كِيَا سِي كِي مِرَادِ أَبُو بَكْرٍ مِيْن اُوْر بَعْضُوْنِ نِي كِيَا كِي مَر مِيْن لِيكِن اَكْثَرِ شَرَا حِ نِي اَوْلِ هِي كُو تَر جِيْحِ دِي سِي۔ اِب اُنْ جَوَابَاتِ كُو سُنْنَا پَا ئِي جُو عَلَمَا مِي شَيْعِي نِي اِس قَوْلِ كِي نِسْبَتِ دِي سِي مِيْن :-

(جواب اول) حضرت علی گاہ گاہ اور اوصاف اور لیاقت شیخین کی اس لفظ بیان کر دیا کرتے تھے کہ لوگ اُن کے معتقد تھے اور ان کی حسن سیرت اور خوبی انتظام کے قائل

تھے۔ پاس خاطر لوگوں کے اُن کی تعریف کرنا مناسب وقت تھا پس یہ کلمات ہی اسی قبیل سے ہیں لیکن یہ جواب لائق تسلیم کرنے کے نہیں ہے اس لئے کہ کوئی عاقل منصف اس کو نہ مانے گا ایک معصوم دس جھوٹ صرف واسطے ایک آسان غرض دنیا کے یعنی دلدار کا چند محضوں کے کہ وہ بھی یقینی نہ تھی اپنی زبان سے کہے اور ان لوگوں کی تعریف کرنے جنہوں نے صریح عدیمان خدا اور رسول کا کیا دین اسلام کو چھوڑ کر ارتداد پر مکرنا دھے اور خدا کی تحریف اور دین محمدی کی تبدیل کی حالانکہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔ (افا صلح الفاسق غضب الرب) کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے خدا غضب میں آجاتا ہے پس جب ایک فاسق کی تعریف سے خدا کے جل شانہ غضب میں آئے تو ایسے شخص کی تعریف سے جو محرف کتاب اللہ اور مبدل دین خدا ہو اور جس نے پیغمبر خدا کی وصیتوں کو بھلا دیا ہو اور اس کے وحی کے حقوق کو غضب کیا ہو اور اسکے اولاد کو ستایا ہو اور کوئی دقیقہ ظلم اور جبر کا خاندان رسول پر نہ چھوڑا ہو تو ایسے شخص کی تعریف سے معلوم نہیں کہ خداوند عالم کس قدر غضب میں آیا ہوگا اور باعث اس کا کون ہوگا شیطان کے دین اور دیانت اور عقل اور فراست سے نہایت ہی بعید ہے کہ ایسے معصوم کی نسبت جیسے کہ امیر المؤمنین تھے ایسے معصیت کا اطلاق کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ایسی تعریف کرنے کی کیا ضرورت تھی کون سا لشکر یا فوجی ہو گیا تھا کہ جس کا راہ راست پر آنا بغیر ایسے جھوٹ بولنے اور قسمیں کھانے کے ممکن نہ تھا اگر صرف دلہی حضرت شیخان کے معتقدین کی منظور تھی تو صرف تعریف اُن کی جس میں ذکر اُن کے انتظام امور خلافت کا ہوتا کافی تھی تاکہ مطلب بھی حاصل ہو جاتا اور بہت جھوٹ بھی نہ بولنا پڑتا اور اس کو باطل اور غلط سمجھنا اور اس کو جھوٹ اور غلط کہنا درحقیقت ان کی معصومیت میں داغ لگانا ہے اس جواب کو علامہ کنزوری نے بجواب تحفہ اثنا عشریہ اس طرح پر رد کیا ہے کہ یہ دعویٰ صاحب تحفہ کا محض جھوٹ ہے کسی شیعہ نے یہ توجیہ نہیں کی اور ایسی توجیہات کی اُس وقت ضرورت ہوتی جب کہ شیعہ کی کتابوں میں سب سے لفظ فلاح لفظ ابو مکر موجود ہوتا اور جب وہ لفظ ہی کتب شیعہ میں موجود نہیں ہے تو اُن کو ایسی توجیہات کی احتیاج کیا ہے و ہذا عبارتہ (قولہ عمدۃ اُن توجیہات نزد ایشان آست) لے توجیہات کی اہل علم کنزوری نے تحفہ اثنا عشریہ کی تردید میں لکھا ہے کہ توجیہ کو شیعوں کی جانب سے

اقولنا این ادعا کذب محض است احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی می افتاد که در کتب شیعہ بجائے لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود می بود و چون لفظ ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشان را احتیاج بیج یک از توجیہات نیست پس آنچه اصحابی بعد تقریر این توجیہات از ہر زبان خود سر کرده از جهت ابقائی آن بر فاسد از قبیل بنابر الفاسد علی الفاسد باشد مایہ جواب علامہ کنٹوری کا غلط ہے اور جو انہوں نے نسبت خاتم المہدین صاحب تحفہ کے فرمایا کہ او عا کذب محض است وہی ہم علامہ مجیب کی نسبت کہتے ہیں کہ این جواب کذب محض است اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ خود شیعوں کے علماء نے لکھا ہے کہ مراد فلان سے ابو بکر صدیق ہیں چنانچہ ابن مہیم بخرانی جو معتقدین شیعہ سے ہیں شرح نہج البلاغۃ میں فلان کی لفظ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ مراد فلان سے یا ابو بکر ہیں یا عمر لیکن میرے نزدیک مراد فلان سے ابو بکر ہے و ہذہ عبارتہ (اقوال ان ارادۃ لابی بکر اشہ بن ارادۃ لعمر) غرضکہ معلوم نہیں کہ باوجود اس کے کہ ابن مہیم بخرانی سامعہ فاضل جس کے علم اور تقدس پر باقر مجلسی کوناز ہے فلان کے لفظ سے مراد ابو بکر لیتا ہے اور باوجود اس کے جناب علامہ کنٹوری اس سے انکار فرماتے ہیں اور صاحب تحفہ کی جناب میں کذب کی نسبت کرتے ہیں شاید علامہ موصوف کی یہ غرض ہوگی کہ برائے نام جواب تحفہ کا لکھنا شروع کر دیا ہے اور حقیقت میں کچھ جواب ایسی روایتوں کا نہیں ہے اس لئے اس سے انکار ہی کر دینا مناسب ہے تاکہ عوام کی نظروں میں وقعت پیدا ہووے اور وہ شاہ صاحب کو جھوٹا جانیں لیکن یہ نہ سمجھے کہ خدائے ہر فرعون کے پیچھے ایک موسیٰ کر دیا ہے علماء اہل سنت کب سچھیا سچھوڑیں گے اور کس طرح دار و گیر سے نہات دیں گے اور ابن مہیم بخرانی کے قول کو دکھلا کر الا لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھنے لگیں گے اور قطع نظر اس کے کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں یا نہیں جو توجیہ شیعوں کی جناب صاحب تحفہ نے بیان کی ہے وہ خود شیعوں کے علماء کے قول سے ثابت ہے اور لفظ بلفظ اُس کا ان کی عبارت سے مطابق ہے چنانچہ ابن مہیم بخرانی جو نہایت نامی علماء شیعہ سے ہے اسی شرح نہج البلاغۃ میں لکھتا ہے کہ شیعوں نے اس کے دو جواب دیئے ہیں منجملہ اُن دو

(بقیہ سابقہ) کہ تا سفید مہوش ہے کیونکہ اس قسم کی توجیہ کی شیعوں کو اس وقت ضرورت ہوئی جب کہ شیعہ کتب میں لفظ فلان کے بجائے لفظ ابو بکر تو بار اور جب کہ کتب شیعہ میں لفظ ابو بکر یا ایسی نہیں ماتا اس لئے ان کو کسی قسم کی توجیہ کی کوئی

مبارت نہیں ہے۔ علامہ یہ کہ شیعوں نے خود ہی اپنے ہر بیانات کی توجیہ کی ہے اور بنابر الفاسد علی الفاسد ہے۔

نے ایک ہی ہے جسے شاہ صاحب نے بیان کیا چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے (مجازان کیوں
ذکاء المدح منہ علی وجہ استصلاح من یعتقد صحیحہ خلافتہ الشیخین واستحلاب قلوبہم بمثل ہذا
الکلام) انسوس ہے کہ علامہ کنتوری مرگے ورنہ میں اس عبارت کو ان کے پیشوا اور مجتہدین
کی ان کے سامنے کر کے عرض کرتا کہ حضرت (ادعای شاہ صاحب کذب محض ست یا انکار جتنا
کذب محض ست) لیکن چونکہ سنا ہوا کہ ان کے صاحبزادے زندہ ہیں اور کتاب استقصا
الافتحام کی تحریر پر ناز کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ کوئی شخص ان کے سامنے اس عبارت کو رکھ
دے اور ان کے پدربزرگوار کی قلمی ان کے سامنے کھول دے۔

(دوسرا جواب) بعضوں نے علمائے شیعہ سے یہ جواب دیا ہے کہ مراد فلان سے
اور ہی کوئی آدمی ہے منجملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو کہ حضرت کے
سامنے ہی وفات کر گیا اور قبل وقوع فتنہ و فساد کے دنیا سے رحلت کر گیا اور علامہ راوندی
نے جو علمائے شیعہ سے ہیں اسی قول کو پسند کیا ہے لیکن ذرا سوچنے سے معلوم ہو سکتا
ہے کہ یہ قول نہایت ہی پوریج اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ اس خطبے میں حضرت علیؑ نے
نے ان لفظوں سے تعریف کی ہے کہ وہ شخص بخود رحلت کر گیا اور لوگوں کو شاخ درشاخ
راہوں میں چھوڑ گیا کہ کوئی گمراہ ہدایت نہیں پاسکتا پس جو شخص پیغمبر صاحب کے سامنے
مر گیا ہو اس کی نسبت یہ تعریف کیوں کر صادق ہو سکتی ہے کسی کے خیال میں یہ بات آ
سکتی ہے کہ باوجود موجود ہونے پیغمبر صاحب کے کسی کے مرنے سے اس قدر خرابی ہوئی ہو
کہ لوگ شاخ درشاخ راہوں میں پڑ گئے ہوں۔ پس کیونکر حضرت امیر المؤمنین کسی ایسے
آدمی کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر چکا ہو یہ تعریف فرماتے اور جوابات ایک
ادنی آدمی سے نہیں نکل سکتی وہ حضرت علیؑ ارشاد فرماتے عرضکہ صاف ظاہر ہے کہ مراد حضرت
علیؑ کی فلان سے ایسا ہی آدمی ہے جو کہ بعد وفات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور
جس کے مرنے سے لوگ شاخ درشاخ راہوں میں پڑ گئے ہوں اور ایسا آدمی کوئی نہیں
ہے سوائے حضرت ابو بکر کے یا حضرت عمرؓ کے اور جس کسی کو ان میں سے حضرت شیعہ لفظ
فلان سے مراد لیں بہار مطلب حاصل ہے۔ اس جواب کا علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ اشنا
عشریہ کے یہ جواب دیا ہے کہ جس سے نہ انکار نکلتا ہے نہ اقرار اور جس کی لفظوں اور

عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کفتوری پر راہ آنے جانے کی بالکل بند ہے۔ اور ایسی برتاؤ میں بے چارہ گرفتار ہے کہ کچھ نہیں کر سکتا اور شاہ صاحب قدس سرہ کی تقریر کا کچھ جواب نہیں دے سکتا و نہ عبارۃ (قولہ) و بعضے امامیہ گفتہ اند کہ مراد آنجناب ازین مرد شخصے دیگر است از جملہ اصحاب رسوله الخ قولنا دانستی کہ بنا بر تصریح ابن ابی الحدید این قول قطب را دندست و ہیکچ از امامیہ و غیر امامیہ پیش از این ابی الحدید سوائے قطب الدین راوندی شرح کتاب نہج البلاغۃ نہ نوشتہ) لیکن اس تقریر سے یہ ظاہر ہے کہ علامہ کفتوری نے اس قول کو تسلیم کر لیا اور مثل پہلے جواب کے اس سے انکار نہیں کیا اور شاہ صاحب کو کاذب نہیں بنایا۔ باقی رہا یہ امر کہ کسی نے شرح نہج البلاغۃ کی قطب الدین راوندی سے پہلے لکھی ہے یا نہیں وہ بحث سے خارج ہے پس حضرات شیعہ کو چاہیے کہ اپنے علماء کے جواب کو خیال کریں کہ جب چاروں طرف سے راہ بند ہوتی ہے تو کے کیا سکوت کر جاتے ہیں اور اصل مطلب کو چھوڑ خارج از بحث گفتگو کرنے لگتے ہیں لیکن ہم بایں نظر کر شاید کوئی شیعہ اپنے بزرگ قطب الدین راوندی کے قول سے براہ جہالت یا بوجہ دھوکا دہی انکار کرے اس کی اصل عبارت کو بھی نقل کرتے ہیں (فانہ قال فی الشرح انہ علیہ السلام سید رح بعض اصحابہ بحسن السیرت وانما مات قبل الفتنۃ التی وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(تیسرا جواب) بعض علماء امامیہ نے اس طرح پر جواب دیا ہے کہ عرض حضرت امیر کی اس قول سے تو بیخ عثمان تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے اور فتنہ اور فساد ان کے زمانے میں بہت ہوا لیکن یہ جواب دونوں پچھلے جوابوں سے بھی زیادہ پوری ہے اس لئے کہ تو بیخ عثمان کی اور طرح پر بھی ہو سکتی تھی اور فقط یہ کہہ دینا کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے حصول مطلب کے لئے کافی تھا اس جھوٹ بولنے سے مفہوم کو کیا حاصل تھا علاوہ بریں اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ سیرت شیخین حضرت امیر کے نزدیک بھی پسندیدہ تھی اگر حضرات شیعہ اس امر کو مانیں تو خلافت شیخین کی اس سے ثابت ہوتی ہے اگر نہ مانیں اور سیرت شیخین کو پسندیدہ نہ کہیں تو حضرت عثمان کو ان کی سیرت نا پسند

نے شیعوں کا کہنا ہے کہ آنجناب کی مراد اس شخص سے وہ ہے جو جملہ اصحاب رسول ہے اور ہدی بات آپ کھائے ہوں گے کہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ قول دراصل قطب راوندی کا ہے جو انہوں نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے جسے سوائے ان کے کسی شیعہ یا غیر شیعہ نے نہیں لکھا۔

کے چھوڑنے پر توجیح کرنے کے کیا معنی لیکن علاوہ ان باتوں کے یہ جواب دہ مارج پر لائق تسلیم کے نہیں اس لئے کہ مخالفت حضرت عثمان کی سیرت شیعیین سے ہرگز اس عبارت میں مذکور نہیں ہے (لا صرحاً ولا اشارتاً) اور یہ عبارت خطبہ کوفہ میں حضرت امیر نے ارشاد فرمائی ہے اس وقت عثمان کہاں تھے اور فتنہ و فساد کہاں اور اگر توجیح عثمان حضرت امیر کو منظور ہوتی صرحاً کیوں نہ فرماتے کہ عثمان نے ایسا ایسا کیا اور ان کے زمانے میں فتنہ و فساد پیدا ہوا اگر کوئی کہے کہ صاف کہنے میں لوگوں کی مخالفت کا ڈر تھا اس کا جواب یہ ہے کہ جس بات کا ڈر تھا یعنی مخالفت اہل شام وہ موجود ہی تھی اور صرف حضرت عثمان کے قتل کے بہانے سے اہل شام حضرت علی سے پھر گئے تھے اور نوبت مفاہم اور مبادلہ کی پہنچ چکی تھی پس اس سے زیادہ صاف کہنے میں کس مضرت کا اندیشہ تھا شاید شیعوں نے یہ مثل نہیں سنی کہ (اما ایضاً فمما خوفي من البلبل) یعنی میں ڈر رہا ہوں پھر مجھ کو بھیگنے کا کیا ڈر ہے علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ کے اس جواب کا یہ جواب دیا ہے کہ کسی نے علماء امامیہ سے یہ توجیح جو صاحب تحفہ بیان کرتے ہیں نہیں کی گویا علامہ موصوف نے مثل پہلے جواب کے اس جواب سے بھی انکار کیا اور اس کو شاہ صاحب کا جھوٹ تصور کیا کما قبل (قولاً بعضیہ از امامیہ جنہیں گفتہ اند کہ غرض حضرت امیر توجیح عثمان و تعریض بر او بود الخ) (قون ہیچک از امامیہ این توجیح نکرده مگر ابن ابی الحدید در شرح این کلام این مقابلہ را بطرف ماورد کہ از فرق زیدیت نسبت وادہ الی قولہ بعض مقالہ زیدیت را با امامیہ نسبت فادان کذب صریح است) لیکن یہ جواب علامہ کنتوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اس لئے کہ خود علماء امامیہ نے اس جواب کو قبول کیا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کنتوری نے ان اقوال کو ملاحظہ نہیں فرمایا اس لئے اس سے انکار کیا یا دیدہ و دانستہ عوام کو دھوکا دیا اگر کسی کو علامہ کنتوری کی جہالت یاد ہو کہ وہی دریافت کرنا منظور ہو تو وہ ابن میثم بجرانی کی تحریر کو ان کی شرح نہج البلاغۃ میں دیکھے چنانچہ بلاغظ ہم اس عبارت کو نقل کرتے ہیں اور علماء اثناعشریہ کی خدمت میں اُسے تحفہ گزارتے تھے بعض شیعوں نے لکھا ہے کہ حضرت علی کا مقصد حضرت عثمان کو ڈانٹ ڈیٹ تھی اور ہم کہتے ہیں کہ شیعوں نے اس سے کسی نے ایسی کوفی توجیح نہیں کی البتہ ابن ابی حدید نے اس کلام کی شرح میں اس مقابلہ کو فرقہ زیدیت کے فرقہ ہارویہ کی جانب منسوب کیا ہے۔ فرقہ زیدیت کے افواہ کو شیعوں کا قول بنا کر صریح جھوٹ ہے۔

ہیں اور علم ان لشیعۃ قد اور دو اپنی اسوالا فعلا لوان ہذہ المماوج التي ذکرہا علیہ السلام
 فی احد ہذین الرجلین نیا فی ما اجمعنا علیہ من تحطیہا واخذہما المنصب الخلافۃ فاما ان یکون
 ہذا الکلام من کلامہ علیہ السلام اذ ان یکون اجماعنا خطا ثم ابا یو من وجہین احدہما الا سلم
 التنا فی المذکور فانہ جازان یکون ذلک المذبح منہ علیہ السلام علی وجہ استصلاح من یعتقد
 صحتہ خلافۃ الشیعین واستہلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام الثانی انہ جازان یکون مدح ذلک
 لاحدہما فی معرض تویج عثمان لوقوع الفتنۃ فی خلافۃ واضطراب الامر علیہ واسارۃ سب
 مال المسلمین ہو وبنوا بیه حیثی کان ذلک سببا لثوران المسلمین من الامصار وقتہم لہ
 وینبہ علی ذلک قولہ وتلف الفتنۃ وذهب لقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرا وسبق شررا
 وقولہ وترکہم فی طرق قشعبۃ الی آخرہ فان مقہوم ذلک یتلزم ان الوالی بعد ہذا الموصوف
 قد انصف باضداد ہذہ الصفات واللہ اعلم) انتہی بلفظہ یعنی شیعون نے اس قول کی نسبت
 یہ بحث کی ہے کہ یہ تعریف حضرت امیر کی نسبت ابو بکر یا عمر کے مخالف ہمارے اجماع
 کے ہے جو بہ نسبت خاطمی ہونے ان کے ہے کہ انہوں نے منصب خلافت کو غصب کیا
 اور جو رو ظلم کیا پس دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کلام حضرت امیر علیہ السلام کا نہیں
 ہے یا اجماع ہم شیعون کا بہ نسبت خطا شیعین کے خطا ہے اور اس کا شیعون نے دو
 طرح سے جواب دیا ہے اول یہ کہ ہم مخالفت کو اس طرح سے دفع کرتے ہیں کہ جائز ہے
 کہ یہ تعریفیں حضرت علی کی بہ نسبت ابو بکر یا عمر کے بنظر استمالہ قلوب ان آدمیوں کے
 تھیں جو کہ حسن سیرت اور صحت خلافت شیعین کے معتقد تھے دوسرے یہ کہ یہ تعریفیں
 بنظر تویج عثمان کے تھیں کہ امر خلافت بہ سبب ظہور فتنوں کے ان کے زمانے میں ابتر
 ہو گیا اور مسلمانوں نے بلوہ کر کے ان کو قتل کیا اور یہ جواب قرین قیاس ہے اس لئے
 کہ عبارت سے اس خطبے کی معلوم ہوتا ہے کہ جو خلیفہ بعد اس کے جس کی تعریف حضرت
 علی کرتے ہیں۔ ایسا تھا کہ جس میں صفت متذکرہ کے اضداد جمع تھے اس تحریر سے علامہ
 بحرانی کی چند فائدے حاصل ہوئے اول یہ کہ جو انکار علامہ کنتوری نے کیا تھا کہ (ہیکٹ
 از امامیہ ابن توجیہ نکرہ) اس کا بطلان ثابت ہو گیا اور انہیں کے مجتہد اور پیشوا کے اقل
 سے ان کا جھوٹ ہونا ظاہر ہوا دوسرے یہ کہ معلوم ہوا کہ اولاً بجائے فلان کے اصل یہ

میں لفظ ابو بکر یا عمر کا تھا اور سچے اصل لفظ کو بدل کر لفظ فلان لکھ دیا اس لئے کہ کتب عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ حضرت امیر سافصح و بلیغ ایسے خطبے میں لفظ مبہم بیان فرماوے اور بجائے نام کے حرف فلان ارشاد کرے تیسرے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک جب کہ علامہ بھرائی نے شرح منبع البلاغہ لکھی تمام شیعہ لفظ فلان سے یا حضرت ابو بکر سمجھتے تھے یا حضرت عمرؓ مراد لیتے تھے اس لئے کہ شارح موسوف شیعوں کے قول کو نقل کر کے کہتا ہے (فقالوا ان هذا لما روي الترمذي ذكره باعليه السلام في احد نزهين الرطلين) کہ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ ممدوح دو میں سے ایک ہے یا ابو بکر یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چوتھے اس تحریر سے تقریباً قطب الاقطاب راوندی کی مہل ہو گئی یعنی انہوں نے اپنے بھانے کے لئے یہ توجیہ کی کہ مراد فلاں سے وہ شخص ہے جو کہ سامنے پیغمبر خدا کے مرجحاً تھا اس لئے کہ اگر اس تفسیر کو اور علماء شیعہ قبول کر لیتے اور اس کو مہل جان کر مطروح نہ کر دیتے تو ایسی تاویلات کی حاجت نہ ہوتی جو علامہ بھرائی نے شیعوں کی طرف سے بیان کی ہیں اگرچہ اس تحریر سے جو ہم کر چکے ہیں سب مطلب حاصل ہو گیا اور علماء شیعہ کی توجیہات کا پوری اور بیوہ ہونا ثابت ہو گیا لیکن ہم ذرا اس امر کی اور تصریح کرتے ہیں کہ لفظ فلاں سے علماء شیعہ کے نزدیک وہی شخص مراد ہیں یا حضرت ابو بکر صدیقؓ یا حضرت عمرؓ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ تحفہ میں فرماتے ہیں (ولہذا شارحین منبع البلاغہ از امامیہ در تعیین فلاں اختلاف کرده اند بعضی گفتہ اند کہ مراد ابو بکر است و بعضی گفتہ اند عمر است) لیکن علامہ کنوری نے موافق اپنی عادت کے اس سے بھی انکار فرمایا اور اس کو بھی شاہ صاحب کا جھوٹ تصور کیا چنانچہ جو جواب تحفہ کا انہوں نے لکھا ہے اس میں اس تحریر کا شاہ صاحب کی ان لفظوں سے جواب دیا ہے و قولنا ان هذا الا انک مبین ازیں نامی باید پر سید کہ کلام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است) خاتم المتکلمین حضرت مولانا مولوی حیدر علی صاحب قبلہ جن کے نام سے شیعوں کے بد نہیں رعشہ اور کرزہ پیدا ہوتا ہے اس کے جواب

لہ اس لئے پیرو البلاغہ کے شارحین نے شیعوں کی جانب سے "فلاں شخص کے تعین کرنے میں اختلاف کیا ہے اس لئے کہ میں کہ لفظ فلاں سے ابو بکر مراد ہیں اور بعض عمر کو منصوص کرتے ہیں کہ اس نامی شیعی سے جو چھینا جائے چکے کس شیعہ نے فلاں سے ابو بکر و عمر مراد لئے ہیں۔ ۱۲

میں فرماتے ہیں (سبھا تک ہذا بہتان عظیم زریا کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل برفانی ہستند
 ولیکن چوں این بے نصیب کتب مذکورہ را ندیدہ میگوید کہ کلام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد
 ابو بکرؓ یا عمرؓ است انیک عبارت رسمیں الحکام والامبتحرین کمال الدین مذکورہ گوش خود
 بشنود خاک مذلت بر سر خود بریزد از مسند تکلم وتصنیف بر شیز حیث قال وعن ،
 قطب الدین الرواندری انه انما اراد الخ یعنی ملا کمال الدین جو ایک نامی عالم شیعہ کے
 ہیں وہ شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ فلاں کے لفظ سے مراد لینے میں اختلاف ہے
 قطب الدین راوندی جو بڑے عالم شیعوں کے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت امیر کی مراد اس
 فلاں سے کوئی دوسرا آدمی ہے جو کہ پیغمبر مساحب کے سامنے دنیا سے رحلت کر گیا تھا
 اور ابن ابی الحدید کا قول ہے کہ مراد اس سے عمرؓ نہیں لیکن میرے نزدیک مراد فلاں سے
 ابو بکرؓ ہیں فقط اس کو دیکھ کر حضرات شیعہ کو چاہیے کہ اپنے مہمڈین اور علماء کے جواباً
 پر خیال کریں کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایات کے اُس سے انکار کرتے ہیں اور حضرت
 مؤلف محقق قدس سرہ کو چھٹلاتے ہیں اور عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ اگرچہ عبارت جناب
 امیر کی اظہار فضائل ابو بکر صدیق میں ایسی صریح اور صاف ہے کہ بعد اس کے سُننے کے
 کے کسی کا کوئی طعن اُن پر شیعوں کی زبان سے لکل نہیں سُکتا لیکن جو فضیلتیں اُن
 لفظوں سے ثابت ہوتی ہیں ان کو ذرا تفصیل کے ساتھ ہم بیان کرتے ہیں۔ پس واضح ہو
 کہ اس خطبے میں جناب امیر نے حضرت ابو بکر صدیق کے دین و صفوں کا بیان کیا اور یہ
 کہ خلق کو جو کئی میں گرفتار تھی نکال کر خدا کی راہ پر لائے اور ان کو راہ راست و کھلائی ہے
 دوسرے امراض نفسانیہ کا اپنے وعظ و نصیحت سے معالجہ کیا تیسرے پیغمبر خدا کی سنت

الہیہ ان اللہ بہ بہت بڑا بہتان ہے لفظ فلاں کی تشریح کرتے ہوئے شیعہ شارح کو بجران ہو گیا اور یہ بد بخت
 ایسا کتب نہ دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ نہ کسی شیعہ شارح نے اُس سے ابو بکرؓ عمرؓ مراد نہیں لے اور یہ عبارت خود
 اپنے سرگروہ عقلا و مستجرین ملا کمال الدین کی سنو اور خاک مذلت اپنے سر پر ڈالو اور مسد گفتگو و تصنیف سے
 علیہ ہو جاؤ گے بیٹھے اسماہ نہ زین الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات فیل قویح الفتن و انتشاراً
 وکل ابن ابی الحدید ان ظاہر الاوصاف المذكورة فی الکلام بلی علی انه اراد مراد فی امر الفتن و انتشاراً
 قوم الاود و داد سے العمد ولم یروان لوقوع فی الفتن و سبباً بسبب ولا ابابکر لقصرة خلفه و بعد عبد و من
 جنون و کان الاظہار ان مراد مقول ان ارادہ لکنی بکرا شیعہ من ارواد علیہ۔ ۱۳

کو قائم کیا چوتھے ایسا انتظام کیا کہ کچھ فتنہ و فساد ان کے زمانے میں نہ ہوا پانچویں
خاشاک ملامت سے پاک دامن گئے۔ چھٹے خلافت کی خوبی پائی اور اس کے شر سے محفوظ
رہے۔ ساتویں خدا کی اطاعت جیسی کہ چاہیے بجلائے۔ آٹھویں خوف اور تقویٰ کا حق بخوبی
ادا کیا۔ نویں خلق خدا بعد ان کے تشویش اور حیرت میں پڑ گئی۔ دسویں بعد ان کے لوگ
مختلف ہو گئے۔ چنانچہ انہیں اوصاف کی تصریح میں مولانا صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں۔
(پیش درین عبارت سرسری بشارت ابو بکر ابدہ وصف عالی موصوف نمودہ) لیکن علامہ کنوری
اس کے جواب میں لکھتے ہیں (ثبت الجدار ثم الفتح اول این معنی باثبات باید رسانید کہ ہر
از لفظ فلاں درین کلام ابو بکر است بعد ازان بایں اوصاف اثبات ففضل ابو بکر باید نمونی
اس کی تردید میں مولانا حیدر علی صاحب ازالۃ الغنیم میں فرماتے ہیں (بجملہ اللہ کہ ہم
بناد یوار حکم شد ہم نقش و نگار صورت بست و خود شرح نوح البلاغۃ آن اوصاف ذکر ملک
عشرۃ کاملۃ عبارت از انست بہین عدد یاد کردہ اند عبارت بخرانی بعد از ترجیح صدیق باید
شنیہ و صغرہ با مور احمد ہا تقویۃ لاد و ہو کونیۃ عن تقویۃ الخ) اے مسلمانو حضرات شیخہ کو بکھر
لے اور یہ عبارت سرسری ابو بکر کی بشارت دیتے ہوئے ان کے عمدہ اوصاف نکال کر کرتی ہے اور اس کے جواب میں علامہ
کنوری نے لکھا ہے پیشہ ثابت کیا جا کے کہ لفظ نقوش سے ابو بکر مراد ہیں اس کے بعد ان کی فضیلت ان اوصاف سے
ثابت کرنی چاہیے نہ شکر خدا کہ دیوار مضبوط ہوئی اور اس کے نقش و نگار سہو گیا ہوئے اور نوحی البلاغۃ کے شکر
تے ان اوصاف کو جو عشرہ کاملہ سے متعلق ہیں انہیں اعلیٰ کے ساتھ محفوظ کیا ہے اور عبارت بخرانی بعد از ترجیح ابو بکر
صدیق قابلِ سماعت ہے لکن لا عوجاج الفلق عن سبیل اللہ الاستقامۃ فیہا الثانی مدوۃ عمدہ و استقامت
المدد والمیزان النفسانیۃ بابتہ اراستخار اللہ سے کالعد و وصف المدوۃ لمعالجہ ملک الأمراض بالمواعظ الباقیۃ والذوات
الذاتیۃ والذاتیۃ ان فیہا الثانیۃ استقامۃ النفسۃ ولزومہا الرابح تحلیفہ للفتنۃ اسے موثر قبلہا و وجہ کون ذمک و مدد
ہو اعتبار عدم وقوعہا البیب فی زمانہ الحسن تدبیر الخ من قرہ فی حقہ الثوب واستقامت لفظ الثوب لغرضہ و قیامہ
سکونہ عن نفس اللہ انساؤن فاعیبہو بالسابع اصابتہ خیر یا وسبق شرہا و التعمیر فی المرشدین یشب ان یرجع
الی العبد ولما ہو فیہ من اللذۃ اسے اصاب فیہا من الخیر المملوب و هو العمل اقامۃ دین اللہ القوی بہ یکنی
الشراب الجزلی فی الآخرة والشراف الجلیل فی الدنیا وسبق شرہا استقامت قبل وقوع الفتنۃ فیہا وسکونہ لمدد
القاسم اذ وہ ان اللہ طاقۃ و قاسم العادل بکنہ اسے حق غرہا من عقوبۃ العاشر حیلہ الی آخرة لکن
بعدہ فی لڑنے مشورۃ من القیامۃ لا یبہد فیہا من مثل عن سبیل اللہ ولا یستیقن انہ سے فی سبیل اللہ

کہ کس طرح پر صحابہ کی ہر فضیلت سے انکار کر جاتے ہیں اور باوجود اقرار اپنے بزرگوں کے ساتھ منکر ہو جاتے ہیں اور فضیلت اور رسوائی سے بالکل بے خوف ہو جاتے ہیں اس ملامت کفتوری نے ہاں فضیلت جب دیکھا کہ کچھ جواب ایسی روایتوں کا نہیں ہے پس مجبوری انکار کرنا شروع کیا اور لانسلم اور نہیں بقیہ صیح کہہ کر اپنے جواب کو ختم کیا لیکن قطع نظر اس کے کہ خود علماً شیعہ نے اقرار کیا ہے کہ مراد فلاں سے حضرت ابو بکرؓ ہیں یا حضرت عمرؓ بالفرض اگر وہ اقرار بھی نہ کرتے تو بھی لفظ فلاں سے کوئی شخص مراد ہو گا یا ما سوائے حضرت شیخین کے دوسرا کوئی ہو یا انہیں میں سے کوئی ایک ہو اگر کوئی تیسرا شخص مراد لیا جائے تو وہی شخص ہو گا جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے مرجھا تھا۔ جیسا کہ قطب الدین راوندی نے دعویٰ کیا ہے اور جب کہ یہ صفیہ ایسے شخص کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مرجھا ہو ثابت نہیں ہو سکتیں تو لا ممالہ مراد فلاں سے یا ابو بکر صدیق ہوں گے یا حضرت عمر فاروقؓ تو پھر اس سے انکار کرنا اور بجواب تحفہ کے اپنے نامہ اعمال کی طرح چند ورق سیاہ کرنا بالکل عبث اور لغو تھا اس سے تو یہی بہتر تھا کہ اس روایت ہی سے انکار کر جاتے اور حضرت علیؓ کی طرف منسوب کرنے سے منکر ہو جاتے یا اس کو قیصر پر معمول کر کے اپنے جواب میں صرف قیصر کا عذر پیش کرتے لیکن ان دو راہوں کو چھوڑ کر علامہ کفتوری کا تیسری راہ پر چلنا سراسر نادانی تھی آخر اس کا لطف اٹھایا کہ جس امر سے انکا اور جس روایت سے منکر ہوئے اسی کو ہم نے ان کی کتابوں اور ان کے علماء کے قول سے ثابت کر کے ان کو بدنام کیا دیشے معاشرہ مسلمین رحمکم اللہ انکون کجا ماند دعا سے لاطالکہ روانض کہ در سطا عن تقریر کردہ نزاران رسائل و کتب را مثل نامہا ہی اعمال خود در سیاہی و تباہی گرفتند و انصاف باید داد کہ حالیا از عمرہ طعنہا ہی رخصتہ کہ در اسفار کلامیہ ایشان

بقیہ حاشیہ۔) سبیلہ از خلاف طرق الاحلال و کثرة المنافع لایجاد انوسنے قورہ و ترکیم لعمال اتہی بلفظہ ۱۲۔

نے اسے گزشتہ مسلمانان اللہ تبارک و تعالیٰ پر رحم کرے اب رافضیوں کے بیکاروں اور نکل دعوے کہاں باقی رہ سکتے ہیں جو انہوں نے اپنی تقریروں میں طعن دینے ہیں اور ہزاروں کتابیں اپنے اسمہ اعمال کی طرح سیاہ کر کے تباہ کر کے ہیں۔ انصاف کہہ کہ شیعہوں نے تمام طعنہ جبران کتابوں میں تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں، بہالت و اجتہاد کیا اب باقی رہ سکتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ان کی جانب توجہ کی جائے اس لئے ان رافضیوں کی بدنامی اور عاقبت قوم پر مالا و ذاری کی جائے اور ذلت کے جنگھوں کا ریت اپنے سر پر ڈالنا چاہیے۔ ۱۳۔

میں و طست پہننے سے باقیست کہ بعد شہادت جناب مرقنوی حاجت بردار کن اقد پس برسوا
عاقبت این قوم بنا لہا ہی جانکاہ باید گریست وریگ بیابان مذلت برسرہای ایشان باید
رخت (اگر حضرات شیعہ کو اب بھی سیری نہ ہوتی ہو اور باوجود ایسی روایتوں کے انکی خاطر
جمع نہ ہوتی ہو تو ہم ان کی تسکین کے لئے ابھی بہت سی سندیں اور روایتیں صحابہ کرام کی
فضیلت میں موجود رکھتے ہیں اور خود ائمہ کرام کی زبان سے اُس کے ثابت کرنے پر مستعد
ہیں جس کو سننا ہو وہ سنے ۛ

آٹھویں شہادت :- علی بن علی اردبیلی امامی اثنا عشری نے اپنی کتاب کشف
الغمر فی معرفۃ الأئمۃ میں لکھا ہے دا نہ سل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف بل
بجوز فقال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیدہ بالفنۃ فقال الراوی تقول کہذا فوشب الامام عن
مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل کہ الصدیق فلا صدق اللہ
قولہ فی الدنيا والاخرۃ ترجمہ کسی نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضے کو حلیہ کرنا
درست ہے یا نہیں تب امام نے جواب دیا کہ ہاں اس لئے ابو بکر صدیق کی تلوار کے قبضے
پر بھی حلیہ چاندی کا تھا راوی کہتا ہے کہ اُس نے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی
ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اٹھیل پڑے اور کہنے لگے کہ ہاں وہ
صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے جو کوئی اس کو صدیق نہ کہے خدا اس کی
دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے ۛ اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا
فائدہ زبان سے امام علیہ السلام کی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدیق ہونا اور صدیق
ہونے سے اُن کا تمام امت سے افضل ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ قواعد مقررہ منصوصہ
قرآن سے یہ امر ظاہر ہے کہ بعد پیغمبروں کے مرتبہ صدیق کا ہے اور تمام امت سے صدیقین
کا درجہ افضل ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ۛ دوسرا فائدہ
امام سے جب مسائل نے سوال کیا تو اس نے صرف ایک مسئلے کا استفسار کیا اس کے جواب
میں ہاں یا نہیں کہنا کافی تھا مگر امام نے اس پر قناعت نہ کی بلکہ ابو بکر صدیق کے فعل کو
سند لیکر جواب دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسائل یعنی میں افعال صحابہ پر تمسک
کرنا چاہیے اور یہ حصہ صرف اہل سنت کو نصیب ہوا ہے حضرات شیعہ اس سے محروم

ہیں وہ بھی کسی مسئلے میں قول یا فعل صحابہ کو سند نہیں جانتے پس درحقیقت اماموں کے تابع اہل سنت ہیں نہ شیعہ۔ تیسرا فائدہ امام سے جب سائل نے مسئلہ پوچھا اور انہوں نے ابو بکر صدیق کا ذکر بھی کیا تو ان کو صدیق کہنا ضرور نہ تھا یہی کافی تھا کہ وہ نام ابو بکر صدیق کا لیتے مگر امام کو ایسی محبت ان سے تھی کہ بغیر صدیق کے ان کا نام لینا ان کے دل کو گوارا نہیں ہوا اس لئے اس لقب سے ان کو یاد کیا پس یہ بڑی عمدہ دلیل محبت ائمہ کے ساتھ صحابہ کے ہے افسوس حضرات شیعہ کی سمجھ پر کہ وہ ائمہ کو دشمن صحابہ کا جانتے ہیں۔ چوتھا فائدہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو سائل کے تعجب پر نہایت غصہ آیا اور جب اس نے پوچھا کہ آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں تو آپ کو اس قدر غمغیم ہوا کہ اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور تین مرتبہ فرمایا نعم الصدیق، نعم الصدیق، نعم الصدیق اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ فرمایا کہ جو کوئی ان کو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے پس حضرات شیعہ کو چاہیے کہ وہ ذرا انصاف سے اس روایت کو دیکھیں اور امام کی شہادت سے اپنے آپ کو خدا کے نزدیک دنیا و آخرت بسبب نہ تصدیق کرتے صدیقیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھوٹا جانیں۔ پانچواں فائدہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والا شیعہ تھا اور صحابہ کا دشمن اس واسطے امام کے صدیق کہنے پر اس کو تعجب ہوا اگر کوئی سنی ہوتا تو وہ تعجب نہ کرتا اور جب کہ سائل کا شیعہ ہونا ثابت ہوا تو پھر موقع تھے کہ بھی نہ رہا ہاں اگر سائل سنی یا ناصبی یا خارجی ہوتا تو تھے کی گنجائش تھی۔ اب ہم حضرات شیعہ کے اقوال کو جو اس روایت کی نسبت ہے۔ بیان کر کے انکار کرتے ہیں۔ پہلا قول نور اللہ شوستر نے احقاق الحق میں اس روایت سے انکار کیا ہے اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ اس روایت کا کچھ پتہ نہ ان کشف الغمہ میں نہیں ہے بلکہ ایسی روایت کا کشف الغمہ میں موجود ہونا خلاف قیاس ہے اس لئے اس کتاب میں پیغمبر خدا اور ائمہ اثنا عشر کا حال لکھا ہے نہ ابو بکر کا تو کیا وجہ تھی کہ مولف اس کتاب کا ایسی روایات کو لکھتا چنانچہ قاضی صاحب کی عبارت کے الفاظ یہ ہیں (وکنذا الحال فیما نقله عن راس التصب الحیف من حدیث طلیتہ السیف لیس ذلک فی الكتاب عنہ خبر ولا علین ولا اثر وایضاً لا مناسبتہ لذلک ذلک فی ہذا الكتاب المقصود علی ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والائمة الاثنا عشر و ذکر اسماہم و

کنہم واسماء آباہم وامہاتہم وموالیدہم ودنیاتہم ومعجزاتہم کمالاً یخفی علی من طالع ہذا
الکتاب، پس اس قول کو دیکھ کر کونسا شیعہ ہو گا جس کو اس روایت کے نہ موجود ہونے
پر یقین نہ آوے اور سنیوں کے قول کو کیونکر غلط نہ جانے گا لیکن الحمد للہ کہ کتاب کشف الغمہ
اس ہندوستان میں صد ہا جگہ موجود ہے جس کسی کو شک ہو وہ اس کو لیکر دیکھے، کہ یہ
روایت موجود ہے یا نہیں اور قاضی صاحب کی صداقت کی دلداری سے اور کتاب کشف الغمہ
یہ خیال کرے کہ شاید بعد میں کسی سنی نے یہ عبارت ملا دی ہے اور کتاب کشف الغمہ
میں اس روایت کے موجود ہونے سے اس کو اطمینان نہ ہو تو اس کے اطمینان کے لئے ہم
مجتہد صاحب کی کتاب کو پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے بفضلہ تعالیٰ اس روایت کے موجود
ہونے سے کتاب مذکور میں اقرار کیا اور یہ توجیہ فرمائی کہ یہ روایت مؤلف کتاب نے ابن
جوہری سے جو کہ عالم سنیوں کے ہیں نقل کی ہے خیر جو کچھ ہو اس کی بحث ہم چھپے کریں
گے بالفعل ہم کو قاضی نور اللہ شوستر ہی صاحب کی تکذیب منقول ہے کہ انہوں نے اس
روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اس کے واسطے ہم مجتہد صاحب کی کتاب
طعن الرماح کی عبارت نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے اس روایت کے موجود ہونے کا اقرار
کیا ہے و ہو ہذہ دقال المجتہد القمام فی طعن الرماح روایت نعم الصدیق را اسناد بکتب
شیعیان نمودہ از کتاب کشف الغمہ نقل کردہ چون اتفاق مراجعت بان کتاب شد مصنف
آکر مولانا الوزیر علی بن علی ارویلہ ست از ابن جوہری کہ از مشاہیر علماء اہل سنت
ست روایت مذکورہ را نقل کردہ) اس تحریر سے مثل آفتاب فیروز کے قاضی نور اللہ شوستر
کا سچوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور خود مجتہد صاحب کی تحریر سے اُن کے قاضی کا جس کو مولانا
سیدنا کہہ کر اپنی کتاب میں یاد کیا ہے افترا ظاہر ہو گیا عجب حال ہے علماء شیعہ کا کہ جب
کوئی روایت اُن کی کتاب سے سند لاکر پیش کی جاتی ہے تو اول صاف انکار کر جاتے
ہیں اور تاقل کو جھوٹا اور کاذب بتاتے ہیں اور جب اُس کی صحت اور سند پہنچا دی جاتی
ہے تب توجیہات لاطائل کرنے لگتے ہیں چنانچہ اس روایت کو قاضی نور اللہ شوستر نے
مجتہد اعظم نے کتاب طعن الرماح میں "نعم الصدیق" کی روایت کی اسناد کو شیعہ مکتب کی جانب سے کہا
ہے اور اسے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کتاب کے مصنف مولانا
علی بن علی اردوبیل ہیں جو انہوں نے سنیوں کے عالم ابن جوہری سے نقل کی ہے۔

خلاف اپنے مذہب کے پایا اُس سے انکار کیا لیکن جب وہ روایت اس کتاب سے ثابت کر دی گئی تب مجبوری مجتہد صاحب نے اُس کی موجودگی کا اقرار کیا اور ایک دوسری توجیہ لاطائل سے اُس کا باطل کرنا چاہنا چھوڑا اب ہم اس توجیہ کو بھی باطل کرتے ہیں۔ مجتہد صاحب کی توجیہ کا سارا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت نعم الصدوق کی اگرچہ کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے لیکن اس مؤلف موسوف نے علامہ ابن جوزی سے جو کہ مشاہیر علماء اہل سنت سے ہے نقل کیا ہے اس لئے گویا یہ روایت اہل سنت کی ہے نہ شیعوں کی اس کا جواب یہ ہے کہ شاید مجتہد صاحب نے کتاب کشف الغمہ کو از اول تا آخر ملاحظہ نہیں فرمایا اور نہ ایسا ارشاد فرماتے اس لئے کہ مؤلف کتاب موسوف نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے اور نقل کیا ہے وہ متفق علیہ فریقین ہے اور علماء شیعہ نے سچی بعد دیگرے اس کو قبول کیا ہے اور وہ شیعوں کے نزدیک مسلم ہے چنانچہ علامہ معز الدین صدر کتاب امامت میں لکھتے ہیں۔

اگر کتاب کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سید اردبیلی سنت و آنچه در کتاب مستطاب مذکور است مقبول طبائع موافق و مخالف است انتہی، پس گو کہ صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی ہی سے نقل کی ہو لیکن جب کہ وہ التزام اس امر کا کر چکا ہے کہ جو روایت لکھی جاوے گی وہ مقبول فریقین ہوگی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی مقبول فریقین ہے اور جب مقبول فریقین ہونا ثابت ہوا تو اس روایت سے التزام شیعوں پر دینا درست ٹھہرا اور اس کا جواب شیعوں سے لینا واجب ہوا صاحب استقصاء الانعام نے جن کی کتاب پر آج کل شیعوں کو بڑا فخر ہے نہایت جودت طبع کو دخل دیا ہے اور اپنی ذمہ داری فہمی اور نکتہ سنجی سے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ اس کلام سے زردستانی کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کشف الغمہ میں مذکور ہے اس کو اہل حق بھی قبول کرتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کرتے اور یہاں آخر ہے اور ہونار و آیات کشف الغمہ کا اجماعیات اہل حق اور اہل حلال سے دوسرا امر ہے اس لئے کہ قبول کرنا کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ اپنے واسطے حجت پکڑیں نہ کہ اس لئے کہ مخالف اس سے ہم پر حجت کرے علاوہ اس کے کلام زردستانی محمول، اصول اور مقاصد کتاب کشف الغمہ پر ہے کہ جو مقصود بالذات ہے وہ مقبول اہل حق ہے نہ کہ وہ جو مقصود بالذات نہیں ہے وہ بھی مقبول ہے فقط چنانچہ اصل عبارت استقصاء

لہ کشف الغمہ وزیر سید اردبیلی ہے اور جو کہ اس میں تحریر ہے وہ متفقہ طور پر دونوں فرقوں کا متبرک کتاب ہے۔

کی یہ ہے (اول آنکہ ازین کلام زردستانی نہایت آنچہ مستفاد میشود اینست کہ آنچہ در کشف الغمہ مذکورست آن را اہل حق ہم قبول بیسانند و بہر دو انکارا و نمی پردازند و ایں امر آخرست و بدون روایات کشف الغمہ از جماعیات و اتفاقیات اہل حق و اہل خلاف کہ مخاطب مدعی آنست امر آخر زیرا کہ مشہورم ثانی آنست کہ اہل حق در روایت ایں روایات شریک اند و از قبول کردن آن روایات ایں معنی مستفاد نمی شود چہ قبول روایت باین وجہ ہم متصورست کہ اہل خلاف روایت ان کرده باشند و اہل حق قبول آن نموده باشند و قبول گاہی باین معنیست کہ ایں روایت را صحیح می دانم و آنچہ در آن مذکورست آن را حجت می گیریم و گاہی باین معنی کہ چون باں بر بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برای ایں امر قبولش کرده ایم نہ باین معنی کہ خصم باں بر ما احتجاج نماید دوم آنکہ کلام زردستانی محمول بر اصول و مقاصد آن کتابست یعنی آنچہ در آن کتاب برائے احتجاج و استدلال از اہل خلاف نقل فرمودہ و مقصود بالذاتست مقبول اہل حق ہمست نہ اینکہ آنچہ مقصود بالذات نیست و محض استنطاق و تبعاً نقل شدہ آن ہم مقبولست و ولایت حجب نزد اہل حق وارد حاشا و کلا، لیکن صاحب استقصاء کی اس تحریر کا مطلب معلوم نہیں ہوتا اور اس سے یہ مشکل مسئلہ حل نہیں ہوتا یعنی ہمارا یہ قول ہے کہ مولف کشف الغمہ نے جو روایت لکھی ہے خواہ وہ اپنے یہاں سے لی ہو خواہ سنیوں سے وہ روایت نعم الصلیا بھی مقبول علیاً شیعہ ہے خواہ مولف موصوف نے اپنے کسی عالم کی کتاب سے نقل کی ہو

۱۔ زردستانی کے کلام سے اولاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ کشف الغمہ کی تحریر فریقین کی منقولہ و مقبولہ ہے دوم یہ کہ کوئی فرقہ اسکا انکار ہی نہیں ہے اور اس سے سنیوں کا مقصد یہ ہے کہ ان روایات کی صداقت میں شیعہ بھی شریک ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان روایات کے قبول کرنے میں جو سنیوں کی پیش کردہ ہیں شیعوں کا اتفاق ہو حالانکہ قبولیت و اتفاق کے معنی یہ ہیں کہ اس روایت کو صحیح ان کرنا سبب ہو کچھ ہوا اس کو حجت قرار دینا اور کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس روایت کی حجت سے غیر ہم پر حجت لائیں۔ اور اس دورے معنی کے لحاظ سے کشف الغمہ کی روایات پر ہمارا اتفاق نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ کشف الغمہ کے اصول مقاصد کے پیش نظر زردستانی کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ سنیوں کے خلاف استدلال پر جو کچھ اس میں فرمایا مقصود بالذات ہے اسے ہم شیعہ مانتے اور ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مقصود اور کے لئے جو کچھ بطور لوازمات تحریر ہے وہ بھی شیعوں کے نزدیک مقبول ہوا اور شیواہل حق کو بھی قبول کریں۔ ماٹ و کلا غیر مقصود تحریر کہ شیعہ بالکل نہیں مانتے۔

خواہ ابن جوزی کے کسی نسخے سے لی ہو اور اس سے مجتہد صاحب کی وہ توجیہ کہ یہ روایت ابن جوزی سے نقل کی ہے باطل ہوتی ہے اور صاحب استقصا کی تحریر سے کچھ مطالب حاصل نہیں ہوتا حقیقت میں وہ بیچارہ کیا کرے ایسی برویات میں ڈر گیا ہے کہ نہ کچھ کہہ سکتا ہے نہ کچھ جواب دے سکتا ہے اپنے مجتہدین اور علما کے اضطراب پر حیرت کر کے جہاں تک اس سے ہوتا ہے ان کی بات بناتا ہے اور چونکہ جھوٹی بات کو کوئی سوائے ایسی ابلہ فریب آقریبوں کے سچ کر کے دکھلا نہیں سکتا اسد واسطے وہ بھی ایسی ہی پوچھ باتوں سے اپنا دل خوش کرتا ہے در نہ نہایت تعجب کی بات کہ ایسی توجیہ لا طائل جو صاحب استقصا نے کی ہے کسی لڑکے کی زبان سے بھی نہ نکلے گی یعنی اس کا تو اقرار ہی کرتے جاتے ہیں کہ جو کچھ کشف الغمہ میں لکھا ہے وہ مقبول فریقین ہے اور جب اس کو بعض روایات میں اپنے فریب کے حق میں مضر جانتے ہیں تو اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مقبولیت سے صرف انہیں روایات کی مقبولیت مراد ہے جن سے ہم حجت کریں نہ کہ وہ روایات جن سے مخالف ہم پر حجت کرے یا قبول سے ان روایات کی مقبولیت مراد ہے جو کہ مقصود بالذات ہیں نہ روایات جو کہ مقصود بالذات نہیں ہیں، اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ایسی توجیہات پوری لچر کو مخالف کب سنے گا اور وہ ایسی باتوں کو کب مانے گا چنانچہ ہم بوجوہات قوی اس تحریر پر گورہ کرتے ہیں۔ اول یہ بات تو خود صاحب استقصا نے قبول کی ہے کہ انچہ در کشف الغمہ مذکورست آن را اہل حق ہم قبول بیسازند و بدو انکار آن نمی پردازند، پس ہم ایسے امر مقبول کردہ صاحب استقصا کو منظور کر کے کہتے ہیں کہ (روایات نعم الصدق در کشف الغمہ مذکورست آن را اہل حق ہم قبول بیسازند و بدو انکار آن نمی پردازند و قاضی نور اللہ شوستری آن را قبول نمی سازند و جناب مجتہد صاحب قبلہ ہر دو انکار آن می پردازند پس ہر دو قاضی و مجتہد اہل حق ہستند و ہر کہ انہا اہل حق باشند آن را لازمست کہ اہل روایت را قبول سازند و ہر دو انکار آن نہ پردازند و نہ سرت و انبہ نہ کشف الغمہ میں جو کچھ تحریر ہے اسے شیوہ قبول کرتے ہیں اور دونوں فرقہ اسکا انکار نہیں کرتے علم الصدیق ابو بکر صدیقؓ بہترین دوست ہیں اہل روایت کشف الغمہ میں لکھی ہوئی موجود ہے جسے شیوہ بھی قبول کرتے ہیں اور کوئی فرقہ اس کا انکار نہیں ہے البتہ قاضی نور اللہ شوستری اسے مانتے نہیں اور جناب مجتہد صاحب یہ دونوں اٹکھا گا ہی ہیں، اور یہ قاضی و مجتہد دونوں شیوہ ہیں اس لئے انہیں بھی چاہیے کہ اس روایت کو قبول کریں اور انکار نہ کریں۔

استقصائے قبول کے دو معنی فرض کئے ہیں کہ قبول لفظ کا ہی بایں معنی مست کہ اس روایت
 را صحیح می دانیم و اخیر در ان مذکور است کہ را حجت می گیریم و گاہی بایں معنی کہ چون باں بر
 بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برای این امر قبول کہ وہ ایم نہ بایں معنی کہ خصم باں
 بر ما احتجاج نماید لیکن انہیں معنی فرضی پر مقولہ مضمون اشعرفی بطن الشاعر صادق ہے اس
 لئے کہ ہم او پر بیان کر چکے ہیں کہ اس کتاب کی روایتوں کی نسبت معزالدین انا عشری نے
 لکھا ہے کہ در اخیر در کتاب مستطاب مذکور است۔ مضبول طباع موافق و مخالف است، اور
 جب مقبول فریقین ہونا اسکا ثابت ہوا تو پھر یہ کہنا کہ ہم نے اس لئے قبول کیا ہے کہ ہم حجت
 پکڑیں نہ کیا اس لئے کہ مخالف ہم پر حجت پکڑے بعض نادانی ہے اس کی مثال بعینہ ایسی
 ہے کہ ایک شخص کسی قبائل اور دستاویز کی صحت کا اقرار کرے اور اس امر کو قبول کرے کہ جو
 کچھ اس میں لکھا ہے خواہ وہ میرا لکھا ہو یا دوسرے فریق کا وہ سب مجھے مقبول اور منظور ہے
 اور پھر جب کسی عبارت پر اس دستاویز کی دوسرا فریق گرفت کرے تب وہ قبول کر لے والا
 دستاویز کا کہے کہ یہ عبارت لکھائی ہوئی دوسرے فریق کی ہے میں نے تو اس لئے اس کو قبول
 کیا تھا کہ اس پر حجت پکڑوں گا نہ کہ اس لئے کہ وہ مجھ پر حجت پکڑے پس منصف کیا فیصلہ
 کرے گا یعنی کیا فتویٰ دے گا اور چونکہ صاحب استقصاء بھی منصف ہیں اور ان کے والد
 ماجد مفتی تھے اس لئے وہ خود ہی برائے نھد اس کا انصاف کریں اور اس امر کو فیصلہ فرمادیں
 تیسرے اگر یہ امر تسلیم کر لیا جاوے کہ روایت کا قبول کرنا اپنے واسطے حجت لانے کیلئے
 ہے نہ کہ دوسرے کی حجت کرنے کے واسطے تو سب جھگڑا ہی طے ہو جاوے کوئی فریق
 کسی دوسرے پر کسی روایت کی سند نہیں لاسکتا اور یہی جواب دے سکتا ہے جیسا کہ صاحب
 استقصاء نے دیا ہے کہ رچوں باں بر بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برائے این
 لئے قبول کرنے کے کبھی یہ معنی ہونے میں کہ اس روایت کو ہم صحیح جانتے ہوئے اس میں جو کچھ ہے اسے حجت سمجھتے
 ہیں اور کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اگر اس کے بعض مطالب سے ہم خود حجت لائیں تو اسے ہم قبول کرتے ہیں
 اس کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ اس کے ذریعہ دشمن ہم پر دلیل لائیں۔ نہ اور کتاب مستطاب میں جو کچھ
 تحریر ہے اسے مخالف و موافق سب ہی قبول کرتے ہو۔

مکہ چونکہ روایت سے ہم اپنے بعض مقاصد کے لئے دلیل لاتے ہیں اس لئے ہم اسے قبول کرتے ہیں اور
 اس لئے قبول نہیں کرتے کہ اس کے ذریعہ دشمن ہم پر حجت لائے اور ہم پر احتجاج کرے۔

این امر قبولش کردہ ایم نہ بایں معنی کہ خصم باں برما احتجاج کند، چوتھے عام قاعدہ ہے کہ جب کسی فریق کی روایت یا خبر کی صحت تسلیم کی جاوے تو اس کی جواب دہی صحت کے تسلیم کر نیوالے پر ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ اصل روایت کرنے والے پر چنانچہ قطع نظر معاملات دنیاوی کے ہم دینی سند بیان کرتے ہیں کہ اکثر باتیں توریت و انجیل کی ہماری کتابوں میں مذکور ہیں اور ہم ان کو قبول اور منظور کرتے ہیں پس جب ان روایتوں کی صحت ہم نے تسلیم کر لی تو اس کی جواب دہی ہمارے ذمے بھی ویسے ہی ہے جیسے کہ یہود اور عیسائیوں کے ذمے پس اگر کسی روایت یا خبر کی نسبت جنکو ہم نے تسلیم کر لیا ہے کوئی اعتراض کرے تو اس کا ہم یہ جواب دے سکتے ہیں جیسا کہ صاحب استقصا نے دیا ہے کہ (بچوں باں برما احتجاج کند، حقیقت میں ہم ایسا جواب نہیں دے سکتے اور اگر دین تو کوئی مخالف اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ پانچویں اگر کسی فریق مخالف کی کوئی روایت ہم نقل کریں اور اس کو قبول کرنے سے کوئی عرض خاص ہووے اور اس میں کوئی امر ایسا ہو جس کو ہم قبول نہ کرتے ہوں ہم کو لازم ہوگا کہ ہم اس کے مطلب کو جو کہ ہمارے مفید ہو لے کر باقی عبارت کو چھوڑ دیں یا اس کی نسبت صاف لکھ دیں کہ اس روایت کا اسی قدر مضنون ہم کو تسلیم ہے اور باقی سے انکار ہے اگر ہم ایسا نہ کریں اور اس روایت کو بلا انکار اس کے کسی جزو کے قبول کر لیں تو پھر ہم اس کی قبولیت سے انکار نہیں کر سکتے اسی طرح پراگر مؤلف کتاب کشف الغمہ کا اس روایت کو کسی خاص مطلب کے واسطے قبول کرتا تو اس کو اس کا مطلب ہی کہہ دینا کافی تھا یا اصل روایت لکھ کر اس کے جزو نامقبول پر اشارہ کر دینا لازم تھا جب اس نے ایسا نہیں کیا تو اب بعد چندین سال توجیہ صاحب استقصا کی کچھ لیکار آمد نہیں ہوتی۔ چھٹے یہ قول صاحب استقصاء کا کہ (کلام اللہ دستانی معمول پر اصول و مقاصد آں کتاب مست نہ اینکہ انچہ مقصود بالذات نیست آن ہم مقبول مست یہ فقط۔) قول ہی قول ہے نہ اس کی کچھ سند ناس پر کچھ حجت ہے ایسا دعویٰ بلا دلیل لائق سماعت نہ ہو لیکر اس کے ذریعہ ہم اپنے بعض مقاصد کے لئے حجت قائم کرتے ہیں اسے قبول کرتے ہیں ناٹے کہ دستانی اس کے ذریعے ہم پر حجت پیش کرے۔ - ۱۴ اس کتاب کے اصول و مقاصد پر کلام نہ دستانی معمول ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو چیز زیادہ مقصود نہیں وہ بھی قابل قبول ہو۔

کے نہیں ہے اگر مؤلف موصوف یہ لکھ دیتا کہ جو اصول اور مقاصد اس کتاب کے ہیں وہ مقبول ہیں نہ وہ جو کہ مقصود بالذات نہیں ہیں وہ بھی مقبول ہیں تو بے شک ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن جب کہ اس نے یہ قید نہیں کی اور اپنے کلام کو بے نسبت کتاب کے مطلق چھوڑ دیا تو ہم بھی اس سے فرد کامل مراد لیں گے یعنی جو کچھ اس کتاب میں ہے خواہ مقصود بالذات ہو یا نہ ہو وہ سب مقبول ہے۔ اسے حضرات شیعہ تم کو خدا کی قسم ہے کہ ذرا غور کرو اور انصاف کو دخل دو کہ اس بحث میں تمہارے علماء کس گروہ یا مائیں پڑ گئے ہیں اور کیسے بے دست و پا ہو رہے ہیں اور ہر چند ہاتھ پاؤں مانتے ہیں مگر مقصود کے کنارے تک پہنچنے نہیں پاتے کوئی تو اس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کرتا ہے کوئی موجود ہونے کا تو اقرار کرتا ہے لیکن اس کو شیعوں کے علمائے نقل کرنا بیان کرتا ہے کوئی اس کو قبول ہی نہیں کرتا کوئی قبولیت کے معنی گڑھ گڑھ کر بیان کرتا ہے اور حقیقت میں کوئی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا اور مثل الغرغریٰ یثبت لکل حشیش پر عمل کر رکھا ہے۔ دوسرا قول بعضوں نے اس روایت سے یہ جواب دیا ہے کہ اگر صحت اس کی تسلیم کی جاوے تو امام کا ابو بکر کی نسبت صدیق کہنا بنظر تخصیص اور تمیز منوط ہے کہ ہو گا بغیر تصدیق اس کے مضمون کے جیسا کہ احتیاق الحق میں قاضی نور اللہ شوشتری نے لکھا ہے (اقوال ذکر الصدیق لاجل التخصیص والتمییز للمخاطب من غیر تصدیق بمضمونہ) لیکن یہ قول باطل ہے اس لئے کہ اگر امام حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے بعد ان کا لقب صدیق کہہ کر سکوت فرما جائے تو حضرات شیعہ کو اس تاویل کی گنجائش تھی۔

لیکن یہ تخصیص مخاطب کی بغیر تصدیق اس کے مضمون کے آئندہ کے فقرے سے باطل ہوتی ہے اس لئے کہ جب سائل نے متعجبانہ سوال کیا کہ یا حضرت آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں تو امام اپنی جگہ سے اچھیل پڑے اور کہا کہ نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق کہ ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور پھر اس پر بھی قناعت نہ کی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرہ۔ ترجمہ جو ان کو صدیق نہ کہے اس کی خدا دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے اگر ایسے کلمات پر بھی حضرات شیعہ یہ فرما دیں کہ امام نے صرف مخاطب کے

سب سے پہلے صدیق کہا تھا اور اس کے مضمون کو تصدیق کیا تھا تو یہ انہیں کوڑیا ہے
تیسرا قول جب حضرات شیعہ نے یہ نیال کیا کہ یہ تاویل بھی بوجہ موجود ہونے جملہ من
لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاخرۃ کے نہیں بنتی تب تیسری تاویل شروع کی
کہ شاید حضرت امام علیہ السلام نے ابو بکر صدیق کی نسبت جو کچھ فرمایا ہے وہ بنظر
استہزاء کے فرمایا ہوگا جیسا کہ احقاق الحق میں لکھا ہے رد الاستہزاء کا کافی قولہ ذق انک
انت العزیز الکرم یعنی امام نے ابو بکر کو صدیق بنظر استہزاء اور ٹھٹھے کے فرمایا۔ یہ کہہ کر
دو زخموں کا ہی ہستی عزیز اور کرم فرمایا ہے اور بنظر استہزاء ان کا یہ کہنا ہے کہ کچھ تم ہی عزیز کرم ہو گے
یہ تو ابھی باطل ہے اس لئے کہ الفاظ کو سن کر تہمتی سے بچنے کے لئے کوئی قرینہ پائے وہ بنظر تہمتی کے باوجود
الفاظ سے معنی حقیقی مروانہ لینا جائز نہیں ہے پس آئیہ کرمیہ میں وہ قرینہ موجود ہے کہ اوپر
سے ذکر زقوم اور عذاب دوزخ کا ہے اور خطاب بھی دوزخیوں سے ہے اور چونکہ دوزخی
اول آپ کو بڑا عزیز اور کرم جانتے تھے اس لئے ان سے خطاب کیا گیا کمال تالی اللہ،
تبارک وتعالیٰ۔ اِنَّ شَجَرَةَ النَّوْمِ طَعَامُ الْاَیْمِیْمِ کَالْمُهْلِ یَغْلِبُ فِی الْبَلْکُوْنِ کَعَمَلِ الْحَمِیْمِ حَذُوْدًا
فَاعْتَبِلُوْا اِلٰی سَوَاعِجِ الْجَحِیْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ذُقْ اِنَّکَ
اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ۔ اور اس روایت کے کسی مقام سے کوئی قرینہ پایا
نہیں جاتا جس سے معلوم ہو کہ امام نے بنظر استہزاء اور ٹھٹھے کے یہ فرمایا ہو اس لئے کہ
اول تو سائل شیعہ تھا اس کے سامنے استہزاء کرنے کا کیا موقع تھا دوسرے اس نے اپنی
طرف سے کچھ استفسار بہ نسبت حضرت صدیق کے نہ کیا تھا بلکہ اس نے ایک مسئلہ
فقہی پوچھا تھا کہ آیا حلبہ سیف کا جائزہ ہے یا نہیں امام نے اس کو جائزہ فرمایا اور اسکی
سند میں حضرت ابو بکر صدیق کا ذکر کیا جب اس سائل کو تعجب ہوا تو اس کے تعجب دور
کرنے کے لئے حضرت نے کلمہ نعم الصدیق مکرر کہہ کر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تو یہ
ممل اور موقع کسی طرح پر استہزاء کرنے کا نہ تھا اور تو فرضاً کہ کلمہ نعم الصدیق بھی بنظر
استہزاء کے ہو لیکن بعد اس کے جو حضرت نے فرمایا کہ من لم یصدقہ الہم یہ کلمہ استہزاء اور
ٹھٹھے پر کس قرینے سے معمول کیا جائے گا اور اگر بغیر قرینہ بلا قیاس کے ایسے کلمات
طبیعیات استہزاء اور سخریہ پر معمول کئے جائیں تو ہر لمحہ و زندگی ہر آیت اور حدیث کی
نسبت ایسا ہی کہہ سکتا ہے فاما ہو جو ابکم فهو جو ابنا، چوتھا قول جب حضرات نے

دیکھا کہ یہ تاویل بھی نہیں بنتی اور امام کی نسبت استہزاء اور سخریہ کے منسوب کرنے سے کام نہیں لکھتا تب اپنے اس معمولی تاویل سے پناہ لی جو سنیوں کے ہر حملہ کے لئے سپر نائی گئی ہے اور جو ناصیبوں کے ہر حربے کے واسطے ڈھال مقرر کی گئی ہے یعنی تقیہ جیسا کہ احقاق الحق میں بر سبیل تنزیل لکھا ہے (ولو للتقیہ عن السائل اور مجتہد صاحب نے بھی اخیر پر طعن الرماح میں فرمایا ہے (ولو نزلنا عن ذالک پس معمول بر تقیہ خواہد بود) لیکن اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ الفاظ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل مؤمنین اور محبین سے تھا ورنہ جب امام نے حضرت ابو بکر کو صدیق کہا تو اسے کچھ تعجب نہ ہوتا اور وہ یہ استقصار نہ کرتا کہ آپ بھی ایسا کہتے ہیں سائل کا تعجب کہنا اور امام کا غصہ ہو کہ جواب دینا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سائل سنی نہ تھا جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوئی اور اگر سائل سنی بھی ہوتا تب بھی امام کا تقیہ کہنا اور سنی سے ڈر کر خلفاء جوڑ کی تعریف کرنا خلاف شان امامت کے تھا اس لئے کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام تقیہ سے ممنوع تھے اور ان کو تقیہ کہنا جائز ہی نہ تھا اور جو صحیفہ خدا نے ان پر بھیجا تھا اس میں ان کو علوم منشر کرنے اور مسائل شرعی کو بلا خوف و خطر ظاہر کرنے کی تاکید تھی ان کو خدا نے مطمئن کر دیا تھا اور ان کے حق میں (فانک فی حرز و اماں) فرما دیا تھا پس ایسی حالت میں امام کا ایک سنی سے ڈر جانا اور اس کے خوف سے ایک غاصب بلکہ کافر کو صدیق کہنا اور باوجود اطمینان خدا کے جان و عزت کا اندیشہ نہ کرنا تعجب کا مقام ہے علاوہ بریں امام کے حالات پر بھی نظر کرنا اور ان کے طور اور طریقے کو بھی دیکھنا چاہیے کہ آیا کہ وہ ہمیشہ سنیوں سے ڈر جاتے تھے اور ناصیبوں کے خوف سے چھوٹھی تعریف صحابہ کی کیا کرتے تھے یا کبھی اپنی امامت کے جلال پر بھی آجاتے تھے اور اپنی شان صدیق کوئی کو ظاہر فرماتے تھے اگر یہ ثابت ہو کہ کبھی کسی سنی کے مقابلے میں حضرت نے اپنے عقیدے کو ظاہر نہیں کیا اور ہمیشہ ہر ایک سنی کے رد پر تقیہ کو کام فرمایا تو خیر اس حدیث کی نسبت بھی ہم عذر تقیہ کو تسلیم کر سکتے ہیں اور اگر یہ امر معلوم ہو کہ امام نے بڑے بڑے سنیوں کے سامنے اظہار حق فرمایا ہے اور بلا خوف ان کے جو کچھ دل میں تھا اس کو ظاہر کر دیا ہے تو پھر کیونکر ہم اس حدیث کی نسبت عذر تقیہ کو قبول کریں اب ہم امر و دم کو کتب شیعوں سے ثابت کرنے میں ملا باقر مجلسی کتاب حق الیقین میں لکھتے ہیں۔

کہ در زمان حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کہ او آخر زمان نبی امیر و اول
دولت نبی عباس بود از ان در بزرگوار آن قدر از مسائل حلال و حرام و علم تفسیر و کلام و قصص
انبیاء و سیر و تواریخ ملوک عرب و عجم و غیر انہا از غرائب علوم منتشر گمہ دید کہ عالم را فراموش
و محذوران شیعہ در اطراف عالم منتشر گمہ دیدہ و پیوستہ در مناظرات و مباحثات علما بر جمیع فرق
غالب بودند و چارہ ہزار گس از علما مشہور از حضرت صادق روایت کردہ اند و چہار صد اصل
در میان شیعہ بہر سید کہ اصحاب باقر و صادق و کاظم علیہم السلام روایت کردہ بودند از الی
قولہ (و بہ طریق معتبرہ منقولست کہ قتادہ بصری کہ از مفسرین مشہورہ عامہ است بخندرت
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام آمد حضرت فرمود توئی فقیہ اہل بصرہ گفت بلی حضرت فرمود
وای بر تو ای قتادہ حق تعالی خلق آفریدہ است کہ ایشان را جہتاً خود گردانیدہ است بر
خلق خود پس ایشان میںہا می زمین اند و خازنان علم الہی اند پس قتادہ مدتے ساکت شد کہ
یا ای سخن گفتن نداشت پس گفت بخدا سو گند کہ در لپیش فقہاء و خلفا و پادشاہان ابن عباس
نشستہ ام و دل من نزد ایشان مضطرب نشدہ چنانچہ نزد تو مضطرب شدہ است حضرت
فرمود میدانے کہ کجائی در پیش خدای نشستہ کہ حق تعالی در شان ایشان فرمودہ است کہ دنی
بیوت اذان اللہ ان ترفع و نذک فیہا اسمہ) قتادہ گفت راست گفتی پس جب کہ بڑے بڑے
مفسرین اور مشہور فقہاء اور نامی علما کے مقابلے میں امام تقیہ نہ کریں اور ان کو برا بھلا کہیں
۱۷۷
سہ ہزارمہ کے آخری زمان اور بنو عباس کے ابتدائی مہدین امام محمد باقر اور امام جعفر صادق صومرہ تھے اور ان دونوں
بزرگوں نے مسائل حلال و حرام علم تفسیر و کلام قصص انبیاء و سیر تاریخ ملوک عرب و عجم اور دوسرے نامعلوم مستدرعاً
و مشہور کئے کہ دنیا کو لاملال کہ دیا۔ اور شیوہ عمدتین پوری دنیا میں پھیل گئے۔ اور تمام فرقوں کے علماء۔ با محشوں اور
مناظروں میں غالب رہے چارہ ہزار مشہور علمائے جعفر صادق سے روایت کی اور چار سو شیعوں نے امام باقر و صادق و کاظم
سے روایت کی اور معتبر طریق سے منقول ہے کہ مشہور عام مفسر قتادہ بصری حضرت امام محمد باقر کے پاس آئے آپ نے
یہ چھا کہ کیا تم ہی اہل بصرہ کے فقیہ ہو؟ جواب دیا جی ہاں تو امام نے کہا انوس اے قتادہ۔ اللہ نے مخلوق پیدا کی کہ انہیں
اپنی حجت بنایا اسلئے ہم زمین کی میخیں اور زمین علم الہی ہیں اس پر قتادہ نے تمور ویر اس طرح خاموش رہے کہ انہیں بات
کرنے کی طاقت نہ تھی کہ تم بخدا میں نے فقہاء و علما و شاہان ابن عباس کے سامنے پشت کی لیکن ان کے پاس میرا دل اتنے
مضطرب و چین نہیں ہوا جتنے آپ کے پاس جس پر امام نے فرمایا جانتے ہو تم کہاں ہو؟ اس گھوڑی بیٹھے ہو جسکی
بابت اللہ نے کہا ہے ان گھوڑی کو بند کر اور اس میں اللہ کا نام لو یہ سن کر قتادہ نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔

اور رائے برتو اور مثل اس کے اور کلمات عقاب کے فرمانے میں کچھ تامل نہ فرادیں اور ان کے شاگردوں اور حاضر بارش بڑی بڑی مجلسوں میں سنیوں سے مباحثہ کریں اور ان کو ہادیں اور ہزاروں عالم اور سیکرٹوں فقیدان سے تعلیم پادیں تو کیونکر ہم اس امر کو مانیں کہ ایسے زبردست امام جن کی مجال میں آنے سے بڑے بڑے عالموں کے بدن میں لوزہ پڑ جائیں اور صورت دیکھنے سے انکا دل کانپنے لگے ایک سنی کے سامنے آنے سے ڈر جائیں اور خلفاء جو رکی ایسی بڑی تعریف کرنے لگیں کیا وہ سائل جس نے حلیہ سیف کا سوال کیا تھا قنارہ بصری سے بھی بڑھ کر تھا یا کوئی لشکر اور فوج لے کر امام سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا کہ امام قنارہ سے تو نہ ڈرے اور اس پر تو عقاب کیا اور سائل سے ڈر کر ابو بکر کو صدیق صدیق کہنے لگے ہمارے نزدیک تو اگر کوئی بادشاہ اور امیر بھی آتا تب بھی امام کلمہ حق کہنے سے درگزر نہ فرماتے اور جو کچھ ان کے دل میں ہوتا اس کے خلاف ہرگز کچھ بھی زبان سے نہ نکالتے اور یہ صرف ہمارا خیال ہی خیال نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت شیعوں کی کتابوں سے ہوتا ہے چنانچہ ملا باقر عباسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ در ذکر روایت دیگر معتبر وارد شدہ است کہ در سالیکہ ہشام بن عبد الملک حج رفتہ بود و مسجد الحرام دید کہ مردم نزد حضرت امام محمد باقر ہجوم آورده اند و از اسوردین خود سوال کنند عکرمہ شاگرد ابن عباس از ہشام پرسید کہ کیست این کہ نور علم از جیب ہا و سالیہ است میردم کہ اور انجمل کم چون نزدیک حضرت آمد و ایستاد لوزہ بر اندام او افتاد و نہ سلب شد و لغت یا ابن رسول اللہ من در مجالس بسیار نزد ابن عباس و دیگران آئندہ امین حالت از عارض شدہ حضرت ہماں جواب را فرمود پس معلوم شد کہ از معجزات امام و نوادہ است است کہ خلق تعالیٰ محبت ایشان را در دل و دستاں و مہابت ایشان ،

شہ ایک معتبر روایت ہے کہ سر سال ہشام بن عبد الملک حج کے لئے گیا تو اس نے وہاں مسجد حرام میں دیکھا کہ امام محمد باقر کے پاس گولوں کا ہجوم ہے اور اپنے ذہن اس کی بابت سوالات کر رہے ہیں اور ابن عباس کے ایک شاگرد عکرمہ نے ہشام سے پوچھا، یہ کون ہے کہ نور علم اس کی پیشانی سے درخشاں ہے میں جاتا ہوں اور اسکو شرمسار کرتا ہوں لیکن عکرمہ جب ہمام کے پاس آیا تو کانپنے لگا اور بے چین ہو کر کہا، اے ابن رسول میں نے اکثر مجالس میرا ابن عباس و غیرہ کے پاس نشست کی لیکن میری کبھی یہ حالت نہیں ہوئی، اس پر امام نے وہی جواب دیا جو قنارہ کو دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معجزات امام اور شفا ہمامت یہ ہیں کہ انہما سر کی محبت دوستوں کے دلوں میں پیدا کرتا اور دشمنوں کے دلوں میں ان کا رعب ڈالتا ہے۔ - سے یعنی جو جواب قنارہ کو دیا تھا۔

داد و لہا ہی دشمنان می افگندہ میں جب کہ ہشان ابن عبدالملک سے ظالم بادشاہ کے موجود
 ہونے پر امام کا رعب دشمن پر ہو جاوے اور امام کے خوف سے ان کے بدن پر لرزہ آجاوے
 تو تعجب ہے کہ پھر امام ایک سنی کے رعب میں آجاوے اور ادنی آدمی سے ڈر جائیں میں ہر چند
 غور کرتا ہوں اور بہت سوچتا ہوں لیکن حضرات شیعہ رحمہم اللہ کی باتیں میری سمجھ میں
 نہیں آتیں اور امامت کی حقیقت تو فرشتے اور انبیاء بھی نہیں سلجھتے تو وہ میں کیا سمجھ سکتا ہوں
 لیکن اس کے ظاہری شواہد بھی میرے ذہن میں نہیں آتے کہ کبھی تو حضرات شیعہ اماموں
 کو ایسا شجاع اور ذمی رعب بنا دیتے ہیں کہ بادشاہوں اور ظالموں کو بھی مجال گفتگو کی ان
 کے سامنے نہ تھی اور عالموں اور فقیہوں کو بھی جو کچھ بات کرنے کی ان سے نہ ہوتی تھی سب
 کو بایبلا کہتے تھے اور لوگ چپ سنا کرتے تھے اور سوائے درست اور بجا کے امام کے سوائے
 کسی کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلتا تھا اور کبھی حضرات شیعہ اماموں کو ایسا خوف زدہ
 اور جبان و نعوذ باللہ منہ بنا دیتے ہیں کہ وہ ایک ادنی آدمی سے ڈر جاتے تھے اور اگر ان
 کی مجلس میں ایک سنی بھی آجاتا تھا تو وہ چپ ہو جاتے تھے اور اس کا ایسا رعب ان
 پر چھا جاتا تھا کہ ایک بہت بھی ایسی کہ جو اس سی کے عقیدے کے خلاف ہوتی تھی نہ فرماتے
 تھے حقیقت میں یہ سب تہمتیں شیعوں کے اماموں پر ہیں وہ تو نبی زادے اور رسول کے
 جان و جگر تھے ان کی رگ رگ میں ان کے جہد کی عافات اور اخلاق کا اثر تھا ان کی بات
 بات میں ان کے نانا کے کلام کا جلوہ ظاہر ہوتا تھا جس طرح ان کا ظاہری جمال نمونہ
 پیغمبر صاحب کے حسن کا تھا اسی طرح ان کے باطنی کمال سے کمالات نبوی کا ظہور ہوتا
 تھا ان کا دل ان کی زبان حضرت پیغمبر خدا علیہ السلام کے مانند یکساں تھی نفاق اور
 جھوٹ اور حیلہ اور تقیہ ان کے کمالات کے حق میں ایک سخت عیب تھا کیونکہ خدا ایسے
 لوگوں کو جو سرا سر نور کے پتلے تھے ایسی کثافتوں سے پاک نہ رکھتا۔ اور کس لئے ان
 پاک اماموں کو جو سرا پا طہارت کی صورت تھے ایسی نجاستوں سے دور نہ رکھتا۔ اسے حضرت
 شیوہن کی شان میں آیہ طہرہ نازل ہوئی ہو جن کی پاکی پر پاکی نے قسم کھائی ہو جن کی
 صداقت پر صدق کو ناز ہو جن کی صورت اور سیرت پیغمبر کی ہو جن کی ہوا رہ جنبانی جبریل
 کے تعلق ہو جن کی زیارت کو ملائکہ عرش بریں آتے ہوں جن کے قول و فعل پر دین و
 ذہب کا عار ہوا نہیں پتہ ایسی تہمتیں گرواورد خوف اور جھوٹ اور حیلے کو ان پاک،

اماموں کی طرف نسبت کر دئے جیسا یوں کیا محبت کے یہی معنی ہیں جو تم رکھتے ہو اگر امامت کی یہی شان ہے تو مسلمانوں کا کیا ذکر ہے گہر و تیر سا بھی نفرت کریں گے اور ایسی باتوں کو سن کر سب الامان الامان پکاریں گے اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ ہمارے علماء اور محدثین نے ایسی روایتوں کو لکھا ہے اور گروہ نے فقہاء کے اس کو نقل کیا ہے تو یہ شبہ ذرا سے غدر سے رفع ہو سکتا ہے یعنی تم ان لوگوں کے حالات پر غور کرو جو راوی تمہارے یہاں کی روایتوں کے ہیں اور مدار تمہارے مذہب کی احادیث کا ہے کہ وہ سب کے سب جھوٹے تھے اور امام ان پر لعنت کیا کرتے تھے کہ اس کو ہم تمہاری ہی کتابوں سے اپنے موقع پر آئندہ ثابت کریں گے تب تم کو معلوم ہو گا کہ امام کا ظاہر باطن ایک تھا جو ان کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان سے ارشاد فرماتے تھے اگر تم ہمارے کہنے کو غلط سمجھو تو اپنے ہی علماء کے اقوال پر نظر کر دو کہ انہوں نے ائمہ کرام کی طرف سے ایسا ہی لکھا ہے اور خود ائمہ کی حدیث کو لکھ کر اس بات کو صاف کر دیا ہے چنانچہ محدثین شیعہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے (لا تفرقوا سرنا بخلاف علانیتنا ولا علانیتنا بخلاف سرنا جسکم ان تقولوا ما نقول وتصمتوا عما نصمت الہم) کہ ہمارا ظاہر و باطن ایک ہے ہمارے باطن کو برخلاف ہمارے ظاہر کے ہرگز نہ کہو اور نہ ہمارے ظاہر کو مخالف باطن کے کہو یہی تمہارے واسطے کافی ہے کہ جو ہم کہتے ہیں وہی تم بھی کہو اور جس سے ہم چپ رہتے ہیں اس سے تم بھی خاموش رہو پس اے حضرات شیعہ اگر حقیقت میں تم امام کے حکم پر عمل کرتے ہو اور ان کے کبھے پر چلتے ہو تو ان کے قول کو سنو اور اس پر عمل کرو جیسا انہوں نے حضرت ابو بکر کو صدیق کہا دیا یہی تم بھی چپ چاپ ان کو صدیق صدیق کہو اور سوائے اس کے وہ بات جس سے امام نے سکوت فرمایا تم بھی اس سے خاموش رہو یا پانچواں قول بعض حضرات شیعہ یہ فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام ابو بکر کو کس طرح صدیق کہتے اس لئے کہ یہ لقب خاص جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ خود حضرت امیر نے فرمایا ہے (انا الصدیق الاکبر لا یقبل بعدی الا کذاب) کہ میں صدیق اکبر ہوں جو کوئی بعد میرے اس لقب کو اپنی نسبت کئے گا وہ جھوٹا ہے لیکن یہ فرمانا بھی حضرات کائن کے لئے چند دلیلوں سے متبذ نہیں۔

(پہلی دلیل) حضرت امیر کے اس قول سے خود ان کا جواب ظاہر ہے اس لئے کہ

حضرت نے یہ فرمایا کہ بعد میرے کوئی شخص صدیق نہ ہوگا اور جو کوئی اس کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور یہ فرمانا دلالت اس پر کرتا ہے کہ حضرت امیر کے پہلے کوئی صدیق گزارا ہے اور وہ کون ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(دوسری دلیل) اگر کوئی شیعیہ یہ کہے کہ سوائے حضرت علی کے اس سے پہلے بھی کچھ صدیق نہیں ہوا تو اس کا جواب ہم انہیں کی کتابوں سے دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ عیون اخبار الرضا وغیرہ کتب حدیث میں ان کے موجود ہے کہ (ابو ذر صدیق ہذا لامنہ) ترجمہ ابو ذر اس امت کے صدیق ہیں پس جب ابو ذر کی نسبت لفظ صدیق کا ذکر ہے تو تخصیص منقوضی باقی نہیں (تیسری دلیل) یہ امر قابل دیکھنے کے ہے کہ آیا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی سے پہلے بلقب صدیق کے بنی الصحابہ مشہور تھے یا نہیں اور لوگ حضرت امیر کے سامنے بلکہ پیغمبر خدا کے دربرو انکو صدیق کہتے تھے یا نہیں چنانچہ بلقظہ اس کا ثبوت خود شیعوں کی کتابوں سے ہوتا ہے چنانچہ ایک عالم شیعہ منہج المقال میں فضیل سے روایت کرتا ہے کہ (قال سمعت ابا داؤد یقول حدیثی بریدۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان العجۃ مشاق الی ثلثۃ فجاء ابو بکر فقیل لیا ایا بکر انت الصدیق وانت ثانی اثینن اذہما لی النار طو سالت رسول اللہ من ہولاً الثلثۃ) کہ بریدۃ اسلمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضرت نے فرمایا کہ جنت میں آدمیوں کی مشاق ہے کہ اس میں ابو بکر آئے لوگوں نے ان سے کہا کہ اے ابو بکر تم صدیق ہو اور تم ثانی اثینن اذہما لی النار ہو تم پوچھو حضرت سے کہ وہ تین کون ہیں فقط پس یہ روایت اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں سب اصحاب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق جانتے تھے اور اسی خطاب سے ان کو یاد کیا کرتے تھے گویا صدیق اور ثانی اثینن اذہما لی النار ان کا خطاب اور لقب ہو گیا تھا۔ اگر کسی شیعوں کو ان روایت سے بھی سیری نہ ہو دے اور وہ اس روایت کی تائید امام کے دوسرے قول سے چاہیں اور یہ پوچھیں کہ سوائے اس روایت نعم الصدیق کے اور بھی کبھی کسی امام نے ابو بکر کو صدیق کہا ہے تو اس کا بھی ہم ثبوت دے سکتے ہیں اور جب تک کہ اچھی طرح پڑھتے شیعوں کو اطمینان نہ ہو جائے ہم ان کی تسکین اور تسلی کے واسطے روایت انہیں کی کتابوں سے لانے سے باز نہیں رہتے چنانچہ ہم اس کا ثبوت دیتے ہیں کہ اسی کتاب کشف الغمہ میں امام

جعفر صادق علیہ السلام کی ایک دوسری حدیث موجود ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق کے نام کے ساتھ امام نے صدیق کا لفظ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام فرماتے ہیں (دولتی ابو بکر صدیق مرتبین!) اور طرفہ یہ ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری نے اگرچہ پہلی حدیث کے موجود ہونے سے کشف الغمہ میں انکار کیا تھا لیکن اس حدیث کے موجود ہونے پر سکوت ہی فرمایا اور کچھ زبان مبارک سے نہ نکالا اور حقیقت میں کہاں تک تکذیب کرتے اور آفتاب پر کہاں تک خاک ڈالتے آخر انکار کرتے کرتے تھک گئے اور سکوت اختیار کیا۔ اگر اس روایت کے بعد بھی کچھ تشکیک باقی رہے تو حضرات شیعہ کو لازم ہے کہ خود جناب امیر علیہ السلام کے اقوال پر نظر کریں اور ان کی زبان سے حضرت ابو بکر کی نسبت خطاب صدیق کا سنیں احتیاج طبرسی میں علامہ طبرسی سے جو کہ معتدین علماء شیعہ سے ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر فرماتے ہیں کہ (کنا مدائے مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی جیل حرام اذ حرم الجبل فقال له قرفانہ لیس علیک الانبی و صدیق و شہید) کہ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جیل حرام پر تھے کہ ایک پہاڑ نے حرکت کی تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اقرار پکڑ کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے نبی اور صدیق اور شہید کے اور دیکھتے کتب شیعہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق اور علی مرتضیٰ تھے پس حضرت نے اپنی ذات کے لئے نبی اور حضرت ابو بکر کی نسبت صدیق اور حضرت علی کے حق میں شہید فرمایا اگر کوئی متعصب شیعہ کہے کہ امام کے اقوال سے اگرچہ حضرت ابو بکر کی نسبت لفظ صدیق کا معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں خیالات استہزاء اور تفریقہ وغیرہ کے ہیں اس لئے ان سے خاطر خواہ اطمینان نہیں ہوتا۔ اگر خدا کی کتاب سے ان کی نسبت اس خطاب کا ہونا ثابت کر دیا جائے تو پھر کچھ شبہ نہ رہے چنانچہ ہم ایسے متعصب سخت کی بھی خاطر شکنی گوارا نہیں کرتے اور اس کے (لیٹن قلمی) تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے کہ کہنے پر اسکا ثبوت خدا کی کتاب سے بہ تصدیق مفسرین شیعہ کے پیش کرتے ہیں واضح ہو کہ تفسیر مجمع البیان طبرسی میں جو نہایت معتبرین تفسیر شیعہ سے ہے لکھا ہے کہ (قال اللہ تبارک و تعالیٰ والذی جاء بالصدق و صدق بہ اولئک ہم المتقون) جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہ ہی مستحق ہیں اس کی تفسیر میں علامہ موصوف لکھتا ہے کہ (قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ و صدق ابو بکر عن ابی العاصیہ و الکلبینی) کہ جو شخص

آیسا تھہ صدق کے اس سے مراد رسول خدا میں اور جس نے تصدیق کی ان کی اس سے مراد ابو بکر ہیں فقط اور جس نے پیغمبر خدا کی سچے دل سے سب سے زیادہ تصدیق کی ہو اس کا لقب صدیق ہے پس بفضلہ تعالیٰ خدا کی کتاب سے بھی ابو بکر صدیق کا صدیق ہونا ثابت ہونا ثابت ہو گیا (والحمد للہ علیٰ ذالک) اب بھی اگر حضرات شیعہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہ جانیں اور باوجود موجود ہونے ثبوت ان کی صدیقیت کے خدا کی کتاب اور رسول کے کلام اور امام کے اقوال سے ان کی صدیقیت کی تصدیق نہ کریں اور خدا کی کتاب اور رسول اور امام کے روگردانی کریں تو اب سوائے اس کے کہ ہم بھی ان کی نسبت وہی کہیں جو امام نے فرمایا ہے کیا چارہ ہے اس لئے ہم اذلیٰ تو نہایت منت اور عاجزی سے حضرات شیعہ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اسے بھائیو ابو بکر صدیق کو صدیق سمجھو ان کو پیغمبر صاحب کا دست اور ثانی اثین اذہمانی الغار جانو جس لقب سے ان کو ائمہ کرام علیہم السلام نے یاد کیا ہے اسی لقب سے تم بھی یاد کرو اگر اس پر بھی وہ کچھ نہ سنیں اور ان کو صدیق نہ کہیں تو ہم پھر امام کی دعوت کو انہیں سنائے دیتے ہیں اور ان کو رسوائی دنیا و آخرت سے ڈرائے دیتے ہیں کہ ہزار برس پہلے سے امام فرما چکے ہیں کہ

(من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرة)

نویں شہادت بیان حضرت عمرؓ کے نکاح کا ساتھ جناب ام کلثومؓ کے

یہ بات از روئے کتب معتبرہ شیعہ اور اہل سنت کے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کا نکاح ساتھ ام کلثوم کے ہوا جو کہ خاص بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تھیں اس امر کے ثبوت سے چند فائدے ظاہر ہوتے ہیں۔

اول، اس نکاح سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ باہم حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ فاروق کے کچھ عداوت نہ تھی بلکہ نہایت ہی دوستی تھی اگر دوستی نہ ہوتی تو حضرت علیؓ اپنی بیٹی کا وہ بھی رہ بیٹھی جو کہ خاص حضرت فاطمہ کے بطن سے تھیں نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ نہ کرتے اور دشمن کو اپنے خاندان میں نہ لیتے۔

دوسرے، اس امر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کافر یا منافق یا مرتد نہ تھے ورنہ حضرت علیؓ مرتضیٰ شیر خدا غالب علی کل غالب مطلوب کل طالب مظہر العیاب

فانڈیشن اپنی ایسی پیاری بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ نہ کرتے اور اگر ان کے ایمان اور اگر ان کے ایمان اور عبادت اور تہہ ہذا اور پرہیزگاری پر اطمینان کامل حضرت امیر کو نہ ہوتا تو وہ کبھی ان کو اپنا داماد نہ بناتے۔

تیسرے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبھی کسی قسم کا رنج اور صدمہ جناب امیر کو یا حضرت فاطمہ کو دیا ہوتا تو اس نکاح کا ہونا کیسے جائز رکھتے۔ بہر حال یہ امر اخلاص اور اتحاد اور محبت پر باہم جناب امیر اور حضرت عمرؓ کے ایسا شاہد عادل ہے کہ کسی طرح پر بعد ثبوت اس امر کے شیعوں کی زبان پر عداوت کا نام نہیں آسکتا اور باوجود ہزار سعی باطل کے کوئی غدرو حیلہ ان کا اس معاملے میں پیش نہیں جاتا کسی معاملے میں ایسے واقعات نہ ہوتے جیسے کہ اس معاملے میں ہوئے ہیں حقیقت میں یہ بحث لائق غور سے دیکھنے کے ہے کہ حضرات شیعوں نے عبداللہ بن سبا کے زمانے سے لے کر جناب قبلہ و کعبہ کے وقت تک اس معاملے میں کیا کیا رنگ بدلے ہیں اور کیسی توجہات لاطال کی ہیں کسی نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے کوئی ام کلثوم کے بنت مریضی ہونے ہی کا منکر ہوا ہے کسی نے نکاح پر عصب کا اطلاق فرمایا ہے کوئی بعد نکاح کے ہم ستر ہونے سے ساتھ حضرت عمرؓ کے منکر ہوا ہے کوئی کہتا ہے کہ جنید بھٹل حضرت ام کلثوم کے حضرت عمرؓ کے پاس آتی تھی اور وہ ہم خواب ہوتی تھی کسی نے اس کو جناب امیر کے اعلیٰ درجے کے صبر کا نتیجہ کہا ہے کسی نے اس کو تعلقہ پر ٹالا ہے بہر حال ہر شخص کا جدا ترانہ اور ہر شخص کا نیا فسانہ ہے جس کے سننے سے فقط ایک ہمیں موحیت نہیں بلکہ ان کی فخر مرائی اور ترانہ سنجی کو سن کر ایک عالم اپنے قابو سے نکلا جاتا ہے اور وجد میں آ کر مرزا اور احسنت پڑتا ہے شعر

اک ہم ہی تیری چال سے پتے نہیں منم پامال کبک بھی تو ہوئے کوہا میں

اب میں علماء شیعہ کے اقوال مختلفہ کو بیان کرتا ہوں

(پہلا قول) بعض متعصب شیعوں نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اس روایت کو بے اصل محض کہہ کر اپنا دامن چھوڑا یا ہے جیسا کہ مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اپنے ایک رسالے میں لکھتے ہیں (دوئم) اب تزدج حضرت ام کلثومؓ یا بن سہ مرائی خطاب ہم کلثوم بنت فاطمہ الزہراء کے عقد ہونے کا ثبوت ہم دست نہیں ہوا اور اگر مدعیان

الخطاب یہ ثبوت نریدہ و مثل سید المرتضیٰ کہ قریب العہد زمان ائمہ معصومین بود وغیر ایشیا انکار بلیغ ازال نمودہ اند، لیکن یہ دعویٰ مجتہد صاحب کا چند دلائل سے غلط معلوم ہوتا ہے پہلی دلیل جناب قبلہ و کعبہ کا یہ ارشاد فرمایا کہ جناب سید مرتضیٰ نے جو کہ ائمہ کے زمانے سے قریب تھے نکاح کے ہونے سے انکار کیا ہے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ سید مرتضیٰ دو ہیں ایک ابو القاسم ثمانینی برادر رضی دوسرا سید مرتضیٰ نازی صاحب تبصرۃ العوام پہلے سید صاحب تو قدمائے متکلمین اور فقہاء شیعہ سے ہیں اور موافق تحریر شہید ثالث کے جو مجالس المؤمنین میں کی ہے صفحہ ۲۷۰ جبری میں پیدا ہوئے اور دوسرے میر صاحب ان سے بہت پیچھے ہوئے ہیں پس وہ سید مرتضیٰ جنکی نسبت مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ قریب العہد انہما معصومین بود منکر روایت نکاح نہیں ہیں اور ان کی تالیفات مثل شانی اور تنزیہ الانبیاء والائمہ اس پر شاہد ہیں معلوم نہیں کہ ان کی طرف انکار روایت نکاح کو مجتہد صاحب نے کیوں کر منسوب فرمایا اور اگر دوسرے سید مرتضیٰ مراد ہیں اور شاید انہوں نے انکار کیا ہو تو ان کی نسبت مضمون اس فقرے کا کہ قریب العہد انہما معصومین بود صحیح نہیں ہوتا۔

اب ہم ان سید مرتضیٰ کی تالیفات کو جو کہ زمانہ معصومین کے قریب تھے مجتہد کے قول کی تکذیب کے لئے پیش کرتے ہیں واضح ہو کہ سید صاحب موصوف نے دو کتابیں ہیں اس کا ذکر کیا ہے ایک کتاب شانی میں مفصلاً دوسرے تنزیہ الانبیاء والائمہ میں جملہ چنانچہ ہم زہد اثنا عشریہ سے جو جواب تحفہ کا ہے ان کے قول کو نقل کرتے ہیں (سید مرتضیٰ علم الہدی در کتاب تنزیہ الانبیاء میفرماید فاما انکاح فقد ذکرنا فی کتاب شانی الجواب عن ہذا الباب مشر وحاوی نیار علیہ السلام ما اجاب عنی نکاح ابنتہ الابد قوبہ و تہدومراجمۃ و منازعہ و کلام طویل ماثور اشفق معہ من سوء الحال و ظہور المایزال یغنیہ یعنی نکاح عمر کا ساتھ ام کلثوم کے جسکو اہل سنت عمر کی فضیلت میں شمار کرتے ہیں، جواب ہم نے انہی کتاب شانی میں بہ تفصیل دیا ہے اور وہاں ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت امیر نے عقد اپنی بیٹی کا عمر کے ساتھ بطیب خاطر قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ عقد بعد اس کے ہوا ہے کہ عمر نے بار بار حضرت امیر سے درخواست کی اور نوبت منازعت اور تحویف و تہدید کی پہنچی جب حضرت امیر نے دیکھا کہ کار دین اہمت ناش ہوتا ہے اور دامن تقیہ ہاتھ

سے نکلا جاتا ہے اور حضرت عباس نے بھی خیال فتنہ و فساد کے سمجھا یا تب بلا رضا اور بغیر اختیار کے جناب امیر نے یہ نکاح کر دیا فقط اس تحریر کو سید مرتضیٰ کی کوئی شخص جناب قبلہ و کعبہ کی تحریر سے ملا دے اور اس فقرے کو کہ مثل جناب سید المرتضیٰ کہ تریب العبد ازماں ائمہ معصومین بود انکا پایغ اذماں نمودہ تنزیہ الانبیاء کی عبارت مذکور سے مقابل کر کے جناب اجتہاد مآب کی صداقت کی داد دے۔ اگر کوئی شخص اس تحریر پر بھی مجتہد صاحب کی صداقت میں شبہ نہ کرے تو خود ان کے والد ماجد کی زبان سے ان کی تکذیب ہم ثابت کرتے ہیں جناب مولوی سید ولد ار علی صاحب قبلہ مواعظ حسینیہ میں فرماتے ہیں کہ سید مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ تزویج ام کلثوم حضرت امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی اور بہت سی احادیث انہوں نے اس قول کے ثبوت میں بیان کی ہیں اور جب کہ با اختیار حضرت امیر کے نکاح کا ہونا ثابت نہیں ہوا تو پھر محل اشکال باقی نہ رہا چنانچہ معصل کلام مواعظ حسینیہ کا نقل فی ازالۃ الغمین یہ ہے سید مرتضیٰ گفتہ است کہ تزویج ام کلثوم با اختیار حضرت امیر واقع نشد و احادیث بسیار مؤید قول خود ذکر کردہ وہر گاہا با اختیار حضرت امیر واقع نشد و محل اشکال نیست، پس ان تحریرات سے صاف ظاہر ہے کہ بیچارہ سید مرتضیٰ حضرت عمر کے نکاح کا منکر نہیں ہے بلکہ اس کا ہونا قطعی اور یقینی جانتا ہے ہاں اس کا ہونا بخوشی خاطر جناب امیر کے اور برضا مندی ان کے بیان نہیں کرتا اور یہ امر آخر ہے ان انکار وقوع اصل واقعہ سے دوسرا امر ہے مگر تر بان صداقت پر جناب قبلہ و کعبہ کی کہ ایسے دعویٰ کے کرنے میں جس کا غلط ہونا محتاج بہ بیان نہیں ہے بایں تقدیر و اجتہاد کچھ لحاظ وہ خیال نہ فرمایا۔ عرض کہ یہ قول مجتہد صاحب کا کہ سید مرتضیٰ نے وقوع نکاح سے انکار کیا ہے خود سید مرتضیٰ کی تحریر سے اور خود ان کے والد ماجد کی تقریر سے غلط ٹھہرا لیکن یہ قول ان کا کہ سوائے ان کے اوروں نے بھی انکار کیا ہے کسی قدر صحیح ہے چنانچہ منجملہ منکرین اس قصے کے اگلے علماء شیعوں میں سے ایک قطب الاقطاب راوندی مؤلف خراج و جرایح ہیں کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نکاح کا ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا چنانچہ ان کے

تھا کہ حضرت سید مرتضیٰ نے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت علی کی رضامندی سے نہیں ہوا چنانچہ بیان کیا سید میں اکثر احادیث لکھی ہیں اور جبکہ حضرت علی کی رضامندی نکاح نہیں ہوا تو اب کوئی دفع

قول کو جناب مجتہد صاحب قبلہ نے کتاب مواظظ حنیئہ میں نقل کیا ہے اور ترجمہ اس کا یہ ہے جسکو ہم ازالتہ العین سے نقل کرتے ہیں۔ (گفت عرض نمودم بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کو مخالفین برماجت می ازندومی گویند کہ چیرا علی دختر خود را بخلیفہ ثانی دلو پس حضرت صلوات اللہ علیہ کہ تکبیر کردہ نشسته بودند درست نشسته فرمودند کہ آیا چنین حرفہا سے گویند بدرستیکہ قومے چنینی زعم می کنند لایبتدون سواد السبیل، لیکن یہ دعوی قطب الاقطاب صاحب کاسراسر باطل ہے اور بروایات ائمہ کرام نکاح کا ہونا ثابت ہے چنانچہ ہم اس کو ان کے کتب احادیث اور فقہ اور کلام سے ثابت کرتے ہیں۔

ثبوت نکاح حضرت ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمر فاروق کے

(پہلا ثبوت) قاضی نور اللہ شوسترسی نے مجالس المؤمنین میں اس نکاح کا اقرار کیا ہے اور ان لفظوں سے اس کی صحت کو ظاہر فرمایا ہے (اگر نبیؐ دختر بہ عثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد)

(دوسرا ثبوت) شراعی جو مشہور کتب فقہیہ شیعہ سے ہے اس کا شارح ابو القاسم قمی شرح شراعی میں جس کا نام مسالک ہے صاحب شراعی کے اس قول کے نیچے کر بخود نکاح العربیۃ بالجمعی والہا شمیئہ غیر الہاشمی وبالکس، فرماتا ہے (زوج علی بنتہ ام کلثوم من عمر، کہ نکاح کیا علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا ساتھ عمر کے۔

(تیسرا ثبوت) ابوالحسن علی بن اسماعیل شیعہ اثنا عشری جس کی نسبت امام اعظم امامیہ کے خلاصۃ الاقوال میں فرماتے ہیں کہ وہی پہلا شخص ہے جس نے موافق قاعدہ علمائے کلام کے مذہب اہل بیت کے اثبات میں گفتگو کی ہے وہ بھی اس نکاح کے ہونے کا مقرر ہے چنانچہ اس کے اس قول کو قاضی نور اللہ شوسترسی نے مجالس المؤمنین میں نقل کیا ہے اور ہم ازالتہ العین سے اس کو نقل کرتے ہیں (اور از چند امر یہ سیدند کہ ازل جملہ تقدیر

سے میں حضرت جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ منی پر رحمت لاتے اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی خلیفہ ثانی کو کیوں دیا؟ تو علیؑ نے جو کہ تکبیر لگائے ہوئے تھے میدھے بیٹھے اور فرمایا کیا لوگ یہ باتیں کرتے ہیں باوجود اس صحت کے کہ قوم کو یہ گمان ہو گیا ہے کہ وہ راہ راست پر فلاح یافتہ نہ ہوں گے۔ اور رسول اللہؐ نے اپنی بیٹی کا حضرت عثمان سے نکاح کیا تو حضرت علیؑ نے بھی اپنی بیٹی (ام کلثوم) کا عقد عمر فاروق سے کیا۔

نکاح خلیفہ ثانی است جو اب داد کہ دادن دختر بہ عمر کہ جناب امیر المؤمنین را اتفاق افتاد این
 جهت بود کہ اظہار شہادتیں مینمود و زبانی اقرار بہ فضیلت رسول می کشود و در این باب غلطی
 و قضا ظلت او نیز مستظہر بود (چون تھا ثبوت) جو اس المؤمنین میں لکھا ہے کہ بعد از ان
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ام کلثوم کا دوسرا نکاح ساتھ محمد بن جعفر طیار کے ہوا
 و ہذہ عبارتہ محمد بن جعفر الطیار بعد از فوت عمر بن خطاب بشرط مصاہرت حضرت امیر
 المؤمنین مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ از روی اکراہ در جبالہ عمر بود تدریج نمود
 پانچواں ثبوت تہذیب میں جو نہایت معتبر کتاب حدیث کی مذہب امامیہ میں لکھا
 ہے کہ حضرت عمر کی اولاد ام کلثوم کے بطن سے ہوئی اور ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام زید بن
 عمر تھا اور یہ روایت بہ سند ائمہ کرام کے اس محدث نے بیان کی ہے کال قال عن محمد
 بن احمد بن یحییٰ عن جعفر بن محمد القمی عن القدرح جعفر عن ابیہ علیہم السلام قال مات ام
 کلثوم بنت علی علیہ السلام و ابنہا زید بن عمر الخطاب فی ساعتہ فأحدتہ ولایبدری ایہما
 ملک قبل فام تورت احدہما من الآخر وصلی علیہا جمیعاً (چھٹا ثبوت) قول سید مرتضیٰ
 کا جو ثانی اور تفسیر الانبیاء میں لکھا ہے اور جس کو کشمیری نے اپنی کتاب نزہۃ میں جو اب
 تحفہ کے اور مجتہد صاحب نے مواظف حنیفہ میں نقل کیا ہے اور جس کو ہم اوپر بیان کر
 چکے (ان علیہ السلام ما احاب عمرالی نکاح ابنتہ الابدتو عدد تہجد الخ) ساتواں ثبوت کتاب
 کافی میں ملا یعقوب کلینی لکھتے ہیں کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس نکاح
 کا حال پوچھا تو آپ نے جو اب دیا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے
 جو ہم اہل بیت میں سے غصب کی گئی ہے۔ آٹھواں ثبوت مصائب النواصب میں
 لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبراً اور اکراہ سے ہوا۔ غرضیکہ روایت نکاح
 حضرت ام کلثوم شیعہ کی کتاب احادیث اور اخبار اور فقہ اور کلام میں اس کثرت سے مذکور
 ہیں کہ کسی طرح پر اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور ایسی متواتر خبر کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا
 اہل انصاف اس فرقے کے تعصب و عناد کو دیکھیں اور ان کی کج معج بیانی کو ملاحظہ
 فرمائیں کہ باوجودیکہ خود ہی ائمہ کرام علیہ السلام سے اس روایت کی صحت کا اقرار کر رہے
 ہیں عربین خطبہ کی شہادت کے بعد محمد بن جعفر بعد کو یہ المؤمنین کی داد کا عزت حاصل ہوئی اور جناب
 ام کلثوم و بنت فامہ الزہراء سے جن کا بجز و اکراہ سے عقد ہوا تھا شادی کی۔

اور اپنی احادیث کی کتابوں میں سنداً اس کو روایت کریں اور اپنے فقہی مسائل کا اس سے استخراج فرمادیں اور نہ ایک شخص بلکہ حلقا من سلف و اباعن جہد بطور میراث کے اس روایت کی صحت پر سند صحیح نقل کرتے آویں اور اس کی توجیہات سے سینکڑوں ورق بیابا کریں اور پھر بھی بعض حضرات عنایت اور انصاف کو چھوڑ کر بیباختہ اس روایت کے غلط ہونیکا دعویٰ کریں اور اصل واقعہ کے منکر ہو جائیں اور یہ خیال کریں کہ اگر ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ حضرت ام کلثوم نکاح میں حضرت عمر کے رہیں اور کسی کو خبر نہ ہوتی اور اس کی شہرت بجز تواتر نہ پہنچتی تو شاید کوئی موقع انکار یا تکذیب کا ہوتا لیکن جب سا لہا سال حضرت ام کلثوم زینت افزائے خانہ فاروق ہوئی ہوں اور تاجیات ان کی ان کے نکاح میں رہی ہوں اور ان سے اولاد بھی ہوئی ہو اور ان کے بیٹے کا نام بھی زید بن عمر خطاب رکھا گیا ہو اور بعد حضرت عمر کے مرنے کے ان کا نکاح جعفر طیار سے ہوا ہو تو ایسے متواتر اخبار کو کون چھپا سکتا ہے اور آفتاب روشن کو کھدست سے کون پوشیدہ کر سکتا ہے ہم نے یہ جو کچھ بیان کیا اس میں نہ اپنے عالموں کے اقوال کو نقل کیا ہے نہ اپنی کتابوں کی سند لائے ہیں جو کچھ حضرات شیعہ نے فرمایا اور جو کچھ ان کے محدثین اور علمائے تحریر کیا وہی ہم نے نقل کیا اور اسی سے ثبوت نکاح کا دیا پس اگر باوجود اس ثبوت کے بھی کوئی اس نکاح سے انکار کرے تو وہ نواتر کا منکر ہے۔ (دوسرا قول) جب کہ علماء اعلام شیعہ نے دیکھا کہ انکار کرنا اس روایت سے آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور اس کو غلط اور جھوٹ کہنا مقولہ در دروغ گویم بردوی تو پر عمل کرنا ہے اس لئے اس کی توجیہ پر توجہ فرمائی اور دوسرے طور سے اس فضیلت کے ابطال پر کمر بہت باندھی اگرچہ ان بزرگوں نے نہایت ہی سعی و کوشش کی اور ہر طرح کی توجیہ اور تاویل فرمائی لیکن اس سے بجائے نائدے کے نقصان ہی ہوتا گیا اور بعض قائم رہنے اصول مذہب تشیع کے اسمیں خلل ہی بڑھتا گیا کاش وہ انکار ہی کرتے جاتے اور گوان کے محدثین و علماء جھوٹے ہوتے بلا سے گمراہی اس کی صحت کا اقرار نہ فرماتے تو بہتر ہوتا اس لئے کہ جو توجیہات اس نکاح کے معاملے میں کی گئی ہیں ان کے دیکھنے سے ہر شخص مذہب تشیع سے نفرت کرتا ہے اور ان کے مننے سے ہر مسلمان کے دل میں ایک جوش عنایت کا پیدا ہوتا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ جتنی زیادہ توجیہات کرتے ہیں اور جس قدر زیادہ تاویلات بیان فرماتے ہیں ان سے انھیں کے

اصول و عقائد کی برائی کا اور ثبوت ہوتا جاتا ہے شعر

مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور زیادہ تر تعجب اس پر ہے کہ باوجود اس کے کہ خود ان کے دلوں میں یقین اس کا ہے کہ یہ توجیہات باطل اور تاویلات لاطائف ان کے دین کی برائی ثابت کر نیوالی اور لوگوں کو ان کے مذہب سے نفرت دلانیوالی ہیں مگر با اس ہمہ علم و فضل اس سے باز نہیں رہتے اور باس تقدس و اجتهاد دل من مزید ہل من مزید کہہ کر اور بڑھاتے جاتے ہیں اور اپنے معائب کو ظاہر کرتے جاتے ہیں ہم کو ان علماء اور فضلاء کی تقریروں اور تحریروں کو دیکھ کر نہایت ہی حیرت ہوتی ہے کہ بار خدا یا ان کی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا ان کے حیا و غیرت کو کون لے گیا کہ ایسے بے غیرتی کے کلمات زبان پر لانے سے شرم نہیں کرتے اور ایسی عار و زنگ کی باتوں کو ائمہ کی طرف منسوب کرنے سے لحاظ نہیں فرماتے دین محمدی کو تو خراب ہی کر چکے ایک اہل بیت رہ گئے تھے جن کی مزید محبت کا دعویٰ کرتے تھے جن کے فضائل کا اقرار فرماتے تھے اس کو بھی در پردہ کھودیا ان کے فضائل کو بھی ایسی بے غیرتی کے کلمات کو ان کی طرف منسوب کر کے معائب سے بدل دیا اور سب کچھ تو کر چکے اور ہنوز ایمان کے دعویٰ میں ثابت قدم ہیں معلوم نہیں کہ انکا ایمان اور حجت کیا کیا نتیجے دکھائے گی شعر

دل بردی و دین و جاں شمریں دین طرفہ کہ باز در کھینے

اب ہم اس قول کو بیان کرتے ہیں جو حضرت شیعو نے بعد قبول کرتے صحت نکاح کے ارشاد فرمایا ہے اور اس کو ائمہ کرام کی طرف (دعوات جنابہم عن ذلک) منسوب کیا ہے وہ قول یہ ہے کہ حضرات فرماتے ہیں کہ نکاح ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمرؓ کے جناب امیر کی رضا اور خوشی سے نہیں ہوا بلکہ عمر فاروق نے جناب امیر کو تنگ کیا اور ان کو ڈرایا اور ہر قسم کا خوف دیا اور ان پر نہایت درجہ تشدد کیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ نوبت خون ریزی کی پہنچے تب حضرت عباسؓ پیغمبر خدا علیہ التعمیۃ والثناء کے چچا نے حضرت امیر علیہ السلام کو دبا کر بخیاں نہ ہونے فتنہ و فساد کے یہ نکاح کر دیا پس اس نکاح سے برائی عمر کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ اس قول کے ثبوت میں ہم چند سندیں علماء شیعو کی بیان کرتے ہیں۔ پہلی سند، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے کتاب تنزیہ الانبیاء میں فرماتے ہیں (فاما انکاح فقہ و ذکر نانی کتاب الثانی الجواب عن ہذا الباب الخ) یعنی حضرت امیر علیہ السلام نے

اپنی بیٹی کا نکاح ساتھ عمر کے منظور نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ عمر نے ان کو دق کیا اور ڈرایا اور جھگڑا مچایا جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ فتنہ و فساد ہوا چاہتا ہے تب حضرت امیر سے اس کام کو اپنے اختیار میں لے لیا اور ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے کر دیا اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ شرع میں ہرگز ممنوع نہیں ہے کہ بچہ و اکراہ لڑکی کا نکاح اس شخص کے ساتھ کر دیا جاوے جس کے ساتھ حالت اختیار میں جائز نہ ہوتا خصوصاً عمر جیسے آدمی کے ساتھ کہ وہ اسلام بھی ظاہر کرتا تھا اور تمام شریعت کا پابند تھا۔

(دوسری سند) موا عظا حسنیہ میں مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ نقل فی ازالۃ الغین کہ ، نزدیک ام کلثوم با اختیار حضرت امیر واقع نشد ابی قولہ بالفرض اگر با اختیار ہم باشد عقل این واقعہ نمی داند کہ نکاح با مخالفین جائز باشد بلکہ عقل تجویز می کند کہ حضرت حق تعالیٰ مباح سازد و برای ما نکاح کردن را با کفار چه قباحست نکاح با کفار عقلی نیست مثل ، قباحست ظلم و قتل و امثال آن و چه گوئند عقلی باشد و حالانکہ معلوم است کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دختر خود را با کفار نزدیک کردہ و ہر گاہ حقیقت حال چنینی باشد پس چه قباحست است درینکہ جناب امیر علیہ السلام تزویج نمایندہ دختر خود را با کسیکہ یہ ظاہر مسلمان باشند (تیسری سند) قاضی نور اللہ شوشتری مصائب النواصب میں لکھتے ہیں کہ صاحب استغناء فرماتے ہیں کہ ایک مخالف نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح عمر بن خطاب سے کر دیا ہم کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی ہے ایک جماعت نے ہمارے شاہیہ ثقافت سے جن میں سے جعفر بن محمد بن ملک کوئی ہیں ، انہوں نے احمد بن فضل سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عبد اللہ بن سنان سے کہ میں نے سوال کیا امام جعفر سے بابت نکاح ام کلثوم انہوں

نے حضرت ام کلثوم کی شادی جناب امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی اور بالفرض اگر اختیار میں مان لیا جائے تب بھی عقلی اسے صحیح و نازیبا نہیں جانتی کہ مخالفین سے نکاح جائز ہو۔ بلکہ عقلی جائز ہے کہ اللہ نے ہمارے لئے کافروں سے نکاح کو مباح و درست قرار دیا ہے کیونکہ کفار کے ساتھ نکاح کرنے میں ظلم و قتل کی مانند کوئی قباحست عقلی نہیں ہے اور قباحست عقلی کہہ کر وہ کہتی ہے جبکہ رسول اللہ نے اپنی بیٹی کا خود یا فرسے عقد کیا اور جبہ کہ یہ امیر دایع ہے تو پھر اس میں کوئی قباحست ہے کہ جناب امیر نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کی ان سے نکاح کی جو بنابر سنی

نے جواب دیا کہ زہرا اول فرج غضبت منا، کہ یہ پہلی فرج ہے جو ہم سے غضب کی گئی ہے اور یہ خبر مطابق اس خبر کے ہے جسکو ہمارے مشایخ نے بابت نکاح ام کلثوم کے ساتھ عمر کے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عمر نے عباس کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ نکاح ام کلثوم کا ان کے ساتھ کر دیا جائے حضرت امیر نے انکار کیا جب حضرت عباس یہ خبر عمر کے پاس لائے تب عمر نے کہا کہ اگر علی میرے ساتھ نکاح اپنی بیٹی کا نہ کریں گے تو ان کو قتل کروں گا تب پھر حضرت عباس علی کے پاس آئے انہوں نے تب بھی انکار کیا یہاں تک کہ آخر حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتے ہو میں کئے دیتا ہوں اور تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرے قول فعل کے خلاف نہ کرنا اور یہ کہہ کر حضرت عباس عمر کے پاس گئے اور کہا کہ نکاح تمہارا ام کلثوم کے ساتھ ہوا جاتا ہے پس عمر نے آدمیوں کو جمع کیا اور کہا کہ یہ عباس چچا علی کے ہیں اور علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم پر ان کو اختیار دیا ہے اور ان کے نکاح کر دینے کو ساتھ میرے اجازت دی ہے پس حضرت عباس نے نکاح ام کلثوم کا ساتھ عمر کے کر دیا اور بعد تھوڑی مدت کے ان کو عمر کے گھر بھیج دیا فقط اس روایت کو لکھ کر قاضی صاحب اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اصحاب حدیث اس روایت کو قبول نہیں کرتے لیکن اس میں خلاف نہیں ہے درمیان ان کے کہ عباس نے ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے کر دیا بعد بہت سے جھگڑے قصے کے پس میں کہتا ہوں کہ جس کسی نے اس حکایت سے انکار کیا مگر بسبب اس کے کہ جس کو ہمارے مشایخ نے روایت کیا ہے اور مطابق اس روایت کے ہے جو کہ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امام نے فرمایا۔ (ہو اول فرج غضبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے غضب کی گئی الحاصل ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اپنی خوشی سے نکاح

یہ ترجمہ اردو ہے قاضی نور اللہ شوستری کے کلام کا اردو ترجمہ فارسی اس کا علی ماہونہ کو رنی از انزل العین یہ ہے وہ صاحب استفانہ گفت کہ قاضی از اہل خلافت گفتہ کہ علت چہست در تزویج امیر المؤمنین علیہ السلام انجورہ لغیر بن الخطاب و امیکونیم کہ خبر وادہ اندما جماعتی از مشائخ ثقافت از ایشان جعفر بن محمد بن مالک کوئی است اذا حمد بن فضل از محمد بن ابی عمیر از عبداللہ بن سنان گفت سوال کہم حضرت عمر رضی اللہ عنہما رضی اللہ عنہما کوئی است اول فرجی است کہ غضب کردہ شد از ادا این خبر نشان کل آن خبر نیست کہ روایت کردہ آنی ما مشایخ ما در تزویج شہ از ام کلثوم کان

نہیں کیا بلکہ حضرت عباس نے زبردستی نکاح کر دیا لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلوں سے (پہلی دلیل) اگر ہم تسلیم کریں کہ حضرت علی نے خود نکاح نہیں کیا بلکہ حضرت عباس کو اختیار دے دیا اور انہوں نے نکاح کر دیا لیکن اس سے اصل نکاح کے ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا اگر حضرت امیر ام کلثوم کے باپ تھے تو حضرت عباس بھی ام کلثوم کے دادا ہوتے تھے اگر باپ نے نکاح نہ کیا نہ سہی ان کی اجازت سے دادا نے نکاح کر دیا اصل مطلب جو ہم ثابت کرتے ہیں وہ ثابت ہو گیا۔ (دوسری دلیل) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائق زوجیت ام کلثوم کے تھے یا نہ تھے اگر لائق زوجیت کے نہ تھے تو حضرت عباس پر جو کہ حضرت علی مرتضیٰ اور جناب سید الانبیاء کے چچا تھے ان پر معاذ اللہ سخت الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے فاطمہ کی بیٹی پیغمبر خدا کی نواسی کا نکاح ساتھ ایسے شخص

بغیر عاشرہ اہلسنت کے اور خبرست کر مر عباس و فرزند علی فرستاد و سوال کر دکر نزدیک کند ام کلثوم با دہیں آنحضرت امتناع کر دچوں عباس بازگشت و خبر امتناع علی علیہ السلام بر سر رسید پس عرضت ای عباس آیا انت می کند علی از نزدیک مع اللہ اگر نزدیک نکند اور انہو ہم گشت پس عباس باز آمد بسوئے علی و آن حضرت و دستام امتناع استاد پس بچہ داد عباس عروا و گفت اسے عباس حاضر شود و جو مسجد و تزیین بہ منبر باش و بشو انچہ مذکور خواہد شد پس خواہی دانست کہ منی قادرم برکتس اور اگر ارادہ کنم پس حاضر شود و عباس در مسجد چون عرفاد غ از خلیفہ شد گفت ای مردم درینجا مروی از اصحاب رسول خدا سے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہست کہ زنا کرده داد او حصص سنت و مطلع شدہ بیاں امیرالمومنین تنہا شامدین باب چہ می گوید پس مردم از ہر جانب گفتند کہ ہر امیرالمومنین اطلاع یافتند چہ حاجت سنت کہ مطلع شود بران جزا و باید کہ اسنانکہ مکہ نماز اور و چون از مسجد باز آمد عباس گفت بردنزد علی و معلوم ارکن انچہ شنبہ ہی پس واللہ اگر گفتند منی کنم میں عباس از علی و بنت فاطمہ شنبہ برو صبیح آنحضرت رسانید علی فرزند من می دانم کہ این نزد او آسمان ست و من نیست کہ کنم انچہ دادا تماس می کند پس عباس گفت اگر می کنی من می کنم و تم میدم کہ ترا مخالفت قول و فعل مانمائی پس عباس نزد حضرت و گفت کہ می کند انچہ ارادہ کردہ پس جمع کرد مردم را و گفت ای عباس عم من ابی طالب است و عمر ایفہ عروا ام کلثوم را بلدا راجی کردہ و امر کردہ اورا کہ نزدیک کند از بڑے سن میں نزدیک فرود عباس و بعد از اندک مدتے نزد حضرت دو اصحاب حدیث این روایت را قبول نہ کردہ لیکن خلائی بہت میان ایشاں در دیکہ عباس نزدیک نمودہ ام کلثوم را البتہ بعد از طولی مطالبہ و مدافعت میں می گویم کہے و اگر انکار کردہ این حکایت را از فعل عمر آن کہ نزدیک عباس ام کلثوم را نبود مگر از بہت چیز کہ روایت کردہ اندازہ شائخ ماہانچہ حکایت کردیم و این مشاکلہ را سببیت است کہ نہ سادق علیہ السلام کہ دانند کہ گفت کہ این اول فرجی است کہ از ما غضب کردہ اند ۱۲ -

کے کر دیا جو کہ صلاحیت زوجیت کی نہیں رکھتا تھا اور حوایان اور زہد و تقویٰ سے بھی بڑی تھا پس جو الزام حضرت علی کی ذات پر دو حاشا جنابہ عن ذالک ہوا فوق اصول شیعہ کے ہوتا ہے وہی حضرت عباس ان کے چچا پر ہوگا۔

(تیسری دلیل) وکیل اور مختار ہونا حضرت عباس کا حضرت کی طرف سے معاملہ ترویج میں ان روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے پس شرعاً و عرفاً فعل وکیل عین فعل موکل ہے اس لئے جو فعل حضرت عباس کا ہے وہی فعل حضرت علی کا سمجھنا چاہیے پس گویہ نکاح حضرت عباس نے کر دیا ہو مگر جب کہ وہ وکیل اور مختار جناب امیر کے ہوئے تو یہ نکاح باجائزت امیر کی سمجھنا چاہیے اور اگر حضرت علی نے حضرت عباس کو اجازت نہیں دی اور وکیل نہیں بنایا تو بلا اجازت ان کے حضرت عباس کا وکیل اور مختار ہونا جائز نہ ٹھہرا اور اس سے سخت الزام حضرت عباس پر آتا اور غضب کرنے میں معین اور مددگار ہوتا ان کا ثابت ہونا ہے اور بھرنکاح کا ہونا بلا اجازت ولی کے لازم آتا ہے۔ اور اس کا عدم جواز شرعاً و عرفاً ظاہر ہے اور اس سے جو کچھ نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ عقلاً کو معلوم ہے خدایا، حضرات شیعہ کو ذرا عقل و انصاف عطا فرماوے اور تھوڑی سی غیرت و شرم عنایت کر کے کہ وہ ان اقوال کے نتائج پر غور کریں اور جو چوتھیاں ان میں ہیں ان پر نظر فرمادیں بارخدا یا یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہیں اور ان کی فضیلت اور بندگی کے کیسے قائل ہیں کہ ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور محبت کے پردے میں ان کی برائیاں بیان کرتے ہیں خدا کے لئے کوئی انصاف کی آنکھ کھول کر دیکھے کہ وہ کیا کیا تہمتیں اٹمہ کے اوپر کرتے ہیں اور ذرا گوش ہوش سے پیٹہ غفلت نکال کر سنے کہ یہ حضرات کیسی برائیاں اہل بیت اطہار کی بیان کرتے ہیں (نعوذ باللہ من ہذا) ہم ومن سوء عقیدتہم اللہم احفظنا من شرور انفسہم ومن سینات اعمائہم) چوتھی دلیل، اگر ہم تسلیم کریں کہ حضرت علی دل سے راضی نہ تھے کہ نکاح ہوئے لیکن حضرت عباس کے سمجھانے سے راضی ہوئے اور وہ رضامندی بھی کچھ خوشی سے نہ تھی بلکہ مجبوری سے تو اس سے بھی وہی الزام حضرت علی پر عائد ہوتا ہے جس کے بچانے کے لئے یہ بناوٹ کی گئی ہے یعنی خوف سے جان کے حضرت عباس کے کہنے سے یہ مجبوری قبول کر لیا اور جان بچانے کیلئے عزت دینا گوارا فرمایا (و نعوذ باللہ من ذالک) اور اگر خوف جان نہ تھا تو ایسے معاملے

میں جس میں عزت و اہمیت کی ہنگامہ ہو دے اور جس سے خاندان اہل بیت کو بیٹھ لگے کہتا حضرت عباس کا ماننا ضرور نہ تھا بلکہ لازم تھا کہ اپنے انکار پر اصرار فرماتے اور ہزار عباس سمجھاتے ایک بات بھی ان کی نہ سنتے بلکہ صاف کہتے کہ چچا تم کو بائیں بزرگی کیا ہوا ہے جو ایسی سفارش کرتے ہو اور ہمیشہ کے لئے اہل بیت اطہار میں داغ لگاتے ہو عمر ایک کافر یا منافق یا مرتد یا قاصب یا خائن ہے کیونکہ محمد سے ہو سکتا ہے کہ اپنی بیٹی وہ بھی غافلہ کے بطن سے جس کی اولاد کو پیغمبر خدا نے اپنی اولاد فرمایا ہے اور جس کے بیٹیوں بیٹیوں کو سرور انبیاء نے اپنا بیٹا بیٹی کہا ہے ایک کافر یا منافق کو دوسے دوں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور غافلہ زہرا کی روح کو انبیا دوں اور اگر عمر فاروق نہ مانتے اور حیر کرنے سے ہی پر آمادہ ہوتے تو لازم تھا کہ اسد اللہی دکھلاتے ذوالفقار کو میان سے باہر نکالتے عرش سے اتاری ہوئی تلوار کے چوہر دکھلاتے مرحب و عنتر کی طرح غضب کر نیوالوں کے ایک ایک وار میں دو دو ٹکڑے کرتے آخر وہ تلوار جن سے جبریل امین کے پر کاٹے اور وہ ذوالفقار جس نے جعفر جنی کے دو ٹکڑے کئے کس دن کے لئے تھی اور وہ شجاعت و مردانگی جو بندو جنین میں کفار کو دکھلائی اور وہ قوت جو جنگ خبیث میں ظاہر فرمائی کس روز کے واسطے رکھ چھوڑی تھی برائے خدا کو تو اس عقل کے دشمن فرتے سے پوچھے کہ اس سے زیادہ شیر خدا کے حق میں دوسری ہنگامہ اور بے حرمتی کی کیا بات ہوگی کہ ان کی بیانات طیبات کو بجز واکراہ کافر ناستی یعنی پرستند ہوں اور شیر خدا سردار اولیاء اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ الغالب امام المشرق والمغرب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کافروں کے قتل کرنے والے خبیث کے قتل کرنے والے ہزار جنوں کو ایک دو دستی میں زیر و زبر کرنے والے جن کی ذات خدا کی قدرت کی نشانی جن کا وجود اللہ کے جلال و عظمت کا نمونہ جن کے نام سے کفار عجم لہزاں جن کی صورت سے شجاعان عرب نرساں کیسے علی خدا کے شیر رسول کے بھائی بتوں کے شوہر نامدار حسین کے پردہ بندر گوار۔ اشعار۔

دینی نبی جنت پاک بتوں	فرو زندہ شمع دین رسول
فتا شدہ جاں براہ خدا،	نمائندہ کفر از دین خدا
زیر آئندہ عمر و مرحب ز پائی	بر آئندہ باب خبیث ز جہائی
راہ آئندہ سوسج از دو ذیل،	وا آئندہ گل ز تار غنیل،

بماصل رسانندہ فلک نوح کشایندہ با بہائے فتوح

ہواخواہ اد جبرئیل امین ، فرمان اد آسمان وزمین ،

نہ کس جز بنی ہم ترازدے اد قوی دست قدرت ز بازوی اد

بایں ہمہ شجاعت و ہیبت اور بایں جلال و عظمت ایک عمر کے ڈرانے سے
ڈر جاویں اور کچھ چون دچرانہ کریں اور عار و تنگ کو اپنے اوپر گوارا کر لیں اور ہمارا منہ مندی
اپنے اس کے گھر اپنی محنت جگر نور نظر کو جانے دیں تہہ ایسے عقیدے پر اور نفس اپنی
تہمت پر۔ شعر۔

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ وارد دای اگر از پس امر ز بود فرمائی ،

ریاچیوں و لیل و دیکھنے سے کتب معتبرہ شیعہ کے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلاحیت و کانت جناب امیر کی نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ حضرت علی کے
نزدیک خوار و ذلیل تھے اگرچہ ہمارا یہ لکنا حضرت شیعہ کو ناگوار گزرے اور ناواقفوں کو
باعینت حیرت و تعجب ہوگا لیکن ہمارا قصور نہیں ہے ہم یا ہمارے علماء معاذ اللہ ان کی نسبت
ایسا نہیں کہتے بلکہ حضرت شیعہ کے محمد بن اور مجتہدین ان کا حضرت علی کے نزدیک خوار
و ذلیل ہونا بیاہا، کرتے ہیں پناظرہ علامہ سی عالم شیعہ سے اپنی کتاب احتجاج میں حضرت علی رضی عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ وہ سچا کنتہ اعتقاد ہم علی بن ابی طالب سے رقیقت میں حضرت قریب قریبی العہد بجا بیٹے عقیل و جلال

کہ وہ لوگ میرے جاہلیت کے جانے رہے جن کی قوت کا خدا کے دین میں مجھے بھروسہ تھا اور اب صرف فرخوار و ذلیل

قریب زمانہ جاہلیت کے رہ گئے ہیں یعنی عقیل اور عباس پس حضرت علی ان کو خوار و

ذلیل کہتے اور ان کو جاہل سمجھتے تو کیونکہ اپنا ذلیل ایسے اہم معاملے میں کرتے اور کس لئے

ان کی بات ایسے بڑے معاملے میں سنتے اور کیوں ان کے کہنے پر چلتے شاید حضرات شیعہ

نے اسی واسطے حضرت عباس کے اوپر بار نکاح کر دینے کا رکھ دیا ہے کہ وہ بقول تقریباً

خوار و ذلیل تھے اسی واسطے ایسی ذلت کی باتیں کیا کرتے مگر تعجب ہے کہ حضرت امیر علیہ

السلام سے کہ انہوں نے ایسے ذلیلوں کی بات کیوں سنی اور کیوں ان کے کہنے پر عمل فرمایا

یہ کوئی شیعوں خیال نہ کرے کہ فقط خوار و ذلیل کہہ دینے پر جناب امیر نے قناعت کی ہے بلکہ

اگر ان کی کتب معتبرہ سے ڈھونڈھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر نے اپنے

اور پیغمبر کے چچا عباس کو صاف گالیوں سناٹی ہیں اور معاذ اللہ معاذ اللہ توبہ توبہ نقل مکر
کفر نباشد جناب امیر نے حضرت عباس کو دلدار لڑنا بتایا ہے اگر کسی کو شک ہو تو
وہ ردضہ کلینی اور حیوۃ القلوب کو ملاحظہ کرے یہ مولانا ابوالفضل اولاد نامہ مولوی علی بخش
نہاں صاحب اپنے ایک رسالے میں اس کی نقل کرتے ہیں اس سے ہم منتخب کر کے
مشاقبہ کو سناتے ہیں وہ ہونڈا ملا باقر مجلسی نے حیوۃ القلوب میں لکھا ہے کہ ابو جعفر
طوسی بر سند معتبر روایت کردہ از امام صادق کہ فضیلہ مادر عباس کنیز مادر زہرا و ابوال
طالب و عبد اللہ انبائے عبد المطلب بود عبد المطلب با در مقامت کردہ کہ عباس از ان ہم رسید کہ ہیرا عبد المطلب
دعوی کرد بر پرخاش برآمد کہ میں کنیز از ما و ما با میراث رسیدہ است توبہ رخصت و با مقاربت کرزی و ابی
فرزدی کہ ہم رسیدہ یعنی عباس بندہ است پس عبد المطلب اکابر قریش را بہ شفاعت نزد کی فرستاد کہ آنکہ ہیرا رضی شد
کہ دست از عباس بردار و بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود کہ عباس و فرزندانش در مجلسی کہ ما
و فرزندان مانشتہ باشند نشینند و در بیچ امری یا ما شریک نشود و حصہ نہ برد پس بایں
مضمون نامہ نوشتہ شد و اکابر قریش مہر کردند و اس نامہ نزد ائمہ علیہم السلام بود پس
اس روایت سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت عباس معاذ اللہ معاذ اللہ کنیزک زادے اور
اور توبہ دلدار لڑنا تھے اور ان کی کنیزک زادگی وغیرہ کی سند مہر ہی دست خطی ائمہ کے پاس
موجود تھی شاید اسی سبب سے حضرت عباس نے حضرت علی کو ایسا ذلیل کیا کہ ان کی
بیٹی ام کلثوم کا بہ جبر واکراہ نکاح عمر کے ساتھ کر دیا۔ اور حسب کہ بروایت اہل تشیع حضرت
عبد المطلب نے معزیرا نہاد کے سانچہ بحوالہ امام جعفر صادقؑ فرمایا کہ کیا ہے کہ عباس کی والدہ نسیئہ وراصل زہرا و
طالب اور عبد اللہ فرزندان عبد المطلب کی والدہ کی کنیز زہرا ہی تھیں، جن سے عبد المطلب نے ہم بستری کی اور ان سے
عباس پیدا ہوا ہے زہر نے اپنے والد عبد المطلب سے بطور پرخاش کہا اور اس لوندی کو ہماری والدہ کے برابر میراث مل
گئی اور آپ نے میری والدہ کی اجازت کے بغیر اس لوندی سے مقاربت کی اور اس کا جو بیٹا عباس ہے وہ ہمارا خاتم
ہے اس پر عبد المطلب نے معز زین قریش کو بیچ میں ڈالا تھا تا آنکہ زہرا اس امر پر راضی ہو گئے کہ وہ عباس سے دست بردار ہو جائیگی
بشرطیکہ ایک اقرار نامہ لکھ دیا جائے کہ جس مجلس میں ہم زہرا اور ہمارے فرزند بیٹھے ہوں وہاں عباس اور ان کے
فرزند نہ بیٹھیں گے اور ہمارے (زہر کے) کسی کام میں شریک نہ ہوں گے اور کسی قسم کے حصہ کا مطالبہ
نہیں کریں گے غرضیکہ اس ضمنوں کا ایک اقرار نامہ عباس نے تحریر کیا جس پر معز زین قریش نے مہر کی
اور اقرار نامہ آخر کے پاس تھا۔

عباس کی نسبت ولد الزنا ہونا اور حاشا جنابہ عن ذلک، ثابت ہوا تو لامحالہ ان کا دشمن اہل بیت ہونا بھی لازم ہوا اس لئے کہ ہزار ہا احادیث اور اقوال سے ثابت ہے کہ نہ ولد الزنا کا کوئی عمل مقبول ہے نہ وہ کبھی دوستی ساتھ اہل بیت کے رکھے گا کہ اس کو ہم بھارا لانا اور علل الشرائع اور احتجاج طبری اور تالیفات قاضی نور اللہ شوستری سے آئینہ ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہ بات ایسی مشہور ہے کہ عوام و خواص مومنین اس سے واقف ہیں ان کے بچوں کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہے کہ ما قال قائمہم یہ شعر۔

محبت شہ مردان مجوز بے پدرے کر دست غیر گرفتارست پاسی مادر اور

کوئی صاحب مومنین سے یہ شبہ نہ کریں کہ یہی ایک روایت حضرت عباس کی نسبت ہوگی بلکہ علاوہ اس کے بہت سی احادیث و اخبار ان کی شان میں موجود ہیں چنانچہ ملاقرمبسی حیوۃ القلوب میں بر سند معتبر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امام زین العابدین فرمود کہ در حق عبداللہ بن عباس و پدرش اس آیت نازل شد من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرة اعمی، پس اب تو صاف باپ بیٹے و دونوں کا دنیا و عاقبت میں اندھا ہونا ان کی کتابوں سے نکل آیا بلکہ خدا کی شہادت سے ان دونوں یعنی عباس اور ان کے بیٹے عبداللہ کا اعمی اور بے بصیرت ہونا ثابت ہو گیا استغفر اللہ استغفر اللہ تشیع بھی عجیب مذہب ہے جس کے تیر ملامت سے کوئی نہیں بچا اصحاب کو تو کافر اور منافق پہنے ہی بنا چکے اہل بیت رہ گئے تھے وہ بھی لعن و طعن سے نہ بچے خدایا تشیع دین و مذہب ہے یا اللہ اور زندگی ہے جس کے باقی نہ رسول کا خیال کرتے ہیں اہل بیت کا لحاظ رکھتے ہیں نہ اصحاب کو برا بھلا کہنے سے چھوڑتے ہیں نہ حضرت کے قریبوں کو لعن و ملامت سے محفوظ رکھتے ہیں پس جو سامنے آیا اسی کو برا بھلا کہنا شروع کیا، جس کا ذکر آیا اسی پر تبرا کرنے لگے کسی کو صراحتاً کافر بنا یا کسی کو اشارتاً منافق کہا، کسی کو یقیناً ناسق ٹھہرایا کسی کو ولد الزنا کسی کو اندھا فرمایا واہ کیا دین ہے اور کیا مذہب جس کے طعن و تشیع سے کوئی نہ بچا تو ایسے با حیا فرقے کی شکایت ہم صرف اصحاب کے برا کہنے پر کیا کہیں یہ شعر

نہ امام زین العابدین کا بیان ہے کہ یہ آیت من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرة اعمی اور جو دنیا میں اندھا آخرت میں

بھی اندھا ہو گا۔ عبداللہ بن عباس اور ان کے والد کے حق میں نازل ہوئی ہے

گھائل تر سے نظر کا نبوع دگر ہر ایک زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں
 اگر کوئی مومن حضرت عباس کے اور فضائل اور کمالات کو اس روایت کے معارضہ
 میں پیش کرے اور اس زخم پر پرہیز رکھے تو اس کو چاہیے کہ اس خیال مجال سے درگزرے
 اور بلا باقر مجلسی کے فیصلے کو جو حیوۃ القلوب میں انہوں نے کر دیا ہے دیکھ لے کہ وہ
 فرماتے ہیں کہ بڑا نکرہ درباب احوال عباس و مدح و ذم ادا حدیث، متعارض سنت و
 اکثر علماء بخوبی اذمیل نمودہ اند و انچہ انما احادیث ظاہریشود آں سنت کہ او در مرتبہ کمال،
 ایمان زبودہ است، پس ملا صاحب نے سب جھگڑا قصہ ہی طے کر دیا اور حضرت عباس
 کے ناقص الایمان ہونے پر فتویٰ دے دیا شاید ان کے نقص ایمان کا سبب سب سے
 زیادہ یہی تصور کیا گیا ہو کہ انہوں نے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کر دیا۔
 (چھٹی دلیل) اگرچہ حضرت شیعوں نے واسطے جواز نکاح کے اسلام ظاہری سے حضرت
 عمرؓ کے اقرار کیا اور ان کو متمسک بکمال شریعت قرار دیا لیکن (دلیل الصالح العطار ما انسہ الدہر)
 جو زینہ حضرت عمرؓ کے ایمان میں ان کے بزرگوں نے ڈالا ہے وہ اب ان کے بند کرنے سے
 بند نہیں ہوتا اور بغیر ترک مذہب تشیع کے اور اقرار فضیلت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے اس نکاح کا جواز موافق اصول مذہب شیعوں کے ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موافق عقائد شیعوں کے ایمان اور اسلام سے بے بہرہ تھے اور معاذ
 اللہ منافق اور مرتد تھے اور وہ دشمن اہل بیت کے اور ناصبیوں کے پیٹلوا تھے اور ناصبیوں
 کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز ہی نہیں ہے پس نکاح حضرت عمرؓ کا کہ جو کفر و نفاق اور عداوت
 اہل بیت میں سب سے بڑھ کر تھے ساتھ ام کلثوم کے جو عزت اور نبردگی اور سیادت میں
 تمام جہاں سے بہتر تھیں کیونکہ جائز ہونا چنانچہ ان دونوں امروں کو ہم کتب شیعوں سے ثابت
 کرتے ہیں۔ امرا اول حضرت عمرؓ کا مومن نہ ہونا مردوم ناصبی کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز
 نہ ہونا (امرا اول) کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطابق اصول شیعوں کے مومن نہ تھے،
 کافر اور منافق اور دشمن اہل بیت کے تھے ایسا صاف کھلا ہوا ہے کہ حاجت سنا اور دلیل
 شاہد کی نہیں ہے لیکن عبرتنا للناظرین اور دو ایک روایتیں ان کے یہاں کی بیان کرتے ہیں
 کہ عباس کے حالات کے متعلق تعریف و مذمت دونوں طرح کی احادیث ہیں اکثر علماء نے بخوبی اس جانب توجہ نہیں کی۔

اور احادیث سے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ عباس مکمل طور پر صاحب ایمان نہ تھے۔

روایت اول) زوالِ عاد میں ملا باقر عباسی سند فیض بن ایمان سے نقل کرتے ہیں کہ جب میں نے فضائلِ روزِ قتلِ عمر کے حضرت پیغمبرِ خدا علیہ السلام والثناء کی زبان سے سنے تب سے میں ان کے کفر پر یقین رکھتا تھا چنانچہ عبارت اس کتاب کی بلفظ یہ ہے (سند فیض گفت پس بر تمام و برخاست حضرت رسول خدا و بجا پامام سلمہ رفت و من برگشتم و صاحب یقین بودم و کفر عمر تا آنکہ بعد از وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدم کہ او چہ گفتہا بزرگت و کفر اصلی خود را اظہار کرد و از دین برگشت و امان بے حیائی و وقاحت برائے غضبِ امامت و خلافت بر زد و قرآن را تحریر کرد و آتش در خانہ وحی در رسالت نهد بدعتہا در دین خدا پیدا کرد و ملت سنی را تغیر داد و سنت آنحضرت را بدل کرد و نصاریٰ و مجوس را از خود راضی کرد و روز دیدہ مصطفیٰ زنا بخشتم اور روزند کہ کشتن امیر المؤمنین کرد و جو رسوم در میان مردم علانیہ کرد و ہم چہ خدا حلال کرد و ہر چه حرام کرد و ہر چه حرام کرد و ہر چه حلال کرد۔

غرضیکہ اس روایت سے صاف کفر حضرت عمرؓ کا اور نفوذِ بالہ اللہ من ذالک ثابت ہوا اور ان کا کفر اصلی کا ظاہر کرنا اور مرتد ہو جانا اور قرآن کا تحریف کرنا اور نصاریٰ اور مجوس کو راضی کرنا ثابت ہوا تو اب وہ دعویٰ جو بعض مجتہدین نے کیا تھا کہ وہ اسلام کے دائرے سے خارج نہیں ہوئے باطل ہوا۔

(روایت دوم) ملا باقر عباسی رسالہ رجعیہ میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ ابو بکر و عمر بظاہر کلمہ گو تھے اور بطبع دنیا اسلام کے منظر ہوئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ پیغمبرِ خدا علیہ السلام والثناء نے ان کو کوئی حکومت ندادی تب پیغمبرِ صاحب کے قتل و ہلاک پر امداد ہوئے و ہونہ عبارتہ بلفظ را ایشان

سند فیض کا بیان ہے کہ میں اور رسول اللہ اٹھے رسول اللہ تو ام سلمہ کے گھر میں چلے گئے اور میں واپس ہو گیا۔ مجھے عمر کے ہونے کا یقین تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ مکہ و وفات کے بعد میں نے دیکھا کہ عمر نے کیسے کیسے قتل اٹھائے۔ اپنے اصلی کفر کو ظاہر کیا اسلام سے برگشتہ ہوا۔ امامت و خلافت کے غضب کرنے کے لئے بے حیائی کا کامن پھیرا کہ قرآن میں تحریر کی فاطمہ کے گھر کو آگ لگانا۔ اللہ کے دین میں بدعتیں پیدا کیں۔ رسول اللہ کے طرزِ حکومت کو متفق کیا ان کی سنتوں کو بدلا۔ یہاں اور آتش پرستوں کو اپنا ہم نوا بنا یا حضرت فاطمہ کو مہینا کہ کیا امیر المؤمنین علی کو مار ڈالنے کی تدبیر کی عوام پر غلبہ ہو رہا تھا۔ اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا۔

یہ دونوں کے کہنے سے بظاہر کہہ کر یہ ہانگہ رسول اللہ ان کی حکومت و ولایت دے دی اور یہ دونوں باطنی طور پر کافر تھے۔

(یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ) اذردی گفتمے یہود بہ ظاہر کلمتیں گفتند از برای اس کہ شاید ولایتی چکو مت
حضرت با ایشان بدہد در باطن کا فر بودند چوں دہ آخر ایویس شدند با منافقان مبر بالای
عقبہ رفتند و ہنہامی خود را بستند کہ کسی ایشان را نشاسد و بہا انداختند کہ شتران حضرت انا
دہند حضرت را ہلاک کند پس خدا بر اس فرستاد پیغمبر نورالذراشیاں حفظ کرد پس اس، تزل سے شیعوں
کے امام مہدی کے ثابت ہوا کہ شیخین پیغمبر کے سامنے ہی سید مایوسی کے درپے قتل رسول ہو گئے تھے
اور حضرت کے ہلاک کرنے کی تدبیر کر چکے تھے تو جو شخص سقیمہ خدا کے قتل پر مستعد ہوئے
اس سے زیادہ کفر اور کس کا ہو گا اور جب یہ جرم حضرات شیخین پر امام مہدی فریضی کی زبان
سے ثابت ہو گیا تو امام کے قول کو کون رد کر سکے گا۔ (روایت سوم) ماباقر مجلسی نے بحار
الانوار میں ایک حدیث کافی کی نقل کی ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو نص جلی امامت
مرفوضی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے چنانچہ ہم اس حدیث کو استقصا
الافہام سے نقل کرتے ہیں (بیان قولہ علیہ السلام من ان یرتد اعن الاسلام اس عن
ظاہر و التکلم بالشہادین فالبقاء ہم علی ظاہر الاسلام کان صلاح الامتہ لیکون لہم لا و لا دہم
طریق الی نبیل الحق ولا الذرول الی ایمان نہ کہد الازمان دنہا لانی ما مرد سیما کی ان الناس ارتدوا
الامتہ لان المراد فیہا ارتداد ہم عن الدین واقعاد ہذا محمول علی بقاء ہم علی صورتہ الاسلام
و ظاہرہ وان کانون ان اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفارہ عین ہذا من المسمیع النص علی
امیر المؤمنین علیہ السلام ولم یغضہ ولم یبایوہ فان من قتل شیئا من ذلک فقد تکلم قول
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفر ظاہر اریضا ولم یبق لہ شی من احکام الاسلام ورجب
تقدہ انتہی بلفظ یعنی یہ فرمایا ہے حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام نے کہ جناب امیر علیہ
السلام نے دعویٰ امامت کا اس خوف سے نہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ اصحاب اس کو نہ قبول
کریں اور اسلام چھوڑ دیں اور مرتد ہو جاویں اور مرتد ہو جانے سے عرض یہ ہے کہ ظاہر
اسلام چھوڑ دیں اور کلمہ شہادت سے منکر ہو جائیں اس لئے ان کا اسلام ظاہری پر
واجب رہتا ہے جب مایوسی ہو گئے تو منافقوں کے ساتھ عقبہ کے بلانی حصہ میں اس طرح پنے کہ دھانا بانہ
دکھا جتنا تاکوں انہیں شہادت ذکر کے اور یہاں پہنچ کر دسیاں دہیزہ راستہ میں ڈالیں تاکہ آپ کے انٹوں
کتابوں کریں اور اس طرح رسول اللہ کو ہلاک کر دیں اس نوبت پر اللہ نے حیرتیں کے ذریعہ آپ کو اٹھایا
آپ کو ان کی آئندہ سانی سے بچایا

باقی رکھنا امت کے حق میں بہتر تھا تا کہ شاید وہ یا ان کی اولاد میں سے کوئی حق کو قبول کر کے اور کسی آئندہ زمانے میں مومن ہو جاوے اور یہ مخالفت اس روایت کے نہیں ہے کہ سب اصحاب مرتد ہو گئے تھے مگر میں اس لئے کہ مراد اس ارتداد سے ارتداد واقعی ہے اور ارتداد جس کا ذکر امام نے کیا نہ پھرنا ان کا ظاہری اسلام کی نظر سے ہے اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی میں حکم کفار میں داخل تھے لیکن یہ اسلام ظاہری بھی صرف انہیں لوگوں کی نسبت ہے جنہوں نے نص امامت امیر المؤمنین علیہ السلام کو نہیں سنا اور ان سے دشمنی اور عداوت نہیں رکھی اور جس نے نص امامت سن کر اس سے انکار کیا یا عداوت رکھی تو اس نے پیغمبر خدا صلوات اللہ علیہ کے قول سے انکار کیا اور ظاہر میں بھی کافر ہو گیا اور کوئل حکم اسلام کا اس کے لئے باقی نہیں رہا اور اس کا قتل کرنا واجب ہو گیا اور صاحب استقصاء الانحزام اس حدیث کے لکھنے کے بعد خود یہ فرماتے ہیں کہ اگر غرض سے از نقل ابن عساکر محض اثبات میں معنی مست کہ صاحب بخاری ثلثہ و اتباع ایشان را کافر و مرتد می دانند پس البتہ این معنی بسر و چشم مقبولست اصلاً جاری استنکاف و انکار نیست پس باقرار صاحب بخاری انوار اور صاحب استقصاء کے کافر ہونا خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ثابت ہوا اور ان کا اسلام ظاہری بھی ان کے قول سے جائز با تو اب در میان ایمان و کفر کے کوئی واسطہ تیسرا جس کو اسلام کے نام سے تعبیر کرتے ہیں باقی نہ رہا اور جب کافر ہونا ان کا نعوذ باللہ ثابت ہوا تو نکاح ام کلثوم کا کافر کے ساتھ لازم آیا تو اب کہاں رہا قول سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا جو انہوں نے شافی اور تفسیر الانبیاء میں فرمایا ہے حضرت عمرؓ ظہر اسلام اور تمسک بتمام شریعت تھے اس واسطے ان کے ساتھ نکاح کر دینے میں کچھ مشکل دینی نہ تھا اور باطل ہو گیا قول صاحب فزیرہ اثنا عشریہ کا جو انہوں نے جواب میں متحدہ کے فرمایا ہے کہ کسی امامیہ کا قول نہیں ہے کہ حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹی کا فر کو دی ہو بلکہ بدعتی اور مظہر اسلام اور منافق کو دی ہے اور منسوخ اور حرام نکاح کرنا ساتھ مشرک کے ہے نہ کہ بدعتی اور منافق کے اس لئے کہ ان کے امام فرضی کی زبان سے موافق روایت بخاری انوار کے صاف کفر خلفائے ثلاثہ کا اور واجب القتل ہونا ان کا ثابت ہوتا ہے عجب حال

نہ میں اس عداوت کی نقل صرف اس امر کے ثبوت کے لئے ہے کہ مؤلف بخاری انوار نے اصحاب ثلاثہ اور ان کے تعین کو کافر

و مرتد قرار دیا ہے اور یہ معنی ہمارے سرگرموں پر اس کے قبول کرنے میں کسی قسم کا سنگ و عار دار انکار نہیں ہے۔

ہے علماء شیعہ کا کہ جب جیسا موقع ہوتا ہے ویسا ہی کہنے لگتے ہیں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسی ہی حدیثیں بنا لیتے ہیں کبھی تو حضرت عمر کو کافر اور منکر اسلام اور واجب القتل کہتے ہیں کبھی ان کو مظہر الاسلام اور تمسک ساثر اشرعیت فرماتے ہیں جو کہ مارا دل یعنی کفر حضرت عمر کا دفعہ بالذکر منہ موافق روایات صحاح اہل تشیع کے ثابت ہو گیا اب ہم کو اس امر کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ ہم اس مسئلے کو ثابت کریں کہ نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے گورہ مظہر اسلام ہو جائز نہیں ہے لیکن تاکہ وہ لوگ جو ان روایات کو غلط سمجھیں اور کفر ظاہری کے قائل نہ ہوں اور اسلام کا حکم حضرت عمر پر جاری رکھیں موافق اپنے اصول کے اس نکاح کو جائز نہ سمجھیں ہم اس مسئلہ کو بھی بیان کرتے ہیں۔ امردوم یعنی نہ جائز ہونا نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے رومی الکلبینی عن الفیصل بن یسار قال سألت ابا عبد اللہ عن نکاح اتاحسب فقال لا والله ما یحل قال فیصل ثم سألتہ مرۃ اخری فقالت جعلت فداک ما تقول فی نکاحہم قال والمرأۃ العارفة قال العارفة لا توضع الا عند عارف، کلبینی میں روایت ہے کہ فضیل کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ناصبی کا نکاح جائز ہے تو حضرت نے فرمایا کہ نکاح کی قسم ہرگز حلال نہیں ہے پھر دوسری مرتبہ میں نے پوچھا تو امام نے فرمایا کہ عورت عارفہ ہے یعنی مومنہ ہے میں نے کہا ہاں تب امام نے فرمایا کہ عارفہ نہیں رہی مگر پاس عارف کے یعنی مومنہ کا مومن کے نکاح میں ہونا چاہیے پس اس روایت سے صاف ثابت ہو گیا کہ حضرت امام کے ارشاد کے مطابق نکاح عارفہ کا نہیں جائز ہے مگر ساتھ عارف کے پس یا حضرت عمر کو مومن اور عارف کہیں یا حضرت ام کلثوم کو ایمان اور معرفت کے دائرے سے خارج کریں دفعہ بالذکر منہ غرض کہ اب موافق قول امام کے سوائے ان دو حالتوں کے تیسری حالت منظور باقی نہیں رہی حقیقت یہ ہے کہ اس قول سے امام کے حضرت عمر کا عارف اور کامل الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ام کلثوم کا نکاح حضرت امیران کے ساتھ کسی حالت میں ہو کہ اس کو حضرات شیعہ جبر و اکراہ سے تعبیر کریں نہ ہونے دیتے کیا جناب امیر اس آیت کے مضمون سے واقف نہ تھے الْجَنَائِدُ لِلْجَنَائِدِ وَالْجَنَائِدُ لِلْجَنَائِدِ وَالْجَنَائِدُ لِلْجَنَائِدِ وَالْجَنَائِدُ لِلْجَنَائِدِ اور کیا حضرت علی اس حدیث سے جو امام جعفر صادق نے فرمائی منکر تھے کہ (العارفة لا توضع الا عند عارف) پس باوجود ہونے ایسی

آیت اور قول امام کے کیونکر حضرت علی اس کے خلاف کرتے جب کہ ہم اس امر کو ثابت کر چکے کہ یہ نکاح بجز واکراہ نہیں ہوا تو ہم کو ضرورت اس قول ناپاک سے بچٹ کرنے کی نہیں رہی جس کو علماء شیعہ نے امام کی طرف منسوب کیا ہے کہ امام نے فرمایا کہ (ہو اول فرج غضبت منا، یہ پہلی نشر گاہ ہے جو غضب کی گئی لیکن عبرتاً لسا معین اس کو بھی بغیر بچٹ کے چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتے پوشیدہ ذر ہے کہ محدثین شیعہ روایت کرتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام سے کسی نے اس نے اس نکاح کی نسبت سوال کیا تو امام نے فرمایا کہ (ہو اول فرج غضبت منا، صاحب تحفہ قدس سرہ اس بچٹ میں لکھتے ہیں ہیں) سبحان اللہ چہ کلمہ ایست کہ از زبان ایشاہ سے آید نزدیک ست کہ آسمان فرواقد زمین بشکافند اول در حق آن سیدہ پاک بضعۃ الرسول فلذہ کبد البتول چہ فحش و سوء ادب ست و کلام خصالت نجسہ را بدمین پاک آن طاہرہ مطہرہ می بندند و گیر در حق حضرت امیر و حضرت حسین چہ قدر بے حفاظتے دے ناموسی ثابت می کنند و در حق حضرت صادق کہ ایں کلمہ پر آنجناب تہمت می نمایند چہ قدر بی حیثیتی و بی غیرتے اعتقاد دارند ایں لفظ را اول بزرگان بزمان نمی آمدند علی الخصوص ذکر ایں عضو مستور الاسم و المسمن انا قارب بلکہ بزرگان خود امر ایست کہ اراذل و ادا باش نیز اچھے از واجب می دانند، اس کا جواب علامہ کشمیری نے نزہہ میں چند طرح پر دیا ہے۔ کما قال (مرود دست بچند و جد اول آن کہ بر تقدیر تسلیم صحت روایت و محفوظ بودن آن انچہ افادہ فرمودہ تسویل و تحویل بدیش نیست) اس عبارت سے علامہ کشمیری کی معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی صحت ان کے نزدیک مسلم نہیں ہے حالانکہ بر تقدیر تسلیم صحت کہنا عوام کو دھوکا دینا ہے اس لئے کہ یہ سے ۱۰۱۰ کی بات زبان سے نکالتے ہیں۔ قریب ہے کہ آسمان گر پڑے اور زمین پھٹ جائے۔ اس میں پہلی بات تو یہ کہ حضرت فاطمہ کی جگر گوشہ امام کلثوم کے بارے میں فحش دے ادب ہے اور شہسی اس پاکیزہ سے کتنی بری خصلت شرب کرتے ہیں اور در سری بات یہ کہ جناب امیر و حسینؑ کی بے عزتی و عدم حفاظت ثابت کرتے ہیں اور حضرت سادہ کے حق میں آیت نہ دلاتے ہیں اور بے حیثیتی و بی غیرتی کے معتقد ہیں، اس قسم کی گفتگو گوشتہ کے بزرگ اپنی زبان پر نہ لاتے خاص کر شریک کا لفظ فاطمہوں نے کہا ہی نہیں، اور پھر بزرگان کا رسول را کہ ادا باش اور کہینوں سے خود عقیدہ امامنا واجب و ضروری سمجھتے تھے یہ چند وجہ سے مردود نا قابل قبول ہے اول یہ کہ بنا بر تسلیم قبول صحت روایت اور چو این کا لفظ معنوی نام کہ انادیت پر منشا شیعہ لانی فریب اور سکاری ہے۔

حدیث پننزار سے موافق اصول شیعہ کے ثابت ہے اول یہ حدیث کافی کلین میں جس کو
 حضرات شیعوں نے المکتب کہتے ہیں انہیں الفاظ سے امام صادق سے مروی ہے۔ دوسرے،
 قاضی نور اللہ شوشتری نے مصائب النواصب میں اس حدیث کو چند جگہ نقل کیا ہے چنانچہ
 جہاں بحث فاروقی دام کلثوم کی لکھی ہے اس کی بحث نجف میں چند جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔
 اور کسی جگہ اس سے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ ترجمہ فارسی اس کا ماہود مقول فی الزلزال العین یہ
 ہے (و اما غایبنا بواسطہ آن کہ قول امام صادق علیہ السلام کہ اس اول فرجی ست کہ غضب
 کردہ شدہ از ما مستلزم وقوع زمانیت) اور پھر اسی بحث میں قول صاحب استغاثہ کو نقل
 کر کے اس طرح فرماتے ہیں وترجمہ فی الفارسیہ بکذا خبر زادہ اندامار جماعتی از مشایخ ثقات
 انا ایساں جعفر بن محمد بن مالک کوفی ست از احمد بن فضل از محمد بن ابی عمیر از عبد اللہ بن سنان
 گفت سوال کردم جعفر بن محمد صادق را علیہ السلام از تردیدیک عمر از ام کلثوم پس گفت ای ابن اول
 فرجی است کہ غضب کردہ شدہ از ما اور بعد اس کے پھر قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ روشا کل
 ردایتی ست کہ از صادق علیہ السلام کردہ اند کہ گفتہ کہ اس اول فرجی ست کہ از غضب
 کردہ اند؛ اور پھر جہاں جناب امیر عالیہ السلام کے صبر اور تحمل پر مدح ہے رسول کا ذکر کیا ہے
 وہاں قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں وترجمہ فی الفارسیہ بکذا جوں عمر خواست نگاری ام
 کلثوم نمود علی متفکر شد و گفت اگر مانع شوم از قصد تم کل من خواہد کرد و اگر قصد کل من کند و منافعت
 کنم اور از نفس خود بیرون روم از اطاعت رسول خدا صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم پس تسلیم است
 درین حال اصلح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس تلوین نمود اسرا خدا
 علیہ السلام کہ امام صادق گاہ کہنا کہ یہ سنی شرمگاہ ہے جو ہم سے زبردستی لگتی ہے یہ واقعہ ہارثی فارسی کو ظاہر
 کرتا ہے شہ مہر زنگوں کی ایک جماعت نے جہیں بتایا ہے کہ ہرگز نہ کوئی نے اس کو ہر سنی کے ذریعہ ہارثی بن ابی امیر کے
 واسطہ سے عبد اللہ بن سنان کی نبالی بیان کیا کہ ام کلثوم کا ہر سے نہا ہی کرنے کے بارے میں ہارثی بن محمد صادق سے پیش روایات
 کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ سنی شرمگاہ ہے جو ہم سے زبردستی چھین گئی۔ کہ یہ مشا کل رعایت صادق سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ
 سنی شرمگاہ ہے جو ہم سے زبردستی چھین گئی کہ جب ہارثی ام کلثوم کو مانگتا تو مانگتا متفکر ہوتے اور کہا کہ اگر شکر کردن زیر مجھے قتل کر دیا
 اور اگر میرے قتل کردن تو اپنے متمسک کی نہا رسول اللہ کی اطاعت سے خدایت ہوتا ہوں اس حالت میں تسلیم تم کہ کہ اس کام کو
 تم سے ہوا ہے کہ وہاں معلوم ہے کہ ہر مسلمانوں کا مال غضب کی حق کے بانٹنے سے اسکا کرنا مکمل اللہ کی بگریختا، حکام الہی تبار
 کی اور یہ تمام امور اللہ کے نزدیک ایک شرمگاہ غضب کرنے کی بر نسبت زیادہ تیس ہے اس لئے علی نے ہر کیا۔

تجداد و انتہا ہو کر انچیز عرصہ غصب کر دیا اور اموال مسلمانان دارالکفر کا یہ کہہ کر انکار کا حق اور قعود
 بجای رسول خدا و تغیر احکام آگہی و تبدیل فرائض خدا چنانچہ گزشتہ اعظم سنت نزد حق
 تعالیٰ واقع و اشنع سنت از اغتصاب این فرج پس تسلیم کر دو صبر نمود، اور علاوہ اس کے
 اور طرق متکثر سے ثبوت ان الفاظ کا ہوتا ہے پس علامہ کشمیری کا بر تقدیر تسلیم صحت کہنا
 صرف دھوکہ دینا ہے جو کہ شعاع قدیم علماء متقدمین شیعہ کا ہے اگر یہ الفاظ امام نے نہیں فرمائے
 اور ان کی کتابوں میں مذکور نہ تھے تو چاہئے تھا کہ صاف انکار کرتے اور اگر مذکور تھے تو اس
 کا اقرار کرتے بر تقدیر تسلیم صحت کہنا کیا معنی۔ بغرض اس ہمدیث کی صحت میں کچھ شک و
 شبہ نہ رہا اب ہم توجیہ اور تاویل علماء شیعہ کی جو اس لفظ کی نسبت ہے بیان کرتے ہیں علامہ
 کشمیری نے ہمہ میں لکھتے ہیں کہ (مراد از میں کلام آنست کہ اس نکاح اول نکاحیت کہ از خاطر
 عالیہ بغیر طیب خاطر اولیا بطریق اجبار و اکراہ بنا بر مصلحت وقت واقع شدہ و سبب
 وقوع آن با اجبار و اکراہ تعبیر از ان لغضب فرمودہ اند و درین معنی، سبچ گو نہ شناختی نیست
 مع وضوح المرام لا عبرة بالالفاظ عقد نکاح کی کہ بغیر طیب خاطر باشد اصلاً مستلزم زنا
 نیست خلاصاً اس توجیہ کا یہ ہے کہ غصب بمعنی عدم رضا کے ہے اور مطلب (اول فرج
 غصب منا) جو امام نے فرمایا ہے یہ ہے کہ یہ پہلا نکاح ہے کہ خاندان اہلبیت اطہار
 سے بلا رضامندی ولی کے بجز و اکراہ ہوا اور لفظ غصب مستلزم زنا نہیں ہے لیکن یہ
 توجیہ بجائے خود نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ معنی حضرت امام کے دل میں تھے تو چاہئے تھا
 کہ انہیں لفظوں میں ادا فرماتے نہ کہ ایسا لفظ کر یہ (دعا شاہینا بن عمن ذالک) زبان پر
 لاتے پس لفظ غنبت کا لڑنا اور عدم رضا مراد لینا بلا وجہ الفاظ کوان کے حقیقی معنی،
 سے پھیرنا ہے۔ علاوہ بریں جو نکاح صحیح نہ ہو وہ مستلزم زنا ہے اور از روئے کتب معتبرہ
 امامیہ کے مثل غیبہ اور تبصرہ اور کنز العرفان اور غایب المرام وغیرہ کے ثابت ہے کہ نکاح
 مومنہ کا ساتھ ناسب کے درست نہیں ہے پس جب ایک مومنہ کا نکاح ایک عام ناموسی
 کے ساتھ درست ہو تو کیونکر نکاح قدود مومنات بنت بعضہ سرور موجودات کا ایک

۱۔ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ خاندان عالیہ میں یہ دو پہلا نکاح ہے جو اولیا کی نورش کی بغیر تبرکے سبب صرف
 وقت مصلحت کے پیش نظر واقع ہوا اور اس جہر دم کو غنبت کے الفاظ دینے گئے ہیں اور یہ منہ مراد لینے میں کون قباحت
 نہیں ہے۔ تاہم انہی کے بعد الفاظ کا بیکار ہے اور مقصد کلام واضح ہے کہ رضامندی و نورش کی بغیر نکاح ہر اسے زنا
 کی جا سکتا۔

کارہا متناقض کے ساتھ درست نہ ہوگا۔ یہ فرمانا علامہ کشمیری کا کہ دریں معنی بیچ گوئے شناختی نیست انہیں کوزیبا ہے بلاشک نزدیک عبداللہ بن سبا یہودی کے مقلدین کے جو کہ لباس محبت اہل بیت میں چاہتے ہیں کہ اصول و فروع شریعت مصطفوی کو برہم کریں اور بیخ اسلام و دین محمدی کو اکھیر دین اور شوارح اور نواسب سے بھی گوئے سبقت لیجا دیں اور زخارف و نیوی پیراٹھیا مدائنتہ اور قربت میں تحصیل کریں بے شک یہ امر کب بعید معلوم ہوگا کہ رسول کی نواسی فاطمہ زہرا کی بیٹی حسن مجتبیٰ کی بہن ایک رئیس مرتدین اور سرگورہ منافقین کے گھر میں غضب سے جاوے اور وہ غاصب جو چاہے سو کرے اور پھر بھی نہ شیر خوار نہ حسن مجتبیٰ نہ شہید کہ بلا کچھ چوں و چرا کریں اور ایسے واقعہ ہوش ربا کا تماشا دیکھتے رہیں ورنہ ہم سے ناقص ایمان والوں کے تو ایسے سانحے کے سلفے سے ہوش چراں ہوتے ہیں اور ہمارے ضعیف دل زبان حال سے الاماں الاماں پکارتے ہیں ہم، حضرات شبیرہ کیسی محبت کہاں سے لاویں کہ خود ہی اما کی زبان سے (اول فرج غضبت منا) کی روایت کریں اور پھر خود ہی اسکی نسبت بیچ گوئے شناختی نیست کا کلمہ زبان پر لادیں اور ایسے الفاظ ناملائم اور نامناسب کو سن کر شاد دیا نے خوشی اور فرحت کے بجا دیں اور اپنے دین و ایمان کے دعویٰ میں ثابت قدم رہیں اور ہرگز اس کو خلاف شان ائمہ کے نہ سمجھیں اور اس سے ان کی فنیات و عزت میں کچھ خلل کا خیال بھی نہ کریں فقط بعد اس کے علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ زہرا گاہ جاہرے شغصے زاد و طلاق داؤن زوجہ اش اجبار نماید در عرف می گویند غضبت زوجہ باوصف آن اگر جاہر عقد نکاح یاں زن بکنند نزد امام اعظم ابوحنیفہ کوئی زنا متحقق نمی شود و آن جاہر زانی نیست، معلوم نہیں کہ علامہ کشمیری نے بایں علم و عقل اس جملے کے لکھنے سے جواب عبارت تحفہ کا کیا تصور فرمایا ہے اس لئے کہ الزام شاہ صاحب قدس سرہ کا مطابق اصول شیعہ کے ہے نہ موافق اصول حنفیہ کے پس ان کو اپنے اصول پر جواب دینا چاہیے امام ابوحنیفہ کے اصول پر نظر کرنے سے کیا حاصل کروں فقہی مسائل میں ابوحنیفہ کے قول پر چلنا چاہتے ہیں اور سوائے اس کے دوسرا چارہ اس بلائے جاہرہ سے نکلنے کا نہیں دیکھتے تو دل ماشا د چشم ہا ماروش و فروع حنفیہ کو اختیار کریں اور اس پر عمل فرمادیں لیکن صرف فروع کو لینا اور اصول

نہ جب کوئی ہم کو ہرگز نہ کہہ اپنی بیوی کو طلاق دے وہ تو اس سے توقع یہ کہتے ہیں کہ اس کی بیوی غضب

نہ لگیں وہ ہشکر اس عدوت سے نکال کر نہ تو امام اعظم ابوحنیفہ کو فوکے نزدیک بہ زنا میں جت اور ہشکر زانی نہیں سمجھا گیا

و عقائد کو چھوڑنا کارآمد نہیں ہے پس ایک کارکہہ کر حنفیہ کے شریک ہو جائیں اور فضیلت فاروقی کا
 آثار کرنے لگیں پس نہ کچھ جگہ زاد ہے نہ قلمہ نکاح کے ہونے کو بھی تسلیم کر لیں اس کے نسبت
 الطبیات لطیبین پڑھنے لگیں ورنہ جب کہ موافق مذہب امامیہ کے نکاح مؤمنہ کا ساتھ تو اصعب
 کے جائز نہیں ہے تو بیچارے ابو حنیفہ کے قول سے ان کو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اگر کوئی روایات
 حضرت شیعہ کو دیکھے تو اس کو شاعت اس فعل صحیح کی جس کو (جو اول فرج غصبت منا) سے
 تعبیر کیا ہے معلوم ہووے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار وغیرہ میں معاذ اللہ معاذ اللہ تو یہ
 توبہ نقل کفر کفر نباشد حضرت عمر کو دلالتاً قرار دیا ہے اور اس کی سند امام تک پہنچائی ہے کہنا
 قال فی معانی الاخبار (حدیثنا علی بن احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ قال حدیثنا محمد بن ابی عبد اللہ
 الکوئی عن موسیٰ بن عمران التمیمی عن عبد الحسین بن یزید النوفلی عن علی بن ابی حمزہ عن ابی
 بصیر قال سالتہ سواروسی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان دلالتنا شرکتہ قال علیہ السلام
 عنی بہ الا وسطہ نہ شرمین تقدیر و من تلاء یعنی ابی بصیر روایت کرتا ہے کہ میں نے امام علیہ
 السلام سے پوچھا کہ یا حضرت اس حدیث پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کیا معنی ہیں کہ دلالتنا
 شرکتہ کہ دلالتنا تائیدوں میں سے بدتر ہے امام نے فرمایا کہ مراد اس سے عمر ہے کہ وہ اپنے
 پہلے یعنی ابو بکر سے اور اپنے پچھلے یعنی عثمان سے بھی بدتر ہے اور تینوں سے زیادہ برا ہے
 پس جب ایسے ناپاک مذہب کے معتقدین ائمہ کی طرف ایسی تہمت کریں اور ان کی زبان سے
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اولاد زنا سے ہونا بیان کریں و نعوذ باللہ منہ تو اگر بنت فاطمہ
 کا ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہونے کو امام کی زبان سے بالفاظ (اول فرج غصبت منا)
 کے لفظوں سے ادا کر کے مصداق سواد الوجہ الدارین نہ ہوں تو کیا کریں۔ لیکن ہم اس امر کو بھی
 تسلیم کریں کہ موافق اصول شیعہ کے لفظ کفر کا اطلاق حضرت عمر پر نہیں ہوتا اور ان کا مظہر
 اسلام اور منسک پر تمام شریعت ہونا ثابت ہونا ہے اظہار اس بات کو بھی فرض کر لیں کہ ان
 کے مذہب میں نکاح کر دینا ساتھ ناصبی کے مؤمنہ اور عارفہ کا بھی جائز ہے لیکن حضرات
 شیعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفاق و بدعت سے کیونکر انکار کریں گے اور ان کے
 مؤمن اور مخلص اور تابع سنت ہونے کو کیونکر قبول کریں گے اگر وہ یہ قبول کر لیں کہ حضرت
 عمر منافق تھے نہ بدعتی بلکہ سچے مؤمن اور سچے تابع سنت تھے فنعم الوفاق اگر اس کو نہ مانیں
 تو سب توجیہات جو معاملہ نکاح ام کلثوم میں کی ہیں عبث اور فضول اور بیکار ہوئی جاتی

ہیں اس لئے کہ جو شاعت نکاح میں ساتھ کافر کے ہے اس سے بڑھ کر قباحت نکاح میں ساتھ منافق کے ہے چنانچہ خود صاحب ترمذی نے اثناعشریہ نے اس کا اقرار کیا ہے اس مضمون کو ان لفظوں سے ادا فرمایا ہے (قال الفاضل الناصب چہارم آنکہ گویند کہ حضرات بنات و اخوات خود بکفرۃ فخرہ بزنی میدادند مثل حضرت سکینہ کہ در نکاح مصعب بن زبیر بود علی ہذا القیاس دیگر قریبان خود را در عقد کفرہ و نواصب در آوردند چنانچہ در کتاب الابیات بہ تفصیل شرح است اقول وہ نستعین اگر مراد از کافر و قول را گویند حضرت بنات و اخوات خود را بکفرۃ فخرہ می دادند مشرک ست اس قول کذب محض ست چہ هیچک از امامیہ قابل باین قول نیست و اگر مراد از ان مبتدع ست بند بدعتی کہ منجر بہ کفر صاحبزاد شود کہ اول کافر تامل گویند یا منافق کہ مظہر اسلام و تمسک بہ سائر شریعت باشد مسلم و محمدی ندارد و بہ نحو ای و لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا الایۃ ممنوح و محرم الکاح یا مشرک ست و بہ حرمت مطلق الکاح مبتدع کوائے و تزویج یا منافق و ملیقی قائم نیست قیاس یکی بر دیگری مع الفارق چہ منافق اگر چہ بر قمش در حقیقت عظیم تر ست و فسادش در شریعت شدید تر وہ نحو ای ان المناہقین فی المدک الاسفل در عقبی یعقوب الیم کہ قمار ست لیکن حکمت الہیہ داعی و مقتضی آن شد کہ احکام مشرکین و منافقین در دار دنیا از ہم ممتاز باشد و از اینجا ست کہ مشرکین را بہ نحو ای فاقتلوا المشرکین حیث و جہد توہم معاقب و ما خود ذکر دانیدہ سہ فاضل ناصب نے کہا ہے کہ اگر تہ اپنی بیٹیاں اور بیٹیاں کافروں اور فاسقوں کو دیں جیسے حضرت سکینہ کی شادی مصعب بن زبیر سے کی وغیرہ وغیرہ اور اپنے دوسرے رشتہ داروں کا کافروں اور بیٹیوں سے عقد کیا جس کی تفصیل کتاب الابیات میں ہے اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ اگر کافر سے مراد دو قول آدمی تو امر تہ اپنی بیٹیاں اور بیٹیاں کافروں و ناجرمین کو دیں اور ایسے اولیے لوگوں کا مشرک ہونا بالکل غلط ہے کیونکہ کون شید امام اس کا قائل نہیں اور اگر کافر سے ایسا برہمنی مراد لیا جو بدعتوں کی دلچسپی فریبہا ہو تو ایسے شخص کو کافر تامل یا منافق کہتے ہیں جو بیظاہر مسلمان اور احکام شریعت بہ بالا تاہر عرف مشرکین سے نکاح کرنا حرام ہے اور بدعتی یا منافق کیساتھ نکاح ظلم ہونے کی کوئی دلیل نہیں ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس فاروقی ہے اگرچہ منافق بہت برا اور شریعت میں اس کی فساد انگیزی سخت برا کام ہے اور منافق آخرت میں درفاک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ لیکن حکمت خداوندی نے مشرکین و منافقین کے حکام دنیا میں علیحدہ مقرر کئے ہیں اور مشرکین کی بابت حکم آجی ہے کہ انہیں جہاں پاؤں تھل کر دو اور اس کے بد خلوات منافقوں کو اس بھینور سے نجات دہی ہے۔

مناقضین ملازمین در طہ سنہات بخشیدہ، اس تحریر پر علامہ کشمیری کی ہم ان کا دل و جان سے فکر
اکا کرتے ہیں اور اپنی ممنونی نظائر کرتے ہیں کہ جو بات ہم کو لکھنی چاہیے تھی وہ خود علامہ مدد
نے لکھ دی اور جو تکلیف ہم کو کرنی پڑتی وہ خود گوارا فرمائی اور ان فقروں کو لکھ کر کہ (منافق
اگرچہ برحقش در حقیقت عظیم ترست و فسادش در شریعت شدیدتر) ہماری طرف سے خود
ہی جواب دے دیا لیکن ہم مخو حیرت ہیں کہ علامہ مددوح نے صاحب تحفہ قدس سرہ کے اہل
کے جواب میں اس تحریر سے کیا فائدہ خیال کیا اس لئے کہ ان کا اعتراض اس پر ہے کہ شیوں
کے نزدیک حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹیاں کافر کو دی ہیں علامہ اس کے جواب میں
فرماتے ہیں کہ نہیں کافروں کو نہیں دیں بلکہ منافقوں کو اس پر ہمارا یہ جواب ہوتا ہے کہ نکاح
مومنہ کا ساتھ کافر کے حرام ہونے پر کوئی دلیل عقلی نہیں ہے بلکہ صرف قباحت شرعی
ہے اور وہ قباحت منافق کے ساتھ نکاح کرنے میں بھی موجود بلکہ کچھ زیادہ ہے وہ خود حضرت
نے فرمادیا پس اب اہل انصاف غور کریں کہ اعتراض صاحب تحفہ کا اس سے اور مدلل ہو گیا
یا ان کا اعتراض اس جواب سے اٹھ گیا۔ باقی رہا یہ امر کہ احکام مناقضین کے بہ نسبت
کافروں کے ظاہر شریعت میں سخت نہیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ منافق ظاہر میں
اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور احکام شریعت ظاہر پر جاری ہیں اس لئے وہ قتل وغیرہ سے
محفوظ ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص سوائے خدا کے علم غیب نہیں رکھتا جو دل کا
حال جانے پس شریعت نے نظر بر ظاہر اسلام ان کے قتل کا حکم نہیں دیا لیکن موافق اصول
شیعہ کے ائمہ کرام کو علم ماکان دیا کیوں ساعسل ہوتا ہے اور امور پوشیدہ ان پر روشن ہوتے
ہیں اور حالات قلوب بنی آدم ان پر ظاہر ہوتے ہیں پس ان کو منافقوں سے استراذ کہ ناہ
ان کو دولت دینا اور ان سے عداوت رکھنا اور ان سے قرابت نہ کرنا بلکہ اگر وہ کسی دینی کام میں
مدد کرتا چاہیں تو ان سے اعانت نہ لینا اور ان کو کسی دینی کام میں شریک نہ کرنا واجب و لازم
ہے چنانچہ جن منافقوں کا نفاق پیغمبر صاحب کے سامنے کھل گیا تھا یا جن کے نفاق کی
خبر خدا نے جلا شانہ نے حضرت کو دے دی تھی ان کے ساتھ اسی طرح پر بتاؤ کرنے کے
لئے آیات قرآنی نازل ہوئیں اور ان کے لئے سخت احکام صادر ہوئے بلکہ جس طرح پر جہاد
کرنے کا حکم اور گرفتار کے ہو اسی طرح پر اور پر منافقوں کے ہوا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا
من مناقضین کے کہ توں اگرچہ در حقیقت بہت برے اور شریعت میں اس کا فساد انگیزی شدید ترین جرم ہے۔

یہاں ایسا لہجہ جہاد الکفار والمعافقین واغلا علیہم وناواہم جہنم ویش المصیر کیا ہے پیغمبر جہاد
 اور کفاروں کے اور منافقوں کے اور نہایت سختی کراؤ پر ان کے اور جبکہ ان کی جہنم ہے عرض
 کہ جب ان منافقوں کا جن کا اتفاق کا حال معلوم ہو گیا حال مثل کفار کے ہو اور جہاد بھی ان پر
 نکلتے اور شدت بھی مثل کفار کے کرنے کا حکم ہو تو پھر نکاح میں درمیان کفار کے اور ان
 منافقوں کے کیا فرق رہا اب سوائے اس کے کہ یہ حضرات شیعہ حضرت عمر کو منافق نہ کہیں یا اور
 ہر اس کلمہ کفر کے کہنے سے باز آویں یا اس نکاح کو حرام جانیں دوسرا کوئی علاج نہیں ہے۔
 اگرچہ علماء شیعہ نے اس معاملے میں عوام کے فریب دینے کو اور جاہلوں کے سمجھانے کو بہت
 بل فریبی کی تقریر کی ہے اور حضرت عمر کو مظہر اسلام کہہ کر اس نکاح کا جواز ثابت کیا ہے لیکن
 یہ فریب ذرا سی بات میں گھلا جاتا ہے اور یہ سب تو طیہ ان کا ایک ادنیٰ بات میں مبادء منشورا
 ہو جاتا ہے یعنی ہم ایک استفتا کرتے ہیں اس کا فتویٰ لکھ دیں اور جوابات ہم پوچھتے ہیں اس
 کے جواب میں صرف لایا نعم فرماویں وہ ہونڈہ رکھا فرماتے ہیں جناب قبلہ و کعبہ ان دو مسئلوں
 میں جن میں سے پہلا یہ ہے کہ ایک منافق جس نے خدا کی کتاب میں تحریف کی جس نے پیغمبر
 کی سنت کو بدلا جس نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا حق غضب کیا جس نے معصومہ کے جسم
 پر ایسا صدمہ جسمانی پہنچا یا کہ اس سے معصوم بچہ شہید ہوا اور جس نے سیدۃ النساء کا حق
 دنیا اور ان کو جوٹھا جانا اور ان کا دعویٰ ارث پردہری کا نہ سنا اور جس نے امیر المؤمنین علی علیہ
 السلام کا حق غضب کیا اور جس نے ان پر جبر و ظلم کیا وہ ایک مومنہ عارفہ کے ساتھ نکاح کرنا
 جائز ہے یا نہیں۔

(دوسرا مسئلہ) ایک مومنہ نے جس کو خدا نے ذاتی شجاعت و شرافت میں یکتا لے لیا
 پیدا کیا اور جس کے یازد کو قوت اور طاقت قلمہ شکنی کی دی اور جس کو جرأت دس ہزار جنگی سوار
 کے ساتھ لڑنے کی دی ہے اپنی بیٹی مومنہ عارفہ کا نکاح ایک منافق مرتد فاضل خائن کے
 ساتھ صرف اس کی تہمد بیزبانی پر کر دیا اس کی نسبت کیا حکم شرعی ہے آیا وہ گنہگار ہو یا
 نہیں اور اگر ایسے استفتا پر فتویٰ دینے میں بھی سچوں و چرا کو جناب قبلہ و کعبہ و صل دیں اور
 صاف جواب نہ دیں تو ان سے ہم ایک صاف مسئلہ پوچھتے ہیں اسی کو لکھ دیں کیا فرماتے
 ہیں علماء مدین اور قضیاتیان شرع متین کہ نکاح مومنہ کا ساتھ سنی ناصبی کے جائز ہے یا نہیں
 اور اگر کچھ جواب اس کا لکھ دیں وہی تمام اس بحث کے طے کرنے کے لئے کافی ہے پھر نہ

کیسی توجیہ کی حاجت ہے نہ کسی تاویل کی ضرورت ہے ایک دو جہتی فتوے پر ہمارا اس تمام قفسے جھگڑے کے فیصلے کا ہے پس اسے حضرات شیعہ بنظر عنایت اس سوال کا جواب لکھ دو اور اس جھگڑے قفسے کو میٹو۔ شعر۔

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا بس ایک نگاہ پر پھہرا ہے فیصلہ دل کا

یہ اس کے علامہ کشمیری بجا جواب تحفہ کے فرماتے ہیں الاستبعا ذکر فرج مستور الاسم والسمی بزبان اکابر در کمال استعجاب ست و در واقع ناژ خانیست کہ بیچ خوردہ نمایا چہ در کلام الہی کہ چند جا ذکر اس عضو مستور الاسم والسمی جاری شدہ و حضرت عائشہ صدیقہ در مجالس و محافل نام عضو مخصوص حضرت سرور عالم علیہ السلام کہ مستور الاسم ست بزبان می بردند الخ اس تقریر سے مطلب علامہ کشمیری کا یہ ہے کہ شاہ صاحب کا یہ فرمانا کہ لفظ فرج کا زبان پر امام کے آنا خلاف شان بزرگی ہے موجب تعجب ہے اس لئے کہ خدا کے کلام میں یہ لفظ مذکور ہوا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عضو مستور الاسم کا نام لیا ہے تو پھر امام نے اگر لیا تو کیا گناہ کیا فقط جواب اس کا یہ ہے کہ یہ نام بھی اور نادانی حضرت علامہ کی ہے اس لئے کہ آیات اور حدیث میں اگر نام اس عضو کا ہے تو مسائل شرعیہ کے بیان میں یا تائید موئین کے تقاضا پر ہے نہ کہ ایسے موقع محل پر جو محل نزاع ہے اور مسائل شرعیہ کے بیان میں ایسے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے بیان کا ایک سبب خاص ہے ہاں اگر شاہ صاحب ان احادیث و اخبار امامیہ پر طعن کرتے ہیں تو اسے بتانے مسئلہ شرعی کے اس عضو کا نام لیا گیا ہے تو یہ سبب خاص یا تمثیل صحیح ہوتا حالانکہ حدیث امامیہ میں ائمہ کرام کی زبان سے اس عضو کا نام مذکور ہے اور شاہ صاحب نے کسی پر کچھ اعتراض نہ کیا اور اس محل خاص پر جو اعتراض کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ارادلی عوام کو بھی اس قدر غیرت اور جیبا ہوتی ہے کہ اگر کوئی ان کی جو رو یا بیٹی کو لے جاوے تو وہ ایسا لفظ زبان پر نہ لاتے اور اپنی جو رو یا بیٹی کی نسبت حشر مگام کے غضب کر لینے کا لفظ زبان پر نہیں لاتے تو کیونکر ممکن ہے کہ جناب امام نے ایسا لفظ زبان سے نکالا ہو بلکہ اگر فی الواقع یہ نکاح بھجرا گراہ ہوا تھا اور بوجہ مظہر اسلام اور متمسک بشرعیت نے شاہ صاحب کا یہ قول کہ امام کی زبان پر لفظ فرج نامیہ زیادتی اس ہے اور میں شاہ صاحب کے اس قول پر تعجب نہیں اور یہ بیوردہ کیوں ہے جسے کوئی نہ حاکم نہیں کہتا واقعہ یہ ہے کہ قرآن میں کوئی جگہ لفظ فرج ذکر آیا ہے اور حضرت عائشہ نے اپنی زبان سے رسول اللہ کے عضو مخصوص کا کوئی مجلسوں اور مجلسوں میں فرمایا ہے۔

ہونے سے پہلے کے شرعاً ایسا نکاح کر دینا جائز تھا نہ کہ اس عبارت والفاظ کو چھوڑ کر ایسا کر یہ لفظ جس کے ہزار معنی بنائے جاویں مگر سمجھنے والے اور ہی کچھ سمجھتے ہیں زبان پر لاتے اور اس تقریر کا جواب خدا کے کلام میں اس لفظ کے ہونے یا حضرت عائشہ کے بنظر ضرورت مسئلہ شرعی کے اس لفظ کو زبان پر لانے سے نہیں ہوتا اس بنا میں ذالک (تیسرا قول) بعض علما شیعہ نے یہ خیال کر کے کہ نکاح کے ہونے سے انکار کرنا اپنی احادیث و اخبار کی کتابوں پر خط نسخ کھینچنا ہے اور روایت۔ (اول فرج غضب منا) کہ جو خاص کلینی نے کافی میں امام صادق علیہ السلام کی حدیث کر کے لکھی ہے غیر صحیح کہنا امام کو جھٹلانا ہے اور اس کو بغیر توجیہ و تاویل کے تسلیم کرنا عقل اور ایمان اور عزت سے ہاتھ اٹھانا ہے اس لئے اس کے معنی بنانے اور الفاظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف پھرنے پر آمادہ ہونے جب اس کو بھی پہلے سو دیکھا اور اس سے بھی کچھ مطلب حاصل نہ ہوا تب دوسری طرح کی تاویلات دور انداز کار کے جانب توجہ فرمائیں اور صبر اور وصیت اور تقیہ سے پناہ لی چنانچہ ہم ہر ایک تاویل کو بہ تفصیل بیان کرتے ہیں۔ (پہلی تاویل صبر) بعض علما شیعہ نے فرمایا ہے کہ جو معاملہ مناسب امیر کو پیش آیا اکثر انبیاء اور اوصیاء کو ایسے معاملے پیش آئے ہیں اور انہوں نے صبر فرمایا ہے اور اس سے ان کے درجات خدا نے بڑھائے ہیں جیسا کہ حضرت لوط پر بھی ایسا ہی واقعہ گزرا ہے چنانچہ حضرت لوط کے پاس جب فرشتے آدمی کی صورت ہو کر آئے اور ان کو کچھ شبہہ ہوا تو انہوں نے اپنی بیٹیاں ان کے سامنے کر دیں اور کہا کہ یا قوم ہولاء بناتی ہیں اظہر لکم کہ یہ میری بیٹیاں حاضر میں تمہارے واسطے اور یہاں چھپی ہیں تمہارے لئے اچھلکے مات فرمایا کہ ہولاء بناتی ان کتم فاعلمین کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اگر تم کو کچھ کرنا ہے کرو پس تعجب ہے کہ جب حضرت لوط پیغمبر خدا نے اپنی بیٹیاں سامنے کر دیں اور ایسا کلمہ لکھ لکھ رہاں سے کہا کہ اگر کرنا ہے تو یہ بیٹیاں حاضر میں اور اس کا ثبوت آیات قرآنی سے ہوتا ہے تو پھر نا صبیوں کا یہ اعتراض کہ حضرت امیر نے کیوں اپنی بیٹی عمر کو دے دی تھی اگر سب جیسا ہے جو جواب نا صبی حضرت لوط کے معاملے کا دیں گے وہی ہم مومنین کی طرف سے خیال کریں فقط چنانچہ قاضی نور اللہ شوسترسی نے مصائب العواصب میں اور علماء شیعہ نے اپنی کتابوں میں اس کو لکھا ہے اور علاوہ اس کے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق فرعون کی بھی مثالیں دی ہیں چنانچہ ہم ان سب کو لکھ کر اس کا جواب دیں گے۔

بالفعل بہ نسبت صبر جناب امیر کے جو کچھ حضرات نے فرمایا ہے اس کو ہم ایک کتاب میں
 صادم سے جو بعد ملاحظہ جناب مجتہد صاحب کے ۱۲۶۷ء ہجری میں مطبع جعفریہ یعنی مطبع
 اشاعتیہ میں چھپی ہے نقل کرتے ہیں گویا مولف نے اپنے تمام مجتہدین و علما کے اقوال
 کا خلاصہ اس میں لکھا ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کو غور سے دیکھیں اور اس بیچارے
 مولف کی اور ان کے مجتہدین و علما کی حیا و شرم کی دلیلیں اور ان کے حق میں باحسد
 و آفرین کہیں وہ ہونڈہ باغظ (تواب کا شمس نے وسط النہار ظاہر و مجہول ہے کہ ایسی صغیر سن میں
 کا نکاح ایسے شخص منظر الاسلام اور منظر اور مقرر کلام مرفومہ سے قربت و وصلت کا بھی مفید
 نہیں صرف ظہور اجبار شیخ فانی تھا اور اذیت رسانی اور مضطر کرنا اور بظاہر تہنک پہنچانا
 نفس رسول کو اور منظر اتمام حجت اور ثبوت غلبہ غالب کل غالب تھا نفس پر کہ اگر چہ در
 حقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت جو کہ ظاہر میں غایت مناکحت
 ہے بوجہ اقرار شیخ فانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے منع الوجود یقینی تھا اور باقیا
 ظاہر کے بھی اور باعتبار باطن کے از روئے علم باطنی کے بھی حضرت مولیٰ پر ہویدا تھا اور منظر
 السلام بظاہر مقرر رسالت و شراعی رسول انام سے قطع نظر اس کے بھی مناکحت ممنوعہ نہ
 نہیں تھی لیکن باعتبار ظاہر حال بنظر خواص و عوام البتہ کما انتہاک حرمت ولی خدا ظاہر
 کہ ایک سنگیتر مٹی ایسی صغیرہ کا ہا و صف و امامدی اور ابن عمی رسول اور مطلق ہونے ساتھ
 نفس رسول کے اور خیر گیر اور غالب کل غالب ہونے کے اور مخاطب بہ لافنا الاعلیٰ لاسینہ
 الاذوالفقار ہونے کے ایک شیخ فانی سے نکاح کرنا اور ہا وجود و پیشی استفادہ اعتدال و
 تکرار کے ایسے سید عرب و مجہا امیر المؤمنین کہ اس لقب کے خود صدیق و فاروق و صدیقہ
 نو اصب تک گواہ ہیں لوگوں کی نظر میں ایک شیخ نو مسلم ظاہری سے مغلوب دکھائی دیا
 اور مجبور کہلا دیں حتیٰ کہ بیٹی حوالہ کر دیں کہ نفس سرکش کسی بشر کا ہرگز باوصف ظہور علیہ
 اباحت شرعی کے بھی اس ہتک کو نہیں گوارا کر سکتا سوائے انبیاء و اوصیاء کے کہ صبر و رضا
 حضرات علیہم القینۃ والبرکات بہ عطائے حضرت کبریا انھیں پر ختم ہے کہ باوصف عطائے
 قوت و معجزہ صبر و تحمل بھی ایسا ہی ان کو عطا ہے یہ استفادہ اور حوصلہ کسی اور بشر کو نہیں
 حاصل کہ نفس پر اتنا غلبہ ہو سکے کہ انتہائے مرتبہ اور غایت کمال ہے غالب کل غالب
 ہونے کا اے مسلمانوں کہاں ہو کس میند میں سورہ ہے ہوزد اچو نکو ہوش میں آڈ اٹھ کر

بیٹھو اس بچہ نادان مؤلف سیف صادم اور اس کے پیران نابالغ یعنی مجتہدین و علما کی عقل و حیا پر فوج کر وان کے ایمان اور انصاف کے جانے پر مرثیہ پڑھوان کے حال زلزلہ پر رحم کرو دیکھو کہ کیسی عقل و حیا ان کی جاتی رہی ہے کہ عیب کو نہہر کر کے دکھلاتے ہیں اور بیٹے میں مہبت اہلبیت کے ان کی شان میں کیا کچھ کہتے ہیں جس کے سننے سے بدن پر عرشہ جس پر خیال کرنے سے دل کو لیزہ ہوتا ہے خیال کر دو کہ بے عزتی کو شجاعت کہتے ہیں بے حیائی کو صبر سے تعبیر کرتے ہیں اسے یاروہ کیسے دوست اہل بیت کے ہیں کہ ان حضرات عالی درجات پر جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی جن کی عصمت و عقمت پر یا کی نے قسم کھائی ان کی نسبت کیا کیا کہتے ہیں اسے بھائیو صبر اسی کا نام ہے ایک منافق بیٹی کو غصب کرے اور بجز واکراہ نکاح ناجائز گرا لے اور حضرت علیہم السلام بیٹھے بیٹھے دیکھا کریں اور سوائے سکوت کے زبان سے بھی کچھ نہ فرمادیں اور باوصف عطا سے قوت معجزہ و کرامات کے صبر و تحمل کو کام، فرمادیں خدا کی قسم ہے کہ میں تعصب کو دخل نہیں دیتا اپنے مذہب پر خیال نہیں کرتا بلکہ صرف عقل و حیا سے پوچھتا ہوں کہ جس کا نام حضرات شیعہ نے صبر رکھا ہے اور جس حالت کو صبر و تحمل سے تعبیر فرمایا ہے حقیقت میں وہ صبر و تحمل ہی ہے یا اس کی اور کچھ حقیقت ہے میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ انہوں نے وقاحت اور بے عزتی کا نام صبر و تحمل رکھا ہے اور محبت کے حیلے سے اہل بیت اطہار کو ذلیل کیا ہے نعوذ باللہ یہ کیا خرافات ہے جو شیعہ لکھتے ہیں ابھی کسی ادنیٰ عامی کے گھر جا کر کوئی شخص گروہ شجاعت میں بے نظیر اور قوت میں لاثانی اور مال و دولت میں لاجواب ہے اس کی بیٹی سے بجز واکراہ نکاح کرنے کا قصد کرے پھر تما شد دیکھے کہ وہ عامی چپ چاپ رہتا ہے یا اپنی جان و عزت پر قربان کرتا ہے معلوم نہیں کہ حضرات شیعہ نے امیر المؤمنین یسوع الدین صاحب ذوالفقار جباراً ممٹا طہار کی عورت اور مہمت اور شجاعت کو ادنیٰ آدمی کے برابر بھی خیال نہیں کیا اور وقاحت کو بنام صبر و تحمل کے قرار دیا ہے اور طرفہ ماجرایہ ہے کھنسی وقاحت کی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے جاتے ہیں اور ایسے الزام ان کو دیتے جاتے ہیں اور پھر بھی ان کو غالب کل غالب مطلوب کل طالب امیر البربرۃ قاتل مکفرہ و الفجرہ سید الابراہیم صاحب بہ لاقا الاعلیٰ لاسیف اللذوالفقار کہتے ہیں جاتے ہیں نہ خدا سے شرماتے ہیں نہ رسول کا لحاظ کرتے ہیں حقیقت میں دین و ایمان کو حضرات شیعہ نے بگاڑا اور شریعت محمدی کو انہوں نے درہم و برہم کیا اور شیطان کا نام

بدنام ہوا یہ یا میں شیطان کے دادا کو بھی نہ سوجھی ہوں گی جو ان حضرات کو سوجھی ہیں۔ شعر
 کار زلفت گشت مشک افشانی اما عاشقانہ مصلحت را چھتے برآ ہو چیں بستہ اند
 اب میں قصہ لوط کا بھی مختصر جواب لکھتا ہوں اور آئیہ کہ یہ کی تفسیر بیان کرتا ہوں
 پوشیدہ نہ رہے کہ آئیہ مذکور کے یہ معنی نہیں ہیں جو حضرات شیعہ نے تصور کئے ہیں کہ حضرت
 لوط نے ویسے ہی بلا نکاح اپنی بیٹیاں زنا کرنے کے لئے کسی کے سامنے کر دی ہوں
 بلکہ مراد حضرت لوط کی پیش کرنے سے یہ تھی کہ تم ان سے نکاح کرو اور چونکہ اس وقت نکاح
 کافر کے ساتھ جائز تھا اس لئے اس میں کوئی قباحت شرعی نہ تھی اسی واسطے حضرت لوط
 کی طرف سے خدا نے یہ الفاظ فرمائے ہیں ہن اظہر لکم کہ حضرت لوط نے یہ فرمایا کہ میری
 بیٹیاں تمہارے واسطے پاک و پاکیزہ ہیں اور طہارت نے نکاح کے نہیں ہوتی۔ اگر کوئی
 شیعہ کہے کہ ہم اس امر کو نہیں مانتے لفظ نکاح کا آئیہ میں نہیں ہے یہ جواب اس کے ہم
 کہیں گے وہ تفسیروں کو ملاحظہ کریں اور سنہیوں کی تفسیروں کو نہ دیکھیں اپنی ہی تفسیر
 سے اس کی سند لیں چنانچہ امین الدین طبری مجمع البیان میں جو کہ نہایت معتبر تفسیر شیعہ سے
 ہے اور طہران دارالاسطنت ایران میں چھپی ہے اسی آئیہ کے ذیل میں فرماتے ہیں (قال یا قوم
 ہولاء بناتی ہن اظہر لکم وکان سچوز فے شرعہ تزویج المومنہ من الکافر) کہ حضرت لوط کی
 شریعت میں نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا۔

اگر کوئی دانشمند شیعہ یہ کہے کہ گو اس آئیہ کے ان الفاظ سے مطلب نکاح کا ہو
 لیکن دوسری آئیہ میں تو صاف فعل کرنا مذکور ہے کہ (ہولاء بناتی ان کنتم فاعلین) کہ
 حضرت لوط نے کہا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم کرنے والے ہو تو کرو اس کے جواب میں بھی
 ہم انہیں کی تفسیروں پر رجوع کرتے ہیں اور جو ان آیات کا مطلب انہوں نے بیان کیا
 اس کو نقل کرتے ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان مذکور میں علامہ موصوف فرماتا ہے (کہ قول
 ان کنتم فاعلین کنایہ عن النکاح اسی ان کنتم متزوجین) کہ فعل سے مراد نکاح ہے یعنی
 اگر تم نکاح کیا چاہو تو یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔ اگر حضرات شیعہ کو ایک تفسیر پر اطمینان
 نہ ہو تو دوسری تفسیر کی عبارت بھی سنیں کہ فاضل کاشانی علماء شیعہ سے مخلصہ المنہج
 میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ (گفت لوط ای کہ وہ من این ہاد ختران من اندیشان
 لے لوط نے ان فرشتوں سے جو آدمیوں کی شکل میں آئے تھے کہا اے لوگو! یہ میری بیٹیاں لو اور یہ تمہارے بھتیجے اور تمہاری

را انخواہید کہ ایشیاں پاکیزہ اند شمار اور تزیین و خیران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت و تزیین
 مومنات بگزار جائز بود، الحاصل قصہ لوط سے اور واقعہ نکاح ام کلثوم سے کیا مانا
 ہے دونوں میں بڑا فرق ہے حضرت لوط کی شریعت میں نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز
 تھا اور ان کا کہنا زنا کے لئے نہ تھا بلکہ نکاح کے واسطے تھا اور پیغمبر خدا کی شریعت میں
 غیر کو نکاح ساتھ کافر کے حرام ہو گیا تھا اور مطابق اصول شیعہ کے دشمن اہل بیت
 اور ناصبی کے ساتھ بھی نکاح حرام تھا علاوہ بریں حضرت لوط کی بیٹیوں کو کوئی غضب
 کر کے لے نہیں گیا نہ ان کی عصمت و عصمت میں دخل آیا اور یہاں تو معاملہ برعکس ہے کہ حضرت
 نے نکاح بھی بیکر کر لیا جو کہ شرعاً جائز نہ تھا اور پھر ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے اور
 چند سال تک رکھا اور ان سے اولاد پیدا ہوئی پس دونوں شخصوں میں زمین و آسمان کا
 فرق ہے۔ اے حضرات شیعہ کہاں تک باتیں بناؤ گے کیا کیا تاویلیں کرو گے جو کچھ کہو
 گے اس میں جھوٹے ٹھہرو گے جو کچھ تاویل کرو گے اسی سے اہل بیت پر الزام دو گے اس
 بحث کو اول سے آخر تک دیکھ لو کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ اب لاف محبت
 زمار و اور صاف صاف ان کی دشمنی کا اقرار کرو اور اپنے ہر عقیدہ اور ہر مسئلے پر غور کر
 کے انصاف کرو کہ اس سے محبت اہل بیت کی ظاہر ہوتی یا عداوت اگر محبت اہل
 بیت ہوتی تو کیا ان کے جناب پاک کی نسبت ایسی ایسی وقاحت کی باتیں منسوب کرتے
 الکی تیان میں اسی اسی بے غیرتیاں کرتے استغفر اللہ استغفر اللہ۔ شعر

جامی چہ لاف میرنی از پاک دامنی بر خرقہ تو ایں ہمہ داغ شراب حسیت

جو کہ حضرت لوط کے قصے کا بھی جواب بخوبی ہو چکا اب میں حضرت ابراہیم علیہ

السلام کے قصے کا کچھ بیان کرتا ہوں بعض حضرات شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کی بی بی سارہ کو بھی ایک بادشاہ نے زبردستی چھین لیا تھا اور اس وقت حضرت
 ابراہیم سے سوائے صبر و دعا کے کچھ نہ ہوا چنانچہ مولف سیفہ صادم اس مضمون کو
 اس عبارت سے بیان کرتا ہے وہ ہوندرہ بلفظہ علاوہ اس کے تفسیر عزیزی سے ایک اور
 مختصر مضمون مقام حاجت ہم لکھتے ہیں زیادہ تفصیل تفسیر مذکور میں وہ دیکھ سکتے

ایضاً ماہ صفر ۲۱۶ھ لکھی ہیں مطلب یہ کہ لو کیوں کی شادی ان لوگوں سے بشرط ایمان لازم کی گئی ہے کہ

اس زمانہ میں کافروں سے مومن خواتین کی شادی جائز تھی۔

ہیں کہ ان کے پیر عزیز کی ہے المتصر کہ سارا بی بی حضرت ابراہیمؑ کی کہ بہت خوبصورت تھیں
بسبب ظلم و جورا شقیہا کے اپنے خاوند ابراہیم کے ساتھ بھرا نکلیں جب مصر میں
پہنچیں تو وہاں کا بادشاہ بہت جبار تھا اس کی عادت تھی کہ جو عورت خوش رو ہوتی تھی اس
کے خاوند کو مار ڈالتا تھا اور بھائی بند ہوتا تو اس سے چھین لیتا تھا عرض ان پر بھی وہی
نوبت پہنچی کہ پیادے ظالم کے حضرت کے پاس آئے اور پوچھا کہ یہ عورت تمہاری کون
ہے حضرت نے کہا کہ بہن ہے یعنی مراد حضرت کے دل میں تھی کہ دینی بہن ہے اور اولاد
آدم منصف فہم اس جگہ سے طریقہ تفسیر اور شعار انبیاء ایسے مقام مجبوری و اضطراب میں
خیال کر سکتا ہے کہ ادیب کو اس وقت واقف با انبیاء ہوتی ہے اور مومنین کو اس وقت ان سے
تو ناصح صاحب کو اگر کچھ بھی قوت منفعہ ہو تو سوجھیں اور شرم کریں کہ ان کے پیر عزیز خود
کیا لکھتے ہیں عرض پیادگان — شاہ مذکور نے ابراہیم کو تو چھوڑ دیا اور حضرت سارہ،
خاتون کو زبردستی لے گئے حضرت ابراہیم نے یہ حال دیکھا تو نماز و دعا میں مشغول ہوئے
اور حضرت سارا جب اس شقی کے پاس پہنچیں وہ شقی عاشق ہو گیا اور چاہا کہ بے ادب
یا لجمہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اس کا حال یہ ہو کہ دونوں ہاتھ خشک ہو گئے بوجہ
ہوا انجام کو حضرت سارہ نے دعا کی اچھا ہو گیا پھر بد ذاتی کی پھر وہی حال ہوا عرض،
تیسری دفعہ حضرت سارہ کو رخصت کیا اور باجرہ حوالہ کیں، ہم اس تحریر پر بھی آفرین
دہر جاگتے ہیں اور اس قصے کے اس موقع پر ذکر کرنے پر شاہ شاہ شاہ کہہ کر مؤلف
کا دل بڑھاتے ہیں کہ اس نے ایسے قصے کو چھڑا جس سے ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہے
اور ہم کو ایک حجت ان پر ہوتی ہے لیکن سخت حیرت ان کی عقل اور سمجھ پر ہے کہ اس میں
انہوں نے اپنا کیا فائدہ تصور کیا ہے یعنی خلاصہ اس قصے کا یہی ہے کہ حضرت ابراہیم کی
بی بی سارہ کو اس بادشاہ جبار کے آدمی پکڑ لے گئے اور جب اس شقی نے بے حرمتی کرنا
چاہی حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی خدا نے اس کا ہاتھ خشک کر دیا اور ان کی بی بی
کی عصمت کو بچا دیا بلکہ ایسا معجزہ دکھایا کہ جس کے سبب سے اس نے ایک لونڈی
باجراندر کی اب کوئی اس قصے کو حضرت ام کلثوم کے حال سے ملا دے کہ مطابق ہے
یا مخالف اگر حضرات ام کلثوم کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا کہ جب حضرت عمر ان
کو اپنے گھر لے گئے تھے تب حضرت علیؑ خدا سے دعا کرتے اور اللہ جل شانہ حضرت ابراہیم

کی طرح ان کی عصمت بچانے کے لئے عمر کا ہاتھ خشک کر دیتا اور ان کو ڈرا دیتا اور وہ معجزہ دیکھ کر صبح سالم ام کلثوم کو حضرت علی کے گھر بھیج دیتے بلکہ اپنی طرف سے ایک نوٹڈ می اور پیشکش کرتے اور تقصیر اپنی معاف کرتے تو بیشک قصدا براہیم و سارہ کا مطابق ان کے حال کے ہونا حالانکہ برخلاف اس کے حضرت عمر نے زبردستی ام کلثوم کا نکاح کر لیا اور اپنے گھر آٹھ دس برس تک ان کو رکھا اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی بھی ان سے پیدا ہوئی اور ان کے جینے ہی حضرت ام کلثوم ان کے گھر رہیں اور بعد ان کی وفات کے حضرت جعفر طیار کے بیٹے کے ساتھ ان کا نکاح ہوا پس تعجب ہے کہ خدا نے حضرت سارہ کی عصمت بچانے کے لئے تو معجزات دکھلائے بادشاہ جابر کا ہاتھ خشک کر دیا اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول کے غضب کا جب ایک منافق مرتد نے ارادہ کیا تو نہ حولا کے دریاٹھے غیرت کو جوش ہوا نہ اس کا فہرہ و جلال ظاہر ہوا نہ اس نے کوئی معجزہ دکھلایا نہ اس فاصب کا ہاتھ خشک کیا نہ کسی اور طرح پر اپنے رسول کی نواسی کو بچایا پس سوائے اس کے کیا کہا جاوے کہ شیعوں کا خدا بھی عمر سے ڈر گیا اور اس نے بھی خوف کے مارے کچھ دم نہ مارا یا آنکہ اپنے رسول کے دھی کی طرح اس نے بھی صبر کیا اور تحمل فرمایا چونکہ ادنی آدمیوں کو ایسے معاملات میں بے صبری ہو جاتی ہے اور وہ جان دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں مگر چونکہ امام اور دھی کا رتبہ اور درجہ سب سے بڑا ہوتا ہے اس لئے انہوں نے ایسے معاملے میں بھی صبر کیا (نعوذ باللہ من ہوا تمہم ومن سورہ عقیدہ تمہم) اس قصے میں ایک شبہ جہا بلاند اور رہا جاتا ہے جس کا رفع کرنا بھی مناسب سے وہ یہ ہے کہ تواریخ و سیر سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم کی بی بی کو اس جابر شقی نے کچھ دابلا یا حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی اس دعا پر خدا نے معجزہ دکھلایا اور اس کا ہاتھ خشک کیا اور حضرت علی نے بعد جانے ام کلثوم کے دعا نہیں کی کہ خدا اس کو قبول کرنا اور معجزہ دکھلانا فقط بے شک یہ سچ ہے کہ حضرت علی نے دعا نہیں کی اور یہ بھی درست ہے کہ جب خود حضرت امیر جن کی بیٹی غضب کی گئی تھوٹیں ہو گئے تو خدا کیا کرتا وہ بغیر دعا و سوال کے کیوں اپنا قہر نازل کرتا لیکن حضرت امیر کو دعا کا مانع کون تھا انہوں نے کیوں سکوت فرمایا اور دعا کے لئے انہوں نے اپنے گھر میں رات کے وقت کیوں دروازہ بند کر کے ہاتھ نہ پڑھایا اگر مقابلہ کرنے میں خوف جان کا اور لڑنے میں اندیشہ قتل کا تھا تو خیر ایک مجبوری تھی جس کے باعث سے خاموش ہو گئے لیکن گھر

میں رات کے وقت کس کا ڈر تھا جس کے سبب سے دعا تک نہ مانگی شاید خیال حضرت عمر کا ہو گا کہ وہ اکثر رات کو بھی گشت کے لئے نکلا کرتے اور لوگوں کی خبر لیا کرتے تھے اگر کہیں حضرت امیر کو دعا کرتے سن لیتے تو شاید ان کو تکلیف دیتے اور پھر وہی امر پیش آجاتا جس کے لحاظ سے حضرت امیر ساکت ہو گئے تھے یعنی خوف قتل مگر خیال اس وقت کرنا ضرور تھا جب کہ دعا کے لئے چلا نا ضرور ہوتا حالانکہ جہر دعا کے لئے ضرور نہیں ہے خدا، دل کی دعا کو بھی ویسا ہی سن لیتا ہے جیسا کہ زبان سے پلانے کو سنتا ہے پس دل ہی سے دعا کرنے اور زبان سے کچھ نہ فرماتے غرض تو مطلب حاصل ہونے سے تمھی پس حضرت امیر کے مقابلہ نہ کرنے کا سبب تو ہم نے مانا کہ خوف جان کا تھا اور آواز سے دعا نہ کرنے کے لئے بھی ہم نے معذور تصور کیا کہ اندیشہ عمر کے سن لینے کا تھا لیکن دل سے دعا نہ کرنے کا کوئی سمجھ میں نہیں آتا کاش کوئی شیعہ ہم کو بتادے اور ہمارا شبہ دور کر دے۔ اگر کوئی دانشمند یہ فرما دے کہ جب نکاح کر دیا تو پھر دعا مانگنے کی کیا ضرورت تھی معاذ اللہ معاذ اللہ عمر زانی اور فاسق نہ تھے جن کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے سے حضرت علی کچھ لحاظ فرماتے تو پس یہی قول ہمارا ہے پھر روایت اول فرج غصبت منا کو کیا کریں گے اور ان صد ہا اوراق کو جو اس نکاح کی توجیہ کے لئے ہیں کس آنکھ کے پانی سے دھو دیں گے اگر نفس الامر یہی ہے کہ حضرت علی حضرت عمر سے ماضی اور حضرت عمر حضرت علی سے خوش تھے اور دونوں ایمان اور اخلاص میں ایک دوسرے پر بھروسہ رکھتے تھے اس لئے اپنی خوشی سے نکاح کر دیا تو پس جھگڑا طے ہوا لیکن مذہب شیعہ کا بطلان کا شمس فی نصف النهار ثابت ہوا اگر حقیقت میں یہ بات جو ہم نے بیان کی، حضرات شیعہ تسلیم کر لیں تو ان کو سوائے اپنے مذہب کے چھوڑنے کے دوسرا چارہ نہیں اور اسی واسطے ان کے علما نے ہزاروں قسم کی تاویلات فرمادیں جن کی ضرورت نہ تھی لیکن اصل حقیقت کے بیان کرنے سے چشم پوشی کی کسی نے عذر خوف جان کا بیان کیا کسی نے اس کو صبر و تحمل پر محمول کیا کسی نے اس کے معارضے میں حضرت لوط کے قصے کو پیش کیا کسی نے حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کے پکڑے جانے پر بطور نظیر کے بیان کیا کسی نے حضرت ام کلثوم کی شکل پر چنبیہ کی شکل ہونے کا دعویٰ کیا بہر حال سب نظریں اور مثالیں اور حکایتیں بیان کرنا اور اس کے عذرات اور وجوہات پیش کرنا بلکہ اس

نکاح کو مثل مردار کے کھانے کے جو ضرور مباح و حلال ہو جاتا ہے سمجھنا کس لئے ہے اس لئے تاکہ یہ ثابت نہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائق زوجیت حضرت ام کلثوم کے تھے اور حضرت علی نے خوشی سے ان کے ساتھ نکاح کیا پس ایک حضرت عمرؓ کی فضیلت سے انکار کے واسطے کیا کیا توجیہات کی ہیں اور کیسے کیسے الزام حضرات اہل بیت پر دئے ہیں کہ کچھ ہو خواہ اہل بیت بدنام ہوں خواہ ان کی بنات طیبات مقصوبہ ٹھہریں خواہ ان کے اولیا پر وقاحت کا الزام آدے سب کچھ منظور اور قبول ہے لیکن حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اقرار نہ کیا کرتے ہیں نہ کریں گے۔

(دوسری تاویل و وصیت) جو کساو پر صبر و تحمل کی تاویل سے جواب دے چکے اب دوسری تاویل کو بیان کر کے اس کا رد کرتے ہیں۔ جب کہ حضرات شیعہ نے خیال کیا کہ صبر کی تاویل درست نہیں ہے اور بغیر کسی وجہ خاص کے ایسے نازک معاملے میں تحمل کا عند صیح نہیں اس لئے اس کی تائید دوسری طرح سے کی اور اس کے لئے ایک وجہ خاص پیدا کی یعنی وصیت کہ ناپغیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ حضرت سرور کائنات اپنے وصی اور امام اول کو وصیت فرما گئے تھے کہ وہ سونے میرے کچھ نہ کریں اور جو جو ظلم و ستم خلقا وجود کریں ان سب کی برداشت کریں اور جو جو واقعے پیش آنے والے تھے سب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امیر سے کہہ چکے تھے اور ہر ایک واقعہ پر صبر و تحمل کی وصیت کر گئے تھے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ وصی نبی کے حکم کے خلاف کرتے اور صبر کو پھوڑ دیتے چنانچہ اس مضمون کو قاضی نور اللہ شومستری نے اپنے مصائب میں بیان کیا ہے جس کا ترجمہ فارسی ازالۃ الغم میں مذکور ہے کہ اس کو ہم نقل کرتے ہیں وہو بذہ رو بعضی از جہاں ایشان گفتند کہ سپہ گنجائش دارو کہ علی تسلیم نکاح کند ابنتہ شو دلا بریں کہ شما وصف کردید و میگویم کہ این سخن جہل است بہ وجود تدبیر و بیان امیں آنست کہ چون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

سے جیسا کہ صاحب ترجمہ نے لکھا ہے کہ تجوز نزدیک در مقام ضرورت و اضطرار از ایجاب رخصت است چنانچہ تجزیہ تاول بیشتر حالات مفصّل و اضطرار ۱۷۔ سے بعض جاہل کہتے ہیں کہ جبکہ اس شخص کے اوصاف کہنے گئے ہیں تو ایسے کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دینے کو مان لینا علی کو ناممکن تھا اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ اس قسم کی گفتگو جہالت ہے اور واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے علی کو امیر و سرور کی وصیت کی اور اپنی وفات کے وقت حضرت علی کو لفظ بلفظ وہ سب کچھ بتا دیا۔ جو ان کے بعد ہو گا اس پر علی نے کہا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟

وسلم وصیت کر دلی را با نچہ محتاج بود در وقت وفات و معلوم ادر گردانید جمیع آنچه جاری
 خواهد شد از امر مستولین و اجداب بعد واحد پس علی گفت مرا بچہ امری کنی آنحضرت فرمود صبر
 کن تا مردم رجوع کنند بسوی تو از روی طوع پس آن هنگام قتال کن با ناکشین و قاسطین
 و مار قبین و با احدی از ثلاثہ منازعت مکن تا خود را بدست خود برہمکنیت از سی و مردم از
 نفاق یشتاق بر کردند پس علی علیہ السلام حافظ وصیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 بود بواسطہ حفظ دین تا مردم بہ جاہلیت بر نہ گردند و چون روزی خواستگاری ام کلثوم نمود علی
 متفکر شد و گفت اگر مانع شوم او قصد قتل من خواهد کرد و اگر قصد قتل من کند و ہمانخت
 کنم ادر از نفس خود بیرون روم اناطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مخالف وصیت
 اومی کنم و داخل میشود در دین آنچه مذکور می گردانان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس
 تسلیم انہہ دریں حال اصلاح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس تفویض
 نمود امرا را بخدا و دانستہ بود کہ آنچه بر غضب کرد و از اموال مسلمانان و از کتاب کردہ از انکار
 حق او و قعود بجای رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و تغیر احکام الہی و تبدیل فرائض خدا
 چنانچہ گذشت اعظم است نزد حق تعالی و اقطع و اشنع است از اعتصاب این فرج
 پس تسلیم کرد و صبر نمود چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر نموده بود مخلصہ اس
 کاہیست کہ حضرت امیر کو پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی کہ تم خلفائے ثلاثہ کے عہد میں کچھ نہ

البتہ حاشیہ ص ۲۱۲) ارشاد ہوا اس وقت تک صبر کرو جب کہ لوگ تمہاری جانب بختیاطت و فرا برداری رجوع ہوں
 اور پھر اس وقت معاہدہ شکن ظالموں اور دین سے خارج ہر نپولی جماعت سے جنگ کرو اور خلفائے ثلاثہ میں سے کسی سے
 تنازعہ نہ کرنا کہ خود ہا کہ نہ ہوا اور لوگوں کے نفاق و بد بختی سے محفوظ رہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کے
 بمطابق حفاظت اسلام ایک گہبان تھے تاکہ کوسم جاہلیت و کفر کو دربارہ اختیار نہ کریں اور جب مرتے ام کلثوم کے لئے پیام
 بھیجا تو علی متفکر ہوئے اور کہا اگر میں اس میں مانع و مزاحم ہوں تو میں جسے قتل کرے گا اور اگر خود کو قتل کرانے سے باز نہ آؤں
 تو رسول اللہ کی اطاعت سے خارج ہوا ہوتا ہوں اور ان کی وصیت کے خلاف عمل کرتا ہوں اور یہ سوچ کر قتل اور وصیت
 رسول کے خلاف رزوی نہ کرے اپنی بیٹی دینا مناسب خیال کیا۔ اور یہ کام اللہ کے حوالے کر دیا وہاں جاہلیکہ
 واقف ستھ کر عمر نے مسلمانوں کا مال غضب کیا حق علی سے انکار کرتے ہوئے رسول اللہ کی جگہ بیٹھنے
 احکام الہی میں تبدیلی و تحریف کی اور ان تمام امور فقہیہ کی موجودگی میں جیسا کہ رسول اللہ نے ارشاد
 فرمایا تھا۔ صبر سے کام لیا اور اپنی بیٹی کلثوم کی شادی کرنے پر بھی صبر کیا۔

کہتا اور نہ کچھ کرنا جو ظلم و ستم وہ چاہیں کریں سزا ہلانا جو کچھ چاہیں وہ غضب کر لیں کچھ نہ
 ہونا اس واسطے حضرت علیؑ نہ اصل معاملہ امامت و خلافت میں کچھ دم نہ مارا اور سکوت
 کامل اختیار فرمایا حالانکہ عمر کے خلیفہ ہونے سے جو کچھ خرابیاں ہوئیں وہ ظاہر میں پس خلافت
 کا غضب کرنا اور مسلمانوں کے مال پر تصرف ہونا اور جناب امیر کو الگ کر کے خود پیغمبر خدا
 کی جگہ پر بیٹھنا خدا کے نزدیک بہت بقیع اور شیئع تھا بہ نسبت غضب کرنے فرج ام کلثوم کے پس
 جب ایسے بڑے بقیع اور شیئع معاملہ میں سچی غضب خلافت میں حضرت پیغمبر خدا کی وصیت کے سبب حضرت علیؑ نے صبر
 کیا تو پھر ایک بیٹے کی شرمگاہ غضب کرنے پر مجبور فرمایا تو کیا تعجب ہے اور اس تقریر پر طے لگانے لکھتے قاضی نور اللہ شوستری
 مصائب النواصب میں اپنے جیاد و شرم کے جوہر دکھلانے میں اور فرماتے ہیں کہ دعویٰ
 کرنا خلافت کا جو عمر نے کیا اور بیٹھنا مسند رسول پر خدا کے نزدیک ہزار فرج کے غضب
 کرنے سے بھی زیادہ بُرا تھا چہ جائے فرج واحد کا ذکر ترجمہ نبی ازالۃ الغین و اداً شجر دعویٰ
 کردار پر ای تو فرما امامت از روی ظلم و جور و تعدی و خلاف بر خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ
 وسلم و بد فرج امامے کہ نصب کردہ او را خدا و رسول خدا و استیلای او بر امور مسلمانان پس حکم
 بر خلاف خدا و رسول اعظم است نزد حق تعالیٰ از اغتصاب ہزار فرج از زنان مومنہ چہ
 جائے فرج واحد، اے مومنین باجیا اور اے شیعیان باصفا تم کو اپنی حیا اور صفا کی قسم
 ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس تقریر لطیف کی لطافت دیکھو اور اس کے الفاظ اور
 منساہین کو سوچو کہ انہما اطہارا و زینات طیبات کی نسبت کیا کچھ فرمایا ہے اور نکاح ام کلثوم
 کو کن لفظوں سے تعبیر کیا ہے سبحان اللہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کی محبت کا دعویٰ
 بھی کرنا اور ان کی بنات طاہرات پر ایسی تہمت بھی کرنا اور ایسی بے ادبی کے الفاظ ان کی
 شان میں زبان سے نکالنا قریب ہے کہ زمین شق ہووے آسمان سے بجلی قہر کی گرسے کس
 منہ سے کس کی شان میں کی کہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ام کلثوم اس معصومہ کی بیٹی ہیں جس
 کی صورت کسی نے نہیں دیکھی جس کی عصمت کی عصمت نے قسم کھائی جب قیامت کے
 دن میدان محشر میں ان کا گزر ہوگا تب منادی ندا کرے گا کہ دغضوا ابصارکم یعنی سب اپنی
 نے سرنے ظلم و ستم کے ذریعہ اپنی خلافت امامت کا دعویٰ کیا اللہ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اس امام کو
 جس نے اللہ اور رسول نے مقرر کیا تھا غضب کر کے مسلمانوں پر قبضہ جمایا یہ تمام امور اللہ کے نزدیک ہزار شرم،
 گاہوں کے غضب کرنے کی بہ نسبت ایک (ام کلثوم کی) شرمگاہ حاصل کرنے کے تعلق سے زیادہ برے تھے۔

آنکھیں بند کر لو کہ رسول کی بیٹی عقیقہ معصومہ گزرتی ہے کسی کی اس پر نظر نہ پڑے عرض کہ جس کی ماں کی عصمت کی خدا کے نزدیک یہ قدر و منزلت ہووے اس کے جگر گوشہ کی حضرات امامیہ ایسی فضیلت و رسوائی بیان کریں اور جو باتیں ایک عامی کی نسبت کسی کی زبان سے نہ نکلیں۔ ان کو ایسی جناب کی شان میں بیان کریں رہا وصیت رسول خدا، علیہ التحیۃ والسلام کا یہ ایسا عذر ہے کہ نہ عقلاً لائق تسلیم ہے نہ نقلاً عقلاً اس لئے کہ پیغمبر خدا خدا واسطے ہدایت خلق کے مبعوث ہونے تھے ان کا کام تھا خود وہ کام کرنا جس میں لوگ گمراہی سے بچیں اور اذوں سے خصوصاً اپنے جانشینوں اور وصیوں سے وہ کام کرنا جس میں خلق خدا ضلالت سے محفوظ رہے پس کیونکہ عقل قبول کرنے کے پیغمبر خدا نے یہ وصیت حضرت امیر کو کی ہو کہ جو خلفائے ثلاثہ خلافت منصب کریں اور تمہارا حق چھین لیں اور لوگوں کے مال پر متصرف ہوویں اور خدا کی کتاب میں تحریف کریں اور میری سنت کو بدل لیں اور تمہاری بیٹیوں کو چھین لے جاویں مگر دم نہ مارنا اور چپ رہنا اور یہ سب جو روتم اپنے نفس پر گوارا کرنا بجلا کسی کی سمجھ میں یہ بات آدے گی کہ پیغمبر خدا نے ایسا فرمایا ہو خود بالمشہور منہ اس سے بڑھ کر اور کیا تہمت پیغمبر خدا پر ہوگی رہا یہ عذر کہ اس واسطے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ لوگ ظاہر اسلام نہ چھوڑ دیں اور علانیہ کفر و شرک نہ کرنے لگیں تو یہ امر بھی عقل کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر وہ لاکھ آدمی جنہوں نے برسوں پیغمبر خدا کی صحبت پائی ہو اور جنہوں نے ابتداء اسلام سے اس کی ترقی کے وقت تک وقتاً فوقتاً ایمان قبول کیا ہو اور جنہوں نے جہاد اور لڑائیوں میں اپنی جان دینے میں دریغ نہ کیا ہو اور جنہوں نے اپنی آنکھ سے ہزار ہا معجزات دیکھے ہوں اور جن کی شان میں خدا نے آیات فضیلت نازل کی ہوں وہ سب کے سب الایمان قلیلا منہم ایسے منافق اور ناقص الایمان ہوں کہ وہ صرف حضرت علی کے مقابلہ کرنے سے ساتھ خلفائے ثلاثہ کے ظاہری اسلام کو بھی چھوڑ دیں اور اپنے کفر اصلی کو ظاہر کر دیں اور علانیہ مشرک ہو جاویں اور باوجودیکہ حضرت امیر حق پر ہوں اور صرف مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کو ان کے دست تعدی سے محفوظ رکھنے اور خدا کے دین کو تغیر و تبدل سے بچانے اور لوگوں کے گمراہ نہ ہونے کے واسطے وہ ان کا مقابلہ اور ان سے مقابلہ کریں اور پھر بھی کوئی مسلمان ان کا ساتھ نہ دے بلکہ ساتھ دینا کیسا اسی قصور میں حضرت علی کو چھوڑ دیں اور ظاہری اسلام سے ہاتھ اٹھا کر بت پرستی اختیار کر لیں تو ایسی جماعت کے ایمان اور

اند اسلام سے کیا: ائمہ تھما اور بلکہ ان کا مسلمان رہنا اور کافر ہو جانا برابر تھا تو پھر پیغمبر خدا
 طیبہ النبیۃ والثناء کا وصیت فرمانا اور حضرت علی کو خیال کافر نہ ہونے ان لوگوں کے سبب پر
 تاکید کرنا کیا ضرور تھا اس لئے کہ جس امر کا اندیشہ تھا کہ لوگ ایمان و اسلام سے نہ پھیر جائیں،
 وہ موجود ہی تھا اور نہ سب کے سب ایمان و اسلام سے ہاتھ اٹھائے ہونے تھے ورنہ خیال
 کرنا چاہیے کہ اگر حضرت علی اس بات پر کہ ان کی خلافت نہ خافا و تجور نے غضب کی اور لوگوں کے
 مالوں پر تصرف کیا اور سنت نبوی کو تغیر کر دیا اور رسول کی نواسی کو غضب کر لے گئے ان خلفاء
 سے مقابلہ کرتے اور اصحاب رسول سے مدد پہنچتے تو وہ بجائے مدد دینے کے کلمہ شہادت سے
 بھی منکر ہو جاتے اور خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کا بھی انکار کرنے لگتے تو پھر ان کے
 اسلام کا لحاظ کیا ضروری تھا اگر ایسے دلی کافر ظاہری مسلمان ظاہر میں کارہ گورہتے تو کیا اور
 بت پرست ہو جاتے تو کیا صرف ان کے ظاہری اسلام کے لحاظ سے اس قدر ظلم و ستم اٹھانا
 اور خدا کے دین کو غارت ہونے دینا اور بیٹیوں کو چھین لے جانے دنیا کیا معنی اور ایسے،
 لوگوں کی خاطر وصیت کرنا پیغمبر خدا کا اور صبر و تحمل پر ثابت قدم رہنے کی اپنے دمی کو تاکید
 کرنے سے کیا حاصل تھا۔ اسے حضرات یہ معاملہ نکاح ام کلثوم کا اسان نہیں کہ (ادل) ریحہ
 فحستہ، نا، اہرہ کما، کو مال و دار و اس کو ایسی، پورچ لچر باتوں میں بہلاؤ و فرمائو، کہہ کر
 کہ اگر کسی شخص کا غلام یا خدیو کار یا ملازم جس نے چند ہی روز اپنے آقا کا نمک کھایا ہو وہ
 دیکھے کہ بعد مرنے اس آقا کے کوئی شخص اس کے مال کو غضب کرتا ہے یا اس کے خاندان
 کی کسی لڑکی کی عزت لیتا ہے، بارہ غضب کرنا کس کا عزت لینا کیا اور یہ سمجھے کہ ایسا، ارادہ، یہ،
 رکھتا ہے تو اگر وہ نمک، لال ہوگا تو ضرور اپنی بہان دینے پر مستعد ہوگا اور اپنے جیتے ہوئے اپنے
 آقا کی حرمت و عزت میں داغ شانے دے گا پس کیا چار لاکھ اصحاب رسول ہیں ایسے، مہمی
 ایسا تھا کہ وہ حضرت علی کا شریک، ہوتا اور پیغمبر خدا کے نہانان کی عصمت و عفت،
 پھانا اصحاب رسول کو جانے دوران، سب کو مراد اور، نیا، ہمسہ جو کیا، ہ، ہاشم میں بھی، کو، ہ،
 شخص نہ تھا جو اپنے بیٹیوں کی عزت، بچاتا اور وہ، تندی سے ایک، ہاشم کے ان کو ہاشم
 رکھتا شاید اس کا جواب حضرات شیعریہ دیں کہ پیغمبر خدا نے وصیت ممبر کا، کہ تھی، اور فرمایا
 تھا کہ کوئی شخص کتنا ہی ظلم کرے اور گوتہ ہاری، لڑکیوں کو غضب کر لیا و سے اور جو سپاہت
 سو کرے مگر کوئی دم نہ مارنا تب ہم کہیں گے کہ وہ وصیت جنگ شام اور حنین میں کیوں ہو

دی گئی اور کس لئے ہزاروں آدمی کا خون کرایا تب شاید فرمادیں کہ اس وصیت میں یہ بھی تھا کہ خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں کچھ نہ کرنا مگر معاویہ سے لڑنا تب ہم کہیں گے کہ وصیت پیغمبر خدا کی کیا ٹھہری مرزا و بیاور میرا نہیں کا مرثیہ ٹھہرا کہ جو مضمون ان کے ذہن میں آیا اسی وقت ایک روایت اپنی طرف سے جھوٹی سی بنائی اور اپنی شاعری دکھلا دی آخر اس وصیت کا کچھ سبب کوئی وجہ بھی ہے یا نہیں اگر یہ وجہ ہو کہ نوبت خون ریزی کی نہ پہنچے تو جنگ معاویہ میں وہ وجہ موجود تھی کہ ہزار ہا آدمی کے قتل کی نوبت آئی اور اگر یہ سبب ہو کہ کوئی اصحاب میں سے شریک نہ ہو گا نا حق علی کی جان بھاوے گی تو اس کا حال جنگ معاویہ میں کھل گیا کہ تمام مہاجرین اور انصار اور اہل صل و عقدا اور بزرگان دین حضرت علی کے ساتھ تھے اور ہزاروں ان کی اعانت میں شہید ہوئے تو کیا وہ لوگ جنہوں نے حضرت کو پیچھے بد دی پہلے بد نہ دیتے اور جس طرح معاویہ کے ساتھ لڑے اس طرح خلفاء کے ساتھ نہ لڑتے پس ممانت ظاہر ہے کہ یہ وصیت کا مضمون صرف بنایا ہوا اور ناقص تہمت رسول خدا علیہ السلام والذین آپ پر ہے اگر شک ہو تو ہم اس کو نقل بھی ثابت کرتے ہیں پوشیدہ نہ رہے کہ قطع نظر و لائل عقلی کے جس سے بطلان اس وصیت کا ثابت ہوتا ہے اگر ہم احادیث و اخبار پر کتب شیعہ کے غور کرتے ہیں تو اس سے بھی غلط ہونا اس کا معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ما حاصل وصیت کا یہ ہے کہ حضرت علی خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں صبر و تحمل کریں اور ان کے کسی ظلم و ستم پر کچھ نہ بولیں پس اگر حضرت علی ان کے زمانے میں صابر اور شاکر رہے ہوں اور ان کے ساتھ سنتی اور دشتی کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں اور ان کا مقابلہ نہ کیا ہو۔ تو بیشک ہم بھی تسلیم کر سکتے ہیں کہ شاید ایسی وصیت ہوئی ہو لیکن اگر یہ امر ثابت ہو جاوے کہ حضرت علی نے اپنے جلال و قہر کو کام نہ فرمایا اور خلفاء ثلاثہ سے برستی پیش آئے اور ان سے مقابلہ کیا اور ان کو ہر طرح پر ڈرایا اور ان کے قتل پر آمادہ ہوئے تو کیونکر ہم قبول کریں کہ پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی اس لئے کہ اگر وصیت کرتے تو ضرور حضرت علی اس پر عمل کرتے اور کسی امر میں چوں چرانہ فرماتے لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں تو حضرت امیر ان کا مقابلہ کریں اور مرنے ماننے پر مستعد ہو جاویں اور زمین نبوی کو بھلا دیں اور ایسے بڑے معاملے میں مثل غضب ام کلثوم کے صبر و تحمل کریں اور وصیت پر عمل فرمادیں یہ امر ہماری ناقص فہم کی سمجھ سے بالاتر ہے اس دقیق مضمون کو حضرات شیعہ ہی سمجھتے ہوں گے۔ اب ہم چند احادیث دہ

انبار کتب معتبرہ نشیور کے نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی ذر ازرا سی
 بات پر متاثر بلکہ سلفا کا کرتے اور ان کے قتل پر مستعد ہوتے تھے پہلی روایت (کشت الفہر
 علی محمد بن خالد سے ایک روایت لکھی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے
 انشاء خطبے میں لوگوں سے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ تم کو معلومات دینیہ اور معتقدات یقینیہ
 اور احکام شرعیہ محمدیہ سے پھیروں اور یہ کہوں کہ اس کو چھوڑ کر ان قواعدوں پر چلو جو باہلیت
 کے زمانے میں تھے تو تم میری اطاعت کرو گے یا نہیں کسی نے کچھ جواب نہ دیا جب تمین
 مرتبہ اسی طرح پر حضرت عمر نے پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا کہ اگر یہ حالت تمہاری ہم
 دیکھیں اور تم کو خدا کے دین پھیرا سوا پادیں تو دوسرا نائب ہم مطلب کریں اور اگر تم توبہ
 کرو تو تمہاری توبہ قبول کریں اگر توبہ نہ کرو تو تمہاری گردن ماریں حضرت عمر نے یہ سن کر کہا
 کہ الحمد للہ کہ ہمارے دین میں ابھی ایسے آدمی ہیں کہ اگر میں منحرف ہو جاؤں تو وہ مجھے راہ راست
 پر لائیں میں فقط پس جب حضرت علی حضرت عمر کے پوچھنے پر ایسا جواب دین اور ان کے
 قتل کرنے اور گردن مارنے پر اپنی مستعدی ظاہر کریں تو اگر حقیقت میں حضرت عمر دین سے
 پھر جانے اور احکام شرعیہ محمدیہ کو بدلتے تو حضرت علی اپنے قول کو پورا کرتے اور ضرر ان
 کو مار ہی ڈالتے پس حضرت علی سے مستعد کیونکر حضرت عمر کو اپنی بیٹی لیجانے دیتے اور
 کچھ چون و چرا کرتے اصل ترجمہ بلغظ اس حدیث کا یہ ہے (لقد روایت است از محمد بن
 خالد الضبی کہ روز سے عمر بن خطاب در انشاء خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواہم کہ شما از
 معلومات دینیہ و معتقدات یقینیہ و احکام شرعیہ محمدیہ صرف نمایم و گویم کہ از معتقدات برگزیدہ
 محمد بن خالد ضبی کا بیان ہے کہ ایک دن عمر بن خطاب نے انشاء خطبہ میں لوگوں سے پوچھا اگر میں تم کو امر نہ دینی
 اعتقادات یقینیہ اور احکام شرعیہ محمدیہ سے روگردان کر کے کہوں کہ اپنے اعتقادات اسلامی چھوڑ کر زمانہ جاہلیت
 کے قواعد و رسوم کو تو بتاؤ تم اس وقت کیا کرو گے؟ میرے کہنے پر چلو گے یا نہیں؟ یہ سن کر سب لوگ خاموش رہے
 اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عمر نے پھر دوبارہ اور سہ بارہ ہی پوچھا اس پر شاہ ولایت عقی نے کہا اگر تمہارا یہ
 حالت دیکھی جائے اور دین اسلام و محمدی سے روگردان پایا جائے تو دوسرا نائب طلب کریں گے اور اگر تم
 توبہ کرو گے تو تمہاری توبہ قبول کریں گے اور اگر توبہ نہ کرو گے تو تمہاری گردن افادیں گے شاہ ولایت کا یہ کلام
 سن کر عمر نے کہا الحمد للہ ہمارے دین میں جو امر و موجود ہیں اگر میں دین سے روگردان ہو جاؤں تو لوگ مجھے راہ راست
 پر لائیں ثابت کریں گے۔

در ہوش نمانید بقولہ کہ در زبان جاہلیت بود شما با من چه خواهید کرد آیا تابع من در آن خواهید شد یا مخالف من مردمان بہ نمازش شدند و سبکس جواب گفتند عمر دیگر بار ہمیں سخن ما عاودہ کرد از سبکس جو اسنے بند پس دیگر بار ہمیں مقاله عاودہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہر گاہ از تو این حالت مشاہدہ کرد و در نزدین مصطفیٰ منحرف یا بیم ناسب دیگر طلب کنیم و اگر توبہ کنی توبہ تریا قبول کنیم و اگر نکنی تریا کردن ز نیم عمر حوالہ اس سخن از شاہ اولیا شنیدہ گفتہ کہ در دین ما مردمان ہستند کہ اگر منحرف شویم ما را بطریق مستقیم منہم و ثابت دارند) اتنے بانظ۔

دوسری روایت) ملا باقر مجلسی نے حیوۃ القلوب میں ایک حدیث طویل نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمر فاروق کے دل میں اس قدر خوف اور ہیبت شاہ مردان کی تھی کہ مجرد دیکھنے کے لرزہ آجاتا تھا چنانچہ بعد لکھنے ایک قصہ طویل طویل کے اس مضمون کو ان لفظوں سے ادا کیا ہے (علی بن ابراہیم از ابو ذر ثلثہ روایت کردہ است کہ گفت روزی با عمر بن خطاب براسی می رفتم ناگاہ اضطرابے در یاد یافتم و صدای از سینہ او شنیدہ شد و مانند کسی کہ از ترس مدہوش شود و گفتن یہ می شود ترا ای عمر گفت گدازہ بینی شیر بیشیم شجاعت را و معدن کرم و فتوت را کشتند و ما غیال و باغیان و فیہ برنا شمتیر رار عمر را صاحبہ پیرا چون نظر کردم علی بن ابی طالب را دیدم رالی قولہ) نا این ساعت ترس او از دل من بدر نہ رفتہ است و ہر گاہ کہ او را بنیم چنین ہر سال می شوم) فقط پس اب اس حدیث سے زیادہ اور کیا سنا چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت علی کی صورت دیکھنے سے ڈرتے جاتے تھے اور ان کے بدن پر ہیبت سے لرزہ ہونے لگتا تھا اور ہیبت دیر تک ہوش و حواس ان کے درست نہ ہوتے تھے پس جب کہ حضرت علی کے دیکھنے سے یہ حال حضرت عمر کا ہوتا ہوا اور ان کے ہوش و حواس ان کی صورت دیکھنے سے جاتے رہتے ہوں تو کیوں کہ قیاس میں آدے کہ پھر ان کی بیٹی سے بچہ نکاح کر لیا ہوتا ہے حضرت شیبہ یہ فرمادیں کہ اس وقت حضرت علی کا، سلال جاتا رہا تھا بلکہ معاملہ برعکس ہو گیا تھا۔

شاہ علی بن ابراہیم نے ابو ذر کے ذریعہ بیان کیا کہ ایک دن میں عمر بن خطاب کے ساتھ جا رہا تھا اثناء روانہ میں انکو بقرہ دیکھا اور اذکار پڑھنے سے وہی آواز سنی جو خوف سے مدہوش ہوجاتا ہے کہ میں نے کہا اے عمر تمہیں کیا ہوا کیا تم شرمیلہ شہادت کرم جو انور کی کان گزرا اور بانہوں کو کھینچنے والے۔ یہ بیخیز صاحب تدبیر کو نہیں دیکھتے اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب مجھے دکھائی دینے زانقم عبارت اسوقت سے اب تک ان کا خوف میرے دل سے دور نہیں ہوا اور جب کبھی میں انہیں دیکھتا ہوں پورا دل پریشان ہوجاتا ہوا

تیسری روایت جناب مولوی سید ولد علی صاحب قبلہ عماد الاسلام میں لکھتے ہیں کہ کتب
 امیر میں لکھا ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ سب کے دروازے مسجد سے بند کریں گا
 اپنے اور علی کے دروازے کے بعد چند روز کے حضرت عباس نے عرض کی کہ میرے لئے بھی خدا
 سے عرض کیجئے کہ میرا دروازہ کھول دیا جاوے آپ نے کہا ممکن نہیں تب حضرت عباس نے کہا
 کہ ایک مینڈاب ہی کے لئے دعا کیجئے حضرت خاموش ہوئے اور خدا نے حضرت عباس کی
 درخواست ثانی کو منظور کیا پس حضرت خود اٹھے اور سب خواہش حضرت عباس کے شفقت
 خانہ پر پر نہالہ نصب کیا چنانچہ وہ پڑا تین برس تک زمانہ خلافت عمر میں قائم تھا ایک روز
 اس پر نالے کا پانی بہتا تھا کہ عمر کے کپڑوں پر گرا انہوں نے حکم دیا کہ یہ پر نہالہ اکھاڑ دیا جا
 چنانچہ وہ اکھاڑ دیا گیا اور عمر نے غیظ و غضب میں آکر کہا اگر کوئی اس کو پھر لگائے گا تو میں اس
 کی گردن ماروں گا حضرت عباس اپنے لڑکوں پر نگیہ کر کے اسی شدت مرض میں حضرت امیر کے
 پاس فریاد کو آئے اور کہا کہ میں در آتھیں رکھتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا دوسری باقی
 ہے یعنی علی بن ابی طالب میں نہ جانتا تھا کہ تمہارے جیتے جی مجھ پر یہ مصیبت ہوگی حضرت
 امیر نے فرمایا تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو دیکھو میں کیا کرتا ہوں رقم ناد سے یا قبر علی بنی
 القفار فتلہ ثم خرج الی المسجد والناس حولہ وقال یا قبر اصدقہ ورحمہ المیزاب الی مکانہ فصعد قبر
 فردہ الی موضعہ وقال علی وحق صاحبہذا القبر والنبر لمن قلعة قلع لا ضربین عذرة وحق الامر لہ
 بذکاة اصلہا ہانی الشمس حتی یشندوا فیبلغ ذلک عمر بن الخطاب تنہس ووشل المسجد ونظر الی المیزاب
 وہزنی مومندہ فقال لا یغضب احدًا بالحسن و فیما فعلہ وکنز عنہ عن الیمین فلما کان من الغداة
 مضی علی بن ابی طالب باسے عبد العباس فقال کہ کیف اصبحت یا عم قال بافضل النعم ما درست
 لی یا بن اخی فقال لہ یا عم ط ب نفسک وقرینا فواللہ لو تھا صنی اهل الارض فی المیزاب لخصتمہم
 ثم لقتلتمہم بحول اللہ وقرتہ ولانیا لک ضمیر ولا عم فقام العباس فقبل بن یئیدہ وقال یا بن اخی
 ماخاب من انت ناصرہ فکان ہذا فعل عمر بالعباس عم رسول اللہ وقد قال فی غیر موطن وصبیہ
 منہ فی عمہ ان عمی العباس یقیتہ الالباء والاسجد لو فاحفظونہ فیہ کل فی کنفی وانا فی کنف عمی العباس
 فمن اتاہ فقدا ذانی ومن عاواہ فقدا عاداتی فسلہ سلی وحرہ حرہ بے وقد اتاہ عمر فی ثلاثہ
 مواطن ظاہرہ غیر خفیہ منہا قصۃ المیزاب ولولا لآخرہ من علی علیہ السلام لم تیرکہ علی حالہ انتہی
 بلفظ میں حضرت امیر نے قبر کو آواز دی اور کہا کہ ذوالفقار لانا چنانچہ وہ ذوالفقار لایا اور

حضرت علی نے اس کو حائل کیا اور ہمراہ آدمیوں کے مسجد میں آئے اور قبر سے کہا کہ پرنا لے
کو جہاں تھا وہاں لگا دے۔ چنانچہ قبر نے لگایا بعد اس کے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم
ہے مجھ کو صاحب قبر و منبر کی کہ اگر کسی نے اس پر نالے کو اکھیڑا تو میں اس کی گردن ماروں
گا یہ خبر عمر کو پہنچی تب وہ مسجد میں آئے اور پر نالے کو اپنی جگہ دکھایا اور کہا کہ کوئی ابوالحسن یعنی
امیر کو غضب میں نہ لادے وقت صبح کے حضرت امیر نے حضرت عباس سے پوچھا کہ کیسے کیا
ہوا حضرت عباس نے کہا کہ جب تک تم زندہ ہو چہین و آرام سے گزرتی ہے حضرت امیر نے
فرمایا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر تمام اہل زمین مجھ سے بخصومت پیش آویں سب کو قتل کر دوں
فقط اس روایت کو مطاعن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھ کر محبتہ صاحب فرماتے ہیں
کہ اگر عمر کو علی کا خوف نہ ہوتا تو کبھی پر نالے کو اپنی جگہ پر لگانے نہ دیتے۔ غرضیکہ ایک ضعیف
بات یعنی پر نالے کے لگانے پر جناب امیر اسقدر غیظ و غضب میں آجادیں اور قبر سے
ذوالفقار منگاکر مسجد میں آویں اور اپنے سامنے کھڑے کھڑے پر نالہ نصب کر آویں اور باوجود
حضرت عمر کو تین برس گزر چکے تھے اور ان کی خلافت کا زمانہ شباب پر تھا اور پھر بھی ان سے
نہ ڈریں اور ان کے قتل کرنے پر مستعد ہو جاویں بلکہ تمام دنیا کے قتل کا بحالت مخالفت
دعویٰ کریں تو کیوں کر قیاس قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے ان کو وصیت صبر کی کی ہوگی اگر دائمی
حضرت نے وصیت کی، ہوتی تو اس واقعہ میزاب میں جناب امیر کیوں اس کو قبول جاتے اور
کس لئے ذوالفقار لے کر باہر آئے اور اگر حضرت علی سے حضرت عمر ڈرتے نہ ہوتے تو کیوں
وہ چپ ہو جاتے اور کس لئے ان کے لگائے ہوئے میزاب کو اکھڑا نہ دیتے عجب حال ہے
حضرات شیعوں کا کہ کبھی تو حضرت علی کو نصیر و لبرینا دیتے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر ان کے قہر و جلال کے
قصے بیان کرتے ہیں اور خفیت ضعیف معاملات میں ان کا قتل و قتال پر مستعد ہو جانا ثابت
کرتے ہیں اور کبھی ان کو ایسا خائف اور کمزور کر دیتے ہیں کہ بڑے بڑے معاملات میں ان کو صابر
شاکر کہتے ہیں کیا حضرات شیعوں کے نزدیک حضرت ام کلثوم کا غضب ہونا حضرت عباس کے سبب
خانہ کے میزاب کے برابر بھی نہ تھا کہ اس پر اسقدر غیظ و غضب ہوئے اور اس پر صبر و سکوت کیا
کیا یاد ہے۔ کاش جناب امیر میزاب کے معاملے میں سکوت فرماتے اور حضرت ام کلثوم کے
معاملے میں اپنے جلال و قہر کو ظاہر کرتے اور قبر سے ذوالفقار لے کر باہر آتے اور عمر کے قتل
کرنے اور گردن مارنے پر مستعد ہوتے تو یہ قہر و غضب بجائے خود ہوتا۔ معلوم نہیں کہ حضرات

شیعہ اس نکاح کو قبل از واقعہ میزاب کے روایت کرتے ہیں یا بعد اس کے اگر نکاح قبل از واقعہ میزاب تھا تو حضرت عباس کا جناب امیر کے پاس معاملہ میزاب میں فریاد کو آنا بعد از قباس ہے اس لئے کہ حضرت عباس خوب جانتے تھے کہ حضرت عمر کے ڈر سے انہوں نے بی بی کو دیر یا اور کچھ بھی نہ بولے تو کیونکر حضرت عباس پھر اپنے میزاب کے معاملے میں ان کے فریاد کو جانتے کیونکہ جب جناب امیر لڑکی کے معاملے میں نہ بولے اور صبر کیا تو پھر ایسے ضعیف معاملے میں کیا بولتے اور اگر یہ نکاح بعد از واقعہ میزاب ہوا تو جب حضرت عباس حضرت علی کو سمجھانے گئے تھے کہ عمر آمادہ فساد ہے تم نکاح ہونے دو ورنہ تم کو تکلیف دے گا تب اگر حضرت عباس اس قصے کو معمول گئے تھے تو جناب امیر یاد دلاتے کہ چچا تم کو یاد نہیں ہے۔ کہ تمہارے میزاب کے معاملے میں میں نے کیا کیا اور عمر کو کیسا ڈرا دیا پس کیونکر ایسے بڑے معاملے میں اس سے ڈر جاؤں اور اسی وقت قبضے سے تلوار منگا کر عمر کے پاس آتے اور ان کو میزاب کے معاملے کی طرح ڈرا دیتے اگر ایسا کرتے تو پھر کیا مجال عمر کی کہ وہ کچھ بولتے غرض کہ اب تو حضرات شیعہ ان روایات کو دیکھیں اور صبر یا وصیت کا نام زبان پر نہ لادیں اس لئے کہ ان روایات سے انکا ابطال ایسا نہیں ہوا ہے کہ کسی کو کچھ کہنے کی گنجائش رہی ہو (میسری تاویل تفسیر) اگرچہ جو کچھ ہم نے صبر اور وصیت کی تاویل میں بیان کیا اس کا بھی بطلان بخوبی ہو گیا لیکن خاص اس لفظ سے ہم کچھ بحث کرتے ہیں بعض علماء شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر کو حکم تفسیر کر کے کا تھا اس لئے وہ معذور و مجبور تھے اور نکاح کر دینے میں وہ بجا آوری فرمان الہی کی کرتے تھے اور امتثال امر الہی مقتضی اجر ہے چنانچہ اسی مضمون کو بایں الفاظ صاحب نزہت شامی نے بیان کیا ہے جو اب تحفہ کے ادا کیا ہے (قال المبین یہ تفسیر میگویند کہ شارع فعلی را کہ بطریق تفسیر واقع شود تمام مامور بہ قرار داد پس در نیجا آوردن آل امتثال امر الہی است و این معنی مقتضی اجر است اور اسی طرح پر سید مرتضیٰ ملقب بہ علم الہدیٰ اور ابن مطہر حلی نے بھی فرمایا ہے کہ یہ تفسیر اس سے زیادہ نہیں ہے جو کہ در باب است کے جناب امیر نے کیا اور صاحب نزہت کی یہ عبارت بمینہ ترجمہ مصائب النواصب کے اعتراض چہام کا ہے غرض کہ ان روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ جناب امیر نے تفسیر کے سبب نکاح کر دیا اور چونکہ حضرت امیر مامور بہ تفسیر تھے اس لئے اس سے نہ جس لوگ حضرت علی کی بات کہتے ہیں کہ انہوں نے تفسیر کیا اور شارع نے جس کو بطور تفسیر واقع ہو مامور بہ قرار دیا ہے اور امام کلثوم کی شادی کرنے کے بارے میں اللہ کے احکام بجالانے اور حکم الہی کی تعمیل و رجحان ثابت ہے۔

نکاح میں مستحق اجر ہوئے لیکن تاویل تفسیر کی باطل ہے چند وجوہ سے۔

درجہ اول، تفسیر خود بہت حضرات شیعہ کی ہے اہل بیت کو امام پروردگہی کسی امام نے نہ تفسیر کیا نہ وہ مامور بتقدیر تھے کہ اس کو ہم ہمیشہ تفسیر میں ثابت کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (درجہ دوم) تفسیر کرنے کے دو سبب خیال میں آتے ہیں یا خوف جان یا خوف عزت عزت تو اس نکاح کے کر دینے سے جاتی ہی رہی پس اسکا خوف تو باقی ہی نہ رہا جس کے لئے حاجت تفسیر کی ہوتی رہی، خوف جان اس کے سبب سے جناب امیر مامور بتقدیر نہ تھے اس کو علماء شیعہ نے خود تسلیم کیا ہے جیسا کہ تفسیر المکائد میں علامہ کنوری لکھتے ہیں کہ۔ (شیعیان ہرگز نمی گویند کہ حضرت امیر المؤمنین بسبب خوف ہلاکت جان خود ترک قتل و قتال ابو بکر کردہ بود بکہ می گویند کہ حضرت امیر المؤمنین سبب از فریض و واجبات راترک نکردہ و تفسیر بہت خوف ہلاکت بان خود بود بلکہ بہت خوف ہنگام مرگنا موس بود۔ در ہرم اگر تم تسلیم کریں کہ حضرت علی کو خوف جان کا تھا تو خود مفسر شیعہ اس کو قبول نہ کریں گے اس لئے کہ ان کے مذہبی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ اندر نہ نہ ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیر کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ بسبب شجاعت حضرت امیر کے پورا نہ ہوا جیسا کہ بلا باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی نے معاملہ فدک میں ابو بکر کو بہت سخت دست کہا اور ان سے معارضہ کیا تب حضرت ابو بکر نے گڑھ کو بلایا اور کہا کہ تم نے دیکھا کہ آج علی نے کیا کیا اگر ایک دفعہ اور ایسا ہی وہ کریں گے تو ہمارے سب کام درہم برہم ہو جاویں گے یہ سن کر عمر نے کہا کہ میری صلاح یہ ہے کہ علی قتل کر دیئے جاویں اور اس خدمت پر خالد بن ولید کو متعین کیا اور صبح کی نماز کا وقت ان کے قتل کا مقرر ہوا چنانچہ جب صبح کی نماز کو حضرت علی مسجد میں آئے اور پراہ تفسیر ابو بکر کے پیچھے نماز کو کھڑے ہوئے اور خالد تلوار باندھ کر حضرت علی کے برابر کھڑے ہوئے مگر جبکہ ابو بکر تشہد کے لئے بیٹھے تب ان کو ندا امت ہوئی اور فتنہ و فساد ڈرے اور شدت اور سطوت اور شجاعت حضرت امیر کی انکو معلوم تھی تب ایسا خوف ابو بکر پر غالب ہوا نماز ختم نہ کر سکے بار بار تشہد پڑھیں اور خوف کے مارے سلام نہ پھیریں آخر خالد سے کہا کہ جو کچھ علی نے تم سے بھی یہ نہیں کہتے کہ جناب امیر نے اپنی جان جانے کے خوف کے پیش نظر ابو بکر سے جنگ جمل ترک کی بلکہ شیعہ یہ کہتے ہیں کہ جناب امیر نے کوئی فرض روا جب ترک نہیں کیا اور آپ کا تفسیر کرنا اپنی جان جانے کے خوف کی وجہ نہ تھا بلکہ اس کا سبب ہنگام عزت و مامور تھا۔ اصل مہارت بخت تفسیر میں نقل ہوگی ۲ منہ۔

میں نے تم سے کہا ہے وہ نہ کرنا چنانچہ بعد نماز کے حضرت علی نے خالد سے پوچھا کہ تم سے ابو بکر نے کیا کہا تھا انہوں نے کہا کہ تمہارے قتل کو کہا تھا اور اگر وہ مجھے منع نہ کرتے تو ضرور میں تم کو مار ڈالتا کہ حضرت علی نے غصے میں آکر خالد کو بکیرا اور زمین پر دے مارا جب عمر نے چلانے لگے اور لوگ جمع ہو گئے تب حضرت امیر نے خالد کو تو جھپوڑ دیا اور گریبان ٹکر کا پکڑا اور کہا کہ اگر وصیت رسول خدا کی اور تقدیر الہی نہ ہوتی تو تم اس وقت دیکھتے کہ کون ضعیف ہے ہم یا تم اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت امیر نے خالد کو ایک انگلی پر اٹھایا اور ایسا دبا دیا کہ اس کی جان نکلنے کے قریب ہو گئی اور خالد نے پاخانہ پھیر دیا اور پاڈل میں ریشہ پڑ گیا اور بات زبان سے نہ نکل سکی اور جو کوئی نزدیک جاتا کہ خالد کو چھپا دے اس کی طرف شیر خدا ایسی غضب کی نگاہ سے دیکھتے کہ وہ ڈر کے مار سے لوٹ جاتا کہ آخر حضرت عباس آئے اور انہوں نے قسم دے کہ خالد کو چھپایا فقط اسے حضرت شیبہ اس روایت کو دیکھو اور شیر خدا وصی رسول کی شجاعت اور مردانگی پر خیال کرو اور معاملہ نکاح ام کلثوم پر نظر کرو اور سوچو کہ اگر نکاح بجز واکراہ ہوتا اور حضرت امیر کو منظور نہ ہوتا تو عمر کی یا کسی شخص کی مجال تھی کہ وہ جناب امیر کو ڈرا کر انکی بیٹی لے لیتا اور حضرت علی قتل کے خوف سے کچھ نہ کہتے اگر حضرت امیر کو حضرت عمر نے خوف دلایا تھا اور ان کے مارنے کی دھمکی دی تھی تو کیوں حضرت علی خاموش ہو گئے اور کس لئے عمر کو ایک انگلی پر اٹھا کر زمین پر نہ دے مانا اور اگر کوئی انکا حامی ہوا تھا تو کیوں اس کی طرف غضب کی نگاہ سے نہ دیکھا ہم اگر اس روایت کو ملاحظہ فرمایا جس کی قبول کر بن تو پھر کبھی ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں آسکتی کہ حضرت علی ام کلثوم کے نکاح میں ایسے خوف زدہ اور مضطرب ہو جاویں کہ کچھ نہ فرمادیں اور اپنی بیٹی کا غضب ہونا پسند کریں اگر اس روایت پر بھی خاطر جمع نہ ہو تو ہم دوسری سند شجاعت علی رضی اللہ عنہ کی بیان کرتے ہیں کہ ملاحظہ فرمائیے حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ (بعد از غضب فدک حضرت امیر المؤمنین ابو بکر نامہ نوشت در نہایت شدت و حدت و تہدید و وعید بسیار دوران درج نمود و چون ابو بکر نامہ را خواند بسیار ترسید و خواست کہ فدک را خلافت را ہر دور دکند پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کی ایک خطگی کے خط سے حضرت ابو بکر صدیق ایسا ڈر گئے کہ فدک اور خلافت چھوڑنے پر مستعد ہوئے تو حضرت علی کو کون مانع تھا کہ حضرت ام کلثوم کے معاملے میں بھی حضرت عمر کو ایک نامہ لکھتے اور اپنی شجاعت اور مردانگی کی یاد دلاتے اور جو تہور اور سطوت پہلے حضرت نے ظاہر کی تھی اس کا ذکر کر کے

ڈراتے حالاً کہ یہ بھی کسی روایت سے شیعوں کے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی نے کوئی خط لکھا ہو یا حضرت عمر کو ڈرایا ہو اگر اور کچھ نہ ہوتا تو حجت تو تمام ہو جاتی لیکن جناب امیر کے سکوت اور خاموشی کا سبب ایسے نازک معاملے میں ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور تفسیر کرنے کی کوئی وجہ ایسے بڑے عظیم امر میں ہم کو معلوم نہیں ہوتی شاید اس معاملے میں کوئی سراسر امانت سے ایسا ہو گا جو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا اسلئے کہ اسرا امانت کو سوائے ملک مقرب اور پیغمبرِ رسول کے اور مومن کامل کے دوسرا سمجھ ہی نہیں سکتا ہے جیسا کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین ہیں لکھتے ہیں کہ غالباً احوال و خفایا سی اسرا ریشاں نہ مطلق نمیداند و تاب شنیدن آن ہا ندارد مگر ملک مقرب یا پیغمبرِ رسول یا مومن کاملی کہ حق تعالیٰ دل اور امتحان کردہ باشد نہورا ایمان منور گردانیدہ باشد مجھے اس مقام پر ایک حدیث امام محمد باقر علیہ السلام کی یاد آتی ہے جو کہ کلینی نے بسند معتبر لکھی ہے کہ امام کی دس نشانیاں ہیں بمنجملہ ان نشانیوں کے نشانی نہم ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جو فضلہ امام سے جدا ہوتا ہے اس سے مشک کی بو آتی ہے اور زمین کو خدا نے موکل کر دیا ہے کہ وہ اس فضلے کو نگل جاتی ہے فقط پس نہایت تعجب ہے حضرات شیعہ سے کہ باوجودیکہ امام کے فضلے کی نسبت تو یہ اعتقاد کریں کہ اس کو زمین نگل جاتی ہے اور اس میں بدبو نہیں ہوتی بلکہ مشک کی بو اس سے آتی ہے اور پھر اسی امام کے جگر کے پارے اور بدن کے ٹکڑے کی نسبت یہ کہیں کہ اس کو ایک غاصب نے غصب کر لیا اسے حضرات شیعہ ذرا تو سوچو کہ فضلہ امام کا کس لئے زمین کو سپرد ہوا اور خدا نے کیوں اس میں مشک کی خوشبو رکھی اس واسطے کہ فضلہ ایک نمب اور ناپاک چیز ہے اگر وہ زمین پر رہے گا کیرے پیریں گے بدبو پھیلے گی لوگ دیکھ کر نفرت کریں گے اور چونکہ اس کو ایک تعلق امام سے ہے گو وہ تعلق نہایت تعلقات بعید سے ہے اس لئے خدا نے امام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے فضلے کو زمین کے سپرد کیا کہ وہ نگل جاوے تو کیا حضرت ام کلثوم جو حضرت سیدۃ النساء کی ایک بہنوئی تھیں اور حضرت علی کے جسم کی ایک ٹکڑا تھیں خدا کے نزدیک ایسی بے قدر تھیں کہ خدا نے ان کی کچھ بھی حفاظت نہ کی اور ان کو ایک غاصب کے پنجے سے نہ بچایا کیا ان کو کچھ بھی نسبت حضرت علی سے نہ تھی اور کیا ان کو کچھ تعلق سیدہ پاک سے نہ تھا اور کیا ان کی ایسی بے عزتی سے کچھ لوٹا

سہ حضرت علی کے غائب حالات اور مطلق اسرا کو مطلق جاتی ہیں اور آپ کے پوشیدہ حالات دامنار کرنے کی سکت لوگوں کو نہیں لاجرا سے علی

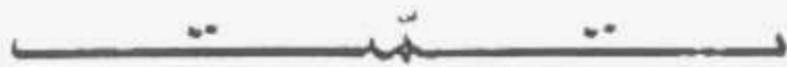
مقرب فرشتے پیغمبرِ رسول اور کامل مومن ہی جانتے ہیں کہ ان دونوں کا اللہ نے آسمان لیکھا نہیں تو ایمانی سے درخشان و تابناک رہتا

دامن پاک پر جناب امیر کے نہ آتا تھا اور کیا ان کے غضب سے کوئی داغ اٹھنا اظہار کی شان
 میں نہ لگتا تھا اسے بجا بیوہ اور سچو اور شرمناز اور انصاف کو دخل دو کہ سوائے اس کے کہ
 تم اقرار کرو کہ حضرت عمر صلاحیت و زوجیت کی رکھتے تھے اور کسی طرح پر یہ الزام رفع ہو
 سکتا ہے یا نہیں (چوتھا قول) جب کہ حضرات شیعہ نے دیکھا کہ نہ تاویل صبر کی درست
 ہوتی ہے نہ وصیت اور تقیہ کی توجیہ سے کچھ مطلب حاصل ہوتا ہے اس لئے بعضوں نے
 ان سب کو چھوڑ کر اور یہی دعویٰ کیا اور صحبت اور ہم بستری سے انکار کیا چنانچہ صاحب سیف
 صارم فرماتے ہیں (کہ اگر کچھ درحقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت
 جو کہ ظاہر میں غایت مناکحت ہے بموجب اقراء شیخ فانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ
 کے ممنوع الوجود یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے ہیں اور باعتبار باطن کے
 اندرون علم باطنی کے بھی حضرت مولیٰ پر ہند انکار اور پھر بعد چند اوراق کے مؤلف مذکور لکھتے
 ہیں کہ مواظظ حسینہ جناب غفران مآب وغیرہ باکتب حقہ میں جو اہل ایران تبصریح دیکھا چاہیں
 تو وہاں رجوع کر سکتے ہیں صاف واضح ہو گا کہ وصیت و قربت زن و شوہی ہرگز نہیں وقوع
 میں آئی بلکہ بطریقہ اہل بیت طاہرہ روایات صحیحہ منجر ہیں اس بات کے کہ ظاہر میں یہ رنج و
 صعوبت بے شک مولائے مؤمنین نے اپنے سر لیا لیکن حقیقت میں قربت و مواصلت با معصومہ
 ہرگز وقوع میں نہیں آئی بلکہ ازراہ اعجاز بہ عنایت کہ ہم کار ساز ایک جہنمہ مشککہ بشکل جناب
 معصومہ جو الہ کی گئیں اور جناب معصومہ تاحیات شیخ فانی نظر سے لوگوں کے غائب کی گئیں
 وزید التصریح فی المبسوطات) انتہی بلنظہر کہ مؤلف سیف صارم نے بعد اس عبارت کے
 بڑی بڑی کتابوں پر حوالہ دیا ہے اس سے مشتاقین کو اشتیاق ان کے دیکھنے کا بھی پیدا ہوا تاکہ
 معلوم ہو دے کہ ان کے بڑوں نے کیا نکات اسرارہ لکھے ہیں اسلئے میں انکے علماء اعلام کے توالی
 کو بھی نقل کرتا ہوں اور سامعین کے لئے سمالت منظرہ باقی نہیں رکھتا ہوں واضح ہو کہ
 قطب الاقطاب راوندی مؤلف خراج جراح نے یہ دعویٰ کیا ہے اور جناب مولوی دلدار
 علی صاحب قبلہ نے مواظظ حسینہ میں اس کو ان لفظوں سے بیان فرمایا ہے (گفت عرض نمودم
 نہ دیو دی شدہ میں سے امام جبر صادق سے عرض کیا لوگ ہم سے حجت کرتے ہیں در کتبہ میں کہ علی نے اپنی بیٹی کا بیٹا نہا سے کیوں شادی
 کی؟ امام جو تیکہ کے ہاتھ بیٹے ہوئے تھے سوچے کھوئے ہر بیٹے اور کہا کیا لوگ اس قسم کی باتوں کرتے ہیں اور اس شادی کا یقین کرتے ہیں
 تاکہ ہرگز نہ رات پر نہ کیوں گویا کیا بنا یا میر کو یہ قدرت نہ تھی کہ وہ علیہ نہا اور اپنی بیٹی کے درمیان حائل ہو جاتے۔ کتبہ دہ سب

بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کہ مخالفین برما حجت می اورند می گویند کہ چرا علی دختر خود
 را بخلیفہ ثانی داد پس حضرت صلوات اللہ علیہ کہ تکیہ کرده فتنہ فرزند در دست نشینہ فرمودند کہ
 آیا چنین حرفہا می گویند بدرستیکہ قوم کہ چنین زخم می کنند لایستندون سواء السبیل سبحان الذی بعثت
 امیر را این قدر قدرت بود کہ حامل شود میان خلیفہ دختر خود رخ می گویند کہ بہر گونہ چنین نبود
 بدرستیکہ چون خلیفہ ثانی پیغام عقد را بحضرت امیر داد حضرت انکار نمودند پس خلیفہ ثانی بدباس
 گفت کہ اگر دختر علی را بمن عقد نمیکنی سقایت و زمزم اندوست تو می گیرم پس عباس بخدمت
 حضرت امیر آمدہ تحقیق حال لاگفت حضرت انکار نمودند چون عباس باز الحاج نمود حضرت
 امیر با عباہ خود جنیہ را از اہل بخران طلبیدند و او یہودیہ بود پس او بہر حسب امر بصورت ام
 کلثوم مثل گمہ دید و حضرت امیر ام کلثوم را با عباہ خود از نظر با مستور گردانیدہ ند پس تا
 مدت و داد جنیہ پیش او مانند تا این کہ یک روز بعضی از قرآن در یافت نمود کہ زن او ام کلثوم
 نیست بلکہ بنی آدم ہم نیست گفت ندیدہ ام ساحترا ز نبی ہاشم کسی را و چون خواست کہ این
 امر را اظہار نماید خود گشتہ شد پس جنیہ بجانہ خود رفت و ام کلثوم ظاہر گردید انتہی) اسے
 حضرات شیخہ اپنے قطب لاقطاب اور اپنے قبلہ و کعبہ کے علم و عقل و فہم کی داد و اور اشکیان
 کے احسان کا ادا کر دیا کہ ایک نیکے میں سب مشکلیں حل کر دیں اور سفیوں ناھیبوں کے اعتراض
 کو ایک لطیفے میں دور کر دیا اور معصومہ کی عصمت و عفت بچانے کے لئے ان کی مفارقت

بیتہ حائزہ ص ۵۶) جوڑے اور پانچے میں واقع یہ کہ خلیفہ ثانی نے جناب امیر کو حسب شانہ کا پیام بھیجا تو آپ نے
 انکار کر دیا۔ اس خلیفہ ثانی نے جناب عباس سے کہا اگر علی کی لڑکی سے میری شادی نہ کر لے گا تو اپنی جان اور آپ زہم کا حق
 تمہارے قبضہ سے بے لوں گا اس پر عباس بن ابی ہریرہ کے پاس آئے اور حقیقت حال ظاہر کی۔ جناب امیر نے انکار کر دیا اور
 پھر جناب عباس کی عاجزی و انہاس پر جناب امیر نے بطور معجزہ ایک دیوی زادی اہل بخران سے طلب فرمایا جو بیرون تھی
 اور اس دیوی زادی بیویوں نے جناب امیر کے حکم کی تعمیل میں ام کلثوم کی عورت اختیار کر لی اور جناب امیر نے اپنے معجزے ذریعہ
 ام کلثوم کو گویا کہ نظر سے چھپا دیا اس طرح وہ دیوانہ دی بیویوں ایکہ عورت تک خلیفہ ثانی کے پاس رہی۔ ایکسول کن تریزہ
 سے خلیفہ ثانی نے معلوم کر کے کہہ ان کی بیوی ام کلثوم نہیں اور لطف یہ کہ انسان بھی نہیں ہے کہا میں نے جنر ہاشم سے زیورہ
 کسی اور کو با دو گز نہیں دیکھا۔ اور خلیفہ ثانی نے جب اس امر کا اظہار کرنا چاہا تو خود مارے گئے اور وہ دیوی زادی بیویوں اپنے
 گھر چلی گئی اور ام کلثوم ظاہر ہو گئیں اسے اللہ کو شاہد ہے کہ ہن تمام تراجم میں ہمارے استفسادات حقہ کا کوئی دخل نہیں تھا
 مستغفر اللہ ولی حسن کل زبیب و انوبالیہ۔ (مترجم)۔

یہ مسائنو حضرت عمر کے انکار کیا اور حضرت امیر کی قدرت اور معجزہ دکھلانے کے واسطے، ایک جینیہ کا بشکل ام کلثوم کے مشکل کر دینے کا دعویٰ کیا حقیقت میں اس تقریر سے تمام اعتراضات اہلبیوں کے باطل ہو گئے اب نہ کوئی معصومہ کی عنایت پر حزن رکھ سکتا ہے نہ کوئی حضرت امیر کو عاقل کہہ سکتا ہے نہ کوئی خلیفہ دوم کی فضیلت بیان کر سکتا ہے نہ اہل بیت کے ننگ و ناموس پر کوئی انگشت اٹھا سکتا ہے لیکن اس جواب میں یہ امر لائق عرض کرنے کے ہے کہ اگر جینیہ بشکل ام کلثوم کے بنا کر خلیفہ دوم کے پاس بھیج دی گئی تھی تو اولاد بھی اس سے پیدا ہوتی تھی یا کہ وہ ام کلثوم سے اور زید بن عمر جو بالغ ہو کر مرا مان اس کی وہی جینیہ تھی یا ام کلثوم؟ *



یہ کتاب دوسری بار مطبع مصطفائی لکھنؤ میں ۱۳۱۰ھ

چھپی تھی جس کا قطعہ تاریخ مولوی مجیب اللہ مرحوم

نے یہ لکھا تھا

از فیض طبع مہدی دین المعنی عصر مطبوعہ شد سالہ بے مثل لاجواب

تمام کتاب و نیز سن طبع اے مجیب آیات بینات رقم ساز با کتاب

۲۲۶ ۸۷۵

پھر پاکستان میں تیسری مرتبہ یہ کتاب مجسدا دارالاشاعت کراچی

کے زیر اہتمام شائع ہوئی تھی

اب چوتھی مرتبہ اس کا ایڈیشن بعد تصحیح شائع ہوا

جون ۱۹۷۵ء

آیات بینات

حمد دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

جو کہ ہم بحث نکاح کو حضرت ام کلثوم کی نہایت تفصیلاً کے ساتھ لکھ چکے اس لئے اب ہم پھر فضائل صحابہ لکھنا شروع کرتے ہیں لیکن جس قدر فضائل از روئے کتب معتبرہ شیوخ کے اب تک ہم نے لکھے ان سے قدرت خدا کی نظر آتی ہے کہ باوجودیکہ حضرات شیعہ حد سے زیادہ دشمن صحابہ سے رکھتے ہیں اور پھر بھی انہیں کتیبوں میں اس کثرت سے فضائل صحابہ کی روایتیں موجود ہیں اور جب تک کہ لفظ بہ لفظ اس کی نقل نہ کی جاوے اور کتاب کھول کر نہ دکھلائی جاوے تب تک حضرات امامیہ اسکا اقرار ہی نہیں کرتے اور جہاں تک ہو سکتا ہے انکار ہی کرتے رہتے ہیں چنانچہ جناب سلطان العلماء مولوی سید ولد دار علی صاحب اپنی موارم میں فرماتے ہیں کہ امام احمدیث فضائل صحابہ از طریق امامیہ باوجود کثرت احادیث مختلفہ در ہر امر جزئی از جزئیات اصحابہ و فرعیہ اگر تمام کتب احادیث امامیہ در قادیانہ نیت تفحص مطالعہ در آرد مطلقاً ان سمت کہ زیادہ از سہ چہار حدیث کہ سرد پاد در سمت نہ داشته باشد و سمت بہم نہ بیا ما احادیث مثالب ان ہا پس بلا اغراق این سمت کہ متجاوز از ہزار حدیث باشد لیکن اس قول کی تصدیق ہماری اس چھوٹی سی کتاب سے ہوتی ہے کہ بلا مبالغہ سور حدیث سے زیادہ فضائل صحابہ میں ہر روایت کتب معتبرہ شیوخ کے پہلے ہی حصہ میں موجود ہیں چنانچہ کچھ تو اب ہم لکھ چکے اور کچھ اب لکھتے ہیں۔ حضرات شیعہ کو اگر متون تک گنہ آتی ہو تو وہ شمار کر لیں کہ سٹو سے زیادہ روایتیں فضیلت میں صحابہ کی موجود ہیں یا نہیں اور سہ جانبہ صحابہ مطہرہ کلکتہ شیعہ پشت در وقت ہمہ سطرانہ فضائل صحابہ کی احادیث بطریق فرقہ امامیہ حرامی و فردوسی جزئیات میں مختلف ہیں اگر ایسی تمام کتب احادیث امامیہ بطریق تحقیق درق و درق کر کے دیکھیں جاہل تو نہیں نہ کہ صرف کتب احادیث میں لکھیں گی جن کا سرد امامیہ در سمت نہ ہوگی اور انکی تفحص کی احادیث جلاک و شبہ ہزار سے زیادہ ہیں

پھر اگر حضرات شیعوہ انصاف کریں اپنے علماء کے سوجہات پر بھی خیال فرمادیں اور خدا کو حاضر و ناظر بیان کرنا عقل کی ترازو میں ہمارا تعزیر کیا اور ان کے جواب کو تالیفیں اور اپنے تئیں اہل عدل سمجھ کر حق حق فرمادیں گے اس کا پلہ ہمارا ہی ہے اور کس کا ہلکا اور بعض وعناد کا تو کچھ علاج ہی نہیں ہے جو کہ حضرات شیعوہ دلی عداوت صحابہ سے رکھتے ہیں اس لئے انکی فضیلت کا کسی طرح پر اقرار نہیں کرتے اور کیا خدا کے کلام کو کیا رسول اور نبی کو کیا آئمہ کے اقوال کو جہاں تک ہو سکتا ہے تحریف لفظی و معنوی کر کے چاہتے ہیں کہ انکی زندگی ثابت نہ ہو کر ہونے آیت و یا بآی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون خدا اپنے دوستوں کی بندگان کیوں کو دشمنوں کی زبان سے ظاہر کر دیتا ہے اور بمقتضیٰ الفاضل ما شہدت یہ الاعلاء اس سے انکی فضیلت کو ثابت کرتا ہے چنانچہ ہم نے اپنی اس کتاب میں اس کا التزام کیا ہے کہ اپنی کتاب کے اس حصے کو صحابہ کے فضائل سے برداریات امامیہ ممبر دیں گے اور شیعوں ہی کی کتابوں سے اتنی سندیں ادیں گے کہ آخر کار وہ سنتے سنتے اور دیکھتے دیکھتے تنہک جاویں اور کلمہ شہادت میں ہمارے ترکیب ہو جاویں اور پھر اپنے فضلا اور مجتہدین کے انصاف کی داد دیں کہ باوجود موجود ہونے ایسی ذاتیوں اور مدنیوں کے انہوں نے فضائل صحابہ سے کیسا انکار کیا ہے اور جس مجتہد نے شیعوں کی کتابوں کے جواب لکھے ہیں اس میں بغض کو کتنا دخل دیا ہے خصوصاً پچھلے مجتہدین نے سوائے ایوں کے حقیقت میں کسی بات کا کچھ بھی جواب نہیں دیا اور جاہلوں کی سی باتوں سے اپنی کتابوں کو بھر دیا ہے اگر کسی کو شک ہو وہ مولوی ولد دار علی صاحب کی تالیفات کو دیکھے کہ وقت تحریر جواب ایسے حامی بن گئے ہیں اور خلاف شان علماء کے بات بات پر گالیاں دی ہیں مگر حقیقت میں یہ تصور ان کے مقبر ہونے اور تقدس کا نہیں ہے بلکہ یہ تصور اس تہذیب کا ہے جو عمر بھر پاک لوگوں کی زبان میں کہا گئے اور رات دن لعنت لعنت کہتے رہے جس نے موافق حدیث کے انہیں پر رحمت لائیں نے بہت سی کتابیں اس فن میں شیعوں اور سنیوں کی دیکھیں اور میری نظر سے بہت سے رسالے کلام کے گزرے اور اکثر لوگوں کے کلام میں شوخی بھی پائی لیکن وہ خوبی جو تالیفات میں جناب قبلہ مولوی سید ولد دار علی صاحب کے ہے وہ کسی میں نہ دیکھی حضرت کی داب تالیف کیا ہے کہ انکی تو دل بھر کے مولف کو جس کا جواب لکھتے ہیں گالیاں دینا اور پھر اس پر تبرا کرنا بعدہ کچھ تعریف پنے تجرا اور فضیلت اور تقدس کی فرمانا اور خود ہی اپنی زبان سے اپنی تالیف کی نسبت یہ کہنا

۱۲ پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۵ ترجمہ اور اللہ نہ رہے بن پوری کے اپنی روشنی اور پڑے بلایا میں منکر ۱۲۔

کہ گھٹان فقیر نہیں ست کہ دریں جزو زمان چشم روزگار نظیر اس کتاب نہ دیدہ باشد و گوش چہرہ
 بریں نشیندہ، جب اس سے فارغ ہوں گے تب شمارج از بحث گفتگو کریں گے اور درق کے
 ورتق ان باتوں کے لکھنے سے رنگیں کر دیں گے جن کو اس بحث کے کسی طرح کا کچھ بھی تعلق
 نہیں ہے صوفیوں کی برائیاں بیان کرنے لگیں گے اولیاء اللہ کی شان میں جو دل چاہے گا
 فرما دیں گے اور مؤلف کتاب کے کلام کے نقض کی طرف متوجہ ہوں گے تب کسی معتزلی یا کسی
 شیعہ یا کسی گم نام کو فاضل سنی قرار دے کر اس کے اقوال کو معارضہ میں پیش کریں گے جس کسی کو
 شک ہو وہ فراد و الفقار اور صوامر وغیرہ کو اٹھا کر دیکھے اور غور کرے کہ فقیر کے کلام کی تصدیق ہوتی
 ہے یا نہیں ذوالفقار میں صوفیوں کو گالی دینے کا کیا موقع تھا اور ان لوگوں کی شہرہ اور شہرہ کی
 بیتوں کی نقل کرنے سے جن کو علمائے کلام اپنے مناظرے میں آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور اپنے
 کسی اصولی فروعی مسئلے پر ان کو سند نہیں لاتے کیا حاصل تھا بجز اس کے کہ کتاب کو بڑا ہائیں اور
 اپنے رسالے کو ایسی پوچھ باتوں کے لکھنے سے موٹا کریں اور کیا نتیجہ نکلتا ہے صوامر کو دیکھے کہ
 اس کا کیا حال ہے کوئی ورق اور کوئی صفحہ اس کا ایسا نہیں ہے کہ جس میں مغالطات نہ ہوں سطریں
 کی سطریں گالیوں اور لعنت سے سیاہ ہیں اور صفحے کے صفحے پوچھ اور بیودہ باتوں سے بھرے
 ہوئے ہیں اور جہاں حضرت سداورد دلیل لائے ہیں وہاں اکثر اپنے استاد اور پیر ابن ابی الحدید
 معتزلی شیعہ کے اقوال مردودہ کو نقل کیا ہے کہ اگر کوئی بیچارہ سہا بل سنی اتنا بڑا نام جس میں دس حرف
 سے بھی زیادہ ہیں سنی اور عربی زبان میں بڑی لمبی چوڑی عبارت اس کی دیکھے اور سراسر مخالف
 اپنے مذہب کے اور مطابق حضرات شیعہ کے پاوے تو اس کو حیرت ہو دے اور یہ خیال کرے
 کہ شاید یہ کوئی بڑا عالم اور فاضل سنیوں کا ہے اور اس کا کلام بھی مستند بین العلماء ہے دہو کے
 میں اگر ان مسائل میں شک کرنے لگے حالانکہ جناب قبلہ و کعبہ نے یہ خیال نہ فرمایا کہ جو ادنیٰ درجے
 کے طالب علم ہیں اور مکتب میں شرح عقائد اور شرح مواقف پڑھتے ہیں وہ بھی اس امر سے بخوبی
 واقف ہیں کہ ابن ابی الحدید معتزلی ہے اور اپنے اعتزال کے ساتھ شیعہ کو ملائے ہوئے ہے کہ
 کے کلام کو اہل سنت کے معارضے میں پیش کرنا بعینہا ایسا ہے جیسا کہ حضرات زرارہ اور ہشام
 ابن حکم کے قولوں کا حوالہ دینا اس لئے کہ سنیوں کے نزدیک دونوں برابر ہیں اور بمقتضائے
 فقیر کا خیال ہے کہ اس جہد زمانہ کی آنکھوں نے اس عین کتاب دیکھی نہ ہوگی اور چرخ بریں گے کانوں نے اس قسم
 کے مضمون سماعت نہ کئے ہوں گے ع عبارت صوامر مطبوعہ بکر مکتبہ سنہ ۱۳۱۵ھ صدر ۱۲۲۵ھ

المکفر طرہ واحدہ کے پوجہ ترک سنت کے ابن ابی الحدید اور زنادارہ ایک دوسرے کے مہمان ہیں اور باوجودیکہ حضرت کی کتاب صوامم اسی کے اقوال مردودہ سے بھری ہوئی ہے پھر اس کتاب پر آپ کو اس قدر ناز ہے کہ اس کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے الفاظ ہی میں اس کی تعریف لکھتے لکھتے کاغذ میں جگہ نہیں رہی اور صرف اپنی کتاب ہی پر ناز نہیں کرتے بلکہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے طرف مقابل بننے پر بھی اپنا عار سمجھتے ہیں اور اس پر بھی افسوس ظاہر کرتے جاتے ہیں چنانچہ خطبے میں صوامم کے فرماتے ہیں کہ جب میں نے امام رازی کی کتاب نہایت العقول کا جواب لکھ لیا تو پھر مجھے دوسرے جواب لکھنے کی خواہش نہیں رہی (چہ معلوم سنت و پیدا و ظاہر ست و مہوید اگر چون شاہ باز طبیعت بقید سمرخ مضامین عالیہ خود گرفتہ باشند دیگر محالیب ہمت خود را بہ خون گوس کندیدہ نیالاید و سیکار ابقار افکار را بجواز خود آورده باشند گاہ التفات بہ طرف عجز و شوبانفرماند لیکن از آنجا کہ روزگار تا ہمارائی گذارد کہ ارباب ہم عالیہ از دست سفلیہ ناس و بیخبردان حق ناشناس نجات یافتہ دے با ستراحت بگذرانند و ابار و دشیا طین نمیشود کہ از اعتدال نبی آدم دے تغافل نمایند قبل ازین تقریباً بیچ شش سال باب دوزہم از کتاب بعضی ذوی الاذاب و از نقص مذہب عبرت جات رسالت مآب دریں بلکہ کہ بالفعل محل اقامت فقیر ست بردیافت و شبہات مومہ و ہدیانات ملعہ اور ہائے عوام مومنین لا منتقبض ساعت جہاں سنیاں راسر باوج مباہات رسید و آن صحیفہ

لہ یہ امر ظاہر عیاں ہے کہ جب شبہاز طبیعت نے سمرخ مضامین عالیہ کی عادت بنائی ہے تو پھر اپنی ہمت کے بچوں سے گرس کا خون جہاں نہیں چاہتا اور جو نادرہ یا کرہ انکار کو اپنے عقید میں لئے آئے وہ بوڑھی عورت کی جانب التفات نہیں کرتا۔ اس کے باوجود زائد تا ہمارا رباب ہم عالی کو اپنے دست سفلیہ پر در حق ناشناس بے عقول کو نجات دے کر ایک لمحہ کے لئے بھی ستراحت لینے نہیں دیتا۔ اور انسانوں کو ہکارتے سے شیطان ایک لمحہ تغافل نہیں کرتا اب سے تقریباً پانچ چھ سال قبل بعض کم مرتبہ لوگوں نے بارہواں باب عبرت رسالت مآب کے بارے میں اسی بارہ حیدر آباد کن میں جہاں یہ فقیر مقیم ہے ظاہر کیا ان مومہ شبہات و ہدیانات نے قلب مومنین کو منتقبض کیا کہ جس کی وجہ جہاں سنیوں کے مزاج مباہات تک پہنچا اور یہ مومن کتاب ان مغل کے اندھوں کے ان کے لئے عصائے نایب ثابت ہوئی نظر بر آن سنیوں کے امام کو ایک معتول دستاویز کے ساتھ جواب دینے کا خیال دامن گیر ہوتا کہ ان کی کتاب کو ملسر یا طل ثابت کرے لیکن اس کتاب میں بے ہودہ کلام اول سے آخر تک اہل بیت کی عادت کے سوا کچھ اور نہ تھا اس لئے میرا دل اس طرف متوجہ نہ ہوا اور میں نے ایسے جاہلوں سے گفتگو پسند نہیں کیا اور اس سائنس کے اندر میں نے خود سے مخاطب ہو کر کہا ایسے جاہل و غبی سے تم کو جو عبادہ و پیش ہے وہ جدید نہیں

عوضہ یا شہید عسائی کو ہی امین کو دریا طنان گم وید و اسحق و دریا بیاں چون بدل خود رجوع می نمود نظر
 پائیکه مثل کتاب نہایت العقول امام سفیان را بحجاب گفته و از سرتاپا متعفن و باطل ساخته ہرگز نہ بقض
 کلام نافر جام ناصب عداوت اہل بیت کہ از اول تا آخر آثار غیارت و سخایت ازان پیدا و امارت
 بغض و عداوت حضرت رسول ظاہر و مجید را مضمی نمیگیر وید و طرف گفتگو شدن با چنین سماجی مدبر عار
 دانستہ ہرگز بر خود نمی پسندید چون حال بریں مشوال مشاہدہ نمودم دل خود را مخاطب ساختم کہ قسم
 کہ امین مجاہدہ و معارضہ کہ ترا با چنین سماجی غبی پیش آندہ لیس اول قادر و کسرت فی الاسلام و طرف
 گفتگو شدن تو با مشال چنین نادرستان لیس ما عجیب من مجاہدہ الانبیاء و الکریم و الاولاد صیاء انعام مع
 معاصر ہم من الکفرۃ الفجرۃ الیام چو نظر نمی نمائی و نگاہ التفات نمی فرمائی بحال جناب حضرت ابراہیم
 و حضرت موسی و جناب ہارون علیہ السلام کے ہاں علوم و کمالات بتلا گم وید نہ بد مجاہدہ نمودن
 با مرد و مرد و فرعون ملعون کہ از کمال جہل و غیارت با وجود ظہور آثار مخلوقیت و بلوغ امارت افتخار
 دعویٰ خدائی می کردند و ہم چنین نگاہ کن بہ طرف جناب سید المرسلین صلعم کہ بالاتفاق افضل و اکمل
 مخلوق سنت چگونہ بتلا گم وید بہ مجاہدہ سماجی مشرکین قوم خود کہ بسبب فرط جہالت جہاد اتے چند را
 کہ خود می تراشیدند عبادت و پرستش می نمودند و ہم چنین اند کے از خواب غفلت بیدار شو و چشم
 بکش و ببین جناب باب مدینہ علم رسول را کہ بالاتفاق اعلم تاس بود بعد رسول خدا صلعم چہ قسم بتلا
 گم وید بہ معارضہ و مجاہدہ چند ناکس منافقین قریش و بہر گاہ حقیقت حال متوال باشد ناچار عنان
 التفات عالی خود را بقض کردن کلام مورد ظلام اور متعطف باید ساخت و بر استیصال ہنہایا نات
 ابرہہ حاشہ ص ۱ بلکہ اس قسم کی شیشیاں اسلام میں توڑی جا چکی ہیں۔ اولیے سے ناکا و لوگوں سے مجاہدہ و معارضہ بالکل ویسا
 ہی ہے جیسا کہ انبیاء اکرام اور معزز اومیانے اپنے ہم عصر کافروں فاجیروں اور ملعونوں سے کیا ہے اسلئے تم بالکل بھی
 ان کی طرف نظر نہ کرو اور متوجہ نہ ہو خاص حالات میں جناب ابراہیم و موسی و ہارون نے اپنے علوم و کمالات کی
 موجودگی میں مرد و مرد و ملعون فرعون سے جو عوائے الوہیبیت کرتا تھا مجاہدہ کیا۔ اسی طرح افضل و اکمل مخلوق سید
 المرسلین نے اپنی جاہلی مشرک قوم سے مجاہدہ کیا جو اپنی جہالت سے پیچروں کو خود تراش کر ان کی پوجا کرتے تھے اور
 خواب غفلت سے بیدار ہو کر اکٹھے کھول کر باب مدینہ العلم کو دیکھو جو تمام لوگوں سے زیادہ عالم تھے وہ بھی منافق و ناکاہ
 قریش سے مجاہدہ کے لئے بتلا گئے اور اگر یہی حالات در پیش ہوتے تو مجبوراً ہم اپنی بلند و بالا توجہ ان سنی علماء کے
 کلام کی تردید و تنقیص میں متصرف کریں گے اور ان کے بہرہ بردہ کو اس کا استیصال کریں گے یہ میں صراحت کے خطبہ
 کے الفاظ جو خلاصہ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔

ہے جو وہ اوجہت والا نہمت خود را باید گماشت انتہی لفظہ لخصاً، عرض کہ یہ چند سطریں کہیں
 کے تقدس اور تہذیب اور اجتہاد اور مقدار کی نمونہ ہیں باقی کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے لیکن
 اس سے بحث نہیں کرتے اور اس کے جواب میں ہم جابل اور عامی بن کر گالی کا جواب گالی سے
 ہیں دیتے ہاں حضرت کی لہن ترانیوں اور خود ستائی پر کبھی کبھی یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر کاش قبلہ
 بعد جواب بھی ایسے ہی دیتے جیسی گالیاں دی ہیں اور شاہ صاحب کے اعتراضات کو بھی اس
 ان سے رد فرماتے جس جواب سے اپنا تعریف نامتے ہیں تو عزیز چا خود ہوتی اور اس تہذیب اور شائستگی پر بھی،
 ایک پڑھائی یعنی یہ عیب بھی کچھ چھپ جاتا لیکن افسوس ہے کہ کسی مسئلے کے جواب میں حضرت نے
 اپنے وقار طبیعت کے جوہر نہ دکھلائے اور کسی عقیدے کے اثبات میں اپنے اجتہاد اور تجربہ کو
 گہر نہ فرمایا وہی پرانی باتیں جو ان کے پیشوا لکھتے آئے ہیں لکھ کر سکوت اختیار کیا اور انہیں لکھے،
 ہائیوں کو جو پشت در پشت سے سنتے آتے تھے نقل کر کے کتاب کو ختم کیا پس ہم کو افسوس اسی بات
 رہتا ہے کہ حضرت نے اپنے آپ کو انبیاء الواعزم کے ساتھ مشابہ بھی بنایا اور حضرت موسیٰ اور
 حضرت سید الانبیاء علیہ التیمہ والنشا کا عہدہ بھی اپنے ذمے لیا اور سیدالاصیاب مدینۃ العلم کی
 نیابت کا بھی دعویٰ کیا اور ہدایت تخلق کی اور ایک منافق جابل کا مثل مولوسی شاہ عبدالعزیز
 صاحب کے جن کی کم علمی اور بے بضاعتی اور جہالت سے نہ ہندوستان بلکہ عرب اور عجم کے لوگ
 ان واقف ہیں طرف مقابل بننا نہایت مجبوری سے گوارا کیا اور ایسے بڑے عار و ننگ کو صرف
 ایمان پاک کے دین و ایمان کی خاطر سے اختیار کیا مگر افسوس ہے کچھ کیر کے نہ دکھلایا اور جیتنا
 کوئی کیا تھا اسے پورا نہ کیا اور اپنے آپ کو ان علماء کے زمرے میں داخل کیا جن کی صفت جناب
 پر علیہ السلام اپنے ایک غلطے میں کرتے ہیں۔ **وان بغض الخلق الی اللہ تعالیٰ رجل قمش علما**
انہی اغباش الفتۃ سماہ اشباہ الناس و اراد لہم عالما ولم یعیث فی العلم یوماً سالما
انہما سکر ما قل منہ خیر ما کثر حتی اذا ارتوی من ماء الجن و اکثر من غیر طائل
جلس الناس مقیاً لتخلیص ما التبس علی غیرہ فان نزلت بہ احدی المبہمات ہبوا لہا
واراد حسوا الرائی فہو من قطع الشہات فی مثل نسیم العنکبوت لا یدری اخطا ام صا
اب جمالات خباط عشوات یعتمدونہا لا یعلم فیسلم ولا یعیث علی العلم لجنوس تا طعم فیفتقر
کمنہ الذم ماہ و تستعمل بقضائ العروج الحرام لالی اللہ ہا من رما در علیہ و اخلوا حل
ما فوض الیہ لوئک الذین حلت علیہم المثلث حقت علیہم النیاحۃ والکاد ایام الخیرۃ الدنیا۔

کہ سب خلق سے زیادہ ترقی مند خلق کے نزدیک وہ آدمی ہے جو آدمی اور حور سے علم کو جمع کر کے ننتہا
 وفساد کی تاریکی میں جلد جلد روشنی لائے اور جس کو ایسے لوگ جو آدمیوں کی صورت رکھتے ہیں اور حقیقت
 میں انسانیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں عالم فاضل کہنے لگتے ہیں حالانکہ وہ ایک دن بھی علم سے
 سروکار نہیں رکھتا صبح ہوئی اور اس چیز کے جمع کرنے پر متوجہ ہوا جس کی قلت بہتر ہے اس کی
 کثرت سے یعنی مال یہاں تک کہ جب بڑے نجس پانی سے پیٹ بھر لیا وہ مٹتی بن کر بیٹھا اور اپنی
 پوچھ لچھ رائے سے مشکلات اور شبہات کے حل کرنے پر آمادہ ہوا جس کی رائے ان کے حل کرنے
 میں وہی قوت رکھتی ہے جو کہ کلہمسی کے جالے کو ہوتی ہے یہ بھی نہیں جانتا کہ خود اس نے خطا کی
 یا صحت وہ اندھوں کے مافوق چلتا ہے اور ہر بات میں بے بصیرت ہوتا ہے اپنی لاعلمی کا غلہ نہیں
 کرتا نا کہ آفت سے بچ جاوے اور علم کو مضبوطی سے نہیں پکڑتا کہ قائمہ پاوے اس کے
 فتوے سے ناحق خون بہائے جاتے ہیں جو کہ اسی کو روکتے ہیں اور اس کے علم سے بہت سی حرام
 فریبین حلال ہو جاتی ہیں نہ وہ اس لائق ہوتا ہے جو اس سے پوچھا جاتا ہے نہ وہ اس کام کی اہلیت
 رکھتا ہے جو اس کے سپرد کیا جاتا ہے پس وہ اس میں ہے جس پر عذاب حلال ہو جاتا ہے اور
 اور جس پر نوسہ و نیکہ کرنا زندگی پھر واجب ہوتا ہے۔

میں نے جو کچھ کہا اس کا ثبوت خود جناب والا کی تالیفات اور جوابات سے ہوتا ہے چنانچہ
 میں نے اپنی اس کتاب میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کی ساری تالیفات سے جو یہ جواب تحفہ کے ہے
 بحث کر دیں گا اور کیا ذوالفقار اور کیا صوام اور کیا حسام سب ان کی تلواروں کے دارا نہیں
 کے ہاتھ سے انہیں کے منہ پر مار دوں گا اور جو کچھ انہوں نے ان کتابوں میں لکھا ہے اس کو جس بحث
 کے متعلق ہے بالانتیاب نقل کر کے اس کی خوبیاں ان کی پیروی کرنے والوں پر ظاہر کر دوں گا
 تاکہ مخالف بھی شہادت دینے لگیں اور زبان سے نہیں گمروں میں تو ضرور سنیں گے کہ کلمہ پڑھتے
 لگیں اور دقل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان دھوفا کا شور آسمان تک پہنچاویں۔

وہا ان اشرف فی بیان ما کتب فی صدوہ

جو کچھ میں نے اب تک لکھا یہ بیان میں فضائل صحابہ کے تھا کہ جس کو میں نے نہایت
 تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور خود شیعوں ہی کی کتابوں سے اس کو ثابت کیا اور جو کچھ جواب
 لیا پارہ ۱۰۱ ہونہی اسراشل رکوع ۹ ترجمہ اور کہہ دیا سچ اور نکل بیجا گامسوت اور بے شک جو کچھ ہے نکل بھاگنے والا ہونہی

ان کے عالموں نے دیئے ہیں ان کو موقع موقع پر نقل کیا اب میں ان اقوال کو شیعوں کے بیان کرتا ہوں جو تمام آیات اور احادیث و فضائل صحابہ سے دیتے ہیں اور اسی کے ضمن میں بہت کچھ روایتیں ان کے فضائل کی بھی موقع بہ موقع لکھتا جاؤں گا۔

جواب شیعوں کا بہ نسبت آیات فضیلت صحابہ کے

جو آیات قرآن مجید کی شان میں صحابہ کے ہیں اور جن میں سے چند آیتوں کو اوپر میں نے بیان کیا ہے ان کی نسبت شیعوں کی طرف سے عام جواب یہ ہے۔

جو آیتیں مہاجرین کی شان میں اور ان کی بزرگیوں میں خدا نے نازل کی ہیں اور اپنی رضامندی کا اظہار ان کی نسبت فرمایا ہے اس سے حضراتِ شیعہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہجرت کی صحت میں اور اس پر مستحق ثواب ہونے میں ایمان اور صحت نیت شرط ہے چنانچہ تقلید اپنے بزرگوں کی جناب مولوی دمدار علی صاحب قبلہ بھی ذوالفقار میں اس مقام پر جہاں کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے *والتابون الاولون من المهاجرین والانیار* کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں اسی سے ثابت ہے کہ باتفاق اہل اسلام اور صحت ہجرت و ترتیب ثواب بران ایمان شرط است و از نیابت کہ دلیل نمونہ خدا کہ درین ہجرت شریک ابو بکر بودہ مشرک بود چنانچہ در کتاب طبقات و اقدی تصریح باں واقع مقبول ہجرت نخواہد بود زیرا کہ باتفاق ایمان بشرط صحت عبادت است و ہم چنین باتفاق فریقین بشرط ترتیب ثواب بر ہجرت صحت نیت است چنانچہ دلالت میکند بران حدیث متواترہ انما الاعمال بالنیات و لکن امرء ما توی و من

سہ پارہ ۱۰ سورہ توبہ کو تا ۱۲ ترجمہ اور جو لوگ قدیم میں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مرد کرنے والے ۱۲ موضع کہ جانا چاہئے کہ ہجرت و ثواب کے پیش نظر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس کے لئے ایمان شرط ہے اور پھر خدا کی دلیل یہاں یہ ہے کہ ابو بکر جو ان کے ساتھ شریک ہجرت تھے مشرک تھے جیسا کہ طبقات میں واقعہ نے صراحت کی کہ انکی ہجرت مقبول نہیں کیونکہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ ہجرت کیلئے ایمان اور صحت عبادت شرط ہے نیز فریقین کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ ہجرت کیلئے صحیح نیت اور حصول ثواب شرط ہے لہذا عبادت ذوالفقار مطہرہ مطہرہ مجمع البحرین در حیا ۱۲ صفحہ ۶۷ و ۶۸ سطر ۲۲-۲۳ منہ لکھ جب کہ اس حدیث متواتر شاہد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے الخ اور یہ سب بخاری وغیرہ میں لکھا ہوا ہے سو جب تک ہم کو ابو بکر کی صحت نیت کا ثبوت نہ دے اس وقت تک ان پر آیت سابقون الاولون کا اطلاق نہیں ہوتا اور جب تک یقین نہ ہوا اس وقت تک انکو بلند مرتبہ پر اس آیت کے تحت نہیں لاکھتے۔

صحت حجرتہ الی اللہ ورسولہ^۱ و ہمہ انہا در اول صحیح بخاری وغیرہ مسطور است پس ما و امیکہ ما علم بہ صحت نیت الی بکر بہ ثبوت نرسد دخول او در مدخل این آیه متیقن نمی شود و متیقن نشود و احتیاج باین آیه بر علوم مرتبہ او نمی تواند شد و در نیز اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر جہاں کہ مولانا صاحب نے آیت **لَيَقْرَأُ الْمُهَاجِرِينَ الْاَشْرَاجِينَ** دیا ہے کہ کاؤ کہ کیا تھا مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ ہر فرض تسلیم فضیلت ہجرت و امثال آن از اعمال مشروط است بر ایمان باجماع و اتفاق اہل اسلام و درستی نیت چنانچہ بخاری و صحیح خود از لیست روایت نموده است کہ گفت شنیدم عمر خطاب را کہ بر منبری گفت کہ شنیدم رسول خدا را کہ می فرمود انما الاعمال بالنیات و انما نکل امرء ما نوى فمن كانت هجرته الی اللہ ورسولہ دن کانت ہجرتہ الی دنیا بیسیبہا اولی امرآة نیکہا ہجرتہ الی ما ہاجر الیہ و این پر دو فیما نحن فیہ و معرض عدم تسلیم است) اور پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ایضاً احتیاج باین آیت موقوف است کہ ثبوت رسد کہ ہجرت ابو بکر با جازت حضرت نبوی واقع شدہ و شیعیہ اس را قبول نہ اند و پھر ایک جگہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہجرت و نصرت ممدوح امری است کہ تعلق بہ صحت نیت دارد و آن امری است باطنی) اب میں اس قول کو چند طرح سے رد کرتا ہوں۔

اول جو سند احادیث بخاری کی قبلہ و کعبہ لائے ہیں اس سے سوائے اظہار فضیلت کے اور کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ ہر عمل میں نیت شرط ہے اور تمام فرقے اسلام کے بلکہ سارے اہل مذہب اس پر متفق ہیں کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ کوئی عمل بغیر نیت کے مقبول ہے تو اس حدیث کی نقل کرنے سے بجز بڑھانے عجم کتاب کے کیا فائدہ ہاں شاید مجتہد صاحب کی یہ عرض ہو کہ اس حدیث کو سن کر بعض جہلا شہہ میں پڑے جاویں اور یہ دہرہ کرنے لگیں کہ یہ حدیث انہیں ہجرت کہ نیا اول کی نسبت ہے جو کہ پیغمبر صاحب کے ساتھ آیا گئے پچھلے چند روز کے ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ کو آئے اور جن کی شان میں خدا نے آیتیں نازل کی ہیں تو اگر وہ سب کے سب مستحق ثواب ہوتے تو پیغمبر خدا علیہ التحیۃ و التسلیم حدیث نہ فرماتے اور صحت نیت کی شرط ترتب ثواب پر نہ کرتے پس ظاہر ہوتا ہے کہ شاید بعض اصحاب ایسے بھی تھے کہ جن کی نیت ہجرت میں پیغمبر نہ تھی تو یہ شہہ ان کی اس تکرار سے

۱ سورہ مشرکوں آرمہ واسطی ان منسلوک کے وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے گئے ہیں اپنے گھروں سے موصوفہ عبارت ذوالفقار طبیب و مطبع مجمع البحرين لدویہ نہ سورہ صفر ۲۱۵ سطر ۱۲۱۵ کہ ایضا سورہ صفر ۱۱۹ سطر ۸۹

کسی کو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ سب جانتے ہیں کہ ہجرت ختم نہیں ہوگی اور پیغمبر صاحب کی قید حیات تک جاری رہے گی اور سب لوگوں مثل مہاجرین اولین کے خاص خدا و رسول ہی کے لئے ہجرت نہ کریں گے بلکہ بعض بعض دنیا اور عورتوں کے پیچھے اپنے گھر چھوڑ جاویں گے جیسا کہ آج کے زمانے میں ہم لوگ اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ کوئی عورت کے پیچھے اپنا وطن چھوڑ دیتا ہے کوئی رشتہ کی خاطر سے مسلمان ہو جاتا ہے یعنی مسلمانوں کے ساتھ کھانے پینے لگتا ہے تو اس حدیث کا مضمون انہیں لوگوں کے حق میں صادق ہوگا علاوہ اسکے جتنا قبلہ و کعبہ کو چاہئے تھا کہ شان نزول اس حدیث کا احادیث کی شرحوں میں دیکھتے اور اس بات کو دریافت فرماتے کہ یہ حدیث کس کے حق میں اور کس کے لئے حضرت نے فرمائی ہے اور مہربانی کر کے اسی میں لکھ دیتے تاکہ ہم بھی ان کی دیانت کی داد دیتے اور ان کو اہل عدل کہتے مگر وہ اسے کیوں لکھتے اس لئے کہ اس سے تو ان کا مطلب ہی ہاتھ سے جاتا ہے چونکہ حضرت نے اس کو نہیں لکھا اس لئے میں شرح مشکوٰۃ شرح عبدالحق محدث دہلوی سے اسے لکھتا ہوں (واقع ہو کہ ایک شخص مدینے میں آیا تھا ایک عورت کی طلب کے لئے جس کا نام ام قیس تھا اس کے حق میں یہ حدیث پیغمبر خراسی علیہ السلام نے فرمائی چنانچہ اس کو مہاجر ام قیس کہتے تھے کہ اس نے ہجرت عورت کے پیچھے کی تھی) اب اے حضرات شیعہ اپنے قبلہ و کعبہ کی تقدس اور دیانت کی داد دو اور جو کچھ انہوں نے سن کر انیاں فرمائی ہیں اس پر غور کرو چنانچہ خود حضرت نے صوامم میں نسبت شاہ صاحب قدس سرہ کے فرماتے ہیں کہ می بیاید ہر گاہ شعور داشته باشد ارادہ تصنیف و تالیف نماید مادامیکہ قابلیت آن بہم نرساند باجملہ با متحان رسید کہ ناصب عداوت اہل بیت ہر گاہ مسئلہ علیہ کہ اندک وقتی داشته باشد در اشالی تحریر آں دست و پاگرمی کند از ناخجلہ است این مقام کہ در ان کمال انتشار و پرآگندگی بکار بردہ لیکن نہ فہمید کہ ہر گاہ آتش قہر الہی مورد مستوفد گردید بہرہ ترو خشک او خواهد رسید و بیاد فنا خواهد رسید و سچ جیلہ و مکہ در ان وقت مفید نخواہد

۱۱۔ جب شعور آیا ہو گا ان قابلیت پیدا ہوئی ہوگی اس وقت لکھا ہوگا اور امتحان و تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اہل بیت کے دشمنوں کے معمولی مسائل کی تحریر سے بھی ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ جس پر ان کی سنی ہوگی اور وہ یہ نہیں سمجھے کہ جس وقت آتش قہر الہی بھڑکے گی تو ان کے نکلنے کو جولو کہ از قاف میں لٹا دے گا اور اس وقت کوئی جیلہ و فریب کا آواز نہ لگے گا ۱۲۔ عہد جبارت صوامم مطبوعہ ہند لکھنؤ ۱۳۱۵ھ پشت و حق میں مطبوعہ ۱۳۱۵ھ

آقا و انتہی بلفظہ ملخصاً، اب کوئی مؤمن منصف انصاف کرے کہ یہ مضمون خود جناب قبلہ و کعبہ پر اس روایت میں کتنا صادق ہے کہ انہوں نے کلام کو کتنا منتشر کیا ہے اور دھوکہ دینے کے لئے بیچ میں کی حدیث کا ذکر فرمایا ہے مہاجرین کو اس سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے حقیقت میں قبلہ و کعبہ نے سچ فرمایا کہ تمہی یا ید انسان ہر گنا شعور و ائنتہ باشدارا و نصیبن قتالیف نہ نماید مادامیکہ قابلیت آن بہم نرساند) دوسرے یہ فرمانا حضرت کا کہ (باتفاق اہل اسلام در صحت ہجرت و ترتیب ثواب بران ایمان شرط است یہ بیان بھی سچ اور بالکل اور بالکل ٹھیک ہے نہ اس کے لئے کسی آیت کی سند لانے کی حاجت ہے نہ کسی حدیث کے نقل کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ فرمانا کہ (پس مادامیکہ مارا علم بہ صحت نیت اپنی بکرہ ثبوت نہ رسد و غول اور مدلول این آیت متیقن نمی شود) میں ہم کو جرح ہے چند طرح سے اول جناب صاحب تحفہ قدس سرہ نے اس آیت کو صرف شان حضرت صدیق اکبر ہی کے نہیں فرمایا بلکہ سب مہاجرین کے فضائل میں اس کو نقل کیا ہے پس حضرت نے سب کا ذکر تو چھوڑ دیا صرف نام حضرت صدیق اکبر ہی کا لکھا یہ خلاف داب مناظرہ کے ہے اگر شاہ صاحب اس آیت کو خاص نسبت صدیق اکبر کے بیان کرتے تو ان کو بھی جواب میں انہیں کے نام کی قید کرنی مناسب تھی واذلیس فلیس دوسرے اگر بہ خیال اس کے کہ حضرت صدیق اکبر مہاجرین میں بھی اول درجہ رکھتے ہیں اور ان کی نسبت اس قضیہ کی ابطال سے اور ان کے قضیہ کا ابطال خود اسی دلیل سے ہوگا حضرت قبلہ و کعبہ نے ان کا نام لکھا ہے تو خیر ہم اس سے بحث نہیں کرتے اسی کا جواب دیتے ہیں کہ آپ کو صحت نیت کا علم کیونکر ہو دے اور کس طرح آپ اس علم کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر یہ خیال کر کے کہ (ان امریت) باطنی (سوائے خدا کے دوسرے نہیں جانتا تو ہم تسلیم کرتے ہیں اور آپ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں یقین ہے کہ خدا نے اب آپ کو اس کا حال قبر میں بتلایا ہوگا اور ابوبکر صدیق کی صحت نیت کا اب حال آپ پر کھل گیا ہوگا

لہ جب تک انسان میں قابلیت پیدا نہ ہو اس وقت تک تالیف و تعنیف نہ کرے بلکہ شعور حاصل کرنے کے بعد سلسلہ تالیف و تعنیف آغاز کرے لہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ہجرت کی صحت اور حصول ثواب کے لئے ایمان لانا شرط ہے لہ اور جب تک ابوبکر کی صحت نیت کا ثبوت ہمیں بذل جائے اس وقت تک یہ آیت ان پر حیا نہیں ہوتی لہ کہ وہ ایک باطنی امر ہے ۱۲ ع عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لہجہ

اور اگر آپ نیت کا حال ان کے اعمال سے جو ہجرت کے انہوں نے کئے دریافت کرنا چاہتے ہیں تو اپنے ہی علماء کے اقوال سے دریافت کر لیجئے اور پیغمبر خدا کا ان کے گھر جانا اور اپنے ساتھ لے کر غار کو چلنا اور راہ میں ابو بکر صدیق کا حضرت کو دوش پر چڑھانا اور اپنے گھر سے کھانا پہنچانا ان سب باتوں کا اپنی ہی کتابوں سے ثبوت دیکھ لیجئے کہ اس کو ہم نہایت تفصیل کے ساتھ آیہ غار کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں جس کو دیکھنا ہوا اس کتاب کے چند ورق الٹ کر اس ساری بحث کو جس پر حقیقت میں یہ مضمون صادق ہے کہ دریں جزو زمان چشم روزگار نظیر اس بحث یعنی فضیلت صدیق اکبر از آیہ غار تدریہ باشد گوش چرخ بریں نشید، تو اس کے لئے اس مقام پر بھی ہم ایک روایت لکھتے ہیں جسے صاحب تحفہ نے ملا عبد اللہ کی کتاب اظہار الحق سے نقل کیا ہے کہ وہ خود اپنے ہم مذہبوں کے اس انکار کو پوچھ اور یہودہ کہتا ہے کہ اقال کہ (جو اب گفتن اس سخن بہار کتاب آنکہ در سبق ہجرت و نصرت ایمان شرط است و آن شخص یعنی ابو بکر معاذ اللہ ہیچ وقت ایمان نہ داشته چنانچہ فعل از سنوح ناخوشی با امیر المؤمنین از انصاف و درست) مجتہد صاحب قبلہ اپنی ذوالفقار میں اس روایت کی نسبت فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم است کہ یا ملا عبد اللہ انامیہ نبودہ یا این کہ جامع کلمات این مزخرفات را از پیش خود داخل نموده دیا مراد او از ایمان ، دریں مقام اسلام است و معلوم است کہ خلیفہ اول از اول ایمان بہرہ نداشت با اتفاق من علماء الامامیہ، اس جواب میں تین امر مجتہد صاحب نے لکھے ہیں اول انکار کرنا ملا عبد اللہ مشہدی کے امامیہ ہونے سے جس پر ہم ابھی زیادہ بحث نہیں کرتے اگر مجتہد صاحب اپنے سارے علماء کے امامیہ ہونے سے منکر ہو جائیں ہمارا کچھ حرج نہیں ہے اگرچہ سارے علماء اس زمانہ تک کبھی کسی آنکھ نے اس بحث میں ایسی مثال یعنی صدیق اکبر کی فضیلت کو آیت غار نہ دیکھی ہوگی اور آپ کی افضلیت آسمان کے کافوں نے کبھی نہ سنی ہوگی کہ اس امر کے جواب دینے میں کہنا لازم ہے کہ ہجرت و نصرت اسلام میں ایمان لانا شرط ہے اور ابو بکر کسی وقت بھی ایمان نہیں لائے یہ کہا گناہ اور امیر المؤمنین کی ناخوشی کا باعث ہے نیز انصاف سے بھی دور ہے کہ معلوم ہے کہ ملا عبد اللہ یا توشیحہ نہ تھے یا پھر ان مقام لغویات کو انہوں نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے یا پھر ایمان سے یہاں اسلام مراد ہوا اور یہ بات معلوم ہے کہ خلیفہ اول با اتفاق علماء شیعہ ابتدا میں اسلام نہیں لائے ۱۲۔ حدیث ذوالفقار مطبوعہ مطبع جمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۷ھ ص ۵۵ سطر ۱۶۔ ۱۲۔ منہ۔

نے ملا عبد اللہ کے امامیہ ہونے پر بہت کچھ ثبوت دیا ہے مگر ہم مجتہد صاحب ہی کی بات کو
 مانتے ہیں اور اس کے امامیہ ہونے کا ثبوت دینا لغو سمجھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ صرف اس
 لئے مجتہد صاحب نے اس کے امامیہ ہونے سے انکار کیا ہے کہ وہ صحابہ کے ایمان کا
 قائل ہے تو اس کا ثبوت ان علما امامیہ کے اقوال سے بھی ہوتا ہے جو کہ مجتہد صاحب
 کے پیشوا ہیں اور جن کے قول کو کالوہی المنزل من السماء جانتے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ
 شوستری مجالس المؤمنین میں فرماتے ہیں (کہ اما آنکہ تکفیر ابو بکر و عمر بہ شیعہ نسبت نمود
 است یعنی سنت بے اصل کہ در کتب اصول ایشان ازاں اثرے نیست و مذہب ایشان
 ہمیں سنت کہ مخالفان علی فاستق اند و محاربان او کافر اند) اس کا جواب جب مجتہد صاحب
 نے کچھ نہ دیکھا اور قاضی نور اللہ شوستری کے امامیہ ہونے سے انکار کرنا خلاف ایمان
 جانا تو دوسری طرح سے اس قول کو باطل کرنا چاہنا چنانچہ اس کے جواب میں ذوالفقار
 میں فرماتے ہیں (کہ پوشیدہ نمائند کہ اس کلام بر تقدیر صحت و صدور آن را فاضل قادیان
 مقصود ما و مفید مطلوب اونمی شود زیرا کہ سابق گزشتہ کہ فاستق در مقابلہ مومن اطلاق
 شد) اب کوئی اس دھوکہ دینے کو خیال کرے کہ قاضی نور اللہ صاحب مولف اور مجالس المؤمنین
 سی مشہور کتاب پر بھی جناب علامی فہامی فرماتے ہیں (کہ بر تقدیر صحت و صدور آن از
 فاضل گویان لفظوں میں اس کا بھی انکار کرتے ہیں مگر صاف انکار کرنے سے کچھ تقدیر
 کا لحاظ فرماتے ہیں اگر حضرت کو دیانت کا دعویٰ تھا تو چاہیے تھا کہ ایسا دھوکہ نہ دیتے اور
 مجالس المؤمنین کی اصل عبارت کو جس میں کچھ تحریف نہ ہوئی ہوتی نقل کر دیتے چنانچہ بجز
 اس کے کہ شاہ صاحب لکھتے ہیں (کہ نسبت تکفیر بجناب شیخین کما بل سنت و جماعت
 سنہ شیعوں کی طرف بہ نسبت کرنا کہ یہ الہد بکر و عمر کو کافر کہتے ہیں یہ وہ قول ہے جس کا کوئی ثبوت شیعوں کی کتب
 میں موجود نہیں البتہ شیعوں کا مذہب یہ ہے کہ علی کے مخالف فاستق اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔
 سمہ واضح رہے کہ فاضل شوستری کا یہ بیان ہمارے مقصود مقصد پر ضرب اور ان کے مطلب کے لئے مفید
 نہیں کیونکہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ مومن کا لفظ فاستق کے مقابلہ میں آیا ہے سمہ بر بنا صحت و بیان فاضل
 شوستری سمہ شیخین کو کافر کہنے کی نسبت شیعوں کی جانب اہل سنت جو بتاتے ہیں یہ ایک بے اصل
 اور لغو بات ہے کیونکہ اس ثبوت شیعوں کی کتب اصول میں نہیں ہے۔ سمہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع
 مجمع البیروتیہ ص ۲۸۸ صفحہ ۵۲ سطر ۲۰ منہ عنہ ایضاً صفحہ ۲۸ سطر ۲۲-۲۳ منہ

بہ شیعہ نمودہ اند سنی سنت بنی اصل کہ در کتب اصول ایشان اناں اثر می نیست، اور بلفظہ عبارت مجالس المؤمنین کی وہ ہے جو او پر ہم نے نقل کی اگر کسی کو شک ہووے مجالس المؤمنین کو دیکھ لے اور مجتہد صاحب کے (بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل) لکھنے پر داد دے اور سب سے زیادہ مجھے یہ حیرت ہے کہ ایسے مجتہد فاضل نے (بر تقدیر صحت) اس عبارت کی نسبت کیونکر فرمایا اس لئے کہ مجالس المؤمنین میں نہایت شد و مد سے ملا نور اللہ شومتری نے تکفیر حضرات شیخین سے انکار کیا ہے اور صرف انہیں چند لفظوں سے اپنے انکار کو ثابت نہیں کیا بلکہ بہت لمبی چوڑی تقریر کی ہے چنانچہ مجلس سوم میں

فرماتے ہیں تہ

کہ ان ایام و ایں مقدمہ دفع تو یہی سنت کہ در او ہام عامہ استقرار یافتہ کہ شیعہ امامیہ تکفیر جمیع یا اکثر صحابہ می نمایند و ایں معنی را مستبعد یافتہ عوام مہذب خود را بہ تقریر آن از مذہب حق متغیر نمودہ از راہ بردہ اند و چگونہ چنین باشد و حالانکہ افضل المتحققین خواجہ نصیر الدین طوسی در کتاب تجرید فرمودہ کہ محاربوا علی کفرہ و محافلہ فستہ و ظاہرست کہ اکثر صحابہ با تحفرت محاربہ نہ کردہ اند بلکہ بہ قوت کثرت خیل و حشم بے نیت استعمال سیف و علم در مقام مخالفت درآمدہ بہ استقلال غصب منصب عزت رسول متعال نمودہ اند انتہی بلفظہ، غرضکہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی نور اللہ شومتری نے یہ دلیل قطعی تکفیر سے ان صحابہ کے جنہوں نے حضرت علی سے لڑائی نہیں کی بلکہ صرف مخالفت کی ہے انکار کیا ہے اس لئے کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ اس مقدمے کے لکھنے سے ہمارے غرض شد بہ باصحت لبان فاضل شومتری علیہ بر بنا صحت۔

اس مقدمہ کا مطلب ان ماطن اور ہام کا ردیفہ ہے جو عام لوگوں کے ذہن نشین ہے کہ شیعہ لوگ تمام صحابہ یا اکثر صحابہ کو کافر کہتے ہیں اور اس دم کی وجہ عام لوگ مذہب حق سے نفرت کرنے لگے ہیں اور ان سے دور ہو گئے ہیں لاکہ صحابہ کافر نہیں ہو سکتے خواجہ طوسی نے اپنی کتاب تجرید میں لکھا ہے کہ علی سے لڑنے والے کافر اور مخالفت علی کرنے والے ناستق ہیں اور یہ امر واضح ہے کہ صحابہ نے حضرت سے جنگ نہیں کی بلکہ قوت شان و شوکت اور سوار یوں کے ذریعہ آپ کی امداد کی اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں شیعہ پر ہم اپنے ہاتھ میں لئے اور عزت رسول اللہ قائم رکھنے یا مستحکم دکھایا ہے اور حضرت علی سے جنگ نہیں کی بلکہ بغیر بغائی و جنگ و جدال کے رسول اللہ کے پر عزت و منصب خلافت کو غضب کر لیا (بہ تہ پورے الفاظ)

یہ ہے کہ جو وہم سنیوں کو ہے کہ شیعہ امامیہ سب صحابہ کو کافر کہتے ہیں اور ان سے وہام کو زہر بیٹے کے وہ شیعہوں کے مذہب کی برائی ان کے دل میں پیدا کر کے امامیہ مذہب سے ان کو نفرت دلاتے ہیں حالانکہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم امامیہ مذہب کے لوگ سب اصحاب کو کافر کہیں ، سالانہ افضل المتقین خواجہ نصیر الدین نے تہجد میں صاف لکھا ہے کہ علی کے مخالف فاسق ہیں اور انہوں نے والے کافر اور بدچہرے قاضی نور اللہ شوستری اسی پر فتیحت نہیں کرتے بلکہ اس قول کو لکھ کر آپ اپنے دعوے عدم تکفیر اصحاب کے ثبوت میں یہ لکھتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ اکثر اصحاب نے حضرت علی کے ساتھ لڑائی نہیں کی بلکہ بغیر لڑائی کے خلافت کو غضب کر لیا پس باوجود ایسی مدلل تحریر کے جو قاضی نور اللہ شوستری نے کی ہے جناب مجتہد صاحب اول تو (بر تقدیر صحت) فرماتے ہیں تاکہ عوام کو شبہ نہ ہو کہ یہ روایت ہی مجالس المؤمنین میں نہ ہوگی اور بر تقدیر صحت فرما کر اس کے یہ معنی لکھتے ہیں کہ (قادر مفسر و مفید مطلوب اومنی شوزیرا کہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق شدہ) یعنی اس سے کچھ ہمارے مطلب میں ، تدرج اور شاہ صاحب کے دعوے کو فائدہ نہیں ہوتا اس لئے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ فاسق بہ مقابلہ مومن کے آیا ہے جس کے معنی کافر کے ہوتے ہیں سبحان اللہ جس میں عقل و دانش بہاید گریست۔ کیا فہم و ذکا خدا نے حضرت کو دیا تھا کہ اپنے دعوے تکفیر صحابہ کو قاضی نور اللہ شوستری کے دعوے عدم تکفیر سے ملاتے ہیں اور پھر کیا شوشی اور بے باکی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہمارا ان کا مطلب ایک ہے در حقیقت وجود عدم اور اسلام و کفر کو ایک سمجھنا حضرت کی فہم و فراست سے کچھ بعید نہیں ہے آپ کی سمجھ پر خیال کر کے ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک جو آپ فرماتے ہیں وہی درست و بجا ہے شاہ صاحب جاہل اور نادان تھے جنہوں نے قاضی نور اللہ شوستری کی عبارت کو عدم تکفیر صحابہ پر محمول کیا اسے حضرات امامیہ یہ حال ہے تمہارے مجتہدین و علما کے علم و فضل کا عرض کہ ثابت ہوا کہ قاضی نور اللہ شوستری اور محقق ، نصیر الدین طوسی عدم تکفیر صحابہ کے معتقد ہیں اور سوائے محاربین کے کسی کو کافر نہ جانتے تھے اب سنیوں کے مجتہد صاحب کیا فرماتے ہیں جناب قبلہ و کعبہ اپنی ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (استنا سہ ہمارے مقصد کی حکمت اور خودا کے مطلب کیلئے مفید نہیں کیونکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہاں فاسق کا لفظ مومن کے مقابلہ میں ہے۔ عہد عبارت ذوالفقار معصومہ مطبوعہ جمع الجہرین لدھیانہ ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۵ء۔ تہذیب نکان اسلام پر موقوف ہے کہ جب کہ کتب اصول شیعہ کے لحاظ سے صحابہ اول سے مومن ہیں اور یہ جملہ و کلام ممنوع باقی اعلیٰ منظر)

تیمبر مسطورہ موقوفست بریں کہ بنا بر اصول شیعوہ اثبات رسائی کما صحاب تو از اول امر مؤمن
 اندوایں از حبلہ متمتفات و محالات مست چہ علمای ایشا بدلائل بسیار و اخبار بے شمار کفر
 و نفاق پیشوایان شمارا در کتب خود باثبات رسانیدہ اند و بہر گاہ حقیقت حال چنین باشد
 پس کلام نواز محل اعتبار ساقط باشد) اب اے حضرات شیعوہ تم کو اپنے دین و ایمان کی قسم
 ہے اور تم کو اپنے دین و ایمان کی قسم ہے اور تم کو اپنے غمخیزان ماب کے تقدس و اجتناد کی
 کی قسم ہے کہ قاضی نور اللہ شوسترسی کی اس عبارت کو کہ آما آن کہ تکفیر ابو بکر و عمر بہ شیعوہ نسبت
 نمودہ است سخنے مست بے اصل کی در کتب اصول ایشا ازاں اثر سے نیست) جناب قبلہ
 و کعبہ کی اس عبارت سے کہ (علمای ایشا بدلائل بسیار و اخبار بے شمار کفر و نفاق پیشوایان
 شمارا در کتب خود باثبات رسانیدہ اند) ملاؤ اور فوراً کلمہ حق کہ بان پر لاؤ اور اتنا فرما
 دو کہ ان میں سے کون صاحب سچے ہیں اور کون صاحب جھوٹے اور ہم سچا رہے جاہل سنی
 قاضی نور اللہ شوسترسی کے قول کو مانیں جو کہ نہایت زور شور سے فرماتے ہیں کہ یہ بات،
 ایسی بے اصل ہے کہ ہمارے کتابوں میں اصول کی اس کا اثر و نشان بھی نہیں ہے یا کہ
 جناب قبلہ و کعبہ کی بات کو سنیں جو کہ نہایت مضبوطی سے فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے ان
 کے کفر کو بدلائل بسیار و اخبار بے شمار سے ثابت کیا ہے اے حضرات یہ حال ہے تمہارے
 علما کا کہ خود ہی اپنی ایک بات پر قائم نہیں رہتے اور ایک دوسرے کے کلام کو نقص کرتے
 ہیں اور سبب اس کا یہ ہے کہ جہاں جیسا موقع ہوتا ہے وہاں ویسی ہی بات کہنے لگتے ہیں
 اور ہر نکتہ مقامی دار پر عمل کرتے ہیں جہاں دیکھا کہ صحابی کی تکفیر کہنے کا موقع ہے وہاں
 ایسی دھوم و دھام سے ان پر کفر کا اطلاق کریں گے کہ امام اول سے لے کر امام آخر تک کی زبان
 سے ان کا کفر ثابت کریں گے اور جہاں دیکھا کہ اس سے اصول دین کے برہم ہوئے جاتے
 ہیں اور اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے وہاں اس زور و شور سے انکار کریں گے کہ کائنات پر ہاتھ
 دھریں گے اس کو سنیوں کی تہمت اور افترا کہیں گے اور تمام اپنے علما کو نسبت سے

(بقیہ حاشیہ) و محال ہے اس لئے کہ ہمارے علما نے بدلائل بسیار و ثبوت بے شمار صحابہ و پیشوایان مذہب
 کو فاسق و کافر کہا ہے مگر حقیقت حال یہ ہے تو تمہاری بات ساقط الاخبار ہے جس عبارت ذوالنار و سطرہ
 لے ابو بکر و عمر کو شیعوں کی زبانی کافر کہا یہ ایسی بے اصل بات ہے جس کا شیعوں کی اصولی کتاب میں کوئی تذکرہ
 نہیں ہے نہ ہمارے ملائے بدلائل کثیر و ثبوت بسیار سنیوں کے پیشواؤں کو نہ ان کے کافر ہونے کا کچھ کتابوں میں ثبوت دیا ہے نہ

تکفیر کی برسی کریں گے عجب حال ہے ان حضرات کا کہ ان کے اقوال اور روایات اور جوابات کو دیکھ کر عقل حیران ہے اور مجتہد صاحب صرف تکفیر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر قناعت نہیں فرماتے اور اسی پر کفر کا دامن نہیں پھوڑتے بلکہ یہاں تک کفر کے پیچھے پڑے ہیں کہ ایک مقام پر صاف فرماتے ہیں کہ (قال الصادق علیہ السلام من شئت فی کفر اعدائنا فہو کافر یعنی ہر کہ در کفر اعدای ما شک کند کافرست) اے حضرات شیعوں اس عبارت پر غور کرو اور اپنے مجتہد صاحب کے اس ارشاد کو سنو اور بے چارہ محقق نصیر الدین، طوسی اور قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ اپنے مذہب کے علمائے اعلام پر شوق ذوق سے تبرا بھیج دو اور ان کو کافر کہو اس لئے کہ ان کو کفر میں مخالفین علی مرتضیٰ کے شک ہے وہ ہر کہ در کفر شان شک کند کافرست۔ افسوس ہے کہ جب مجتہد صاحب نے کتاب تالیف کی تھی اور اپنے اجتہاد کا تقارہ بجایا تھا اور یہ حدیث امام صادق علیہ السلام کی لکھی تھی دونوں بیچارے محقق اور قاضی مرمت چکے تھے ورنہ ضرور وہ اس ارشاد کو قبلہ و کعبہ کے سن کر انہیں کو کافر کہتے اور ہر کہ ایشال را کافر گوید کافرست۔ کہہ کے ہم سنیوں کا ساتھ دیتے اس مقام پر میں جناب مجتہد صاحب کی دیانت کو اور بھی ثابت کرتا ہوں اور ان کے تبحر اور تقدس کو ظاہر کرتا ہوں کہ حضرت نے قاضی نور اللہ شوستری کی تکذیب اس روایت میں نہیں کی ہے بلکہ اور مقامات پر بھی درپردہ تو بہ تو بہ درپردہ کیسا صاف اور صریح احمق بنایا ہے یا اپنی دانش مندمی کو ظاہر فرمایا ہے چنانچہ صاحب تحفہ قدس اللہ سرہ اسی باب دو از دہم میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ قاضی نور اللہ شوستری در مجالس المؤمنین خود آوردہ کہ مظہوم تشیع آنست کہ خلیفہ بلا فصل بعد از حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتضیٰ علی سنت و لعن و سب در معتبر نیست مینگی کہ نام حضرات خلفائے ثلاثہ بر زبان شیعہ جاری شود و اگر جلالاں سے یعنی جو شخص ہمارے دشمنوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے کہ اور جو انہیں کافر کہے وہ خود کافر ہے کہ نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں لکھا ہے شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد خلیفہ بلا فصل حضرت علی ہیں۔ اور خلفائے ثلاثہ پر لعنت ملامت کرنا درست نہیں ہے جو سکتا ہے کہ اسی سلسلہ میں خلفائے ثلاثہ کا نام شیعوں کی زبان پر آئے ۱۲۷ عہد عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین ۱۲۷ صفحہ ۱۲۔ ۱۲۷ اگر لعن کو جاہل شیعوں واجب جانتے ہیں تو ان کا قول باقی آگے منظر پر

شیعہ حکم بہ و توجہ لعن کردند سخن ایشان معتبر نیست و آنچه خبیث و فحش در بارہ ام المومنین
 عائشہ نسبت بہ شیعہ می کند حاشا ثم حاشا کہ واقع باشد چہ نسبت فحش یکا فہ آدمیان
 مرام است چہ جائے حرم حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و بعد از ان متصل ہمیں
 کلام گفته است کہ اس ضعیف حدیثی در کتاب حدیث از کتب شیعہ دیدہ ہاں مضمون
 کہ عائشہ در خدمت امیر از حرب توبہ کردہ ہر چند قصہ حرب متواترست و حکایت توبہ
 جزو احصا ما بنا بریں طعن کردن در حق و سے جائز نیست، اب ذرا گوش ہوش مجتہد صاحب
 کلام سننے پر متوجہ کیجئے کہ حضرت ذوالفقار میں بہ جواب اس کے کیا ارشاد
 فرماتے ہیں کہ اما انچہ از لیسند نور اللہ شومتری نوشتہ پس البتہ در نقل تدلیس و تلبیس
 نمودہ بالجملہ سبب و شتم البتہ نزدیک امامیہ در حق پیچ کس از کفار و مسلم جائز نیست اما
 براء و بیزاری از اعدائے دین واجب و لازم گونج بحسب اتفاق اگر از زبان نگوید قیاحت
 نباشد لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید البتہ گنہگار بلکہ بہ نسبت ناکشیں و قاسطیں و مار قین اگر
 گناہ دانستہ نگوید از ایمان بیرون می شود چہ او در نیصورت منکر ضروری مذہب امامیہ شیعہ
 ذائل انصاف خود فرمائیں کہ یہ تلبیس و تلبیس صاحب تخرج توصاف صاف قاضی نور اللہ شومتری
 کلام کو بیان کرتے جاتے ہیں اور مجتہد صاحب مجالس المومنین اٹھا کر ملاحظہ نہیں فرماتے
 اور صرف سنی تلبیس و تلبیس کے ظاہر کرنے پر بلا مقابلہ کتاب کے ان پر تلبیس کی تہمت
 کرتے ہیں اسے حضرات امامیہ اپنے مجتہد صاحب کی تلبیس کے کیا اب بھی قائل نہ ہوں گے
 نیز حاشیہ غیر متبرہہ اہرام المومنین حضرت عائشہ کے بارے میں فحش کلامی کہ شیعوں کی جانب فرسب کیا جاتا
 ہے توبہ باہمی جانب کوئی برائی نہیں کہی جاسکتی۔ جب کہ دوسرے آدمیوں کو گالیوں دینا حرام ہیں تو حرم محترم رسول اللہ
 ﷺ کو گالیوں کیسے دی جاسکتی ہیں اس کے توڑ ہی بعد ایک ضعیف حدیث شیعوں کی کتب حدیث کی لکھی ہے کہ عائشہ
 نے جنگ کرنے سے خدمت علی میں توبہ کی اگرچہ جنگ کا واقعہ متواتر ہے لیکن توبہ کر کے یہی حکایت خبر واحد ہے لیکن اس بار بار
 اس طعن کرنا جائز نہیں ہے لہذا قاضی نور اللہ شومتری کے حوالے سے جو لکھا گیا ہے اس کے نقل کرنے میں مکر و فریب
 اور گال پیٹ سے کام لیا گیا ہے اور فرقہ شیعہ کے نزدیک کسی کافر و مسلم کو سب و شتم اور گالیوں دینا جائز نہیں البتہ شیعہ
 اس سے بیزاری و بیزاری واجب و لازم ہے اگر زبان تبرا نہ کہا جائے تو کوئی قیاحت نہیں لیکن اگر مجرم کو گنہگار جان کر
 برا کہے تو ایسا شخص خود گنہگار سا قاطع المعادہ ظالم الدین سے خارج ہے اور اگر گناہ کو دانستہ کہے تو ایمان سے
 آندھرتا ہے کیونکہ اس حالت میں وہ ضروریات مذہب امامیہ کا منکر ہے۔ عہد جہاد ذوالفقار مطبوعہ مطبعہ مجمع البحرین
 البحرین لریاضہ شکرہ صفحہ ۱۸۰

اور ان کے اجتہاد میں اس طرح کی برائیوں سے بھی کچھ شک نہ کرو گے خیال کرو کہ مجالس المؤمنین ملا عبداللہ کی اظہارِ الحق نہیں ہے کہ جو نہ ملے یا اس کے انکار کرنے سے چھپا چھوٹ جائے یا وہ کتاب ایسی نادر الوجود نہیں ہے کہ مجتہد صاحب کے پاس نہ ہوتی اور قبلہ و بعدہ کا کتب خانہ اس سے خالی ہوتا تو اگر شاہ صاحب نے اپنی طرف سے ان کی نسبت کچھ تہمت کی تھی اور جو قاضی صاحب نے نہ لکھا تھا اور نہ کہا تھا وہ ان کی طرف منسوب کیا تھا تو کیا مشکل تھا کہ مجالس المؤمنین کو اٹھا لیتے اور اصل عبارت اس کی صاف صاف نقل کر دیتے یہ عجیب قسم کی تدلیس ہے کہ کتاب تو نہیں دیکھتے نا دیدہ و دانستہ اس سے اغماض کرتے ہیں اور صاحب تحفہ کو برا بھلا کہتے ہیں بیشک یہ پیرومی ان کی تو ضرور ہے کہ انہوں نے ایسی روایت جو مخالف عقیدہ امامیہ کے ہے ایسے عالم کی کتاب سے نکال دی جو کرم اعظم شیعوں کا ہے اور جس نے جان بھی اپنی اس مذہب پر قربان کر دی ہے لیکن اس اجمال پر کفایت کرنے کا یہ سبب ہے کہ اگر صاف لکھیں کیونکہ اصل عبارت کو نقل کریں اگر کچھ فرق ہو یا کچھ اپنی طرف سے شاہ صاحب نے ملا دیا ہو تو اسے لکھیں اور اگر اس کا صاف صاف اقرار کریں تو پھر جواب میں کیا خاک بلا لکھیں اس لئے شیطان الطاق کے دتیرے پر چلے اور ہم اقرار اور ہم انکار کر کے پہلو بچا گئے مگر افسوس ہے کہ اسی عبارت کے بعد دو لفظ ایسی حضرت کے فکرم سے نکل گئی ہیں کہ اس سے تصدیق اس مضمون کی ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ (مراد سید نور اللہ ہر جا کہ گفتہ باشد بگرد گفتہ باشد ہمہ است عبارت ایشاں ہرگز با پنچہ فقرہ گفتہ مخالفت ندارد) اس عبارت کو بیکو کر بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ جناب غفران ماب کی شان میں کچھ لکھوں مگر سوائے اس گل دیگر شکفت کے کچھ نہیں لکھتا اور یہی کہہ کے ان کے مقلدین سے پوچھتا ہوں کہ بھائیو شاید میری کچھ کی غلطی ہے جو میں دونوں مضمونوں کو مخالف باتا ہوں کوئی بھی مجھے یہ سمجھا دے کہ قاضی نور اللہ شوشتری کی اس عبارت کا کہ (مفہوم تشبیح آں ست کہ خلیفہ بلا فصل بعد از حضرت مرتضیٰ علی ست و سب و لعن و در معتبر نیست) مضمون کیونکہ اس عبارت سے مجتہد صاحب نے سید نور اللہ شوشتری نے جہاں کہیں جو کچھ لکھا ہے اسی سے مراد وہی ہے جو ہماری ہے اور ان کی کوئی عبارت میری عبارت کے مخالف نہیں ہے شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد علی مرتضیٰ بجز کسی نقل کے خلیفہ نہیں اور درمیانی خلفاء پر لعن طعن جائز نہیں ہے۔

کے مطابق ہے کہ امامیہ تبرا و نیز از می انا دعا می دین واجب، اور نیز قاضی نور اللہ صاحب کے اس فقرہ کو کہ (اگر جاہلان شیعہ حکم بوجوب لعن کر دن سخن ایشاں معتبر نسبت) کس طرح نبلہ و کعبہ کے اس فقرہ کے مطابق ہے کہ گو کلمہ حسب اتفاق اگر از زبان زگویند قباحت نباشد لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید البتہ گنہگار بلکہ بہ نسبت ناکشیں و قاسطین و مارقین اگر گناہ دانستہ گویند از ایمان بیرون می شود، میں قاضی صاحب کی تقریر کا یہ مطلب سمجھتا ہوں کہ ان کے نزدیک سب و لعن تشیع کے لئے معتبر اور ضرور نہیں ہے اور حکم بوجوب لعن جاہلوں کی بات ہے مجتہد صاحب کے قول سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سب و لعن تشیع کے لئے ضرور ہے بلکہ جو تبرا نہ کرے وہ مومن نہیں ہے اور پھر باوجود ایسی مخالفت مضمون کے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (تجارت ایشاں ہرگز نہ یا پھر فقیر گفتہ مخالفت ندارد) اب اس پر کیا کہا جاوے حقیقت میں جو کچھ ناز و افتخار ذوالفقار کی تالیف پر حضرت کو ہوا ہے وہ بہا ہے اگر حضرت خود اس کی تعریف اپنی زبان سے نہ کرتے اور بقول صاحب شعر

شنائے خود بخود گردن نمی زید ترا صاحب چوزن پستان خود بالخطوط انفس کے باید
خود ستائی سے احتیاط کرنی تب تمھی جبکہ خود کتاب حضرت کی ثنا و صفت کرتی اور
اب تو خدا کے فضل سے حضرت کی ستائش کی تصدیق ہوتی ہے اور جو کچھ خود بد دولت
لے اپنے شیبے اور اپنی کتاب کی نسبت فرمایا ہے اس کا ثبوت ہونا جانا ہے و کچھ حضرات
امامیہ وہ کتاب ذوالفقار ہے جس میں حکیمانہ تقریریں بھری ہوئی ہیں اور جس کی نسبت حضرت
نے صوارم میں فرمایا ہے کہ جب باب دولت و دم تحفہ کا ہم نے ملاحظہ فرمایا تو بہ خیال اس
کے کہ ایک جاہل عامی آدمی کی طرف مقابل بننا موجب عار و ننگ ہے دل جواب لکھنے پر
متوجہ نہ ہوا مگر یہ خیال کر کے کہ بڑے بڑے پیغمبر اور اماموں کو زمانہ نے مجبور کر دیا ہے اور
ان کو کافروں اور جاہلوں کا جواب دینا پڑا میں نے اس کا جواب لکھا دیکھنا پھر سجد اللہ

لہ لیکن دشمنان دین سے ہزاری اور ان پر تبرا کرنا دینی واجبات میں سے ہے کہ اگر جاہل شیعہ لعنت علامت
کو واجب جانتے ہوں تو ان کی بات معتبر نہیں ہے کہ آفتا اگر زبان سے تبرا نہ کریں تو کوئی قیامت نہیں لیکن
جو پر اگر گناہ کو دانستہ تبرا نہ کرے تو ایسا شخص خود گنہگار بلکہ ساقط العابدہ ظالم اور دین سے خارج ہے اور اگر
گناہ کو دانستہ نہ کہے تو ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ عہدہ ایقامت، سطر ۱۲۱۹ منہ عہدہ ایقامت سے سطر
۱۲۱۹ منہ۔ ان کی عبارت میری عبارت کے متضاد نہیں ہے چنانچہ سجد اللہ تبارک و تعالیٰ زمانہ میں دس میں دن کے
ایقامت کے صفحہ

تعالیٰ درجہ ان ادان سعادت تو امان در عرصہ وہ نسبت روز بصرہ قلیطے از اوقات بہ نقض
 آن پروا ختم و بہیودہ گوئی اور یہ بیان واضح برہکس و نا کس ظاہر و لائح ساختہ در رسالہ
 مذکور ایا سم ذوالفقار اختصاص وادہ مع جلد کتاب عماد الاسلام پیش آن ناصب مولف
 کتاب تحفہ اثنا عشریہ سئل و اشتم تا شاید از خواب غفلت بیدار شود و از سرستی جہل مرکب
 ہوشیار گرد و لکن الحجۃ البالغۃ کہ مدت پنج شش سال منقضی گشتہ کہ آن رسالہ در اطراف بلاد
 شائع و منتشر گردیدہ و از نظر بسیارے از فضلاء سنیان گذشتہ نظر متانت و استحکام
 کلام کہ در اثناے نقض شبہات و کشف عیوب موہبات اور بلاد کتاب تکلفات و لغوات
 مذکور ساختہ ام ہیچ کس چہ آن ناصب عداوت اہل بیت منصف کتاب مذکور چہ عزیز اور
 فضلاء مذہب مطور مجال این نیاقتہ اند کہ بہ نقض آن پروا ند و در جواب آن چیز می بر
 نگانہ دو بقتضائے این کہ الحق یعلو و اولیٰ علیٰ التہی بلفظہ منحصا، حقیقت میں جو کچھ حضرت
 نے اس ذوالفقار کی نسبت فرمایا وہ سب بجا اور درست ہے عبارت بھی اس کتاب
 کی فصاحت اور متانت سے بھری ہوئی دلائل بھی اس کے سب حکیمانہ و یادت اور
 امانت اس کی سطر سطر سے عیان اور تکلف اور تعسف کا تو ذکر ہی نہیں ہے جو کچھ حضرت
 لکھا ہے صاف صاف سچ سچ بیان کر دیا ہے اور اپنی فضیلت اور تبحر کو بخوبی ظاہر کر دیا
 ہے مگر قصور اتنا ہو گیا کہ اس کے لکھنے میں جلدی بہت کی تھی اور صرف بیس روز میں
 اس کو ختم کر دیا تھا حالانکہ ایسی کتاب کو سو ہیچ سمجھ کر لکھنا چاہیے تھا اور فیضیت اور سوالی
 کا خیال بھی کہ نا لازم تھا اگر صوارم کی طرح پانچ چھ برس میں اس کو بھی لکھتے اور کسی ایرانی
 سے عبارت بھی اس کی درست کر لیتے تو شاید عبارت بھی درست ہو جاتی تقریب میں یہودی
 بھی کم ہوتی تب البتہ جس طرح صوارم کا جواب ایک بیچارے ملتانے لکھ دیا اور حضرت
 اندر تھوڑے سے اوقات میں اس کتاب کی تنقید کرتے ہوئے اس کی بیہودگیوں ظاہر کریں تاکہ بہر ایک پر واضح ہو جا
 کر ان کی بیہودگیوں کی کیا ہیں اور ایک رسالہ کی صورت دے کر اس کا نام ذوالفقار رکھا اور وہ کتاب بلاد
 اسلام کے ساتھ نام مولف کتاب تحفہ اثنا عشریہ ارسال کیا تھا کہ خواب غفلت سے بیدار ہوا اور
 جہل مرکب کی سرستیوں سے ہوشیار ہو جائے حجۃ البالغۃ ہی کے لئے ہے کہ پانچ چھ سال کی
 مدت میں میرے اس رسالہ کا جواب اسی ناصبی سنی و غیرہ کسی نے نہیں دیا کیونکہ حکم الہی حق بلند ہوتا ہے
 اور سزگوں کیسے نہیں ہوتا۔ ختم شد بلور خلاصہ سے عبارت صوارم مطبوعہ بندر کلکتہ ۱۳۵۵ھ ص ۱۰۸

کی مناسبت کو سفاہت سے مراد ہونا ثابت کر کے اس جواب کا نام تنبیہ السیفہ رکھ دیا تو مجتہد صاحب کے حق میں کوئی طالب علم اٹھ کر جواب لکھ دیتا اور بند گمان والا کی خدمت میں تحفہ بھیج دیتا حضرت نے اس کتاب کی تالیف میں جلدی کو کام فرمایا اور شیخ سعدی کے اس مصرعہ پر جسے لڑکے بھی جانتے ہیں خیال نہ کیا صحیح کہ تعبیل کار شیا طین بودہ میں جب ذوالفقار اور صوارم کو مطالعہ کرتا اور حضرت کی گالیوں اور فحش اور خود ستائی کو دیکھتا تو اپنے دل میں کہتا کہ جناب والا نے جس قدر حصہ اپنی اوقات عزیز کا گالیوں اور فحش میں میں صرف کیا ہے بہتر ہوتا کہ جو اہلیت کے سوچنے اور تامل اور غور کر کے لکھنے میں صرف کرتے گمراہی اس کا جواب بخولا ہی حضرت کے قول سے جو انہوں نے صوارم میں لکھا ہے میں نے پایا کہ میری سخت گوئی اور طعن و تشنیع پر کوئی اعتراض نہ کرے اس لئے کہ شاہ صاحب اس کے ہادی ہیں اور پھر ہم تو شیعہ ہیں اگر اذنی بجانب نظر بایکہ شیوہ شیعیان تبرائرون ست ازا عدائی دین زیادہ از آنچه نوشته اند بہ عمل آید مستبعد نباشد اب میں پھر شروع کرتا ہوں جناب قبلہ و کعبہ کے جواب کو جو قاضی نور اللہ شوستری کی تقریر کا دیا ہے کہ لاما آنچہ از سید نور اللہ نقل نموده کہ این ضعیف حدیثی در کتاب حدیث از کتب شیعہ دیدہ باین مضمون کہ عائشہ و خدمت امیر علیہ السلام از حرب توبہ کردہ الخ اقول بہر چند این قبیل سخنان ہرگز بہ مسلک جناب سید نور اللہ شوستری نمی زید کہ انچہ ایشان در تصرف حدیث امامیہ بدل جہد نموده اند و جہادستان قلم و سیف زبان کہ افضل از جہاد سیف و سنان باشد کہ وہ اندا ظہر من الشمس ست و اگر بہ حسب اتفاق روایتی باین مضمون بہ نظر ایشان رسیدہ باشد ہر گاہ در مذہب اہل اسلام روایات متضمن جسم بودن خدا و مکانی بودن او تعالیٰ شاہ مرویہ شدہ اور نظر بر آن کہ تبرکہ تاشیعوں کا شیوہ ہے تو دشمنان دین نے جو کچھ لکھا ہے ویسا عمل بعید نہیں ہے سید نور اللہ شوستری کے حوالہ سے جو نقل کیا گیا ہے کہ یہ ضعیف حدیث شیعوں کی کتب حدیث میں اس طرح ہے کہ عائشہ نے خدمت امیر میں اگر جگہ کرنے سے توبہ کی الخ اس کا جواب میرے پاس یہ ہے کہ اس قسم کی باتیں سید نور اللہ شوستری کو زیر بانہیں کیونکہ انہوں نے احادیث شیعہ میں دل دہان سے کوشش کی ہے قلم کی برچھی اور زبان کی تلوار کا جہاد شیعہ و سنان کے جہاد سے افضل ہے جو انہوں نے انجام دیا اور یہ بالکل ظاہر ہے اور حسب اتفاق روایات یہ مضمون ان کی نظر سے گزرا ہو گا کہ مسہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لوصفہ ص ۲۳۳ ۲۳۴ عبارت صوارم مطبوعہ مکتبہ مشرقیہ مطبوعہ مطبعہ سطر - ۱۷۱۱۱۱

شده باشد لکن چون مخالف ہر وہی دین سنت محل اعتبار نباشد پس چنان روایت ہم
 باشیعیاں ضرر نخواهد رسانید زیرا کہ اگر روایت تو بہ او صحیح می بود جناب احمد از تبرانی نمودند
 و معلوم سنت کہ جناب صادق علیہ السلام بعد ہر نماز عبادت و انشاء و واہر خیر او کہ اعدائے
 دین می بودند تبرانی فرمودند اس قول میں بھی حضرت نے دیانت کو کام فرمایا کہ صرف
 اس خیال سے کہ سید نور اللہ بڑے مجاہد تھے اور آخر تشیع کی بدولت شہید بھی ہو گئے وہ کیونکر
 ایسی روایت لکھیں گے اس روایت کو صاف قبول نہ کیا لیکن الحمد للہ کہ اس سے انکار
 بھی نہ فرمایا اور مجالس المؤمنین سے نقل کر کے اس میں کچھ تعریف شاہ صاحب کی ثابت
 نہ کی پس ہم حضرت کے خیال کو صرف و سوسہ شیطانی سمجھتے ہیں اور جو کچھ بہ نسبت منقول
 ہونے روایت جسم اور مکان باری تعالیٰ کے حضرت نے لکھا اس میں بھی تمہلیس کو دخل
 دیا یعنی فرماتے ہیں کہ مذہب اہل اسلام میں ایسی روایتیں ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکہ ہو کہ شاید
 سنیوں کے یہاں ایسی روایتیں ہیں حالانکہ اس تعجب سے بیچارے سنی محروم ہیں یہ دولت
 صرف حضرات شیعوہ کے قدماء اور علماء کے حصے میں ہے اس لئے بجائے اہل اسلام کے اہل
 تشیع لکھنا چاہئے تھا تاکہ لوگ دھوکے میں نہ پڑنے اور سمجھ جاتے کہ جب باری تعالیٰ
 کی جسمیتہ اور مکان کی روایتیں مذہب تشیع میں موجود ہیں اور اس سے باوجود یکہ اس کے
 اعتقاد رکھنے والے اور ان روایتوں کو احادیث ائمہ میں نقل کرنے والے علماء شیعوہ تھے
 اور صرف علماء نہ تھے بلکہ نائب ائمہ اور نہ فقط نائب ائمہ بلکہ جان اور جگہ ائمہ کے کہاں
 کو ہم خاص ایک بحث میں ثابت کریں گے اور پھر ان روایتوں سے متاخرین امامیہ منکر ہوں
 گے تو پھر کیا تعجب ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت تو بہ کے اگلے مقرر تھے اور اب پچھلے منکر
 ہیں علاوہ بریں اس قول کو مجتہد صاحب کے دیکھنا چاہئے کہ وہ معاذ اللہ حضرت امام جعفر
 صادق کی نسبت تبراکر نے کی تمہمت کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے بعد عبادت سمجھ
 کہ حضرت عائشہ اور خلفائے پندرہ گئے تھے حالانکہ قاضی نور اللہ شوشتری اسکے وجوب کو باہل
 اربعہ مائتہ مذہب اسلام میں اللہ کا جسم ہونا اور اللہ کا کسی مکان و مقام میں ہونا لکھا ہے لیکن چونکہ اس حدیث سے
 سے انحراف کرتے دین کے لئے ضروری ہے اس لئے ایسی روایات ناقابل اعتبار ہیں اس لئے اس قسم کی روایات
 شیعوں کے لئے نقصان رساں نہیں اس لئے کہ اگر ان کی تو بہ کی روایت ہوتی تو ائمہ ان سے بیزاری نہ کرتے اور بہار
 معلوم ہے کہ جناب صادق ہر نماز کے بعد بطور عبادت ان سے اور دوسرے دشمنان دین پر تیرا کرتے تھے۔

کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اس کو شیخ کے مفہوم میں معتبر نہیں جانتے دیکھو نور اللہ شوستری نے کچھ ایمان کا پاس کیا اور کہا کہ (نسبت فحش بہ کاذب آدمیان حرام است چہ جائے حرم حضرت پیغمبر خدا) اور مجتہد صاحب اسی کو امام کی طرف منسوب کرتے ہیں وحاشا جنابہم عن ذالک۔

حقیقت میں مجتہد صاحب درپردہ قاضی نور اللہ کو جھٹلاتے ہیں اور ایسے لفظ لکھنے پر جس سے وجوب تبرائنا ثابت نہ ہو مخفا ہوتے ہیں مگر تقدیر کے لکھنے کو امکان نہیں دھوتنا جو کچھ وہ لوگ لکھ گئے سو لکھ گئے محف القلم نہا ہو کاٹن اب بات بنائے اور نوحہ و لہکا کرنے سے کیا ہوتا ہے سچ لکھا ہے منشی سبحان علی خاں صاحب نے مولوی نور الدین کے خط میں کہ (البتہ مشکل است کہ علمائے ما وقت تحریر کا بہ دور اندیشی و حفظ از اعتراض، حریت بہ بعض جاہاں کردہ اند) اور ایک خط میں جناب منشی صاحب موصوفہ ان لفظوں سے اپنا افسوس کرتے ہیں (کہ غرض کہ متعصبین جفا پیشہ راستق تعالیٰ ذائقہ عدل خود پیشہ کہ ازین تعصبات میدان مناظرہ بسیار تنگ شدہ و تناقض اخبار رگ جان رامی خواشد اور پھر کہتے ہیں کہ تحقیق الحال اس کہ بندہ پیشتر بلوادی اختلاف مضامین احادیث و قصود فہم امثال ما ہیجہ ملانان انواسار تفسیر اکثر آیات مصحف مجید مروی بطریق فرقہ حقا آشنا بطریق فرقہ حقا آشنا عشریہ بر خود می لرزید کہ اگر مخالف دست تثبت بذیل اس مروی می زند تعصبتی مشکل نخواہد بود ہاں پیش آمد الحاصل جو کچھ ہم نے لکھا اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ قاضی نور اللہ شوستری کے نزدیک مخالفان علی مرتضیٰ کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق ہیں اور وہ اپنے اس قول پر محقق نصیر الدین طوسی کے قول کو استدانتے ہیں جو کہ انہوں نے تجربہ میں کہا ہے کہ (مخالفوں مستعد و محاربوہ کفر) اب ہم یہ تفصیل اس جواب

سے فحش کہنا تمام انسانوں کے لیے حرام ہے چہ جائیکہ حرم محترم رسالتا بگو گلیاں دی جائیں ۱۶ البتہ مشکل یہ ہے کہ ہمارے علمائے اپنی تحریرات کے وقت دشمنوں کے اعتراضات سے محفوظ رہنے کے لیے بعض مقامات پر دور اندیشی سے کام نہیں لیا مگر عرض کہ ظالم تعصب کہنے والوں کو اشد اپنے عدل و انصاف کا خود مزہ چکھائے گا ان تعصبات کی وجہ سے میدان مناظرہ بہت تنگ ہو گیا ہے اور متضاد اخبار و احادیث کی وجہ جان مشکل میں ہیں ۱۲۔ ۱۳۔ مکاتیب سبحان علیمان میں جو مطبوعہ شرف المطابع دہلی شمسۃ ۱۲۶۵ھ ہے صفحہ ۸۷ سطر ۱۵ دیکھو ۱۶ منہ ۱۵ صفحہ ۶۵ سطر ۱۶ دیکھو ۱۷ منہ ۱۵ مکاتیب سبحان علی خان کی صفحہ ۱۸ سطر ۱۶ دیکھو ۱۷

کو مجتہد صاحب کے بیان کرتے ہیں جو انہوں نے ذوالفقار میں دیا ہے اور جس میں حضرت نے اپنی وفادار طبیعت کے جوہر دکھائے ہیں فرماتے ہیں کہ ذر تقدیر مطلب عبارت محقق طوسی علیہ الرحمہ کہ چیزے باشد کہ بذہن قاصر اور رسید و جہر استحقاق لعن ایشا منحصر و محارہ حضرت امیر المؤمنین نیست چہ بر تو سابق بریں ظاہر گشتہ وہم عنقریب واضح خواهد شد کہ ہر کہ منکر کیے ان اصول دین و یا منکر کیے از ضرورت یا نہ دین و یا مذہب باشد ملعون است گو محارب نباشد و معتق طوسی علیہ الرحمہ تکفیر کہ کل من لا یؤمن محاربا لا یؤمن ملعونا کافر الجوزان کیوں الجمول (۱۴) اس حکیمانہ تقریر کے شروع میں جو لفظ بر تقدیر کا ہے۔ اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس سے پایا جاتا ہے کہ مخالفہ فسقہ و محاربا کفرہ کا مطلب، جو شاہ صاحب سمجھے ہیں وہ گویا غلط سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مخالفان علی قاسق ہیں اور محاربان علی کافر سمجھے معلوم نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے اور ان لفظوں کے اور کیا معنی ہیں۔ اگر شاہ صاحب نے اس کے معنی سمجھے ہیں غلطی کی اور خطبہ شفتیق کی طرح بغیر قاموس اور صحاح جوہری کے دیکھنے کے اس کا مطلب سوائے مجتہد صاحب کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا تو جو کچھ قاضی نور اللہ شوشتری اس کا مطلب سمجھے ہیں اور انہوں نے فارسی میں اس کو بیان کیا ہے وہ بھی تو یہی ہے چنانچہ بلفظ نقل اس کی ہم اوپر لکھے چکے ہیں پس معلوم نہیں کہ باوجود ایسی سلامت الفاظ اور صراحت معنی کے لفظ بر تقدیر مجتہد صاحب کے قلم سے کیونکر نکلا ہے۔ اب مجتہد صاحب کے معنی سنئے کہ وہ جو کچھ اس کا مطلب سمجھے ہیں اس کو خود ہی بیان کرتے ہیں کہ (اما قوله ان مخالفہ فسقہ بمعناہ انہ لا بد من ان کیوں، مع معتق طوسی کی عبارت کا مطلب جو بر تقدیر کے ساتھ شاہ صاحب کے ذہن قاصرہ میں آیا وہ کچھ اور ہے سالانہ ان پر امت و دلائل ک وجہ امیر المؤمنین سے جنگ کرنا نہیں بلکہ وہ ہے جس کا تم سے پہلے اظہار کیا جا چکا ہے اور پھر عنقریب واضح ہو جائیگا کہ جو کوئی اصول دین یا کسی ضرورت دین و مذہب کا انکار کرے تو وہ ملعون ہے اگرچہ اس نے جنگ نہ کی ہو۔ معتق طوسی نے یہ نہیں کہا کہ جو جنگ نہ کرے وہ ملعون و کافر نہیں بلکہ جائز ہے اس پر یہ بھی صادق آئے ۱۲ مع معتق طوسی کلمہ مطلب ظاہر ہے کہ مخالف علی بن ابی طالب جب ضرورت دین کا منکر ہو گا جو گا تو وہ لازماً فاسق ہے جیسا کہ تمام دیگر مخالفین یعنی دنیا میں ان پر احکام اسلام جاری ہوں گے اور آخرت میں وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے لا ملہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ البحرین لدیۃ ۱۲۵ ص ۲۵۱ مطبوعہ ۱۲۱۱ منہ ۱۲۵ ایضاً ص ۲۲۲ مطبوعہ ۱۲۲ منہ۔

فاسقاً لانه لا يكون الا فاسقاً فانه من ضروریات مذہبنا ان بعض انواع مخالفہ پنجرا الی الکفر و مستلزم للفسق، کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ضرور ہے کہ مخالف علی فاسق ہوں نہ یہ کہ مخالف ان نہ ہو گا مگر فاسق اس لئے کہ ہمارے مذہب کی ضروریات سے ہے کہ بعض اقسام مخالفت علی فسق کے مغیرہ کفر مستلزم فسق ہوتے ہیں اور بعد اس کے فرماتے ہیں کہ (ہم میتواند شد کہ مراد محقق ہیں باشد کہ مخالف علی ابن ابی طالب علیہ السلام ما دامیکہ منکر کیے از ضروریات دین نباشد مسلم فاسق سے چنانچہ سائر مخالفین اعنی دردار دنیا احکام اسلام برآ نہا جاری می شود مگر در دار آخرت مخلد بہ نار خوارند بود) اس معنی پر مثل مضمون المعنی فی بطن الشاعر بلکہ مقولہ توجیہ القول مالایرضی یہ قائلہ کا یاد آتا ہے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ حضرت مجتہد صاحب قبلہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات استعمال فسق در خصوص معنی خروج عن طاعت اللہ مع الایمان می شود و ازین لازم نمی آید کہ ہر جا کہ لفظ فاسق مستعمل شود ہی معنی مراد باشد کین و جناب حق سبحانہ تعالیٰ میفرماید وَ لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ يَا فَاؤ لَيْتِكَ هُمْ لَافْسِقُونَ ۱؎ وظاہر ہے کہ او سبحانہ تعالیٰ و تعالیٰ در نیما لفظ فاسق بر مرتدا اطلاق کردہ و امثال این آیات در کلام مجید بسیار است و ازین مبرہن می شود کہ این متعصب کلام محقق علیہ الرحمہ را درین مقام محض بر سبیل تبدیس و مغالطہ ذکر نموده بر کلام سفاهت نظام خود آن را دلیل شمرده و حالانکہ کلام محقق علیہ الرحمہ در غایت جودت و منانیت است اس ساری تقریر کا جس میں حضرت نے بہت بحث کر کے دو چار آیتیں

نیز پیش کر دی ہیں ایضا صفحہ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲۔ ۱۴۷۳۔ ۱۴۷۴۔ ۱۴۷۵۔ ۱۴۷۶۔ ۱۴۷۷۔ ۱۴۷۸۔ ۱۴۷۹۔ ۱۴۸۰۔ ۱۴۸۱۔ ۱۴۸۲۔ ۱۴۸۳۔ ۱۴۸۴۔ ۱۴۸۵۔ ۱۴۸۶۔ ۱۴۸۷۔ ۱۴۸۸۔ ۱۴۸۹۔ ۱۴۹۰۔ ۱۴۹۱۔ ۱۴۹۲۔ ۱۴۹۳۔ ۱۴۹۴۔ ۱۴۹۵۔ ۱۴۹۶۔ ۱

بھی تھی ہیں یہی مطلب ہے کہ لفظ فاسق کبھی معنی مرتد اور کافر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے سو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن قرینہ اور سیاق عبارت کا ہونا ضرور ہے کہ وہ آیات قرآنی میں موجود اور کلام محقق طوسی میں مفقود بلکہ کلام طوسی میں کسی طرح پر لفظ فاسق سے کافر کے معنی لینا درست ہی نہیں ہو سکتا بلکہ مطلب ہی اس کا فوت ہوا جاتا ہے اس لئے کہ اگر کبھی موقع و محل پر صرف اتنا کہتے کہ مخالفوہ فسق اور اس کے مقابل میں محاربوہ کفر نہ فرماتے تو گنجائش اس کی ہوتی کہ مراد فاسق سے کافر ہے لیکن وہ دو فریق کا حال بیان کرتے ہیں اور دونوں کے احکام کو بھی جدا جدا ذکر کرتے ہیں تو بجا لیت اتحاد معنی محمول کے تو اس مقام پر اتحاد معنی موضوع میں ضرور لازم ہے پس جب انہوں نے دو فریق قائم کئے ایک وہ جنہوں نے حضرت علی سے مخالفت کی دوسرے وہ جنہوں نے ان سے لڑائی کی اور ان دونوں کی نسبت دو حکم قائم کئے مخالفت کو فاسق قرار دیا اور محارب کو کافر تو اگر یہاں فاسق کے معنی کافر کے لئے جاویں تو مطلب ہی فوت ہوتا ہے بلکہ یہ جملہ ہی ضبط ہوا جاتا ہے اور محقق طوسی سے علامہ کا کلام وہ بھی تجربہ می کتاب کا جو باعتبار الفاظ معنی کے نہایت ہی متین ہے مہمل ہوتا ہے اس لئے کہ اگر مراد ان کی فاسق سے کافر تھی تو بجائے مخالفوہ فسق و محاربوہ کفر کے اتنا ہی کہہ دیتے کہ مخالفوہ کفر و محاربوہ کفر ہی اس میں آجاتے یا اگر بہت تصریح کرتے تو مخالفوہ و محاربوہ کفر فرماتے یا اگر کفر ہی پر ان کو قناعت ٹھہرتی اور بغیر لفظ فسق کے ان کو صیر نہ آتا تو یہ کہتے کہ مخالفوہ و محاربوہ کفر فسق ہی محقق کا ان سب عباراتوں کو چھوڑنا اور پھر جملے کے جداگانہ موضوع کے لئے جدا ہی محمول لانا صاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں کے معنی علیحدہ علیحدہ ہیں اور مجتہد صاحب جوان دونوں کے ایک معنی بیان کرتے ہیں یہ صرف خوش فہمی حضرت کی ہے قطع نظر اس کے مجتہد صاحب کو قاضی نور اللہ شوستری کے قول پر بھی غور کرنا چاہیے تھا کہ وہ صاف تکفیر سے شخین کی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ (نسبت تکفیر حضرت شیخین کہ اہلسنت و جماعت بشیعہ نمودہ اندر سختی ست بی اصل کے در کتب اصول ایشان ازان اثری نیست) اور اپنے اس قول کے ثبوت میں نصیر الدین طوسی کے اس قول کو مستدرا بیان کرتا ہے کہ ایتول چنانچہ نصیر الدین طوسی در تجرید آورده مخالفوہ فسق و محاربوہ کفر) تو اگر معنی فاسق کے لہ سنہوں کا یہ بیان کہ شیخ جماعت شیخین کو کافر کہتی یہ بات بالکل حاصل ہے کیونکہ کتب شیخہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے نہ جب کہ نصیر الدین طوسی نے اپنی تجرید میں لکھا ہے کہ علی کے مخالف فاسق اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔

کافر کے لئے جائیں تو ساری تحریریں قاضی اللہ شوستر کی گورنمنٹ ہو جاوے اور تہرات، مجاہدین میں داخل سمجھی جاوے اگر اس پر بھی مجتہد صاحب کے ذہن مبارک میں نہ آیا تھا تو قاضی نور اللہ شوستر کی اگلی عبارت کو دیکھتے کہ وہ کہتا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ حدیث حریمہ) حرابی و سلمک سلمی واقع سمت و ظاہر سمت کہ حضرت شیخین یا امیر المؤمنین علیہ السلام حرمہ نہ نمودہ اند، کہ اس سے کیسا صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مراد فاسق ہے کافر نہیں ہے بلکہ خروج عن طاعة اللہ مع الایمان مراد ہے اب گواہی پر بھی مجتہد صاحب کے ان کے اجتہاد کے زبیدہ پر خیال کر کے ان کو سفید نہ کہیں اور ان کی سمجھ بڑا فسوس نہ کریں اور ذوالفقار کی متانت اور استحکام کا دعویٰ ہی کرتے جاویں تو بس ان کے حق میں سوائے اس کے کیا کہے کہ شعر

بیخ آحاب و تریبے جو ا ہر چہ می خواہد دل تنگت بگو

اور فقط مجتہد صاحب کو لفظ فاسق کے اطلاق سے یہ معنی مراد یا کافر کے جو قرآن مجید میں میں شبہ ہوا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہاں لفظ فاسق بولا جاوے گا مراد اس سے کافر ہوگا اگر یہ ہے تو ہم ان سے استفتاء کرتے ہیں کہ ایک مجتہد نے شراب پی ہے یا نہ کیا ہے یا عمداً نماز نہیں پڑھی ہے وہ کافر ہے یا فاسق اگر جواب دیں گے کہ فاسق ہے تو ہم کہیں گے کہ مجتہد کافر ہو گیا اس لئے کہ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے **وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ** قسم اس خدا کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے کہ میں مبالغہ سے نہیں کہتا ہوں اور مطلق تعصب کو دخل نہیں دیتا کہ جو تحریر مجتہد صاحب نے اس مقولہ طوسی کی ہے وہ ایسی پوچھ و لچر اور سفاہت سے بھری ہوئی ہے کہ حضرت تو مجتہد اور علامہ اور غیر العلماء اور سلطان العلماء میں ان کی نسبت کیا کہوں چھوٹا منہ بڑی بات ہے لیکن اگر کسی اور شخص عامی کے قلم سے نکلی ہوئی تو میں دو حرف یعنی اس کے جواب میں نہ لکھتا اور اس کی تردید میں ایک لفظ بھی اپنی سرعہ میں کا ضائع نہ کرتا کیوں کہ یہ تقریر ایسی پوچھ لچر ہے کہ اسکی تردید میں جو کاغذ صرف ہوا اس کی قیمت بھی وصول نہیں ہوتی بار خدا یا یہ کیسے مجتہد تھے اور ان کی فیضیت اور تجربہ شیعویوں کو کیسا ناز تھا اور کیسے پاک با حیا تھے کہ ایسی تقریریں پرنا کرتے تھے لہ اور لفظ حدیث کہ تم سے جنگ مجھ سے جنگ اور تم سے صلح مجھ سے صلح ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت شیخ نے امیر المؤمنین سے جنگ نہیں کی۔

انہا ایسی بیہودہ باتوں کے لکھنے پر جانے سے لکھے جاتے تھے استغفر اللہ استغفر اللہ اب میں اس امر سے بحث کرتا ہوں کہ جو کچھ مجتہد صاحب نے فرمایا ہے کہ سارے ضروریات دین میں سے کسی کا بھی منکر ہر وہ کافر ہے میں اس سے مقولہ محقق طلوسی کے کچھ معنی نہ بدل جائیں گے اور جو کچھ اس نے فرمایا ہے اس میں فرق نہ ہوگا اس لئے مجتہد صاحب کو چاہیے تھا کہ بجائے اس کے کہ گڑبگڑ کے اس کے کلام کے معنی بتاتے اور اس کے لفظوں سے وہ معنی نکالتے جو اس نے خواب میں بھی نہ خیال کئے ہوں گے اور اگر وہ زندگی میں اپنے کلام کے ایسے معنی سمجھتا تو معنی بنانے والے کے سر پر ٹپکتا صاف یہ کہہ دیتے کہ گو نصیر العیسیٰ، طلوسی یا کاغزی نور اللہ شومتری نے یہ لکھا ہے مگر چونکہ مخالف امامیہ اور جمہوری علماء میں امامیہ کے ہے اس لئے ان سے غلطی ہوئی ہے ہم اسے تسلیم ہی کرتے ہیں جس طرح علامہ اللہ کے کلام انہما سے مجتہد صاحب پر وارد کیا نہیں کرتے اس طرح اسکو س کر چھپ ہو جاتے اور حقیقت میں یہ امر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ اہل مذہب کو ہر مجتہد اور ہر عالم کے سب قولوں اور سب باتوں کا ماننا ضروری ہے حضور سادہ بات جو کہ صرف اپنی رائے سے کسی نے لکھی ہو یا کہی ہو بلکہ قرآن و حدیث کا ماننا ضروری ہے پس اگر مذہب شیعہ کے عالم ہوں یا شیعوں کے جس کا کلام سلطان قرآن و حدیث کے ہوگا اس کا ماننا اس مذہب والے کو ضروری ہے ورنہ کچھ ضرور نہیں چھینا چھوڑنا صرف علامہ طلوسی کے اسی قول پر تکیہ کر کے نہیں بیٹھے بلکہ حسن راہ پر مجتہد صاحب چلیں چلنے کو ماننا نہیں اور جسکو چھوڑنا مذہب کہیں اور جس پر اپنے اجتہاد کا مدار رکھیں اسی پر جرح کرنے کو مستعد ہیں شعر۔

رشتہ در گمہ دم افکنند دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ دوست

جناب قبلہ و کعبہ شروع کتاب میں فرماتے ہیں کہ (لپوشیدہ و مخفی نامہ کہ اس عبارت ناصب کہ اور نیجا التزام نمودہ کہ یا نچہ دین اجزا بر شیعیان احتجاج نماید در عدم استحقاق لعن اصحاب ثلثہ و استزاب آنها از اصول مقررہ پیش شیعہ باشد و اصلاً قول اہل سنت را نہ وضع نہ کرد نامی دشمنی یہ عبارت اس جگہ اس لئے لکھی ہے کہ ان اجزا کو در پیہ شیعوں سے احتجاج کر کے انہما سے لعنہ اور ان کے ساتھیوں کو لعنت لایست کرنا تمہارا اصول ہے اور نامہ میں کہ سن کو شامل نہ کر کے ضرور جاننا چاہیے کہ بارہ اماموں کے ذمے قانون شیعوں کا اصول دین میں دین وہ ہے جس میں توحید، عدل، نبوت، امامت، اور قیامت داخل و شامل ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اصول مذکور میں سے کسی اصول کا جو کوئی ترک کرے وہ شیعوں کے نزدیک مومن نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کو ملعونہ گردانتے ہیں۔ البتہ ضرور ہے کہ جو کوئی امامت کا انکار کرے اور توحید و نبوت و معاد کا اقرار کرے تو ایسے شخص کو کافر نہیں جانتے لیکن کافروں والے احکام ایسے شخص پر دنیا میں جاری نہیں کرتے۔

وہ ان دخل نہ دہیں انکا از جملہ اصول مقررہ پیش شیعہ اثنا عشریہ اصول دین ست کہ عبارت از
 توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشند پس شکئی نیست کہ امامیہ منکر یکی از اصول مذکورہ را
 مؤمن نمیدانند و او را از جملہ ملامتین می انگازد آری منکر امامت را با وجود اقرار او بتوحید و نبوت مسلم
 کافر نمیدانند یعنی احکام کنار را در دنیا بر آں با جاری نمی سازند، اور پھر ایک مقام پر یہ بھی لکھتے ہیں
 از کلام بعضے معلوم می شود کہ کفر واقعی ایثاں را اجماعی میدانند، بعد اس کے فرماتے ہیں
 کہ اگر گاہ امیں دانستہ شد پس بنا بریں می گویم کہ منشای تبر از اصحاب ثلثہ و عائشہ و حفصہ و طلحہ
 زبیر و معاویہ و احزاب آنها مخالفت ہر یکی از اصول معتبرہ مقررہ نزدیک شیعہ امامیہ است
 پھر باتفاق معلوم است کہ ایثاں و تبر ایثاں با امامت ائمہ اثنا عشریہ قائل نبودند و فرماتے
 بنمود کہ شیعہ قائل اند و امیں نیز ثابت است کہ ائمہ ما علیہم السلام از اں ہا تبر افرمودہ اند و
 رعیت خود را حکم نمودہ اند کہ تبر از انہا نمایند و حکم بنفاق انہا بکنند، اور حضرت والا مقدمہ
 ہمارم کے جواب میں فرماتے ہیں (جب باید دانست کہ تنازع عامہ با خاصا باں ماند کہ زن یا مرد
 خاصہ نمایند یا کہ معلوم ست کہ صدق شناسم زن بیک و شناسم مرد و مقاومت نمی تواند کرد
 مصداق امیں حرف امیں است قطو بیات بلا طائل کہ بکار بردہ و یک حرف کے عدم نبوت ایمان
 اصحاب ثلثہ و نظر امیں ایثاں از جہت عدم اعتراف با امامت ائمہ اثنا عشریہ ست کافی ست
 و باز ہرگز احتیاج گفتگو باقی نمی ماند پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ (محقق طوسی علیہ الرحمۃ
 ملہ بعض کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے کافر ہو چکے اور اجماع طور پر پاتے ہیں وہ عبارت ذوالفقار مطہر علیہ السلام
 لہجہ صفحہ ۱۰۱ مطرہ ۱۰۱ منہ جب یہ معلوم ہو گیا تو میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اصحاب ثلثہ عائشہ حفصہ طلحہ زبیر
 سائے اور ان کے ساتھیوں نے تبر کننا اسلئے ہے کہ یہ امامیہ شیعوں کے مقررہ معتبرہ اصول کے مخالف تھے اور مستغفہ طور
 پر معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگوں کے پیرو بارہ اماموں کی امامت کے قائل نہ تھے اور جس طرح شیعہ پاتے ہیں یہ نہیں
 مانتے تھے اور یہ بھی واضح ہے کہ ہمارے اماموں نے ان سب سے بیزاری کی اور اپنے ہاتھ دھوئے ان کو ان پر تبر کرنے اور
 انکے منافق ہونے کا حکم دیا ہے بلکہ جاننا چاہیے کہ عامو خاص کا تنازعہ یہ ہے جو اس کے لئے مصداق ہے کہ صورت اپنے
 نازد سے مجھرتی ہے اور یہ ظاہر معلوم ہے کہ صورت کی سوگایاں مرد کی ایک گالی کے مقابلے کی تاب نہیں لاکتیں
 اور بے کار و لالہ لگنگو بنے ہوئے ہے۔ اصحاب ثلثہ اور ان کے ساتھیوں کے مومن نہ ہونے کے لیے یہی حرف کافی ہے کہ
 وہ بارہ اماموں کی امامت کے قائل و مسترف نہ تھے بلکہ محقق طوسی نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے کہ شیعوں کے
 نزدیک اصول ایمان تین ہیں ایک یہ کہ اللہ اپنی صفات و ذات میں واحد ہے دوسرے پیغمبر کے پیغمبری کی دلیلیاں کے طور پر

دوسرے سالہ قواعد العقائد گفتہ اصول ایمان نزد شیعوں سے چیز است تصدیق یواحد زیت خدا در ذات
 او در افعال او تصدیق بر پیغمبری غیر این و تصدیق بامامت ائمہ بعد از پیغمبر ان اتہی کلام الحق
 رحمہ اللہ و ان کلام برہاں قاطع سنہ برضاد ذہن داعی و حاج طبع این معاند مجاہد کہ از عبارت
 تجربیہ محقق مینویسد کہ کفر را مخصوص بحارین گردانیدہ خلقا سی ثنائیہ خود را از ان نجات دہد و
 نجات مقصود نیست، جو کچھ قبلہ و کعبہ نے فرمایا مثل اسی کے اور علمای متاخرین امامیہ نے
 بھی ارشاد کیا ہے چنانچہ بڑے بھائی جناب غشی سبحان علی خاں کے جواب میں ایضاً
 لطافتہ العقال کے فرماتے ہیں کہ (حالانکہ بجواب معارضہ کہ حضرت مخدومی فرمودہ اند ہر
 حاضر طبع ماہرست گزارش می رود و اک این است کہ لمحض معارضہ جناب ابن کہ قدما سی
 امامیہ قاطبہ معتقد کفر منکران امامت بودہ اند و از کلام خواجہ نصیر الدین طوسی و علامہ حلی

بقیہ حاشیہ تصدیق اور تیسری کہ پیغمبری کے بعد امامت حق جہاد ہے کہ کلام اس دشمن کے فساد ذہن و کج روی طبیعت
 پر دلیل قاطع ہے اس دشمن کی خواہش محقق طوسی کے کلام کے بیان سے یہ ہے کہ علی سے جنگ کرنے والوں ہی کو کفر قرار
 دے اور خلفائے کفر سے قطعاً راد لادے مالا کہ نجات نہیں ہے۔ عہ ایضاً صفحہ ۲۷۲ و ۲۷۳ ایضاً صفحہ ۲۷۲

۲۷۳ صفحہ ۲۷۲-۲۷۳۔ جناب مخدوم کے کتابی مقابلہ کے جواب میں عرض ہے کہ جناب کا خلاصہ جواب
 ہے کہ اعتقاد منکرین امامت کو متقدمین امامیہ نے قطعاً کافر کہا ہے اور خواجہ نصیر الدین طوسی علامہ حلی و زکریا شری
 کے کلام سے منکرین امامت کا فاسق ہونا ظاہر ہے اور مخدوم عرض کرتا ہے کہ بارہ اماموں کے سامنے والے متقدمین
 ہوں یا متاخرین سب کے نزدیک یہ کہ امیر المؤمنین علی بن طالب سے چاہے کوئی جنگ کرے یا نہیں ان کا فاسق
 کافر ہے اور ایسے شخص پر کافر کا اطلاق نہایت آخرت ہے کہ وہاں اس کا نتیجہ خراب ہے دنیا میں ان کے ساتھ
 کافروں جیسا برتاؤ نہیں کیا کہ ان کے ساتھ نکاح نشست و ہر نعمت و حیرہ جائز ہے۔ اس عقیدہ کا ہر سبب
 نہیں جو جناب نے غیبی فرمایا ہے جیسا کہ وہ حدیثوں میں ہے کہ رسول اللہ کی رحمت کے بعد بجز عیار کے تمام مہل
 مرتد ہو گئے اور جناب نے اس حدیث کو بزم خود بکثرت آیات و احادیث کے مخالف تصور فرمایا ہے حالانکہ
 واقعہ یہ نہیں ہے اور یہ حدیث حسب موقع لکھی جائے گی اور بہتر بات یہ ہے کہ علی بن ابی طالب کی بلا فضل امامت
 دوسرے ائمہ کی امامت فرقہ امامیہ کے نزدیک اصول دین میں سے اسی طرح ہے جیسے کہ توحید و نبوت
 کا اصول ہے اور اقرار امامت ایک رکھ دینا ہے یہ جزو اسلام نہیں ہے اور کافر ہونا یا اعتبار آخرت کے
 ہے یعنی جو کوئی انکا دین کا انکار کرے وہ ہمیشہ و درخ میں رہے گا اور ایسے منکر کو چہرہ کہ وہ کلمہ شہادت میں لہرتا
 ہے اس نے مونیادی طور پر نہیں کہتے مگر چہ وہ من بھی نہیں ہے

و میر نور اللہ شہو ستری فسق ایشان مستفاد می گردد و بندہ عرض می کنم کہ مختار جمہور ناما میر اثنا عشریہ خواہ از معتقدین غیا از متاخرین ہیں سست کہ مخالف جناب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ائمہ میں ہیں کیوں مخالف امام الاقر است لیکن الطلاق کا فریہ اور نظر الی دارالآخرۃ و سوہ مال او سست نہ باعتبار در دار دنیا مثل جواز متا کحت یا محاسبت و امثال آن و وجہ این عقیدہ نہ آن سست کہ ملازماں خیال فرمودہ اندامنی درو و حدیثیکہ مضمونش این سست کہ بعد رحلت حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم ہم گین صحابہ متزدد شدہ و بجز چہار کس و جناب بزرگم خود این حدیث را متافی آیات کثیرہ اسنادیث شہیرہ منہیدہ اندر مع ان لامرین کذا لک چنانچہ پوجہ و حیدہ این حدیث بہ موقع مناسب خواهد آمد بلکہ احسن این کہ امامت بلا فصل علی بن ابی طالب علیہ السلام و ہم چنین امامت سائر ائمہ نزد امامیہ از اصول دین مثل توحید و نبوت سست و گنی از ارکان ایمان نہ جز و اسلام سست و این مماثلت باعتبار دار آخرت سست یعنی منکر ہر کسی ازینہا مغلد بہ ہم سست نہ باعتبار این طرحہ معترف بہ شہادتہیں را و در دار دنیا کا فر نمی گویند گو مومن نباشند، مغلض کر ان ساری تقریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ ادران کے تابع امامت ائمہ اثنا عشریہ سے منکر تھے اس لئے وہ کافر ہیں اور دنیا میں ان پر سب احکام کفر کے جاری نہیں ہیں بسبب اقرار توحید اور نبوت کے ان پر اسلام کا اطلاق ہے لیکن قیامت میں ان پر سب احکام کافروں کے جاری ہوں گے اور وہ مغلد فی النار ہوں گے اب ہم چند طرح سے اس کا جواب دیتے ہیں۔

اول مجتہد صاحب قبلہ نے خلفائے ثلاثہ اور حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت فرمایا کہ (ایشان و تبعہ ایماں با امامت ائمہ اثنا عشریہ قائل نبودند) مگر یہ خیال نہ فرمایا کہ ان بیچاروں کے زمانہ میں ائمہ اثنا عشریہ کہاں تھے اور سوائے حضرت علی کے اور بہت آخری زمانہ میں سوائے حسین کے نو امام پیدا تک نہ ہوئے تھے اور بعد ان سب لوگوں کے مرنے کے ان کا ظہور ہوا تھا تو اگر وہ ائمہ اثنا عشریہ پر ایمان نہ لائے تو یہ قصور ان کا ہے یا معاذ اللہ خدا کا کہ کیوں اس نے سب اماموں کو ان کے سامنے پیدا نہ کر دیا۔ سبحان اللہ کیا عقل و دانش ہے حضرت قبلہ و کعبہ کی کہ لکھنے کے وقت لفظوں کا خیال بھی نہیں فرماتے اور اپنے کمال کے نشے میں ایسے مہوش ہو جاتے ہیں کہ پھر نظر ثانی بھی نہیں فرماتے۔ اسے لے یہ اور ان کے ماننے والے بارہ اماموں کی امامت کے ماننے والے تھے۔

مومنین خدا کے لئے انصاف کر دے گا اللہ جل شانہ تو فرماتا ہے کہ لا یكلف اللہ نفسا الا ما وسعها کہ خدا طاقت بشری سے خارج کسی امر کی کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور جناب قبلہ و کعبہ صحابہ رسول کو اس حکم سے مستثنیٰ کرتے ہیں اور ان کو اس وجہ سے کافر بتلاتے ہیں کہ ایشیاں یا امامت ائمہ اثناعشر قائل نہ ہوندا۔ آفرین ایسی سمجھ پر شاہانہ ایسے فہم پر۔

دوسرے اگر محمد صاحب کا یہ مطلب ہو کہ ائمہ اثناعشر سے مراد صرف ذات علی مرتضیٰ ہے اس لئے کہ ان کی امامت کا اقرار اس وقت میں گویا ائمہ اثناعشر کی امامت کا اقرار تھا اور اس سے صحابہ منکر تھے خیر ہم اس غدر کو بھی قبول کرتے ہیں اور ایسی پوچھ توجیہ کو بھی مانتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے جب مہاجرین اور انصار کی شان میں آیتیں نازل کیں اور جب ان کی ہجرت اور نصرت جہاد پر ان کی ثناء و صفت کی کبھی فرمایا کہ ولسا یقولون الا انزل من السماء جبرین والانسار کبھی ارشاد کیا اللہ عنہما باجر وادوا جاد ووظی سبیل اللہ کبھی فرمایا کہ رضی اللہ عنہم ورضو عنہم کبھی کہا کہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ تو اس وقت میں جب یہ آیتیں نازل ہوئیں کیا سوائے توحید و زہد کے امامت بھی اصول دین سے تھی اور علی مرتضیٰ کی امامت کا منکر کافر کہلاتا تھا اگر کوئی آیت قرآن مجید میں ہو تو ذرا دکھلا دیجئے جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت کچھ ذکر بھی امامت کا نہ تھا۔ اس لئے کہ امامت کہتے ہیں خلافت کو اور خلافت کی بنیاد ہے بعد وفات پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے تو ان لوگوں کو جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہجرت کی اور ان کے ساتھ جہاد کیا اور ان کی شان میں خدا نے آیتیں نازل کیں قبل شروع ہونے زمانہ ، خلافت کے اور قبل قائم ہونے ایک نئے اصول امامت کے کافر کہنا حقیقت میں پیش از مرگ فایلا کرنا ہے۔ ہاں موافق اصول شیعہ کے ان لوگوں کے حق میں اطلاق کفر کا ہو سکتا ہے جنہوں نے زمانہ خلافت کا پایا اور جنہوں نے انکار امامت علی مرتضیٰ کا کیا۔

۱۔ پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۲۔ ترجمہ۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اس کی گنجائش ہے ۳۔ موضع القرآن ۴۔ بارہا ان کی امامت کہ یہ قائل نہ تھے ۵۔ پارہ ۵ سورہ توبہ رکوع ۱۵۔ ترجمہ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدکر نیوے موضع الان ۱۷۔ پارہ ۶ سورہ توبہ رکوع ۳۳۔ ترجمہ۔ جو یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور اللہ کی راہ میں ۱۲۔ موضع ۱۱۔ پارہ ۶ سورہ ماثرہ رکوع ۱۶۔ ترجمہ اللہ راضی اسے اور وہ راضی اس سے موضع ۱۲۔ پارہ ۶ سورہ فتح رکوع ۲۔ ترجمہ اللہ خوش بہا ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے لگے ترجمہ اس درخت کے نیچے ۲۔ موضع القرآن

تیسرے اگر کوئی شیعوں کہے کہ جن لوگوں نے زمانہ خلافت علی مرتضیٰ کا پایا اور جنہوں نے ان کی امامت سے انکار کیا ان میں خلفائے ثلاثہ داخل ہیں اسی واسطے ہم ان کو کافر کہتے ہیں اور ان کو ان آیات کی فضیلت سے مستثنیٰ کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا کفر بھی موافق اس اصول شیعہ کے کہ منکر امامت کافر ہے اس زمانہ سے شروع ہوا ہے جبکہ خلافت علی مرتضیٰ سے وہ منکر ہوئے اور خود خلیفہ بن بیٹھے کہ یہ زمانہ بعد پیغمبر صاحب کی وفات کے شروع ہوا ہے اور قرآن مجید بھی پیغمبر صاحب کے سامنے اترا ہے اور ہجرت اور نصرت اور جہاد کو کچھ مہاجرین نے کیا ہے وہ پیغمبر صاحب کے سامنے اور انہیں کاموں اور خدمتوں کو خیرانے قبول کر کے ان کی تعریف میں آیتیں نازل کیں ہیں تو جب تک ان ہجرات نے خلافت کو مفسد نہیں کیا اور امامت سے امام اقل کی منکر نہیں ہوئے وہ کس تصور میں ان آیتوں کی فضیلت سے محروم کئے جاتے ہیں اور کس جرم میں یا وجود مہاجرین اور انصار ہونے کے والسا بقون الا اولون من المہاجرین والانصار کے زمرے سے خارج کئے جاتے ہیں۔ جو تھے بد خدا یا کوئی قابل اٹھ کر گریہ فرماوے کہ پیغمبر صاحب نے اپنے ہی سامنے حضرت علی کو خلیفہ کر دیا تھا اور ان کا خطبہ پڑھ دیا تھا اور من کنت مولاه فعلی مولاه کہہ کر سب سے ان کی امامت کا اقرار لے لیا تھا اور صحابہ پیغمبر صاحب کے سامنے ہی منکر امامت ہو گئے تھے اس لئے وہ کافر ہیں اس کا ہم دو طرح سے جواب دیتے ہیں اول یہ کہ خلافت علی مرتضیٰ کی پیغمبر خدا نے کس وقت سے ظاہر کی آیا شروع اسلام کے زمانے سے جب کہ اپنی نبوت کو اظہار کیا اسی وقت حضرت علی کی امامت کو قائم کیا اگر خدا نے ایسا کیا ہے تو خدا اس کا نشان دیجئے ہم جہاں تک سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک کوئی۔ دانشمندانہ اگرچہ مولوی دلدار علی صاحب قبلہ بھی کہیں نہ ہوں ایسی بات زبان سے نہ نکالے گا اور آخر یہی کہیگا کہ حجۃ الوداع میں خم غدیر پر خطبہ خلافت کا پڑھا اس کا جواب یہ ہے کہ اخیر زمانہ وفات پیغمبر خدا کا ہے اور بعد اس کے بہت ہی کم آیتیں نازل ہوئی ہیں اور الیوم اکملت لکم دینکم موافق قرار شیعہ کے دین کے کامل ہونے پر شاہد ہے اور جو آیتیں فضائل میں صحابہ کے ہیں وہ یا ملی ہیں یا مدنی اور حجۃ الوداع سے برسوں پہلے نازل ہو چکی ہیں تو اس سے بھی ان آیتوں کی مصداق سے صحابہ کبار خارج نہیں ہو سکتے دوسرے پیغمبر

۱۷ اسکاترجمہ ص ۱۳۰ میں دیکھو ۱۳۰ منکھ ہا ۶ سورہ مائدہ رکوع ۴ آج میں پورا ہے چکام کو دریں تہلا ۶ موضع میں

صاحب کے سامنے بقول شیعوں کے کسی نے امامت کا انکار نہیں کیا اور سب نے اس کو ظاہر میں قبول کر لیا تو اس وقت میں بھی انکار صریح زبان سے کسی نے حضرت علی کی خلافت پر نہیں کیا اور جب تک زبان سے کوئی محض انکار تو جید اور نبوت سے نہ کرے وہ کافر نہیں ہوتا ظاہر میں تو بعض امامت سے ظاہر میں انکار نہ کرے وہ کیونکر کافر ہو گا بغرض کہ مجتہد صاحب کا یہ قول کہ (اصحاب ثلثہ و عائشہ و طلحہ و زبیر و غیر ہم) یا امامت ائمہ اثنا عشر قائل نبودند، اور نیز حضرت کا یہ ارشاد کہ (عدم ایمان اصحاب ثلثہ و نظر امی ایشاں از جہت عدم اعتراف با امامت ائمہ اثنا عشر سنت کافی ست)، ایسا پوچھ اور بیہودہ ہے کہ بعد اس تقریر کے جو میں نے کی ہے اس پر کوئی انہیں کے اس مقولہ کو کہ تنازع عامہ یا خاصہ یاں ماند کہ زن بامر و مخاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست کہ صد و شنام زن بیک و شنام مرد و متقاد ست نمی تواند کردہا نہیں پر عادیہ کرے اور یہ کہے کہ تنازعہ خاصہ یعنی حضرات شیعہ یا عامہ یعنی سنیاں یاں ماند کہ زن بامر و مخاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست صد و شنام زن بیک و شنام مرد و متقاد ست نمی تواند کردہ۔ تو کیسا ٹھیک اور درست ہے لیکن ہم اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے اور گالی گلوچ نہیں لڑتے۔ اے حضرات شیعہ اپنے مغرآن ماب کے تقدس اور تہذیب اور متانت کو دیکھو کہ حضرت قبلہ و کعبہ مثال بھی دیتے ہیں تو گالی گلوچ ہی کی کاش بجائے اس کے دوسری مثال دیتے اور اپنی تہذیب اور متانت کو کام فرماتے تو لوگوں کے سامنے شرمندگی نہ ہوتی۔

دیکھو کہ ذوالفقار میں ودق کے ورق اس اصول کی تصدیق میں کہ علمای شیعہ کے نزدیک امامت کا منکر کافر ہے یہاں کے ہیں اور ناحق کتاب کا حجم بڑھایا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ بڑی موٹی کتاب لکھی ہے حالانکہ سب کا مطلب یہی ہے کہ شیعوں کے نزدیک امامت اصول دین سے ہے اور منکر اس کا کافر لیکن اس سے کچھ جواب صاحب تحفہ کے کلام کا نہیں ہوتا اس کے لئے وہ تمام سنیوں کے ایمان ثابت کرنے پر سجت نہیں

لہ اصحاب ثلثہ، عائشہ، طلحہ اور زبیر و غیرہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کے ناگل نہ تھے۔ لہ اصحاب ثلثہ اور ان کے جیسوں کا صاحب ایمان نہ ہونا اس لئے کافی ہے کہ وہ سب بارہ اماموں کی امامت کے معترف نہ تھے لہ سنیوں اور شیعوں کا جھگڑا بالکل دیا جیسا کہ عورت اپنے مرد سے جھگڑتی ہے۔ اور یہ امر واضح ہے کہ عورتوں کی سگ گالیاں مرد کی ایک گالی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

کرتے کہ جس پر موافق اصول شیعہ کے بسبب انکار امامت ائمہ اثنا عشر کے عدم ایمان یا کفر کا اطلاق ہو بلکہ وہ صرف صحابہ سے بحث کرتے ہیں اور اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اصحاب رسول پر کفر کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس کے ثبوت میں آئیں جو شان میں صحابہ کے نازل کئے ہوئی ہیں پیش کرتے ہیں اور ملا نصیر الدین طوسی اور نور اللہ شوشتری وغیرہ کے کلام کو اسکی تائید میں لاتے ہیں اور مجتہد صاحب اس فرق بین کو تو ملاحظہ نہیں کرتے اور صاحب مخدہ کی تحریر کا مطلب تو نہیں سمجھتے دونوں امروں کو خلط ملط کر کے عامیوں کی طرح جواب دیتے ہیں کہ ہمارے اصول سے یہ ہے کہ منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر ہے اسے صاحب آپ کے اصول دین میں منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر کیا اگر آپ کے اصول میں آپ کے تقدیر اجتہاد کا منکر بھی کافر ہو صاحب تحفہ اس سے مجتہد بھی نہیں کرتے پس حقیقت میں جو کچھ مجتہد صاحب نے لکھا اس سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منکر امامت کافر ہے اور چونکہ انکا امامت اصحاب نے نہیں کیا مگر بعد وفات پیغمبر خدا کے اس لئے انکا اس اصول سے کافر ہونا حالت حیات نبوت میں ثابت نہ ہوا اور جب انکا کفر ثابت نہ ہوا تو جو آئیں مہاجرین و انصار کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان میں بدرجہ ادنیٰ انکا داخل ہونا واقع ہوا اس لئے کہ ایمان اور ہجرت اور جہاد اور نصرت اور بیعت وغیرہ جو باتیں آیتوں میں خدا نے بیان کی ہیں ان صفات کا مہاجرین و انصار خصوصاً خلفاء ثلاثہ میں بدرجہ کامل ہونا ثابت ہے پس کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اس سے خارج ہوں اور اگر یہی خارج ہوں گے تو پھر سوائے ایک حضرت علی اور دو تین ان کے خاص احباب کے کون رہے گا اور ساری آیتوں کا اطلاق صرف حضرت علی ہی کی شان میں کہنا اور سب مہاجرین و انصار کو اس سے خارج کرنا حقیقت میں صاف قرآن مجید کی تحریف کرنی ہے۔

میں اس موقع پر اس قول کو بھی بغیر باطل کئے چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتا جو کہ مجتہد صاحب نے محقق طوسی کا ان کے رسالہ قواعد العقائد سے نقل کیا ہے جس کو اوپر ہم لکھ چکے ہیں اور جس سے انہوں نے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ محقق موصوف، امامت کو اصول دین سے سمجھتا ہے سودہ کیوں کہ کفر کو مخصوص محاربین سے کرے گا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ادل تو محقق کا یہ قول جو انہوں نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے بہت سے علماء شیعہ کے مخالفت ہے اس لئے کہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

را اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیزیں تصدیق بہ واحدانیت خدا و تصدیق بہ پیغمبری و تصدیق بہ امامت، اور اکثر علمائے لکھا ہے کہ اصول دین کے پانچ ہیں چنانچہ خود قبلہ و تبعہ نے اپنی کتاب ذوالفقار میں فرمایا ہے کہ دائرہ اہل اصول مقررہ پیش شیعہ اثناعشریہ اصول دین است کہ عبارت از توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد، پس محقق صاحب نے دو اصول یعنی عدل اور معاد کو توڑا ہی دیا اور پانچ کو چھوڑ کر میں کو اختیار کیا تو جب ان کو میں سے ایسی محبت تھی کہ اصول دین کے بھی میں ہی لکھے تو اگر میں خلیفوں کو انہوں نے مخالفوہ فسق کہہ کر کفر سے خارج کر دیا تو کیا عجیب ہے۔

علاوہ بریں یہ قول محقق صاحب کا جو انہوں نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے در حقیقت ان کے اس مقولے کو جو تجربہ میں لکھا ہے کچھ باطل نہیں کرتا اس لئے کہ یہ قول کہ (اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیزیں است) یہ عام ہے اور وہ قول کہ (مخالفوہ فسق و محاربوہ کفر) خاص ہے۔ (امامین عام الاو قد خص) پس گویا وہ صحابہ جنہوں نے مخالفت کی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اگر کوئی کہے کہ جب تم مجتہد صاحب کی توجیہ کو نہیں مانتے جو انہوں نے مخالفوہ فسق کی نسبت کی ہے تو تم کیوں ایسی توجیہ کرتے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اس توجیہ کی ہم سند رکھتے ہیں اور ایک دوسرے محقق شیعہ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے یعنی قاضی نور اللہ شوشتری مقولہ محقق طوسی کی تائید میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخین با امیر المؤمنین علیہ السلام حرب نہ منحنیٰ ند بلکہ بی رحمت قتال و کتف استعمال سیف القتال و کثرت خیال الرجال حق اولیٰ ابطال نمودند و غضب خلافت رسول متعال از نمودند پس اگر ان کے نزدیک غضب کرنا خلافت کا موجب کفر خلفائی ثلاثہ ہوتا تو وہ کیونکر غضب خلافت کو بے جنگ و جدال کے ثبوت میں عدم کفر مخالفین جناب امیر کے بیان کرتے ہیں اگر مطلب قاضی نور اللہ شوشتری کا اس عبارت سے اور کچھ ہو تو بیان فرمائیے۔

سہ شیعوں کے نزدیک ایمان کے نہیں اصول ہیں ایک واحدانیت خدا کی تصدیق دوسرے پیغمبر کی تصدیق اور تیسرے امامت کی تصدیق۔ کہ بارہ اماموں کے ماننے والے شیعوں کے نزدیک جہاں اصول مقررہ ہیں۔ ہیں۔ توحید و عدل و انصاف و نبوت، امامت، اور آخرت کہ مہارت ذوالفقار مطبوعہ طبع مجمع البحرین لہذا در مسئلہ صفحہ ۱۰۲ مسئلہ ۱۰۲ کہ شیعوں کے نزدیک اصول ایمان میں ہیں چھ حضرات شیخین نے امیر المؤمنین سے جنگ نہیں کی بلکہ بیز قہر و شرف کے لوگوں کو اپنا کر علی کا حق باطل کر دیا اور خلافت رسول کا حق علی سے غصب کر لیا۔

فعلیکم البیان وعلینا وفعہ بالبرہان۔ اگر کوئی کہے کہ جس طرح پتہ اپنی توجیہ کے لئے دوسرے
 معنی کی سند لائے اسی طرح پر جناب قبلہ و کعبہ بھی سند لائے ہیں بلکہ تم تو دوسرے شخص کی
 لائے قبلہ و کعبہ تو محقق طوسی ہی کی دوسری کتاب سے سند لائے ہیں اس کا جواب یہ
 کہ بیشک ہم دونوں اپنی اپنی توجیہ پر سند لائے ہیں مگر دونوں میں فرق ہے ہماری توجیہ مطابق
 لفظ اور عبارت اور معنی ظاہری محقق کے ہے اور سند سے اس کی تائید بصراحت ہوتی ہے
 اور قبلہ و کعبہ کی توجیہ مخالف اور عبارت اور ظاہری معنی محقق کے ہے اور سند سے بھی
 اس کی تائید بصراحت نہیں ہوتی۔ ہم نے جو معنی کہے وہ کھلے ہوئے ہیں اور صاف ظاہر
 ہیں اور قبلہ و کعبہ نے جو معنی بنائے ہیں وہ ایسے پیچ دار ہیں کہ قواعد صرف و نحو سے اس
 کی مطابقت نہیں ہوتی۔ اگر شک ہو تو کسی طالب علم عربی خوان کے سامنے دونوں کے
 معنی رکھ دو اور طالب العلم بھی وہ ہو جو نہ سنی ہو۔۔۔ نہ شیعہ اور اس سے پوچھو کہ کون
 سے معنی صحیح ہیں تو ضرور وہ یہ کہے گا کہ یہی معنی صحیح ہیں جو یہ سنی کہتا ہے اور جو معنی مجتہد
 صاحب فرماتے ہیں وہ ان نظموں سے نہیں نکلتے ایسے دقیق مضمون کو شاید امام سمجھیں گے
 اس لئے سر من رائے جا کر امام صاحب سے پوچھو پس جب تک امام ظاہر نہ ہوں اور
 مجتہد صاحب کی فہم و فراست اور جودت طبع کی تعریف کر کے ان کے بنائے ہوئے
 معنی کی تصدیق نہ کریں تب تک کوئی بھی ان کے معنی کو تسلیم نہ کرے گا۔

جو کہ اس بحث کو ہم لکھ چکے اس لئے اب اس قول سے بحث کرتے ہیں کہ اطلاق
 اسلام کا صحابہ کبار اور خلفائے ابدال پر موافق اصول شیعہ کے ہوتا ہے نہیں چنانچہ
 مجتہد صاحب اس کا اقرار کرتے ہیں اور فرماتے کہ منکرہ امامت کا فتر نہیں ہے یعنی
 احکام کفر کے دنیا میں اس پر جاری نہیں ہیں چنانچہ اس قول کو اوپر ہم نقل کر چکے
 اور جواب ایضا لطائف المقال سے اس کی تائید کر چکے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء
 شیعہ کے نزدیک موافق قول مجتہد صاحب کے تین درجہ ہیں ایک ایمان جو پانچوں
 اصول توحید نبوت امامت عدل معاد کا قائل ہو دوسرے کفر جو ان پانچوں اصول کا
 یا سوائے امامت کے ایک کا بھی منکر ہو کہ نہ اس پر ایمان کا اطلاق ہو گا نہ اسلام
 کا یہ تیسرا اسلام جو فقط امامت کا منکر ہو کہ وہ قیامت میں تو مثل کافروں کے ہو گا
 مگر دنیا میں احکام کفر کے اس پر جاری نہیں ہیں۔

اور عرض ان تینوں درجوں کے قائم کرنے سے یہ ہے کہ صحابہ کو کافر بھی کہنے کا، موقع رہے اور مسلمان کہنے کا بھی یعنی جب ان کو توحید اور نبوت کے اقرار میں سچا اور اعمال حسنہ میں کامل اور دین میں پکا دیکھتے ہیں اور کسی طرح کا نقص ظاہری اعمال میں ان کے نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے اور جب ان کو آیات فضیلت کے مصلحت سے خارج کرتے ہیں اور ان کو برا کہتے ہیں تب فرماتے ہیں کہ وہ مؤمن نہ تھے یعنی اصول دین میں سے ایک اصول یعنی امامت کے منکر نہ تھے اسی واسطے درمیان کفر اور ایمان کا ایک نہیں ہے۔ میسر واسطہ قائم کیا اور اس کا نام اسلام رکھا۔

اب اگے سنیے کہ جب یہ خیال کیا کہ جو شخص اس تفرقہ کو سنے گا وہ منہ گاہ اور ایسے اصول قائم کرنے والوں کو اصمق کہے گا اس لئے کہ دین کے پانچ اصول تو قائم کئے اور پانچوں کو برا بر درجہ دیا اور پھر چار اصول تو ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے چاروں کو ایسا ایک کا بھی کوئی انکار کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاوے اور کفر کا اس پر اطلاق ہو جائے اور ایک اصول امامت ایسا ہو کہ جسکا منکر نہ کافر ہو نہ مؤمن بلکہ مسلم رہے اور وہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہووے تو یاتو یہ اصول امامت حقیقت میں اصول دین سے نہیں ہے فردغ سے ہے یا اگر اصول دین سے ہے تو اس کا منکر بھی کافر ہے تو اس سفاہت کے جتانے کے لئے اس کی وجہ اور علت تحریر کرنے پر بحث کی اور اس کا سبب خاص بیان فرمایا جس سے سوائے اس کے کہ سفاہت پر پردہ پڑے بے ہودگی اسکی اور دو بالا ہو گئی چنانچہ اب میں اس وجہ کو بیان کرتا ہوں اور اپنے قول کی تائید کرتا ہوں کہ جناب قبلہ و عقبہ ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (نبی اور دو اسنادیث بسیار

لئے بجزت احادیث کے حوالے سے شیوخ محققین نے اپنی کتابوں میں صراحت کی ہے کہ مخالفین علیٰ جمہا آخرت کافر ہیں جو دوزخ سے ہرگز باہر نہ نکل سکیں گے۔ اور اس دنیا میں بھی وہ کفار کے احکام میں شریک ہیں اور خدا کو معلوم تھا کہ نام صاحب الزمان کے ظہور سے پہلے حکومت حق پر باطل کی حکومت غالب آئے گی۔ اور شیعوں کی اپنے مخالفین سے معاملات معاشرتی کرنے پڑیں گے اس لئے باطل حکومت کہنے والوں کو مسلمان کہنے کے احکام جاری کر دیتے مگر شیعوں کی جان و مال محفوظ رہے اور ان سنیوں کو پاک کہیں ان کے ذبیحہ کو حلال سمجھیں۔ اسکی لوگیوں سے شادی کریں ان کو میراث دین اور ورثہ نہیں اور دوسرے احکام اسلام ان پر جاری رکھیں تاکہ شیعوں پر سنیوں کی حکومت میں دنیا کا کاروبار لگ نہ رہے اور جب امام صاحب الزمان کا ظہور ہو تو سنیوں پر بہت پرستوں باقی آئے سنیوں

محققین امامیہ در کتب خود تصریح نموده اند کہ مخالفین در عقوبتی حکم کفار دارند و ہر گناہ از جہنم بیرون نمی آید و درین دنیا نیز احکام کفار شرعیہ اند اما چون علام الغیوم می دانست کہ فرق حق پیش از ظہور قائم آل محمد غالب خواهد گردید و شیعیان را معاشرت و مواصالت و معاشرت با مخالفان ضرور خواهد شد درین دولت ہائے باطل احکام اسلام را برایشان جاری، گردانید کہ جان و مال ایشان محفوظ بودہ باشد و حکم بہ ظہارت ایشان بہ کنند و فریبہ ایشان را احلال فائز و دختر از ایشان بخواہند و میراث با ایشان بدہند و انانیتان بگیرند و دیگر احکام اسلام برایشان جاری کنند تا بر شیعیان کار تنگ نہ شود در دولت ایشان و ہر گاہ حضرت صاحب الامر ظاہر شود حکم بت برستان را برایشان جاری کنند و در ہمہ احکام مثل سائر کفار باشد و این تفضل خداست بسبب بحال شیعیان زیرا کہ فرق کفار بسیار اند اگر برینیان نیز درین ایام احکام کفار جاری می گردید و را مورس طور عسرتے بر شیعیان می شد کہ مزیدی بران متصور نیست) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بحیثیت اس کے کہ خدا کو معلوم تھا کہ شیعی بیچارے ذلیل و خوار رہیں گے اور عزت اور دولت سنیوں کو ملے گی پس اگر سنیوں پر حکم کفارہ جاری کیا جائے تو بیچارے شیعی روٹی کہاں سے پادیں گے اور ان کو کھانا کون دے گا اور چونکہ شیعیوں کو بجز بوری سنیوں کی خدمت گزار می کرنی پڑے گی اور سنیوں کے دست نگر رہیں گے۔ اگر سنیوں پر کفر کے احکام جاری کر دیئے جائیں اور شیعی ان کو کافر کہنے لگیں تو سارے شیعیان پاک بھوکوں کے مارے مرجائیں گے اور سنی ان کا نان لقمہ بند کر دیں گے بلکہ غصے میں آکر کافر کہنے پر ان کو جان ہی سے مار ڈالیں گے۔ اور اگر ایسا ہوا تو دین جعفری جاتا رہے گا۔ اور کوئی خدا اور رسول کا نام لینے والا دنیا میں نہ رہے گا۔ کو یا خدا کی عبادت حضرات شیعہ کے فنا ہوتے ہی دنیا سے موقوف ہو جائے گی اور چونکہ بیچارے شیعیوں کی مظلومیت اور غربت پر خدا کو بڑا رحم ہے۔ اور ان کے حال ناز سچو اس کو بہت توجہ ہے اس لئے کہ حضرات شیعہ کے تفضل میں خدا نے سنیوں کو دنیا میں کفر سے بچایا اور ان کو مسلمان رکھا مگر یہ اسی وقت تک ہے بنظر عنایت و مہربانی جب

الغیرہ حاشیہ) کے احکام جاری کریں اور اس وقت سنیوں پر تمام کافروں کی طرح احکام جاری ہوں۔ شیعیوں پر یہ اللہ کا فضل و کرم ہے۔ کیونکہ کافروں کے فرقوں کی اکثریت ہے۔ اگر اس زمانہ میں سنیوں پر کافر ہونے کا حکم لگایا جائے تو شیعیوں پر عرصہ حیات دنیاوی اس قدر تنگ ہو جائے گا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تک کہ امام صاحب الزماں پیدا ہوں جب کہ امام شیعوں کے غارِ سرسبزِ رومی سے ظہور فرمائیں گے اور بعد چندین ہزار سال سنیوں کے خوف سے نجات پادیں گے اسی وقت پر کیا ہی طار مار شیعوں کا ہے سلطنت اور حکومت ان کی ہے کسی کے ہاتھ میں حضرت عباس کا علم ہوگا کسی کے دوش پر امام کا شدار کھا ہوگا کوئی ذوالفقار جو منے کے لئے دوڑا جاتا ہوگا کوئی صواریں و مصمام اپنی کھولتا ہوگا کوئی زرارہ کے غول میں بھلا گتا ہوگا کوئی مشام اور شیطان الطاق کو ڈھونڈتا ہوگا پس اس وقت وہ دھوم و دھام شیعوں کی ہوگی کہ لوگ محرم کی دسویں کو بھول جاویں گے اور یا امام کا غل آسمان پر پہنچاویں گے تو جب ایسے زور شور کا امام شیعوں کا ہوگا اور کچھ بھی عرض شیعوں کی ان سے نہ رہے گی پس اس وقت امام شیعوں کے پکار کر کہہ دیں گے کہ آج اسلام کا حکم تو موقوف ہوا کفر کے حلانیہ اطلاق کرنے کا زمانہ آ گیا۔ اب ہمارے شیعوں کو کچھ کام سنیوں سے نہیں رہا اس لئے کوئی آج سے کسی سنی کو مسلمان نہ کہے اور لفظ اسلام کا بھی زبان پر نہ لائے اب ان کو کافر مطلق جانو اور نفس سمجھو اور بت پرستوں کے احکام ان پر جاری کرو ورنہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤ ورنہ ان کے ہاتھ کا پانی پیو بلکہ اپنی اپنی ذوالفقار اور حسام نکال کر خوب ان کو قتل کرو بہت دنوں تک انہوں نے ہمارے شیعوں کو دبا دیا اور صد ہا برس تک ان سے تفتیہ کرایا انہیں کبخت سنیوں کے سبب سے ہمارے شیعوں کو جھوٹھ بولنا پڑا بلکہ شیعہ کیسے خود ہم اماموں کو سچ بولنا مشکل ہو گیا اور بے جمہوری اور ذہین بنا پڑا بہت کچھ لکھیں ان کبختوں نے ہم کو اور ہمارے شیعوں کو دی ہے اب خوب بدلا لو اور مزے سے چین کرو حکومت کا تقارہ بجھاؤ ذوق شوق سے سلطنت کرو اور اپنے ہزار برس کے دلی غبار سنیوں سے نکالو۔

پس اے سنیو خدا کے واسطے شیعوں کا شکر ادا کرو کہ انہیں کی بدولت تم کفر سے بچے اور انہیں پر رحم کر کے خدا نے تم کو تانا ظہور امام کافر نہ گردانا اور احکام اسلام کے تم پر جاننا کئے اگر شیعہ نہ ہوتے تو یہ لطف تمہارے حق میں خدا ہرگز نہ کرتا۔ یہ وجہ جناب جو قبیلہ و کعبہ نے عدم اطلاق لفظ کفر کی نسبت سنیوں کے تا ظہور امام بیان فرمائی اس سے بیشک سارے اعتراض دفع ہو گئے سب شیخی سنیوں کی جاتی رہی بھلا کس سنی کی مجال ہے کہ اس پر کچھ اعتراض کرے اور اسی وجہ کو جو دلائل فلسفہ سے بڑھ کر مدلل ہے رد کر کے بے شک ہم بارے اور مجتہد صاحب جلیتے۔

اس تقریر کا جس کی ستائش اور استحکام پر اس کے الفاظ و معانی خود شاہد ہیں بہارِ پاس کچھ جواب نہیں ہے اسے حضرات امامیہ تم غور سے سنو اور اس وجہ کو دل میں جگہ دو کہ بہت بڑی باریک بات قبلہ و کعبہ نے فرمائی اور نہایت حکمت کی تقریر تم کو سکھائی ہے مجتہد ہوں تو ایسے اور محقق ہوں تو ایسے کہ جن کی تقریر پر بہر شخص کی زبان سے امتدادِ حدیث کے سوا دوسرا کلمہ نہ نکلے اور جن کی بات کو سوائے بجا اور درست کے کوئی رد نہ کر سکے۔ ۵

اذا قالت خدام لصدقوا فان القول ما قالت خدام

جب میں نے خوارم میں مجتہد صاحب کی دیکھا تھا کہ انہوں نے ذوالفقار پر بڑا ناز کیا ہے اور اس کی تقریر و تحریر کو لاجواب تصور فرمایا ہے اور اس کی نسبت یہ بھی ارشاد کیا کہ اب تک کسی نے جواب نہیں لکھا تو مجھے ذوالفقار کے بالاستیعاب دیکھنے کا شوق ہوا تاکہ دریافت ہو کہ وہ حکیمانہ دلیلیں اور فلسفی تقریریں کیا حضرت نے اس کتاب میں بھردی ہیں کہ کسی نے اس کا جواب نہ لکھا جب اس کو اول سے آخر تک دیکھا تو خدا آگاہ ہے کہ میں مبلغ سے نہیں کہتا ہوں کہ اس کے برابر کیا باعتبار عبارت کے اور کیا بلحاظ مضمون کے اور کیا بخيال انتشار مطالب اور کیا بوجہ غلط سمجھ اور تفہیم طائل کے میں نے کسی عالم کی کتاب کو اس سے زیادہ پوچھ لپچ نہیں پایا اور نظر ٹھاکر دیکھنے کے لائق بھی اسے تصور نہ کیا اس واسطے شاید اس وقت تک کسی نے اس کا جواب نہ لکھا ہو گا اگر کسی کو شک ہو تو، جس قدر تقریریں اس کتاب کی میں نقل کر چکا ہوں ان کو بخوبی دیکھے اور میرے کلام کی تصدیق کرے۔

اب میں خاص اس وجہ پر جو عدم اطلاق کفر کی نسبت سنیوں کے مجتہد صاحب نے بیان کی ہے کچھ دو ایک لطیفے لکھتا ہوں اور شیعوں کو سناتا ہوں جو شائق ہوں وہ سنیں کہ میں جو کہتا ہوں وہ بڑے کام کی بات ہے اور بمقتضائے کاتدین تذلک قابل سننے کے ہے بس ایہا المؤمنین غور سے سنو کہ۔ ۵

۱۔ خدام ایک عورت تھی عرب میں کہ جب وہ کچھ بات کہتی اس کے عاشق بنا کرتے اور کچھ زبان سے نہ کہتے، اسی عورت کے حال میں کسی شاعر نے یہ شعر کہا ہے کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی بات خدام کے اس کی تصدیق کر دے اور کچھ دبو کو بگو کہ بات تو وہی ہے جو وہ کہتی ہے اس کی بات کو کون رد کر سکتا ہے۔ ۱۲۔

سخن ماسنیدنی دارو جلوہ مغنت ست دیدنی دارو

ادل یہ۔ کہ خدانے سنیوں پر اطلاق اسلام کے لئے صرف یہی وجہ قرار دی ہے کہ
تائبر شیعیان کا رنگ شود تو اس خدانے ان کے حال پر خدا زیادہ رحم کیوں نہ کیا اور سارے
بت پرستوں اور کافروں کو ان کا بھائی کیوں نہ بنا دیا اور ان کی خاطر سے جس طرح ایک
اصول امامت کے انکار سے باوجود یکہ وہ صریح کفر ہے سنیوں پر اطلاق اسلام کا کیا کس لئے
ان کی خاطر سے پانچوں اصول کے منکر پر لفظ اسلام کا اطلاق نہ فرمایا اس لئے کہ اب اسلام
کے معنی وہ تو باقی ہی نہیں رہے جو کہ قرآن و حدیث میں مذکور ہیں بلکہ یہ ایک اصطلاح جدید
مقرر ہوئی ہے۔ ولما ساحتہ فی الاصلح۔ تو پھر جس طرح پر کہ باوجود کفر کے اور مختلف آثار
ہونے ان کے شیعوں کے اوپر مہربانی کر کے ان کے اوپر اسلام کا لفظ اطلاق کیا اسی طرح
پر اور کافروں پر بھی اسکی اطلاق کی اجازت دیتا تا شیعوں کا دائرہ کار اور بھی زیادہ وسیع ہو جائے۔
دوسرے رشیعوں کی خاطر سے تا ظہور امام محرمات کو حلال کیوں نہ کر دیا۔ تاکہ
بر شیعیان تنگ نشود جب ان کی خاطر ہی پر کفر اور اسلام کا اطلاق ٹھہرا اور خدانے اپنے
آپ کو انہیں کے اختیار میں دے دیا تو مناسب تھا کہ ان کے سب حرام چیزوں کو حلال
کر دیتا کہ وہ خوشی سے شراب ارغوانی کے جام کے جام اڑاتے اور زنانہ سپارہ کے ساتھ ہمبستر
ہو کر خوب ذوق شوق سے حرام کرتے سارے دنیا کے مال و متاع کو ان کے لئے حلال کر دیتا
کہ جس کے گھر سے جو چاہتے لے جاتے اور خوب لوٹ مار کر کے اپنے معیشت کے دائرے
کو وسیع کرتے سب جانوروں کو اگرچہ شوک ہی کیوں نہ ہوں ان کے لئے حلال کر دیتا تاکہ
وہ خوب مزے سے نوش فرماتے اور بیچارے کسی بات کی ذرا بھی تکلیف نہ پاتے نماز کو ان
پر سے ساقط کر دیتا روزه کو ان پر واجب نہ فرماتا تاکہ بیچارے کسی بات کی ذرا بھی تکلیف
نہ پاتے اگرچہ میں نے اس کو اپنے نزدیک نہایت ہی عجیب اور غیر ممکن تصور کر کے ،
لکھا ہے۔ مگر حقیقت میں بہت سی باتوں کو حضرات شیعوں نے اپنے لئے حلال کر رکھا دیکھو
پانچ نماز کے بدلے تین ہی وقت پڑھتے ہیں۔ دو وقت کی تکلیف سے محفوظ ہیں نکاح کی
قید سے آزاد ہی ہو گئے ہیں متعہ کی بدولت خوب چین سے جس کو چاہتے ہیں رات بھر
لے تاکہ شیعوں پر عرصہ حیات تنگ نہ ہو۔

لے تاکہ شیعوں کے کاموں پر بند نہ ہوں۔ اور نہ تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔

کی اجرت دے کر اپنے صرف میں رکھتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ تامل
ظہور امام کے سبب عیدین شریعت کی جو تھوڑی بہت رہ گئی ہیں اڑادیں اور خاصے لمحہ میں
جا میں اور اگر کوئی اعتراض کرے تو اپنے قبلہ و عقبہ کا قول نقل کر دیں کہ اس تفضل خداست
نسبت بحال شیعیان)۔

تیسرے۔ اگر حقیقت میں خدا نے صرف شیعوں کے حال پر رحم کر کے سنیوں کو ظاہری
کفر سے بچایا تو قید زمانہ ظہور امام کی بجایا ہے بلکہ ظہور مجتہد کی قید کافی تھی اور خدا کو یہ کہ دینا
چاہئے تھا کہ جب تک کسی مجتہد کا ظہور نہ ہووے تب تک یہ حکم ہے ورنہ جب کسی خطہ میں
زمین کے اس قدر عزت شیعوں کی ہو جاوے کہ مجتہد صاحب مندرجاتہا پر بیٹھ جا دیں
اور دو چار ہزار دینیا طلب ان کے گرد حاضر ہوں اور وہ سنیوں کی رو میں کتابیں لکھنا بھی
شروع کر دیں تب یہ حکم موقوف کر دیا جائے اس لئے کہ افادات العللہ فوات المعلول۔ پس
تعجب ہے کہ لکھنؤ اور ایران میں یہ حکم کیوں اب تک جاری نہ ہوا اور ظہور امام کے لئے وہاں
کس کا انتظار رہا جب کہ مجتہد صاحب نے فدا افتخار کو در السلطنت لکھنؤ میں لکھ کر منتشر کیا
اس وقت تو ان کو ایسی بات لکھنی زیبانہ تھی اس لئے کہ جو زور مشور تشیع کا ان کے وقت میں
وہاں تھا۔ اس سے زیادہ ہونا تو کبھی ممکن ہی نہیں ہے اس لئے ان کو لکھنؤ میں یہ حکم جاری
کر دینا تھا۔ لیکن حقیقت میں انہوں نے جساری کر دیا تھا، گو کتاب میں
صاف نہیں لکھا مگر سنیوں کے کفر اور نجاست کا فتویٰ دے دیا تھا یہ حال لکھنؤ میں ہو گیا
تھا کہ اگر کوئی سنی کسی شیعوں پاک کے فرش پر جانا تو وہ اسی وقت اس کو دریا پر دھونے کے
لئے بھیج دیتا اور ان کے یہاں کے کھانے پینے کو حرام اور ناپاک سمجھتا پس حقیقت میں فرمانا
حضرت کا کہ حکم بظہارت ایشان بکیند و دیگر احکام اسلام ہر ایشان جاری کنید، فقط کتاب
کی زمینت دینے کے لئے ہے یہ مثل کرنے کے لئے حقیقت یہ ہے کہ شیعوں کے مجتہد شیک
شمیک عیسائیوں کے پوپ اور پادریوں کے موافق ہیں جس طرح وہ اپنے آپ کو معلوم
جاتے ہیں اور سارے احکام شریعت کے رد و بدل پر اختیار رکھتے ہیں وہی حضرات مجتہدین
کا حال ہے کہ احکام نبوی کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہیں جو چاہا کفر کا اطلاق کر دیا جب
سنہ شیعوں کے حال پر یہ اللہ کا فضل و کرم ہے۔ سنہ سنیوں کی طہارت کا حکم نکالیں اور ان پر دربرے

چاہا اسلام کا حکم دیا چونکہ خدائی ان کے اختیار میں ہے اس لئے جو چاہیں سو کر میں اور جو دل میں آدے وہ فرمادیں قیامت کو اس کا حال معلوم ہوگا ہم ہوں گے اور گہرے بیان مجتہد صاحب کا۔

چوتھے مجتہد صاحب نے اپنی تقریر میں میراث کے باب میں فرمایا کہ میراث بایشاں بدہند وازایشاں بگیرند اور نکاح کی نسبت کہا کہ دختر ازایشاں بخوابند اور بواہ دیانت دختر بایشاں بدہند کے کہنے سے شرم فرمائی گویا سنیوں کو لڑکی دینا جائز نہیں ہے کہ حال اس کی شناخت کا اس شخص کو ظاہر ہو سکتا ہے جو چند ورق ہمارے کتاب کے لوٹ کر بحث نکاح حضرت ام کلثوم کو دیکھیے۔ یہ بحث جو میں نے لکھی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مجتہد صاحب ایران کا اطلاق خلفاء ثلاثہ پر نہیں کرتے بلکہ ان پر اسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور اسی کے ثبوت میں بہت سی سندیں لاتے ہیں مگر حقیقت میں یہ قول بھی ان کا غلط ہے اور انہیں کے محققین اور محدثین نے اس کو باطل اور غلط قرار دیا ہے پس تعجب ہے حضرت مجتہد صاحب سے کہ نہ اس کو دیکھا اور نہ اسے نقل کیا اور خلاف اپنے پیشواؤں کے اسلام کا اطلاق کیا افسوس ہے کہ اپنے تشیع میں بھی کامل نہیں ہیں اور اپنے اصول سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہیں اور تابعین کرنے پر مستعد ہیں اور ناحق اپنے اہل مذہب کو اپنی بدعت تقریروں سے اور فضیحت کرتے ہیں و نسیم باقیل عک۔

وہ کفر ہم کامل نہ نماند سوا کمن

اب اس قول کو سنئے جو علماء و اعلام شیوہ لے اس باب میں لکھا ہے ارہ نہ وہ علماء مثل عبد اللہ کے ہیں جس سے حضرت مجتہد صاحب انکار کریں نہ وہ ایسے گناہ ہیں کہ جن کے نام سے واقف نہ ہوں بلکہ اس علامہ اور محقق کی سند پیش کرنا ہوں جسکے علم و اجتہاد کا انکار گویا امامت کا انکار ہے اور اس کے تقدس کا اقرار گویا چھٹا اصول دین کا ہے وہ کون ہیں جناب فضیلت مآب سہام معقول و منقول حاوی فروع و اصول فاضل محقق خیر مدقق جناب ملا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کہ وہ حدیث ارتداد صحابہ کو کافی سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ در بیان سنیوں علیہ السلام ان یزیدوا عن الاسلام امی عن ظاہرہ و التکلم

سہ ظاہر میں کیا ہے جو شخص اسلام سے ظاہری طور پر بچ جائے اور کلمہ شہادت کا ازادی ہو تو کون کو پائے کہ اسے علیہ السلام کے وہی معنی سمجھ جائیں جو علماء شیوہ نے امانت عارل ان کی شرح میں بیان کئے ہیں۔

یا شہادتین الی قولہ لیا تی ان الناس ازندالاشمشہ لان المراد منہا ارتداد و ہم عن الدین و اعتماد
 ہذا محمول علی بقائہم علی صورتہ الاسلام و ظاہرہ وان کانونی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفار
 و قص ہذا بمن لم یسمع النصح علی امیر المؤمنین علیہ السلام ولم ینفہدہ ولم یعادہ فان من قتل
 شیئاً من ذلک فقد انکر قول البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کفر ظاہراً ایضاً و لم یسبق لہ شیئ
 من احکام الاسلام و وجب قتلہم خلاصہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جن اصحاب نے پیغمبر خدا سے
 نفس خلافت علی مرتضیٰ کو نہیں سنا اور نہ ان کے ساتھ دشمنی رکھی ان پر تو احکام اسلام کے
 جاری ہیں گو سبب بیعت خلفا کے اکثر حقیقی احکام میں کفار کے حکم میں داخل ہیں مگر جس نے
 نفس کو سنا ہے اور یا حضرت علی سے دشمنی رکھی ہے وہ ظاہر میں کافر ہو گیا اور کوئی حکم احکام
 اسلام سے اس کے حق میں باقی نہ رہا اور اس کا مسلمان کہنا جائز نہیں ہے اور اس کا
 قتل کر دینا واجب ہے۔

اگر کسی کو یہ شک ہو کہ ملا باقر مجبسی نے ایسا فرمایا ہوتا تو کیونکر مجتہد صاحب پھر
 خلاف اس کے خلفا پر اطلاق اسلام کا کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا کام اس روایت
 کی تصحیح کر دینا ہے اور تہارا کام ہے اس کا تصفیہ کرنا کہ مجتہد سے ہیں یا ملا باقر مجبسی
 حق پر ہیں ہم نے جو کچھ لکھا ہے سو اس کی تصدیق ہم سے سنو کہ ذکر اگر بعض از نقل اس عبادت
 معنی اثبات اس معنی سنت کہ صاحب بجا از تلمذ و اتباع ایشان را کافر میدانند پس البتہ اس
 معنی بسر و چشم مقبول سنت اصلاً جامی است نکات و انکار نیست اور بجا از انوار ترجمہ فارسی
 کی یہ عبارت ہے کہ دایم حکم یعنی بقای ظاہر اسلام مخصوص بکسی سنت کہ از رسول خدا علیہ
 السلام

بجز حاشیہ صفحہ ۲۳۴) اسلام کی جانب لوٹائیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ واقعی اسلام سے انحراف کر رہے ہیں اور اس صورت میں
 ایسے شخص کو بہ ظاہر مسلمان سمجھیں گے مگر یہ اس کے حقیقی طور سے کافر ہونے کا حکم ہے اور اس پر تکیا کر لو اور اس کا جو
 امیر المؤمنین علی کے احکام نہ سنے اور ان سے عداوت نہ رکھے اور جو شخص ان اعمال متدرجہ کرے تو گویا اس نے رسول اکرم ص
 کے قول کا انکار کیا۔ اور اس کا کافر ہونا ظاہر ہے اور اس کے لئے احکام اسلام باقی نہیں گئے بلکہ اس کا قتل واجب ہے۔

لہذا اگر اس عبادت کے نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ اصحاب بنی اسرائیل کے متبعین کو صاحب بجا کافر جانتا ہے تو یہ معنی
 لہذا انھوں نے مقبول و منظور ہیں اور ان معنوں سے ہرگز کسی قسم کا ٹانگ و نارا اور انکار نہیں ہے لہذا یہ حکم یعنی ظاہری اسلام
 کا باقی رہنا اس شخص سے جس مخصوص ہے جس نے امیر کی خلافت کا حکم رسول اللہ سے نہ سنا ہو اور علی سے
 بغض و عداوت نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ ان امور کا کرنے والا دلائل رسول اللہ کے قول کا منکر ہے اور ظاہری طور پر کافر نہیں ہے۔
 (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اللہ علیہ وآلہ وسلم نص پر خلافت امیر علیہ السلام نہ نیندہ و بغض و عداوت آن حضرت نہ داشتہ
 چہرہ متکبر این امور منکرہ قول پیغمبر است صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و بحسب ظاہر ہم کافرست
 و بیچک ازا احکام اسلام برای او ثابت نیست و قتلش واجب است انتہی بلفظ مغضوبہ اگر
 حضرات شیعہ انصاف کریں اور تعصب و عناد کو دخل ندیں تو جناب قبلہ و کعبہ کے تقدس
 و دیانت پر افسوس کریں کہ حضرت نے سارے اقوال جو مفید اس مقام کے تھے نقل کئے
 اور ان سے یہ نتیجہ نکالا کہ درود دار دنیا احکام اسلام برای ہا جاری می شود و گو در دار آخرت
 مخلد بناں خواہد بود اور اپنے امام علامہ کے قول کو نقل نہ کیا جس سے اسلام ظاہری سے
 اطلاق کرنا بھی خلفا پر نادرست ہے بلکہ کفر ہے عجب حال ہے حضرات شیعہ کا کہ کسی بات
 پر ثابت قدم نہیں رہتے اور ایک کلمہ پر قائم نہیں رہتے کبھی کہتے ہیں کہ اصحاب و خلفا
 مسلمان تھے ظاہر میں ان پر احکام اسلام کے جاری تھے کبھی فرماتے ہیں کہ وہ کافر
 مطلق تھے اور ان کا قتل کرنا واجب تھا خدا اس قوم کو اپنے صلہ کا ذائقہ چکھا دے کہ اور
 جو کچھ خرابی دین محمدی کی انہوں نے کر رکھی ہے اس کا بدلہ لے ایہا المؤمنین ذرا ذوق انقار
 کو اٹھا کر دیکھو کہ اس میں اجرائی احکام ظاہری اسلام کا خلفا ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
 نسبت کس زور شور سے و دعویٰ کیا ہے اور پھر بحال انوار اور استقصار کو دیکھو کہ انہوں نے
 اپنا کفر کس صفائی سے ظاہر کیا ہے اور اپنے اس اختلاف کی خود داد و دفاعتہ و ایادلی
 البصار والنظر والی ہولاء الکبار لانہم فی کل وادیہم یون ذنی کل تیرہ تیرہ یون تلک آیات اللہ
 تنکوہا علیک بالحق نبامی حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون ۔

جو کچھ ہم نے اب تک بیان کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ علمای شیعہ کفر و اسلام میں
 صحابہ کے مختلف ہیں یعنی ان پر اسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور اکثر ہیں اور جو لوگ اسلام کا اطلاق
 کرتے ہیں وہ بھی صرف بنظر ترمہ سال شیعیان علی کے اور بیان میں کفر و اسلام کو برابر سمجھتے ہیں
 بقرہ ص ۱۲۲ اور اس کے معنی کوئی حکم اسلام! بی زور ہے گا بلکہ اس کا نقل واجب ہے، اس لیے جن میں اپنا بین احکام اسلام
 جاری ہوں گے اگر پر آخرت میں وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

اسے ہیں غور کرو اسے صاحبان بنیائی اور دیکھو طرف بڑوں کے تحقیق وہ لوگ بھی ہر جگہ کے گھومنے والے ہیں اور یہی
 ہر میدان کے پھرنے والے ہیں۔ انہیں ہیں اللہ کی تم سناتے ہیں جھوٹے ٹیکے پر کون یا تو اللہ اور رسول کی باتیں سمجھو کہ
 انہیں گے ہا مولوی انبیا اللہ سلے ربی۔

اس لئے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ ان پر کفر کا اطلاق کس وجہ سے ہے آیا اس وجہ سے کہ وہ توحید کے منکر تھے خدا کو ایک نہ جانتے تھے لات و عزریٰ کی عبادت کرتے تھے مثل البوہبہ اور ابو جہل وغیرہ کے بت پرست تھے۔ یہ انبوت کے منکر تھے پیغمبر صاحب کو سچا نبی نہ جانتے تھے بلکہ اور کافروں کی طرح تکذیب ایمان میں کرتے تھے یا صرف امامت کے منکر تھے اور توحید و نبوت میں کامل تھے پس ہم تینوں صورتوں سے علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں۔ بعض علما شیعہ کے تینوں اصول کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حقیقت میں اول ہی سے خلفائے ثلاثہ ایمان نہیں لائے اور خدا کی توحید اور پیغمبر صاحب کی نبوت کے سچے دل سے معتقد نہیں ہوئے چنانچہ یہ امر شیعوں کے نزدیک مسلمات سے ہے اور اس پر سند لانے کی کچھ حاجت نہیں ہے اور خود مجتہد صاحب ذوالفقار میں جا بجا لفظ اول اسرا ز ایمان بہرہ نداشت کا تحریر فرماتے ہیں۔

اس کے جواب میں سو کچھ ہم کو لکھنا تھا اور پر بحث ایمان شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں لکھ چکے اب انہیں تقریروں کو عادہ نہیں کرتے لیکن علاوہ ان دلیلوں کے ان کے ایمان کو اور دلائل سے ثابت کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جو دعویٰ نفاق کا بہ نسبت صحابہ کے حضرات شیعہ نے کیا ہے وہ باطل ہے۔

اثبات نہ منافق ہونے صحابہ کے بدلائل

دلیل اول: یہ تو ظاہر ہے کہ خلفائے ثلاثہ اور صحابہ کبار ظاہر میں مسلمان تھے اور اور اقرار توحید و نبوت کا کرتے تھے پس ظاہری ایمان سے ان کے تو انکار ہو ہی نہیں سکتا باقی رہا یہ کہ دل میں منکر توحید اور نبوت کے تھے اور اسوجہ سے وہ منافق تھے تو اس کا ثبوت دینا چاہیے ورنہ ہر خارجی اور ناصبی جناب امیر علیہ السلام کی نسبت دس اشیا جناب ہم من ذاکم بھی کہہ سکتا ہے پس جس طرح پر تم ان خارجیوں کا جواب دو گے اور جس طرح سے ایمان کو جناب امیر کے ثابت کرو گے وہی ہماری طرف سے حق میں صحابہ کے سمجھو۔

دلیل دوم: اگر صحابہ منافق ہوتے ہیں تو ایسا کہ جا بجا مجتہد صاحب اولان کے بزرگوں نے دعویٰ کیا ہے تو ضرور ہے کہ پیغمبر خدا علیہ السلام والثناء ان سے بیزار ہی کرتے اور ان کو اپنے مشورے اور صلاح میں شریک نہ کرتے اور خدا بھی ان سے بیزار ہی کا حکم دیتا اور پیغمبر صاحب

کو ان کی صحبت سے منع کر دیتا اور ان کے اوپر جہاد کا امر کرتا۔ اور ان کو بدترین وقت کی حالت پر پہنچاتا اس لئے کہ خدا نے منافقین کے حق میں ایسا ہی فرمایا ہے اور ایسا ہی کیا ہے اور افسوس ہے کہ جناب قبلہ و کعبہ نے ذوالفقار میں بعض ان آیات کو خود ہی نقل کر کے ہماری طرف سے جواب دیا ہے چنانچہ جو آیتیں شاہ صاحب نے تحفہ میں فضائل صحابہ میں لکھی ہیں ان کے معارفے میں وہ آیتیں جو کہ منافقین کی شان میں ہیں جناب قبلہ و کعبہ نے پیش کیں اور یہ نہ خیال کیا کہ انہیں آیتوں سے ان کا دعویٰ غلط ہوتا ہے اور خدا ان کو اپنے کلام سے جو ہٹا کرتا ہے چنانچہ منجملہ ان آیتوں کے ایک آیت یہ ہے کہ من اهل المدینۃ منہ و علی لفاق لا تعلمہم و نحن نعلمہم و ستفدہم منہم ثم یردہن الی عذاب عظیم کہ بعض اہل مدینہ سے منافق ہیں چکھو تو نہیں جانتا مگر ہم جانتے ہیں قریب ہے کہ ہم دوسرے ان کو عذاب دیں اور پھر وہ بڑے عذاب کی طرف پھرے جاویں۔

اب خدا کے لئے آیت میں لفظ من اهل المدینۃ کا خیال کر دو جو کہ مضمون اس آیت کا مخلصانہ پر جو کہ کے رہنے والے تھے کیونکہ صادق ہو گا علاوہ بریں خدا اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ وہ دوسرے عذاب دئے جاویں گے اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد عذاب دنیاوی ہے تو سوائے منافقین کے جن کا حال کھل گیا اور جو مارے گئے اور ذلیل ہوئے اس آیت کا مضمون صحابہ کبار پر کیوں کر صادق ہو گا اور مارے اس کے اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ لا تعلمہم نحن نعلمہم کہ تو ان کو نہیں جانتا بلکہ ہم اوپر حدیث سے بروایت نزاد المعاد نقل کرتے ہیں اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا نے ان کے لفاق کا حال سمجھ لیا صحابہ سے بھی کہہ دیا تھا۔ ایک دوسری آیت مجتہد صاحب معارف میں فضائل صحابہ کے اپنی ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ لولا کثرت من اللہ سبق لمسکم فی ماخذتم عذاب عظیم اس آیت کی ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں مگر اب اور زیادہ تصریح کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہ آیت درحقیقت فضیلت میں حضرت عمر فاروقؓ کی ہے اس لئے کہ حسب بعد فتح ہونے بعد کی لڑائی کے بیشتر کافر قید ہوئے تو پیغمبر خدا نے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کی نسبت کیا کیا جاوے چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہر ایک کو دس روزہ رکھو۔ بعضے مدینہ و اسے اترے ہیں لفاق میں تو ان کو نہیں جانتا ہم کو معلوم ہیں ان کو نہ پتا کہ کون کون ہے۔ بڑے عذاب میں ۱۲ مونسوں میں سے ۶ اور انھیں دس روزہ رکھو۔ ۶۔ ترجمہ گوردہ جہاں ایک بات کو کچھ چکا لڑا آگے سے تو کچھ ہٹا اس لئے میں بڑا عذاب ۱۲ موضع القرآن۔

عمر بن سعد بن معاذ انصاری نے فرمایا کہ قتل کئے جاویں اور حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ
تھک رہا ہوں چنانچہ حضرت نے فدیر لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس کی تصدیق خود مفسرین
شکیہ کرتے ہیں۔

پہلا ثبوت۔ علامہ طوسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ (قال عمر بن الخطاب
یا رسول اللہ کذ جوک واخر جوک فقد ہم واضرب اعناقہم وکن علیا من عقیل فیضرب عنقہ وکنی من
فلان اضرب عنقہ فان جہلاء النہ الکفر وقال ابو جراہک و توکب خذ منہم فدیر لیکون لنا قوۃ علی
الکفار قال ابن زید فقال رسول اللہ لو نزل عذاب من السماء ما نجا منکم غیر عمر بن الخطاب و
سعد بن معاذ ترجمہ یعنی حضرت عمر نے پیغمبر خدا سے کہا کہ یا رسول اللہ ان کافروں نے آپ کو جھٹلایا
اور آپ کو مکے سے نکالا ان کی گردنیں مارنا چاہیں عقیل کو علی کے سپرد کر کہ وہ اسے مارے اور
غلام شخص کو مجھے سپرد کر کہ میں اسے قتل کر دوں کیوں کہ یہ کفر کے پیشوا ہیں اور ابو بکر نے کہا کہ یہ
سب تیرے ہی قوم کے آدمی ہیں ان سے فدیر لے کر کھو چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ وہ چھوڑ دیئے
گئے۔ ابن زید کہتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے
عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا۔

دوسرا ثبوت۔ کاشانی تفسیر خلاصۃ المنجیح میں لکھتا ہے کہ (روز بدہ ہفتاد تن امیر
شدند حضرت در باب ایشان با اصحاب مشورہ کرد ابو بکر کہ از مہاجرین بود گفت یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکابر و اصغرائی قوم اقارب و عشائر تو انہما کہ ہر یک بقدر طاقت و
استطاعت قدرتی بد نہ باشند کہ روز سے بدولت اسلام برسند ان سے مومنین تم کو دل سے اپنے
مجتہد صاحب کے تہ اور فضیلت کی داد دینی چاہیے کہ معارضے میں فضائل صحابہ کی وہ
آیت پیش کی جس سے اور بھی فضیلت تالیف ثانی کی ثابت ہو گئی سچ ہے الحق لعلوا اولیٰ علی شعر
عدو و شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ و دوکان شیشہ گر سنگ ست
اس آیت کے معارضے میں پیش کرنے سے بھی دل و جان سے شکر اس کا ادا کرتے
ہیں اور ان کے تقدس اور فضیلت کی داد دیتے ہیں لیکن اگر کسی ان کے مقلد کو صرف ایک

نے جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ تتر مشرک و کافر قید ہو سے رسول اللہ نے ان کے ہا سے میں اصحاب سے مشورہ کیا ابو بکر
جو مہاجرین میں سے تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ قوم کے بڑے اور چھوٹے آپ ہی کے رشتہ دار ہیں۔ اگر ان میں سے ہر ایک
اپنی حیثیت کے موافق غرہ دے کر رہا کر دیا ہو ہا سے تو امید ہے کہ ایک دن مسلمان ہر جائیں گے۔

تفسیر مجمع البیان کی روایت پر سب سے پہلے اور وہ اس کی تائید میں دوسری روایت کا طالب ہوئی ہم اللہ ہم دوسری سند اس قول کی تائید میں ایک بڑے عالم فاضل صحیحی کی پیش کرنے ہیں۔

تیسرا ثبوت۔ ابن جبور صاحب غزالی اللہ تعالیٰ جو اکابر امامیہ میں بہ علم و فضل مشہور ہے روایت کرتا ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخذ سبعین اسیراً یوم بدر و فہم العباس و عقیل بن عمہ فاستشارا بآبیکر فہم فقال و قویک و مالک و استبقہم لعل اللہ یتوب علیہم و اخذ الفدیۃ لفقوی بہا اجبا بک فقال عمر بن ذک و آخری جو کہ فقہ ہیم و انضرب احنا فہم فانہم ائمتہ الکفر و لا تاخذہم القداء مکن علیا من عقیل و حمزہ من العباس و کنی من فلان و فلان فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ یتوب قلوب رجال حتی یتکون الین من اللہین و لیتیس قلوب رجال حتی یتکون اشد من الحجارة فمشک یا ابابکر مثل ابراہیم اذ قال فمن تبعنی فانہ منی و من عصانی فانک غفور الرحیم فلو مشک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تغر علی الارض من الکافرین دیار اثم قال ان شئتم قتلتہم وان شئتم فادیم ویستشہد منکم بعد نہم فقالوا بل ناخذ الفداء ما استشہد بعد نہم فاتفقوا قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس علامہ کی تحریر کا جو لفظ نقل کی گئی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے جو اوپر مجمع البیان سے منقول ہوا مگر اس عالم نے اتنا اور زیادہ کر دیا ہے کہ پیغمبر خدا نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی باتوں کو سن کر کہا کہ کیا خدا کی شان ہے کہ بعضوں کے دلوں کو تو مثل پیغمبر کے سموت کر دیتا ہے اور یہ کہہ کر حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر تیری مثال ابراہیم کی سی ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا کہ جو میری اطاعت کرتا ہے وہ مجھ سے ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے سو تو بخشنے والا مہربان ہے اور اسے عمر مثال تیری نوح کی سی ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا کہ اسے پروردگار زمین میں کسی کافر کو نہ بچھوڑے۔

وہیں اسے حضرات مومنین جن کو تمہارے مجتہدین منافق کہتے ہیں وہ ایسے منافق تھے کہ اپنے باپ بھائیوں کو خدا کے پیچھے قتل کرنے پر مستعد تھے اور قتل کرتے تھے اور پیغمبر خدا علیہ التیہ والنہا ان کی تمثیل پیغمبروں سے دیتے تھے شان ہے خدا کی کہ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ منافق کچھ بھی فرم و جیا کا خیال نہ کریں اور جنہوں نے کفر و نفاق کی جڑ سرب سے کھودی انہیں کو کافر اور منافق کہیں نہ کہیں کلمتہ تخریج من افواہہم ان یقولون الا نہ پابہ اسور ہن کر کرنا۔ اگر جہنم ہی اسے کہ نفاق ہے انکے منہ سے سب جہنم ہے جو کہتے ہیں ۱۱۔ صوفی القرآن

لذبا اگر اس روایت پر بھی سیری نہ ہووے اور فارسی خواں شعی کسی فارسی تفسیر سے اس روایت کی تصدیق چاہیں تو بفضلہ تعالیٰ وہ بھی حاضر ہے۔

چوتھا ثبوت مکینہ العرفان سے شیعوں کے علامہ رازی نے اپنی تفسیر میں اس مضمون کو ان لفظوں سے نقل کیا ہے۔ سرد روایت سنت کہ در روز بدر ہفتاد تن اسیر گرفتہ بودند و از بند عباس و عقیل بودند۔ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم دیاب ایشان با سحاب مشورہ فرمود ابو بکر گفت کما کابروا صاعز این قوم اقداب عشتاز تو اند اگر ہر ایک بقدر لطافت و استقامت لذائی بہند باشد کہ روز بہ ہلاکت برسند و حالاً عدد و عدد مسلمان زیادہ شود و عمر گفت یا رسول اللہ زمان تکذیب کردند و یاد بیرون کردند نہایت کفر اندہ را بزبان تا گردن زدند و گیر از ایشان فدے را عقیل را علی سپار و عباس را بجزد و فلان را بن تا گردن ز نیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ حق سبحانہ تعالیٰ دلہامی مردم را آگاہ ست کہ نرم عیسا ز دوبرتیبہ کہ تراز شیر ست و دیگر دلہامی باشد کہ سونت تراز سنگ است مثل تو اسے ابو بکر ہماں مثل ابراہیم ست علیہ السلام کہ گفت من تبعی فانہ منی و من عصائی فانک مغفور رحیم و مثل تو اسے عمر چو شل فوج ست و قتیکہ گفت رب لا تذر علی الارض من الکافرین و یارام غرضکہ اسے حضرات امامیہ ذرا غفلت کی آنکھ کھولوا اور اپنے قبلہ و کعبہ کے حال پر رحم کر دیکھ جو کچھ انہوں نے لکھا تھا اس سے الٹی قضیات صحابہ کی ثابت ہوئی اور ساری محنت ان کی خاک میں مل گئی۔ اصل یہ ہے کہ ذوالفقار کی تالیف کی نسبت خود حضرت لکھ چکے ہیں کہ دس بیس روزہ کے عرصے میں تالیف کی تھی اور عجلت بہت فرمائی

۱۔ روایت ہے کہ جنگ بدر میں ستر آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئے جنہیں حضرت عباس و عقیل بھی تھے۔ رسول اکرم نے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ کیا جس پر ابو بکر نے کہا کہ تم انہیں بدر میں رہا کر دو۔ آپ نے فرمایا اگر ہوا۔ اپنی استقامت کے بوجہ فدے دیکر رافعی حاصل کر لیں تو امید ہے کہ ایک دن یہ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے اور مسلمان کی اکثریت ہو جائے گی اس پر عرض نہ کیا یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپ کو جواب دیا اور آپ کو ڈٹا سے نکالا یہ کافروں کے سردار ہیں ان سب کی گردن نڈی کا حکم صادر فرمایا جائے۔ اور ان سے فدے نہ لیا جائے عقیل کو علی کے حوالے کیے جہاں کو نذرہ کے تھامے کیے اور فلان کو میرے سردار کیے تاکہ ہم ان کی گردن اڑا دیں ماسی پر رسول اکرم نے فرمایا اللہ تعالیٰ واقع ہے جو اپنے بندوں کے دل دوا ہے زیادہ نرم کرنا ہے اور اکثر دنوں انہیں اسی طرح پتھر سے زیادہ سنت بنا رہتا ہے اور اسے ابو بکر تمہاری مثال ابلہیج کی طرح ہے چونکہ کہا جس نے میرا پرہیز کر دیا میرا ہے اور جس نے میرا کھانا کھا لیا تو اسے تو بختے والا کہہ کر پروردگار اور اسے فریادگی مثال ذلت کی مانند ہے یا کہ انہوں نے ایک تڑپ لکھا تھی کہ اسے عشاچی زمین پر کسی کافر کا آباؤ گران نذرہ دینے کے منسوب ہے۔

دیکھو کہ اس سے مشورہ کرنا صحابہ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور مشورہ دینے والوں میں سب سے اول ابو بکر صدیق کا اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام ہے یا نہیں دیکھو اور پھر دیکھو اور خوب غور سے دیکھو کہ مشورہ کرنا رسول کا ان سے اور صلاح دینا ان کا حضرت کو تمہارے مفسرین کے قول سے ثابت ہوتا ہے یا کچھ اس میں فرق ہے۔ **فَارْجِعِ الْبَسْرَ لَنْ تَمْلُكَ مِنْ فُطُورِ** ثم ارجع البصر لئلا تملک من فطور الیک البصر خاسا و ذہو حسیرہ سبحان اللہ سبحان اللہ ضعیول کو ایسے لوگوں کی نسبت منافق کا لفظ کہتے ہوئے کچھ خدا کا خوف رسول کا لحاظ بھی ہوتا ہے یا نہیں اور قیامت کے مواخذے سے بھی ڈرتے ہیں یا نہیں جناب مجتہد صاحب نے ایسے صحابہ کبار کے منافق نکلنے میں یہ بھی خیال نہ کیا کہ آخر ایک روز انتقال کرنا ہے اور خدا کو جواب دینا ہے جو کچھ ہم کتاب میں لکھتے ہیں اس کا خدا کو کیا جواب دیں گے رسول کو کیا منہ دکھائیں گے جو ہم نے ان کے حواریین اور اصحاب کو جن سے وہ مشورہ لیتے تھے جن کو اپنا مصاحب بنائے ہوئے تھے منافق کہتے ہیں اگر یہ دور ہوتا اور اس پر یقین رکھتے ہوتے کہ قیامت کے دن جب ہاتھ میں نامہ اعمال دیتے جاؤ گے اور ذوالفقار کی کفریات پر ملا کہ عذاب اقر کتابک کفنی بفساک الیوم علیک حبیبا۔ خدا کی طرف سے کہیں گے اس وقت کیا سال ہوگا زمان کے مقلدین بچا سکیں گے نہ انکا اجتہاد کام آئے گا تو بے توبہ جان بوجہ کر یہ لوگ کفریات بکتے ہیں اور مراتب صحابہ پر نہیں رکھ کر اسی سے انکار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر وہ لغویات منہ سے نکالتے ہیں کہ سن کو سن کر کفار بھی الامان الامان پکارتے ہیں حقیقت میں یہ نہ مبالغہ ہے نہ تعصب ہے اسحق کا اظہار ہے کہ جس طرح پر دین محمدی کو اس فرقے نے اور خوارج نے خراب کیا ہے وہ کسی دوسرے نے نہیں کیا وہ باتیں دین میں داخل کی ہیں کہ جن کو خدا کسی مسلمان کے کان تک نہ پہنچائے ان کے کفریات اور ہزلیات اور لغویات پر یقیناً بھی حیران ہوگا اور وہ بھی **سید**

مستمان نشو واد کا فر میناد

ان کی شان میں کہتا ہوگا اگر کوئی حضرات شیعہ نہایت ہی غور کو دخل دیں اور اس آیت کو قرآن مجید کی مکرر سکر علیہ لگا کر پڑھیں اور درپار مجتہد جمی ان کے مل کر یہ فراروں

۱۵ بارہ۔ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۶۔ ترجمہ: پڑھ لکھا اپنا تو ہی میں ہے آ۱۰ کے دن اپنا حساب میں ہے

۱۱ مویہ القرآن۔ سب مسلمان کو۔ سنوئے اور کافر کو نہ دکھو۔ ۱۰ سورۃ ملک کون

کہ ان کے لئے اس کا یہ مطلب ہے کہ جو معاملے ہمارے اور ان کے بیچ میں ہے اور اس میں وہ جو کہ جائیں یا گناہ کریں تو تو ان کی معافی کے لئے ہم سے استغفار کرو اور مشورہ کہ ان سے اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کی رائے سے اور دیکھ کہ وہ کیا کہتے ہیں اور پھر یہ فقیر بیان کرتا ہے کہ مشورہ لینے کے فائدہ میں اختلاف ہے کہ باوجود مستغنی ہونے سے بغیر خدا کے جو ہر وجہ کے دریافت رائے صواب سے کسی بندے سے مشورہ لینے کا کیوں حکم ہوا اور اس میں لوگوں نے بہت سے قول کہے ہیں۔

اول قول - یہ کہ یہ حکم اس لئے ہے کہ تاکہ اصحاب رسول کے دل خوش ہوں اور ان کو محبت اور الفت پیدا ہو دے اور ان کا مرتبہ بلند ہو اور قدر ان کی ہو کہ یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جن سے رائے لی جاتی ہے یہ قول ہے قتادہ اور ربیع اور ابن اسحاق کا۔

دوسرا قول - یہ ہے کہ تاکہ امت نبوی اس کی اقتدا کریں اور اس کو عیب نہ سمجھیں جیسا کہ صحابہ رسول کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ وہ جو کام کرتے تھے سو صلاح و مشورہ سے کرتے تھے یہ قول ہے سفیان بن عیینہ کا۔

تیسرا قول - یہ ہے کہ اس سے دو فائدے منظور تھے ایک صحابہ کی عزت و دوسرے امت کی اقتدا اس باب میں قول ہے حسن ارضحاک کا۔

چوتھا قول - یہ ہے کہ امتحان ہو جاوے کہ دوست کون ہے اور دشمن کون۔
پانچواں قول - یہ ہے کہ یہ مشورہ لینے کا حکم امور دنیا میں اور لڑائی کی باتوں میں ہے اور ایسی باتوں میں ان سے صلاح لینا جائز ہے۔ یہ قول ہے ابی علی حسانی کا فقط اس تفسیر سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

اول یہ کہ خدا اپنے پیغمبر سے فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ بمقتضائے بشریت تیرا قتل کر دیں تو تو اسے معاف کر دے اور اگر میرا گناہ ان سے ہو جاوے تو ان کے لئے مجھ سے استغفار کر سببان اللہ کیا مہربانی ہے خدا کی سال پر صحابہ کے کہ ان کی خطاؤں کو عفو کے لئے اپنے پیغمبر سے ان کی سفارش کرتا ہے اور ان کے گناہوں کے خود معاف کرنے کے لئے اپنے پیغمبر کو ان کے واسطے شفاعت کا حکم دیتا ہے انہوں نے شیعوں کے حال پر کہ وہ ایسے ہی لوگوں کو کافر اور منافق کہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ جنگ احد کے فرار کا معنواں سے ثابت ہوتا ہے جس پر بہت کچھ زبان داری حضرات شیعہ کرتے ہیں۔

تیسرے یہ ثابت ہوا کہ صرف ان کے اظہارِ قدر و منزلت کے لئے خدا نے یہ حکم پیغمبر صاحب کو دیا کہ ان سے مشورہ کیا کر۔ اس تفسیر کی نسبت اگر بعض حضرات یہ فرار میں کہ قتادہ و غیرہ مسند تھے جس سے صاحب مجمع البیان نے ان اقوال کو نقل کیا ہے جو اب اس کے ہم کہیں گے کہ جو کچھ اقوال مختلفہ کے نقل کرنے سے پہلے مفسر موصوف نے کہا ہے وہ تو کسی سے نقل نہیں کیا اور جن اقوال کو اس نے نقل کیا ہے وہ نواند اور وجوہ میں مشورہ لینے کے ہیں اگر تم کسی قول کو منجملہ ان اقوال کے نہ مانو تو ذرا بیان فرماؤ کہ خود صاحب مجمع البیان کا کیا قول ہے اور پھر شاید ہم فی الامر کے کیا معنی ہیں اور اس حکم دینے کے کیا فائدے ہیں۔

دلیل چہارم۔ یہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ سب سے پہلے لڑائی بدر کی ہے اور جو لوگ اس میں پیغمبر خدا کے ساتھ تھے انکا بڑا رتبہ ہے اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے فرشتوں کو مدد کے لئے بھیجا اور آیات قرآنی نازل کر کے اپنے احسان کو ظاہر کر دیا اسی واسطے تمام اصحاب نبوی میں وہی لوگ بڑے رتبے کے شمار ہوتے تھے جو کہ اس لڑائی میں شریک تھے۔ اب ہم کو دیکھنا، چاہیے کہ وہ اصحاب جن کو حضرات شیعہ کافر اور منافق کہتے ہیں وہ اس لڑائی میں کس طرف تھے پیغمبر صاحب کی طرف یا کفار کی طرف اگر کوئی حضرات شیعہ یہ ثابت کر دے کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سوقت پیغمبر صاحب کی طرف نہ تھے اور وہ اس لڑائی میں شریک نہ تھے تو ہم ان کے دعویٰ کو تسلیم کرتے ہیں اور اگر ہم ثابت کر دیں کہ عین معرکہ میں موجود تھے بلکہ خاص پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرات شیعہ کو چاہیے کہ وہ اشیعہ سے فارغِ خطی لکھ دیں اس لئے میں لڑائی کے شروع ہونے اور عین لڑائی کے وقت کا حال حمایہ حیدری سے نقل کرتا ہوں کہ ایسا مقصد کیا لکھنا ہے لڑائی شروع ہونے سے پہلے کا حال مؤلف موصوف اس طرح لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا نے سنا کہ مشرکین قبریوش واسطے لڑائی کے آتے ہیں تب اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو سوقت سب سے اول حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر نے جواب دیا اور جہاد پر آمادہ ہونے پر اپنی رغبت ظاہر کی چنانچہ اشعرا اس کے یہاں

اشعار

ہیں انہیں خبر سید المرسلین
یہی انجمن ساختہ باہل دین

کہ آئی حق پرستان پاکیزہ کیش
 کمر بستہ بر کین و پر خاشاک
 بیانید خود ہم بزرگ دیگر
 کہ دشمن رسید از چہ کارزار
 دناں پس عمر نرزد کہ در راست
 قدم پیش بگذار و مارا بہ بین
 چہ سان و دست جان ندایم
 بگفت اسی حبیب خدا می عزیز
 بیاریم شمشیر بر دشمنان
 بفرمود در حق ایشان دعا
 کہ از راز انصاریا بد خبر
 چہ گوئید اندر حق دشمنان
 چنین گفت از روی صدق و نیاز
 بدست تو روزیکہ داویم ہست
 ہماں روز کہ دیم بر تو نثار
 براں صدق و ایمان انصار دین

بفرمودانگہ باصحاب خویش
 بدانید کہ کعبہ اہل جفا
 رسیدند نزد یک آمد خبر
 شمار انول چسیت تدبیر کار
 پیا سنج ابو بکر از جائے خاست
 بگفتہ یا سید المرسلین
 کہ بادشمن دین چہا می کنیم
 دناں پس ز ہا تا خاست مقداد شیر
 بود تا تہن جان و دگف توان
 ازل گشتہ خوش دل رسول خدا
 چنین خواست پس بہترین بشر
 دیگر بار فرمود کاشے دوستان
 ز جا خاست این بار سعد معاذ
 کہ با جان و دل با ہمیں عہد دست
 سرد مال و فرزند و خویش ز نیاد
 بہم بر ایشان نمود آفرین

پس اسے حضرات امامیہ ذرا منافقین کے ایمان اور جان نثاری کو خیال کر داور
 ان کے صدق و اخلاص کو دیکھو سمجھو تو کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق ایسے منافق تھے کہ سب
 سے پہلے جان بازی پر مستعد ہوئے اور اول سب سے پیغمبر خدا سب کے ساتھ ہوئے اور
 اپنے اخلاص کو اپنے اعمالوں سے سب پر ظاہر کر دیا اور خطاب افضل المہاجرین کا خدا
 کے حضور سے پایا اسے حضرات پیغمبر خدا کو مدینے کے منافقین نے جو بعد شوکت اسلام کے
 ظاہر میں کلمہ گو ہو گئے تھے ایسے ہی اخلاص کے جواب دیشے ہیں اور وقت پر اسی طرح کا
 ساتھ دیا ہے اور رسول مقبول نے ان منافقوں کے حق میں اسی طرح دعا اور آفرین کی ہے۔
 مجتہد صاحب اپنی ذوالفقار میں مجملہ اور آیات کے جو اثبات فضائل صحابہ کے

معارفہ میں پیش کی ہیں ایک یہ آیت لکھتے ہیں :-

اِذَا اَنْزَلَتْ سُورَةٌ مَّحْكَمَةٌ وَاذْكُرْ فِيهَا الْقِتَالَ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَنْظُرُوْنَ
اِيْنِكَ لَقَدْ اَخْرَجُوْا عَنْكَ مِنْ اَلْمَدِيْنَةِ لَمَّا كَانَتْ مِنْ اَلْاٰخِرَةِ لِيَسُوْا وَايْتُوْا
دَلِيْلًا مِّنْ رَّبِّكَ لِيُجِيْبُوْا رِجَالًا مِّنْ اَسْمٰئِكَ لِيُقِيْلُوْا اِيْنَكَ اِنْ كُنْتُمْ
تَكْفُرُوْنَ اِنَّ اِيْنَكَ لَءَايٰتٌ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ

وَجَاهِدُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ اَعْظَمُ دَعْوَةً مِّنْ اللّٰهِ
يَكُوْنُ لَكُمْ فِيْهَا اَجْرٌ عَظِيْمٌ
ہیں کہ اگر آپس شک نیست دین کہ از صحابہ کسانیکہ ایمان داشتند و ہجرت و جہاد بہ نیت صحیح
کردند ولایت بر فضیلت آن ہادارہ لیکن چون ایمان خاصہ میں حق ولایت و ہجرت این ہا
بر نیت درست بہ ثبوت نہ رسیدہ استدلال بدین آیات بر فضیلت ایشان یعنی نہ ولایت
نظر باین کہ او سبحانہ تعالیٰ مقارن این ہر دو صفت جہاد و نیز مذکور نمودہ کیفیت جہاد
ایشان در جنگ احمد و خبیر و حنین و غیرہ بالظہر من الشمس است پس ایشان را ازین آیت بہرہ خواہد
بود بلکہ ایشان از مصداق قول او سبحانہ تعالیٰ ذن یولہم یومئذ و برہ الخسط وافر و ازند پس کوئی
شخص حلقہ حیدری کے ان اشعار کو حضرت کی قبر پر پڑھ دے کہ شاید ان کی روح کو خبر ہو
جہاد سے کہ ان کی ساری تقریر و تحریر یہاں نہیں کے ایک شاعر کے قول سے رود باطل ہوگئی بعد
وفات بڑے قبلہ و کعبہ کے جب ان کے ولیعہاد صاحبزادے یعنی دوسرے قبلہ و کعبہ مولوی

۱۲ پارہ ۲۶ سورہ محمد رکوع ۲ ترجمہ جب اتنی ایک سورت ہائی جوئی اھ ذکر ہوا اس میں ثلاثی کا تو قورہ لکھتا ہے جن کھل میں
روگ ہے لکھتے ہیں تیری طرف جیسے گمنا ہے کوئی یہ جوش پڑا مرے کے وقت ۱۲ موضع القرآن

۱۳ پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۳ قہ مجہد - جو تفسیر لائے اور گھر چھوڑا تے اور لے اللہ کی راہ میں اپنے ال اور جان سے
ان کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس ۱۲ موضع -

۱۴ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبعہ البریل لدھیانہ ۱۳۵۱ھ صفحہ ۶۶-۶۷-۲۰ فقط ۱۲ منہ -
قہ ترجمہ اس میں شک نہیں کہ صحابہ میں سے جو مسلمان تھے اور ہجرت و جہاد صحیح نیت سے کیا ہے ان کی فضیلت کی دلیل ہے
لیکن جب کہ خاصہ میں حق ولایت نہ ایمان اور ہجرت کی ثبوت کی درستگی کا ثبوت ہمدست نہیں ہوا ہے تو آیات مستذکرہ سے ان
کی فضیلت کا استدلال درست نہیں ہو سکتا۔ خاص طور پر اس امر کے پیش نظر کہ اللہ نے ان دونوں صفات کے ساتھ صفت
جہاد کا بھی تذکرہ کیا ہے اور خاصہ میں حق ولایت کے جہاد کی کیفیت جنگ احمد و خبیر و حنین و غیرہ میں درجہ روشن ہے لکھتے ان کو ان
آیات سے بہرہ مند نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ لوگ اللہ کے موافق اور جن لوگوں نے آج کے دن تیرہ ہجری کے حقدار ہیں۔

سید محمد صاحب نے حملہ حیدرآباد کی اصلاح کی تھی اور اس کو تصحیح کر کے نظر ثانی فرمائی تھی تب امید تھی کہ شاید وہ ان اشعار کو دیکھ کر متنبہ ہوں گے اور اپنے والد ماجد کی تحریر پر خط نسخ کیسے دیں مگر افسوس ہے کہ انہوں نے دیانت کی آنکھ بند کر لی اور ذوالفقار کے اوپر ان اشعار کا حاشیہ نہ لکھ دیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جہاد میں جو کہ سب سے اول ہوا کس فرقہ میں تھے منافقین کے یا مخلصین کے اور انہوں نے رسول مقبول کی خدمت میں سب سے اول لڑائی پورا ماہ کی ظاہر کی تھی یا اور کسی نے اور لڑائی کے وقت پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر تھے یا نہیں۔

باقی رہا حال لڑائی احمد اور خیبر وغیرہ کا کہ بار بار مجتہد صاحب کے قلم سے احادیث فدک اور قرطاس کا لفظ نکلتا ہے اور ہر ورق اور ہر صفحہ میں موقع اور بے موقع اسی کا نام آتا ہے سو حضرات امامیہ ذرا صبر کریں دوسرا حصہ مطامع صحابہ کے جواب کا چھپنے دین تب اس کی بھی حقیقت کھل جائیگی اور جو کچھ حضرت نے لکھا ہے اس کا حال سب کو معلوم ہو جائے گا مگر بالفعل ایک آیت کو لکھ کر اس کا جواب دیتا ہوں کہ جنگ احمد میں جو صحابہ سے لغزش ہو گئی اس کو خدا قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے کہ **إِنَّ الدِّينَ قَوْلُ اللَّهِ وَكِتَابُ الْحُكَّامِ الَّذِينَ يُبَيِّنُ لِقَوْمِهِمْ مَا يَشَاءُونَ مِنَ الشَّرْئِيعَةِ بَعْضُ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ الشَّرْكِ لَأَغْرَابُنَا بِهِمْ وَمَنِ اتَّبَعْتُمْ إِتَّخَذَتْكُمْ دَارًا جَهَنَّمَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ** پس اس کو خدا نے خود عاف کر دیا بعد اس کے عفو کے اسکا نکتہ یہ کرنا ہے کہ اس کو بھی مجتہد صاحب نے ظاہر کر دیا اور خدا کو جھٹلا دیا ورنہ خدا اللہ منہ چنانچہ اسے ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ **ذُرِّعُوا فِي مَعَابِدِ اللَّهِ وَرِزْقًا مِمَّا كَسَبُوا وَرِزْقًا مِمَّا كَسَبُوا وَرِزْقًا مِمَّا كَسَبُوا وَرِزْقًا مِمَّا كَسَبُوا** ایساں درجہ ہم نباشد مشکوکہ للیقین لا بیزول الالباقین مثله، آب ذرا عذوب سے حضرت کے الفاظ کو جو ہم نے اوپر مختصراً نقل کئے دیکھنا چاہیے کہ خدائے جل شانہ تو صاف فرماتا ہے لَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ کہ جو میں نے ان کو معاف کر دیا اور حضرت فرماتے ہیں کہ عفو یقینی نہیں ہے۔ اب جو شخص خدا کے قول کو بھی جھٹلا دے اور اللہ جل شانہ کے کلام میں بھی شک کرے اور اس کو یقینی نہ سمجھے گا عجب حال ہے ان حضرات کا کہ صرف اصحاب نبوی کی عداوت سے

ملہ بار ۴، سرور آل عمران رکوع ۱۶ ترجمہ جو لوگ تم میں سے ہیں اللہ کے جسوں تمہیں دوزخ میں سزا ان کو ڈکارتا نیلان تم کچھ ان کے لئے کی شامت اور انکو بخش چکا اللہ بخشنے والا ہے تحمل رکھتا موضح تکہ جنگ احمد میں صحابہ کا فرما رہا واقعہ اور انکی بخشش کا بار بار لکھا تھا اور فرخ میں نہ ہو گا مشکوکہ ہے۔ اور کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ یقین ذوالیقین ہی رفیع کیا جاتا ہے۔

ایسے جاہل اور حملانا شناس ہو گئے ہیں کہ ایسی صریح اور صاف آیات آجھی میں بھی شکی کرتے ہیں۔ خیر اس وقت تو اس بحث کا موقع نہیں ہے مطامن کے باب میں ہم اس اعتراض کو تفصیل کے ساتھ بیان کر کے حضرات شیعہ کی خدمت میں پیش کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

آب میں پھر جنگ بدر کا حال لکھتا ہوں غرض کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے جو حال مہاجرین و انصار کا تھا وہ تو ظاہر ہو گیا اب میں عین لڑائی کے وقت کا حال اسی کتاب سے نقل کرتا ہوں اسے مومنوں سنو مولف موصوف لکھتا ہے کہ جب لڑائی کی صفیں آراستہ ہو گئیں اور لڑائی قریب تھی کہ شروع ہوتے تب پیغمبر خدا نے بحضور کبریاد عاکی اور جو کچھ حضرت نے دعائیں فرمایا اس کا حال ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

اشعار حملہ حیدر می کے حال میں جنگ بدر کے

پس آدر در سوی یزدان پاک	بنالید و مالید رورا بہ خاک
بگفت ای نمایندہ عدل و داد	فرستندہ انبیا بر عباد
تو دانی کہ من رہنمائے قریش	یہ حکم تو بودم نہ بر اسی خویش
کشیدم برایشان جسکم تو تیغ	مکن نصرت خویش از من دریغ
الہی گویاں چند تن از عباد	کہ کردند حکم ترا انقباد
جسکم تو بمتند ہر کس میان	نہ دیدند بیش و کم دشمنان
بماند از گفتم کو تا ہ دست	بیابند از دست دشمن شکست
بروی زمین تا قیامت دگر	نہ کرد و پرستندہ اسی داوگر
باین زار می و عجز او بجمیدہ بود	کہ خوابش بفرمان حق در ر بود
دران دم صف ششم نزدیک شد	ز بس کرد خورشید تاریک شد
ابو بکر نزد نبی داشت جائے	بگفت ای بحق غل رار ہمنائی
در آمد بہ تنگی سپاہ منال	چہ فرمائی اکنون بر اسی قتال

کہاں ہے انصاف کی آنکہ اور ایمان کے کان جو حضرات شیعہ اس مولف کے الفاظ کو دیکھیں اور انہیں اور اس کے مطالبہ کو سوچیں کہ ساری لفاف کی تاہم اور کفر کے کلمے خاک میں مل گئے اور ایمان بھی اور انخلاص بھی اور ہجرت بھی اور نصرت و یاری بھی

سب کا مہاجرین و انصار کی نسبت ثبوت ہو گیا۔ اسے مسلمانوں خدا کے لئے دیکھو کہ اب اس سے زیادہ اصحاب نبوی کی فضیلت کیا ہوگی کہ پیغمبر خدا ان کے حق میں خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدایا ان چند آدمیوں نے صرف تیرے حکم سے جہاد پر مستعدی کی ہے اگر ان کو شکست ہوئی اور یہ مار گئے تو پھر قیامت تک کوئی تیری عبادت نہ کرے گا۔ پس اہل سنت اور کیا کہتے ہیں انہیں، باتوں پر اصحاب نبوی سے محبت رکھتے ہیں اور ایسی ہی فضیلتیں ان کی بیان کرتے ہیں جب پیغمبر خدا ان کے حق میں یہ فرماویں کہ یہی لوگ تیری عبادت پھیلانے اور تیرے نام بلند کرنے کا ذریعہ ہوں گے اگر یہ مارے گئے تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا اور قیامت تک کوئی تیرا نام نہ لے گا اور قیامت تک کوئی تیرا نام نہ لے گا تو کیوں نہ ہم اہل سنت ان کو مومن اور مخلص نہ جانیں اور کس طرح صرف ایک عبداللہ ابن سبا ہودی کے بھگانے سے ایسے پاک لوگوں کو منافق کہہ کر ایمان سے دست بردار ہوں اور خدا کی قدرت کا تماشا کرنا چاہیے کہ اس مقام پر بھی اس مؤلف کے قلم سے خدا نے نام ابو بکر صدیق کا لکھو ادیا اور وہ بھی ایسے موقع پر کہ جس سے قربت نبوی ثابت ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق پیغمبر صاحب کے برابر ہی کھڑے تھے جیسا کہ مؤلف موصوف فرماتا ہے کہ مصرحاً۔

ابو بکر نزدیکی داشت جائے

اسے یاد کیا مؤلف حملہ حیدری کا نا صبی اور سنی ہے جس نے اپنے مذہب کی خاطر سے ابو بکر صدیق کا نام لکھ دیا یا اس کو ابو بکر صدیق سے محبت تھی جس وجہ سے اس نے ان کے حق میں یہ کچھ کہہ دیا آخر کیا سبب ہے خدا کے لئے کچھ سبب تو اس کا بتلاؤ بجز اس کے بھائیوں و دیگر کوئی سبب نہیں ہے کہ قربت نبوی حضرت ابو بکر صدیق کو ایسی حاصل تھی کہ اس سے انکار کہنا اور ان کا نام نہ لکھنا حد حقیقت آفتاب کو چھپانا تھا بادل بے بدل کو مجتہد صاحب کی سی جرأت نہ ہوتی کہ وہ ایسی کھلی ہوئی بات کو چھپاتا اور جو بات تمام مہاجرین اور انصار میں مشہور تھی اور جس کا شہرہ اس وقت سے اب تک ہے اس سے انکار کرتا۔ اسے مومنین ذرا غور کرو کہ جو عا پیغمبر خدا نے اصحاب کی نسبت کی ہے اور جو حال ان کا خدا کے سامنے انہوں نے بیان کیا ہے اس سے بھی ان کا نفاق ثابت ہوتا ہے کیا منافقوں کے حق میں پیغمبر خدا نے ایسا ہی ارشاد کیا ہے کیا منافقوں کے حق میں یہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ اگر فتح نہ ہوگی تو خدا یا تیری

شہادت قیامت تک پھر کوئی نہ کرے گا کیا باوجود ایسی نص صریح ہونیکے کی جس کا ثبوت تمہارے ہی مذہب والوں کے کلام سے ہوتا ہے تم ان کو کا فز اور منافی کہتے رہو گے اور کیا ایسی باتوں کو سن کر بھی نفاق سے تو بہ نہ کرو گے اگر باوجود اس کے بھی تم ان کی نسبت نفاق کا اطلاق کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری اصطلاح میں اخلاص اور ایمان اور قربت نبوی کے معنی نفاق کے ہیں لامتناہی الا اصطلاح مجتہد صاحب بار بار اپنی کتاب ذوالفقار وغیرہ میں یہی فرماتے ہیں کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے متابعین کی نیت بخیر نہ تھی اور جب تک نیت بخیر ہونے کا حال معلوم ہوا ثبات فضیلت کی مصداق سے ان کو کچھ حصہ نہیں ہے اس لئے میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اگر خوارج لغنہم اللہ ہی سوال یہ نسبت جناب امیر علیہ السلام کے کرین تو اسے حضرات شیعہ تم کیا جواب دو گے اگر قرآن مجید سے ان کا نام نکال دو اور پھر ہم ابو بکر صدیق کا نام نہ نکال دیں تو بیشک تم سچے ہم جھوٹے جب قرآن مجید میں تو کسی کا نام ہی نہیں ہے تو جس طرح تم ابو بکر صدیق کی فضیلت سے باوجود ان کے عالی مراتب سے باوجود ان کے ان فضائل اور درجات کے انکار کرتے ہو اسی طرح پردہ جناب امیر کے فضائل سے باوجود ان کے عالی مراتب کے انکار کرتے اب ذرا غور کرو کہ جب تم جناب امیر کے فضائل کو ان کے اعمال اور حالات سے ثابت کرو گے اور ان کی صدق نیت کو جو کہ امر ناطق ہے ان کے اعمال حسنہ ظاہری سے ظاہر کرو گے ہم ابو بکر صدیق کی نسبت ثابت کرتے ہیں ذرا غور سے دیکھو کہ جن طرح پر تم آیہ **اِنَّمَا وَدَّيْتُكُمْ اللهُ فَرَسُوْلَهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ يٰقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ** سے امامت حضرت علی کی ثابت کرتے ہو گیا اس کے برابر یہی ہمارا ثبوت صدق نیت کا ہجرت میں نسبت ابو بکر صدیق کے نہیں ہے آیہ **اِنَّمَا وَدَّيْتُكُمْ اللهُ** میں تو کوئی ایسی تیز خاص کے باب میں نہیں ہے جیسے کہ آیہ غار میں ہے کہ **هٰذَا الَّذِيْ فِىْ الصَّوْرِ كَا صَافٍ لَفْظٌ** ہے جو دلالت کرتا ہے کہ مراد اس سے وہی یار ہے جو غار میں تھا اور غار میں ہونا سوا ہی ابو بکر صدیق کے دوسرے کا کسی کے قول سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ پس غور کرو کہ قرآن مجید سے تمہارا دعویٰ ثابت ہوتا ہے یا ہمارا۔

سہ پارہ ۶ - سورہ مائدہ، رکوت ۷۔ ترجمہ تمہارا رفیق وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایمان دا سے جو قائم ہیں نادر

پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ نوے ہیں۔ موضع القرآن
 ۱۰ سورہ توبہ، رکوت ۶ ترجمہ کہنے گا اپنے رفیق کو ۱۲ موضع۔

خدا اور دونوں کو ملا کر دیکھو اور انصاف کرو کہ کون اپنے دعوے میں غالب ہے اور کون ضعیف

آشانی سے شانے کو ملا دیکھو

شعر

قدمین ہمیں کچھ بلند ہوں گے

قرآن کو جانے دو اس کو بیاہن عشاقی سمجھ کر اس کی سند نہ تو اپنے اور اپنے بھائیوں تواریح کی

کتابوں پر نظر کرو دیکھیں تم تواریح مغذولوں کی کتاب سے جناب امیر کے کس قدر فضائل ثابت

ہو اور پھر ان کو گن گمر علیحدہ کرو اور پھر ہم سے شمار کرو کہ اس سے تم سے زیادہ صحابہ کے مسائل ثابت

میں اپنی کتابوں کی سند لو آخر جب ایک فرد تواریح کا دشمن اہل بیت ہو گیا اس نے کیا کیا

نہیں کیا ہے جو کہ تم صحابہ کی نسبت کرتے ہو وہ بھی جناب امیر کو ساری فضیلتوں کی آیتوں

سے ویسا ہی خارج سمجھتے ہیں۔ و غور باللہ من ہغو انہم جیسا کہ تم خلفائے راشدین کو وہ بھی

ساری مطاعن کی آیتوں کو ذات پاک سید الاولیاء کی نسبت صادق سمجھتے ہیں جیسا کہ تم صحابہ

کیا کہ نسبت وہ بھی ساری خوبیوں سے جناب امیر علی بن ابی طالب کو م اللہ تعالیٰ وجہ

کی اسی طرح انکار کرتے ہیں جس طرح کہ تم اصحاب نبوی کی خوبیوں سے وہ بھی ہزاروں اعلیٰ

اور مطاعن جناب امیر کی شان میں قائم کرتے ہیں جیسا کہ تم پیغمبر صاحب کے یاروں کی شان

میں وہ بھی اسی برائی سے ان کے پاک نام کو لیتے ہیں جیسا کہ تم صحابہ کے ناموں کو غرضکہ ایک

تکرار میں تم اپنے آپ کو اور تواریح کو توں لو دونوں کا پلہ برابر ہے نہ تم کم ہونہ وہ زیادہ نہ تم

زیادہ ہونہ وہ کم ہیں۔

پس ذرا انصاف کرو کہ جب تم نے دشمنی صحابہ کو اپنے معتقدات اور اصول دین میں

قائم کر لیا تو تم ان کی فضیلت کا کیونکر اقرار کرو گے لیکن خدا کی شان ہے کہ اپنے رسول کے

یاروں کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے تمہارے ہی مذہب کے عاملوں اور محدثوں کی،

کی زبان سے بعض کلیے فضیلت کے ظاہر کر دینے اور کیسی باتیں ان کی قدر و منزلت کی تمہارے

مؤرخین کے قلم سے نکال دیں کہ اگر وہ سب جمع کی جاویں تو نام بنام خلفاء راشدین کی

شان میں ہزار حدیث و اقوال سے متجاوز ہوں گے اور جس سے ان کے ایمان اور اخلاص

اور جہاد اور امت اور خلافت سب کا ثبوت اچھی طرح پر ہو گا چنانچہ بطور نمونے کے

میری اس چھوٹی سی کتاب میں سو حدیث و اقوال داخرا سے زیادہ ہوں گے اور جس میں

باقرار تمہارے محدثین کے ائمہ علیہم السلام کی زبان سے ان کی صدیقیت اور امامت اور فضیلت

کاثوت ہوتا ہے پس ان سب کو جب تم سنتے ہو تو کیا یہ خیال نہیں ہوتا کہ باوجود اس بغض و عناد کے جب ہمارے محدثین و علماء کے اقوال سے ان کے فضائل ثابت ہوتے ہیں تو حقیقت میں وہ کیسے افضل ہوں گے اگر حقیقت میں تم سوچ کر اور سمجھ کر رہ جاتے ہو اور بمقتضائے احزاب النار علی النار کے ترک مذہب کو گوارا نہیں کرتے تو خیر مجبوری ہے اور اگر نہیں سمجھتے ہو تو پھر ایسی سمجھ کا کیا علاج خدا کی کتاب سے سمجھایا مہاجرین و انصار کی شان میں آیات نیاں کو کھول کر دکھایا احادیث نبوی کو جو تمہارے ہی کتابوں میں ہے نقل کر کے ان کی فضیلت کو ثابت کیا اقوال ائمہ کرام سے تمہارے ہی مذہب کے موافق ان کے ایمان اور مراتب کو ظاہر کیا ان کے اعمال حسنہ کو جسی تمہارے مؤرخین و علماء کی شہادت سے ثابت کر دیا اور پھر جب تم کہو تو یہی کہو کہ نیت اصحاب کی بخیر نہ تھی اور وہ منافق تھے تو سوائے خدا کے جس کی شان ہے کہ پیغمبری من بشاء و یصل من بشاء ہم تم کو ہدایت نہیں کر سکتے اور ہم کسی نسخے سے تمہاری بیماری کی دوا نہیں دے سکتے لانا اسمائنا و لکم اعمالکم شعر۔

ہمارا کام کہہ دینا تھا یا رو اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

موضوعہ کہ جو آیت لولا کتاب من اللہ کو مجتہد صاحب نے معارضے میں پیش کیا تھا اس نے کس خوبی سے صحابہ کے فضائل کو ثابت کیا خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں باقرار علماء شیعہ پیغمبر خدا نے کیا کچھ فرمایا سبحان اللہ صحابہ کے نقص و عیب ثابت کرنے کے لئے جو سارے قرآن کو ڈھونڈ کر حضرت نے آیتیں نکالیں ان سے بھی ان کی فضیلتیں ثابت ہوئیں پس جو آیتیں خاص ان کی فضیلت میں ہیں انکا حال اسی پر تیس کرنا چاہیے کہ ان سے کیا کچھ فضیلت ثابت ہوئی ہوگی جو کہ میں آیتوں سے بخاؤ کر مجتہد صاحب نے کیا تھا بظنہ زعنت ہوئی اب میں ایک اور پر بھی آیت کو نقل کرتا ہوں جس کو مجتہد صاحب نے اظہار معائب صحابہ کے لئے ذوالفقہار میں نقل کیا ہے۔

قوله تعالى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْبِيْ اَنْ يُّكُوْنَ لَكَ اَسْرٰى حَتّٰى يَخْرُجَ فِى الْاَرْضِ تُوْبٰى وَّنْ عَرَفَ

الذِّنْيَا وَاَدَّبَهُ يَرْوِيْهِ الْاٰخِرُ وَاَللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ۱۰ اس آیت کے لکھنے سے عرض حضرت کی یہ

سلف ترجمہ ہدایت کرے وہی اللہ جسے چاہے اور گمراہ کرے وہی اللہ جسے چاہے مولوی عبدالعزیز سلف

سطح پارہ ۵ سورہ شوریٰ رکوع ۲ ترجمہ ہم کو لکھنے میں ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام ۱۰ موضع القرآن۔ ۱۰ لولا کتاب

کا ترجمہ صفحہ میں دیکھو ۱۲۔ ۱۰ پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۹ ترجمہ کیا چاہیے نبی کو کہ اس کے ان قیدی آویں جب تک

نذر کرے ملک میں، یا جانتے چھوٹیں دنیا کی اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا ۱۰ موضع القرآن۔

ہے کہ عیسیٰ لوگ پیغمبر خدا علیہ التیمۃ والثناء کی نسبت کچھ اور خیال کرتے تھے اور حضرت کی تقسیم کو پسند نہ کرتے تھے میں اس سے یہ مطلب حضرت کا ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کہنے والے جن کے حق میں یہ سورت نازل ہوئی ہے وہ خلفاء راشدین یا صحابہ کبار تھے بلکہ خود مفسرین نبیہ کے اقرار سے اسی آیت سے اہل بدر کی جن کا حال ابھی ہم لکھ رہے ہیں فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ کاشانی خلاصۃ المنہج میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ اگر نہ حکمی و فرمائی می بود از خدا می تعالیٰ کہ پیشی گرفته شدہ اثبات اس در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح محقوبت لغزما بدریا اصحاب بدر را عذاب نہ کند پس اس آیت سے بھی صاف فضیلت اہل بدر کی ثابت ہوتی کہ خدا ان کے حق میں وعدہ کر چکا ہے کہ ان پر عذاب نہ کرے گا تو ایسی آیت کو معرض مناظرہ میں اس وقت مجتہد صاحب کو پیش کرنا چاہیے تھا جب کہ پہلے اس کی تفسیر کو ملاحظہ کر لیا ہوتا آخر اس کی تفسیر سے بھی فضیلت اہل بدر کی ثابت ہوئی اصحاب بدر کی فضیلت اور ان کی مغزت کا وعدہ خدائے پاک کی طرف سے بہ اقرار مفسرین نبیہ کے ایسا ثابت ہے کہ ان کو اس سے انکار کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے چنانچہ ہم اس کو تفسیر نبیہ سے بخوبی علاوہ اس روایت کے ثابت کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ آیت ۱۰۱ یا ایہا الذین امنوا لا تحذروا عذابی و عذابکم اذلیا کی شان نزول میں مفسرین امامیہ کے لکھتے ہیں کہ ایک شخص تنخص تھا حاطب بن ابی بلتعہ صحابی اس نے کفار مکہ کو بنظر حفاظت اپنے خویش و اقارب کے یہ لکھ بھیجا کہ پیغمبر خدا تمہارے اوپر حملہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں سو تم بھی مستعد رہنا چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اس کا حال معلوم ہوا تب پیغمبر خدا نے پوچھا اس نے جواب دیا کہ میں نے جو جہاد تداو کے یہ نہیں کیا بلکہ اپنے اہل و عیال کی اعانت کی نظر سے پیغمبر خدا نے اس کا عند قبول کیا حضرت فرمے کہ یا رسول اللہ! جازت ہو تو میں اس کو قتل کر دوں کہ یہ منافق ہے رسول مقبول نے فرمایا کہ نہیں یا اہل بدر سے ہے اور خدائے تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو جنگ بدر میں شریک تھے وعدہ مغزت کا کیا ہے اور ان کے حق میں فرمایا ہے کہ اسملوا انما تم فقد غفرت لکم کہ جو چاہو کرو۔

۱۰۱ آیت تعالیٰ کا حکم و فرمان ہوا تو ان کو اپنی بیٹھیا میں سے کر لو کہ مغزول میں ان کو سزا دینے کا صاف حکم کچھ دیتا یا

بجز ۱۰۱ پر رکھنا دیتا ہے پارہ ۳۸ - سورہ متھد کو ح ترجمہ ۱۰۱ ایمان والوں پیکار میرے اور اپنے

دشمنوں کو دوست ۱۲ موضع

میں نے تم کو بخش دیا پس امید ہے کہ خدا اس کے نامہ سیاہ کو مغفرت کے پانی سے دھو دے
یہ خلاصہ ہے اس تقریر کا جو مفسرین امامیہ نے کی ہے چنانچہ میں بلفظ خلاصۃ التبیح سے جو کہ
معتبر تفاسیر شیعہ سے ہے اس کو نقل کرتا ہوں تاکہ کسی شیعوں کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو دے
کہ شاید کچھ تعریف کر دی ہوگی وہونہ ذہن حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ نبوت
عزیمت مکہ و اشرف عالمین راہبانی عمر و اخی۔

اور مطابق اسی روایت کے منقول مغفرت اہل بدد کا ہے تفسیر مجمع البیان میں کہ
مفسر مومنون لکھتا ہے کہ (روایہ ایک یا عمر بن عبدالمطلب علی اہل بدد ففرلہم فقال یا علما
شتم فقد غفرت لکم) اس روایت سے جو جواب علماء شیعہ دیتے ہیں اس کا حال سوال و
جواب سے جو باہم منشی سبحان علی خان صاحب اور مولوی نور الدین کے ہوئے ہیں ظاہر
ہوتا ہے۔ منشی سبحان علی خان صاحب سوال کرتے ہیں کہ (در تفسیر مذکور از ابتدا سورہ مومنون
در مطاوعہ بیان حال حاطب بن ابی بلتعہ مستورست کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ
وآلہ و سلم بحق او فرمودند کہ اور ابجالتش یکنارند و از اہل بددست و بددیان را بحق تعالی دعدہ
مغفرت فرمودہ امید هست کہ نامہ عصیان اور آباب مغفرت بشوید انتہی خلاصہ حال حاضر
نست کہ اصحاب ثلاثہ ہم از بددیان ہستند می بیاید کہ ایشان ماہم بحال ایشان گناشتہ شود
دامن طعن بحق ایشان کردہ نشود) اس کے جواب میں مولوی صاحب نہایت درد دینی
سے لکھتے ہیں کہ (قصہ حاطب برای خلفائے ثلاثہ بر اصول امامیہ نیاس مع الفارق است

سے رسول اکرم نے عینہ طور پر کہ جانے کا ارادہ کیا۔ ابو عمرو کی نوٹس سارہ آگے بڑھی انتہ (جلد دوم)

کہ اور کیا جانتے ہو تم اسے عرض کیا اللہ آگاہ ہوا اہل بدد پر پس بخشا داسطے ان کے پس کہا کہ تم جو چاہو ہیں تحقیق
بخش میں نہ واسطے تمہارے ۱۲ مولوی انہام اللہ سلمہ

کہ تفسیر مجمع البیان میں سورہ مومنون کے آغاز میں حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کی بابتہ تحریر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ و سلم نے فرمایا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو یہ اصحاب بدر میں سے ہے اور جد والوں کو معاف کرنے اور
بخش دینے کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ امید ہے کہ ان لوگوں کے گناہوں کو وہ خود نمود آپ مغفرت سے دھو ڈالے گا اس
بنابر میں عرض کرتا ہوں کہ اصحاب ثلاثہ بھی اہل بدد میں سے ہیں اس لئے ان کو بھی ان کے حال پر رہنے دیا جائے
اور ان پر اسے لا رمت نہ کی جائے۔ یہ حاطب کا قصہ خلفائے ثلاثہ کے حق میں اصول امامیہ کے پس نظر نیاس مع
الفارق کی حیثیت نہ رکھتا ہے کیونکہ اسوں جمع کرنے والوں کی روایات اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ تینوں خلفاء

زیرا کہ آیات جامعین اصول دلالت بران دارد کہ اینہا ہرگز با اعتقاد قلب سوی جناب ختمی
 مآب مائل بنودہ تمامی امور ایشان از صلاح و تقوی ہم در حیات شریف ہم بعد وفات یعنی
 بر سمد و دریا و اینہا کلہم معتقد کا بنین و بنین بودند بدلائل اسنادیث بخلاف صاحب کہ مثل
 اینہا نبودالی قولہ پس عفرانہ صاحب مستلزم عفرانہ مشائخ سنیاں نیست علاوہ گناہ صاحب
 را اعلیٰ حفظہ فرمایند کہ فقط افشائے امریست بل آنکہ فرمودہ باشند کہ اس را از راہ گز فاش نباید
 کرد و ہر گاہ دختران اول و ثانی بعد منع تیر حضرت را فاش کردند و تو بہ شان مقبول افتاد چنانچہ
 از مجمع و غیرہ ظاہرست پس عفرانہ صاحب بطریق اولی و آن ہم برای آنکہ کفار قریش سر پرستی
 اہل و عیالہش نمایند بخلاف حال کسانیکہ جناب ختمی مآب را بزہر کشند و چند معصوم را شہید
 کردند و ہزاران نسخ قرآن مجید را با آتش نہادند و آنچه باقی گزاشتند در انہم داد تحریف دادند و خلاصہ
 اس کاریہ ہے کہ چونکہ خلفاء ثلاثہ کا کوئی کام مکر و فریب اور نفاق سے خالی نہ تھا اس لئے بسبب
 عدم ایمان ان کے وہ اس فضیلت سے محروم ہیں جو کہ اہل بد کو ہے اور یہ کہنا حقیقت
 میں مثلاً اس کہنے کے ہے کہ حضرات شیعیان بد میں شریک ہی نہ تھے یا بد کی لڑائی فی نفسہ ہوئی
 نہ تھی یا شیعیان دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے یا پیغمبر صاحب کے دعویٰ پیغمبری ہی کا نہیں
 کیا کہ ایسے منکرین کا کسی کے پاس سوائے خدا کے کچھ جواب نہیں ہے۔ اس عبارت اعلیٰ
 ماشتم تقد حضرت لکم کی نسبت بعض حضرات شیعہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ امر بجز انہ
 قیاس ہے کہ خدا کسی سے وعدہ کرے کہ جو چاہو کہ وہم نے تم کو بخش دیا ہے اور ان کے

بقیہ جاہر صفحہ ۳۵، ایک نکتی کے ساتھ رسول اکرم کی جانب مائل ہوتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کی رحمت کے بعد ان تینوں کے صلاح و تقوی کے کام میں
 دکھانے اور دنیا کاری پر تضرع اور یہ سب دماصل کا ہنر اور تجربوں کے معتقد تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت چلا
 صاحب کی کیفیت ان سے جدا تھی صاحب کو معاف کر دینے سے سیرت کے مرداروں کو معاف کر دینا لازم نہیں آتا صاحب
 کا جرم فقط یہ تھا اس نے باز فاش کیا باوجودیکہ منافقت کر دی تھی کہ راز کو ہرگز فاش نہ کرنا وہ جب کہ اس کی دونوں لڑکیوں
 نے رسول اللہ کا باز فاش کیا تو ان کی توبہ قبول ہو گئی جیسا کہ مجمع و غیرہ نے لکھا ہے اس لئے صاحب کو معاف نہ کر دینا بطریق
 اولی درست تھا۔ اس وجہ سے بھی کہ کفار قریش اس کے اہل و عیال کی سر پرستی و خبر گیری کر رہے تھے اس کے خلاف وہ
 لوگ جنہوں نے رسول اکرم کو تہرہ دیکھا کہ کیا اور کئی معصوموں کو شہید کیا اور قرآن کریم کے ہزاروں نسخے لہر آتش
 کئے اور ہزاروں کچھ بچے تھے ان میں تحریف و تبویٰ کی۔ سوسہ کتابت سہان علیٰ ہذا صحت

انہوں نے ان کے ہاتھ پر فتح بھی دی اور انہوں نے باوجود بہت قلیل ہونے کے ایک فوج کی فوج کو کفار کی مٹا دیا اور بڑے بڑے نامی قریشی کافروں کو مثل الجحبل وغیرہ کے تہ تیغ کیا اور ان دشمنوں کو جنہوں نے نہایت ایذا اور مصیبت سے پیغمبر خدا کو کے سے نکالا اور جن مردوں نے کمال دکھ اور تکلیف سے خدا کے سہیب سے اس کا گھر تھپڑا یا ناکہ مذلت پر اٹایا اور ان کے گوشت پورسہ کو طعمہ زائغ و زعن کا کر دیا اور جن کے اس غلبے سے کافروں کے کلیجے دہل گئے اور کفار قریش کے بدن کا پھنپھنے لگے اور بڑے بڑے سلاطین میں ان کے ایمان اور شوکت کا شہرہ ہو گیا تو پھر اگر ایسی مہنتوں اور کوششوں اور ایمان اور اخلاص کے صلے میں خدا نے جو نکتہ نواز اور جو اپنے رحم و کرم سے ایک عمل کے بدلے میں ستر اور سات سو حصہ زیادہ ثواب دیتا ہے اور جو مہنت اپنے فضل سے براہ بندہ نواز ہی صرف زبان و دل سے بغیر کسی عمل کرنے کے توبہ قبول کر لیتا اور جو جب آیہ کہ **مِیۡہِ یٰۤیٰسٰٓرَ الَّذِیۡنَ لَا یُحٰسِنُوۡنَ** کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے ان پاک لوگوں سے وعدہ مغفرت کا کر لیا اور ان کی شان میں اعمال و امانتیں **فَلَمَّا نَسُوا مَا الَّذِیۡنَ لَمْ یُزَادُوۡا** کو کیا متقام تعجب اور حیرت کا ہے کیا اسے مغفرت امامیہ تم خدا کو رحیم نہیں جانتے کیا تم اللہ جل شانہ کو نکتہ نواز نہیں سمجھتے کیا وہ اپنے بندوں پر منتقل نہیں کرتا کیا وہ ان کے اعمال سے ہزارہ حصہ زیادہ ثواب نہیں دیتا تو جب تمام آدمیوں کے ساتھ بڑے گنہگاروں کے ساتھ بلکہ کافروں کے ساتھ اس کے رحم و کرم کا یہ سماں ہو کہ اگر گریہ رسالہ اور مشرک ہفتاد و ستر برس نے اپنی ساری زندگی بت پرستی اور کفر میں نہایت کر دی ہو ایک دفعہ صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھ لے اور توحید و نبوت کا مقرر ہو جاوے تو خدا اس کے ایک لمحہ کے ایمان پر اس کے سربس کے کفر اور شرک کو بخش دیتا ہے تو پیغمبر خدا کے یاروں اور رسول مقبول کے اوپر جان نثاروں کے حق میں بغیر دیکھے ان کے ایمان اور انعام اور حیرت اور جہاد اور نصرت کے وعدہ مغفرت کا کیا تو تم کیا بعید از قیاس سمجھتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ اکثر اعمال بوجہ خاص زیادہ عزت اور عمدہ صلہ کے مستحق ہو جاتے ہیں مثلاً دنیا کے حال پر نیالی کر دکر اگر کوئی سپاہی کسی جعفرار کے ساتھ کسی چھوٹی لڑائی پر جاوے اور فتح کرے تو اس کی کیا عزت ہوگی اور وہی سپاہی خاص بادشاہ کے ساتھ کسی بیماری لڑائی میں جاوے اور فتح ہووے تو اس کی کیا عزت ہوگی اور اس کو جعفرار کے ساتھ لڑنے میں کیا انعام ملے گا اور

بادشاہ کے ساتھ ہو کر لڑنے اور فتح ہونے پر کیا تمغہ ملے گا اگر تم دونوں میں کچھ فرق نہیں کرتے اور دونوں حالتوں کو برابر سمجھتے ہو تو حقیقت میں تم لائق خطاب نہیں ہو اور اگر دونوں کے تہوں میں تمیز کرنے ہو تو پھر اس وعدے کو خدائی تمغہ جو صلہ میں ایسی بڑی بھاری لڑائی کے جو سید الانبیا و سدا الصبیحہ محبوب کبریا شاہ ہر درہم کی معیت میں ہو کیوں نہیں سمجھتے دیکھو صدیق شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اگر گنہگار ایسے دوزخ میں پڑے رہ جاوے گا جس کے جہنم کے گناہوں کی کثرت اور شدت سے انبیاء بھی بلکہ سید الانبیا و بھی شفا سنت نہ کریں گے تو خدا ان کے حال پر خود رحم کرے گا اور ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیج دے گا اور ان کی نور کی گہریوں میں نور کی نعمت پر نور سے لکھ دے گا کہ نہ اعتقاد الرحمن من الزیاد کہ یہ آزاد کئے ہوئے ہیں خدا کے دوزخ سے جن کا نہ کوئی شفع تھا اور نہ جن کا کوئی سفارشی پس اگر خدا سے ان کو ان کو توبہ کہ خاص اس کے بندے تھے اور جنہوں نے اپنے قصور کو ظاہر بھی کر دیا اور ان کے نیک کاموں کا نتیجہ بھی ظاہر ہو گیا اپنے نفسوں سے دنیا میں نور کا تمغہ کہ اعمال و انتم قطعاً ناکم و یدیا تو سوڑے کفار اور فاسقین کے کون اس پر تعجب کر سکتا ہے اور کس کو خدا کی نعمت سے اس بخشش پر تعجب ہو سکتا ہے ذرا ان ردائیتوں کو چند صفحے لوٹ کر دیکھو کہ پیغمبر خدا نے جب امداد کی جہاد پر ظاہر کیا اور مہاجرین و انصار سے پوچھا تو انہوں نے کیا جواب دیا اور پھر ان میں بھی سب سے اول کون بولا سوائے ابو بکر صدیقؓ کے اور کون پہلے اٹھا اور کس نے پیغمبر خدا کے قدم چوم کر یہ کہا کہ یا حضرت ہم تو اول ہی جان وال اپنا آپ پر قربان کر چکے اور اپنے گھریلو آپ پر لٹا چکے جہاں بندوں کو چھوڑا یا درختوں کو چھوڑا اب ایک جان باقی ہے وہ بھی آپ پر نثار ہے اور ایک جان کیا ہزار جانیں ایسی آپ پر قربان ہیں یا رسول اللہ

قطعہ

می خواہم از خدا بدعا صد ہزار جان تا صد ہزار بار بجزم برائے تو
 میں کہیں تم کہ بہر تو جان را فدا کنم ای صد ہزار جان مقدرس ذرا تے تو
 حضرت ابو بکر صدیق کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت عمر اور سعد بن معاذ اٹھے انہوں نے
 بھی اپنی جان نثار ہی کا شوق ایسا ہی بیان کیا دیکھو تمہارے ہی منہ سب کا مؤرخ ان
 اصحاب کبار کے دلوں اور شوق اور عشق اور امداد کی کو کون لفظوں سے لکھتا ہے - وہ کہتا ہے

کہ جب پیغمبر نے سوال کیا تب - اشعار

وزاں پس عمر نیز مو کمر دراست
قدم پیش بگذار و مارا بہ بین
چہ سان در پینہ جان فدائی کنیم
بیار عم شمشیر بہ دشمنان
چنیں گفت از روی صدق و نیاز
بدست تو روزیکہ دائم ہست

پاسخ ابو بکر از جامی خاست
بگفتند یا سید المرسلین
کہ بادشمن دین چہا مے کنیم
بود تا بہ تن جان دور کف تو ان
ز جا خاست ایں بار سعد معاف
کہ با جان و دل با ہمیں عہد دست

سر و مال و فرزند و خویش و تبار

ہماں روز گردیم بر تو نثار

پس جب ان اہل بدر کے شوق اور محبت اور ایمان اور اخلاص کا یہ حال ہو تو تم ہرگز ایک انگلو امانت کم پر تعجب کرتے ہو اور ان وعدوں کو جو خدا نے ان کے واسطے جا بجا قرآن مجید میں کئے ہیں کچھ خیال نہیں کرتے اس سے تو صرف مغفرت ثابت ہوتی ہے ذرا قرآن مجید کھول کر دیکھو کہ مہاجرین و انصار کی شان میں خدا نے کیا کیا فرمایا ہے دیکھو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہم ان کی شان میں فرمایا ہے یا نہیں اللہ لہم جنت تجری تحتہا الانہار ان کے حق میں کہا ہے یا نہیں ذلک الفوز العظیم ان کی نسبت قرآن میں آیا ہے یا نہیں پس جو وعدے خدا نے ان سے کئے ہیں اس سے تو سارا قرآن بھرا ہوا ہے تم ایک ہی وعدیت پر تعجب کرتے ہو اور ان کی ساری خوبیوں سے چشم پوشی کر کے ان کے معاویہ تلاش کرتے ہو اسے بار و ذرا انصاف کرو اور خدا کے لئے اپنے یہاں کی حدیث اور سیر کی کتابوں کو دیکھو کہ شیعیمان کو فی نے حضرت علی کے ساتھ کیا کیا اور ان کی کیسی قدر کی اور کوفہ کے فضائل میں تمہارے یہاں کے محدثین کیا لکھتے ہیں وہی شیعیمان کو فی تھے جنہوں نے امام حسن کا ساتھ نہ دیا جنہوں نے ان کے قدموں سے مسکے تک نکال لیا وہی کو فی تھے جنہوں نے اول حضرت مسلم کے ساتھ بیعت کی اور پھر وقت پر سب کے سب چنپٹت ہو گئے

صفحہ پارہ ۱۱ - سورہ توبہ رکوع ۳۴ ترجمہ اللہ را حق ان سے اور وہ را حق ان سے ۱۲ موضح القرآن

صفحہ پارہ ۱۰ - سورہ توبہ رکوع ۳۴ ترجمہ رکھے ہیں واسطے ان کے باغ نیچے ہتی نہریں ۱۳ موضح القرآن

صفحہ پارہ ۱۰ - سورہ توبہ رکوع ۳۴ ترجمہ یہی ہے بڑی مراد یعنی ما موضح القرآن -

اور آخر بیچارے مسلم تنہا مع دو معصوم بچوں کے شہید ہو گئے وہی کوئی تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو بلایا اور بڑے شوق و ذوق کے خط لکھے چنانچہ بارہ ہزار خط شیعہوں نے امام کو بھیجے اور عین کے سر تا سر پر یہی تھا کہ یہ خط علیؑ اور تمہارے شیعوں کی طرف سے ہے اور پھر ان خطوں میں کیسا اپنا شوق بیان کیا کہ کچھ بیان نہیں ہوتا پس جب اس تمنا سے بلا دیں اور نہایت ہی اپنی آرزو ظاہر کریں کہ یا ابن رسول اللہ آپ جلد تشریف لائیے اور اس خط کو رد فرمائیے دیکھئے زمین کو نہ کی ہر من چشم انتظار ہو رہی ہے درود لیوار سے آواز خیر مقدم کی آرہی ہے ہر شخص کی زبان پر لبیک لبیک کی صدا ہے ہر آدمی جمال با کمال کے انتظار میں محو ہو رہا ہے ذرا جلد تشریف لائیے ہم سب جاں نثاری کو جان نثر ہیں پیر و بیکھے ہم کیا کرتے ہیں۔ اشعار

سپاہی جو آشفته بیدان مست	ہمہ نیزہ دگر زو بخمر بدست
ز تو را بیت فتح افسر ختمن	ز ما لشکر بے کمر ان ساقخن
پو با تیغ آہنگ خون آوزند	ز سنگ آب و آتش بردن آوزند
پو تیر از گمان در کین آوزند	سر آسمان بر زمین آوزند

اور جب حضرت امام جادیں تو ایک بھی ساتھ نہ دے اور عذر و فریب کر کے یکے و تنہا امام کو شہید اور تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کریں جس کے حال پر آسمان و زمین کو قیامت تک رقت ہے اور باوجود اس کے کوفہ کی وہ عزت بیان کی جاوے کر کے مدینے کو بھی وہ عزت نہیں ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی تحفۃ الزائرین لکھتے ہیں کہ (در حدیث معتبرہ دیگر از حضرت امام جعفر صادق منقول است کہ حق تعالیٰ عرض کرد ولایت ما را بر اہل ہر شہر پس قبول نہ کردند مگر اہل کوفہ انتہی بملقلہ کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ خدا نے ہماری دوستی کو سارے شہروں پر عرض کیا مگر کسی شہر کے رہنے والوں نے ہمارے محبت کو قبول نہ کیا سوائے کوفہ کے رہنے والوں کے اس سے صاف ثابت ہوا ہے کہ جو تہ بنہا نے کوفہ کو دیا ہے اور اس کے رہنے والوں کو وہ نہ کے کو ہے نہ مدینے کو بلکہ ایک حدیث میں امام زین العابدینؑ کی طرف سے ملا باقر مجلسی نے صاف لکھ دیا ہے کہ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ (بقدر

ستہ ایک دوسری معتبر حدیث امام جعفر صادق کی زبانی یہ ہے کہ تمام شہروں پر اللہ نے ہم سے دوستی کرنے کو کہا مگر اسے صرف کوفہ نے قبول کیا لہذا مدینہ شہر کو گھر رکھنے کی بنسبت کوفہ میں صرف ایک پاؤں رکھنے کی جگہ میرے نزدیک زیادہ اچھی ہے۔

سبای پاد کو فہ نزد من بہترست از خانہ کہ ۱۰ رشتہ داشتہ باشم) کہ ایک قدم اکھٹے کی جگہ کوفے کی میرے نزدیک اس گھر سے بہتر ہے جو مدینے میں ہو اور یہ کوئی شبہ نہ کرے کہ کوفے کے رہنے والے شیونہ تھے اس لئے کہ یہ مقتضای الحدیث بعصا ایفسر بعصا خود ملا باقر مجلسی مجلس المؤمنین میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں ذرا اس کو سنیے عبد اللہ بن ولید سے روایت ہے کہ (گفت در زمان نبی مردان بخندرت امام جعفر صادق علیہ السلام رفتم آنحضرت از من در فیتان من پرسیدند کہ شما چه کسانید گفتم از اہل کوفہ ایم آل حضرت فرمودند وسیحی یک از بلاد ما بقدر دوست نداریم کہ در کوفہ بعد از ان فرمودند کہ اینہا العصا بہ ان اللہ ہلکم لا مرجلہ الناس و تخیمونا و ابغضنا الناس و بالعیثونا و خالفنا الناس و دافقمونا و کذبنا الناس و صدقتمونا فاجیاکم اللہ میمانا و اما حکم مما تنان) اور اس حدیث کو کہیں کہیں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت بہ اقامت دلیل ندارد اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عبد اللہ ثمالین ولید روایت کرتا ہے کہ میں ایک روز مروانیوں کی سلطنت کے زمانہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا امام نے پوچھا کہ تم کہاں رہتے ہو میں نے جواب دیا کہ کوفہ میں حضرت نے فرمایا کہ کسی شہر میں ہمارے اتنے دوست نہیں ہیں جتنے کہ کوفہ میں اور پھر فرمایا کہ خدا نے تم کو فیوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے جس سے اور سارے لوگ جاہل رہے تم کو فیوں نے ہم سے محبت کی اور سب نے ہمارے ساتھ دشمنی رکھی تم کو فیوں نے ہماری بیعت کی اور سب نے مخالفت تم کو فیوں نے ہمارا ساتھ دیا اور سب سے ہم کو جھٹلایا تم کو فیوں نے ہماری تصدیق کی ہے خدا تم کو ہمارے زندگی پر چیتا رکھے اور ہماری ہی موت پر تمہاری بھی موت ہو پس اسے مومنین اب دبیر اور امیں کے مشیخے جلاؤ اور کتاب خوانی موقوف کرو اس لئے کہ جن کو فیوں کی تم شکایت کرنے ہو اور جنہوں نے امام حسین کو شہید کیا وہ خاص اس کوفہ کے تھے جہاں کے رہنے والے امام کی جان دھجگر سے مروانیوں کے در میں ایک مرتبہ میں امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے میری اور میرے دوستوں کی باتیں دریافت کیا کہ تم کہا کہ ہو میں نے عرض کی ہم کوئی ہیں۔ فرمایا تمام شہروں کی پر فیبت ہم کوفہ کو زیادہ دوست رکھتے ہیں اس کے بعد فرمایا اے لوگو اللہ نے تم کو اس کانگی ہدایت کی جسے اور لوگوں نے بھلا دیا تم نے ہمیں دوست نکھا اور اور دوسروں نے ہم سے بغض رکھا تم نے ہماری بیعت کی دوسروں نے مخالفت کی تم نے ہماری موافقت کی اور دوسروں نے ہمیں جھٹلایا تم نے تصدیق کی اللہ تمہیں ہماری سے زندگی و موت دے۔

تھے اور حسین کا رتبہ مکے مدینے سے بھی زیادہ امام کے نزدیک تھا اور جس کے رہنے والوں کی موت اور زندگی امام کی سی تھی پس وہ کوفہ جس کو ایسی سزا ہو اور وہ کوفی جن کی یہ قدر و منزلت ہو مذمت کے لائق نہیں ہیں ان کی شان میں فقید سے مدح کے کہو اور ان پر رحمت بھیجو اس لئے کہ کوفہ معیار تشیع ہے کوفی ہونا دلیل شیعو ہونے کی ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی تمہاری مجالس المؤمنین میں فرماتے ہیں کہ کوفی بودن شخصی دلیل تشیع است اگرچہ ابوحنیفہ کوفی باشند پس اسے حضرات شیعو جن کوفیوں کے حالات آج کل تمہارے چھوٹے چھوٹے ایسے بھی جانتے ہیں اور جاہل لڑکے بھی ان کے حق میں الکوئی لایونی پڑھتے ہیں اور جن کے حالات مکرو عذرا اور بیوفائی کے محرم ہیں علی رؤس الانا بر تمہارے چھوٹے بڑے سب بیان کرتے ہیں اور جن کا امام کو تشنہ کام شہید کرنا ہر آدمی پر ظاہر ہے اور مسنون اس شعر کا کہ شعر از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں خوش داشتند حرمت مہمان کر بلا

سب پر روشن ہے ان کی شان میں ائمہ کرام کی ایسی ایسی تعریفیں تمہارے محدثین نقل کریں اور اس کو امام کی طرف نسبت دیں اور امام کی زبان سے ان کے حق میں یہ کلمہ کہ تم کو خدا ہماری سی زندگی اور ہماری سی موت دے نقل کریں اور کوفہ کی ایک مشت خاک کو مدینہ منورہ کی زمین سے بھی زیادہ امام کے نزدیک محبوب ہونا بیان کریں اور کوفیوں کو محبوب اور دوست ائمہ کا کہیں اور بسبب دوستی ائمہ کے ان کو بخشتی اور ہشتی جانیں اور پھر ان لغویات اور بیانات کو سن کر تمہارے ایمان کی رگ کو ذرا بھی جھنش نہ ہو اور تمہارے پاک دلوں کو کچھ بھی دوسرے پیدا نہ ہو بلکہ ان کوفیوں کی حرکتوں کی ہر سال خود نقلیں کر کے ماہرہ التماثل المتی انتم لہا عنکون کا مضمون ادا کرو اور ان تفصیل و حکایات باطل کو بیان کر کے کبھی تشیع سے نفرت نہ کرو اور اپنے مجتہدین اور محدثین کی نسبت ان روایات کا ذرا تو ال مہلکہ کے نقل کرنے پر کچھ عنایت ایمانی کا جوش نہ دکھاؤ بلکہ سب کو غلط ہو یا صحیح چھوٹے ہو یا سچے آمناد و مدافنا کہہ کر تصدیق کرو اور حسب رسول کے یاروں اور پیغمبر کے حواریوں کا نام آدے اور بڑیوں کی نسبت وعدہ مغفرت کا کسی بیچارے سنی کی زبان سے سنو تو بس سنتے ہی سارے بدن کا خون جوش کرنے لگے اور تمام جسم تعصب کی آگ سے

لگے کسی کوفی ہونا ہی اسی ضیعہ ہونے کا ثبوت ہے اگرچہ ابوحنیفہ ہی کوفی ہوں۔

صفحہ پارہ ۲۷ سورہ انبیاء کو شہادت ہے کہ سب سے زیادہ تمہاری ہی سزا ہے اور تمہاری ہی رحمت ہے۔

پھٹنے لگے آتش کا وہ جوش ہو کہ رگ رگ مارے غصے کے پھول سجاوے عداوت کا وہ غلیان ہو کہ سودا حفر سب ایک ہو جاوے اس وقت مارے دسو سے شیطانی دل میں پیدا ہو جاوے لفظ لفظ پر گرفت بات بات پر شبہ کرنے لگو سبحان اللہ اپنے کوفیوں کے برابر بھی بدریوں کا رتبہ نہیں سمجھتے اور ان کے حق میں جن باتوں اور جن قولوں کو صادق سمجھتے تھے ان کو پیغمبر کے یاروں کے حق میں غیر صادق کہتے ہو یہ کون ایمان ہے کہ نام نولو رسول کا اور کلمہ پڑھو عبد اللہ بن سبا کا ایمان تو تم کو نصیب ہو بظیفیل خلفائے جہاد کے اور شکر ادا کرو اس یہودی ملعون کا اور پھر پاک صاف بن کر سنیوں کے سامنے ہو کر مباحثہ کا قصد کرو اور خدا کی آیتوں اور رسول کی حدیثوں اور ائمہ کے قولوں کو چند مفتر سی مکاروں کے مقابلے میں جھٹلاؤ سمجھاؤ یہ کیسا دین اور ایمان ہے یا تو مسلمانی کو چھوڑو پاک صاف، یہودی بن جاؤ یا اگر مسلمان ہو تو مسلمانوں کے سے عقیدے رکھو اس خرافات و اہیانت مذہب پر جس کی بنا سراسر جھوٹ اور فریب پر ہے میرا بھیجو اس کے بانہیوں پر لعنت کرو ورنہ ایسے دو لفظ ہیں چھوٹا جھوٹا کاذب چھوٹے جھوٹے منہ سے ایسا بڑا دعویٰ ایمان کا اچھا نہیں معلوم دیتا مسلمان ہو اور پھر رسول خدا کے یہ من کر پو سمجھنا عبایان ہے کہ جو لفظ ہی لفظ ہے جس کے بارے میں اور پو ست ہی پو ست ہے اس کے لیے کچھ مغز نہیں سجایا ہے جس نے کہا ہے۔

و جہد و منع باوہ اسے زاہد سچہ کا فر نعمتی است

دشمنی می بودن دہم رنگ مستان ز زمین

غرض کہ جو فضیلت خدا نے اہل بدر کو دی اور جس کا ثبوت قرآن مجید سے ہوتا ہے اور جس کا اقرار مفسرین شیعہ بھی کرتے ہیں اور جن کے اعمال بھی اس پر دلالت کرتے ہیں وہ کسی قدر ہم لکھ چکے اب بمقابل اس کے ایک قول مجتہد صاحب ثانی کا جو مقالہ ثالثہ میں اپنی کتاب کے لکھا ہے اور جس کا جواب ازالۃ الغنیں ہے نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ حضرت شیعہ کے نزدیک ان کا درجہ کیسا ہے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (دعویٰ نفاق ایشاں و غدر اہل بدر و رضوان علی مدعا می ماست ما ہم لے چند عون اللہ و الذین آمنوا و ما یخذعون الا نفسہم و ما یشعرون ۵ سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے کہ کوئی تو اہل و قاہوں اور اصحاب بدر اہل غدر ہوں خدا اس قوم سے سمجھے اور ان کے کفریات سنہ ۱۵ سورہ بقرہ کو ۲۰ آیت ہے۔ و نازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سماری کو دغا نہیں دیتے لگا بچو اور نہیں پوچھتے ۱۰

کابلہ سے نور بادشہ من مغوا انہم۔ مجتہد صاحب قبلہ ذوالفقار میں آیات فضیلت صحابہ کے معارف میں ایک اور آیت لکھتے ہیں یعنی اذرا بیتہم تعجبت اجسامہم و ان یقولوا سمع لقلوبہم کا انہم خشب مسندۃ یحبون کل صیحة علیہم سما العدا و فاحذر قتلتہم اللہ انی یوقون ہ مگر اس میں بھی مجتہد صاحب نے مفاطلہ دیا اور تحریف کو کام فرمایا اور اخیر کی آیتوں کو چھوڑ کر بیچ میں سے ایک دو آیتیں لکھ دیں اب میں ان کو لکھ کر اس کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ یہ آیت جو مجتہد صاحب نے معارضہ میں فضیلت کے پیش کی ہے یہ سورۃ منافقوں کی ہے جو کہ منافقین کی شان میں نمرانے نازل کی ہے اور شروع اس کا یہ ہے اذ جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول

اللہ و ان اللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہدان المنافقین لکذ بون ہ اتخذوا ایمانہم حینۃ فصدا و امن سبیل اللہ لانہم ساء ما کانوا یعملون ہ ذالک بانہم امنوا ثم کفرو فانقطع علی قلوبہم فہم لا یفقیہون ہ و اذ ارا بیتہم تعجبت اجسامہم و ان یقولوا سمع لقلوبہم کا انہم خشب مسندۃ یحبون کل صیحة علیہم سما العدا و فاحذر قتلتہم اللہ انی یوقون ہ و اذ اقبل لہم تعالوا یتستغفر لکم رسول اللہ لو اذرو سہم ورا بیتہم لیدن و ہم

سے پارہ ۲۸ سورہ منافقوں رکوع ۱۱ ترجمہ جب تو دیکھے ان کو خوش گیس تہہ کو ان کے ذیل ادا کر بات کہیں سے تو ان کی بات کیسے ہیں جیسے لکڑی نگادی دیوار سے جو کوئی پینے جائیں ہم ہی پر بلائی نہیں ایک دشمن ان سے پیمانہ گردن مارے انکار اللہ کہاں سے پھرتے جانتے ہیں۔ ۱۰ مومن القرآن سے پارہ ۲۸ سورہ منافقوں رکوع ۱۱ ترجمہ۔ جب آویں تیرے پاس منافق کہیں ہم تامل میں تو رسول ہے اللہ کا اور اللہ جانتا ہے کہ نور رسول ہے اس کا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق پھرتے میں رکھی ہیں جانیں تمہیں ڈھال بنا کر پھر روکے ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ جلتے کام میں جو کر رہے ہیں یہ اس پر کرت وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر مہر ہو گئی ان کے دلہا رہا وہ نہیں جو مجتہد اور صاحب دیکھے انکو خوش گیس تکبوا کے ذیل اور گواہی کہیں سے تو انکی بات کیسے ہیں جیسے لکڑی نگادی دیوار سے جو کوئی پینے جائیں ہم ہی پر بلائی نہیں دشمن ان سے پیمانہ گردن مارے انکو اللہ کہاں سے پھرتے جانتے ہیں اور جیسا کہ لکھا تو معاف کر داتے تم کو رسول اللہ کا شکا ہے ہیں سزا تو دیکھتے رہتے ہیں پانہ غرور کرتے ہیں اور باہر ہے ان پر تو ساقی چاہے انکی یاد چاہے ہرگز نہ معاف کر لیا انکو مقرر اللہ نہیں دیتا یہ حکم لوگوں کو دہی دیا جو کہتے ہیں۔ من فرح کدان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے جب تک کہ کھنڈ جاویں اور اللہ کے ہیں خوانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن منافق نہیں رہتے کہتے ہیں اللہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دے گا جس کا نذر ہے یہ قدر لوگوں کو اور ذرا اللہ کا ہے اور

مستکبرون • سوام علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم من یغفر اللہ لہم من یغفر اللہ لہم ان اللہ
 لا یغفری القوم الضعین • ہر اللہ یقولون لا یتفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفثوا واللہ بخیر
 السموات والارض ولكن المنفقین لا یففقون • یقولون لن رجعنا الی المدینة لیغریبن الاعز
 منها الاذل واللہ العزیز ورسولہ والمؤمنین ولکن المنفقین لا یعملون •

ساری ان آیتوں کی نقل ہی کر دینے پر جواب مجتہد صاحب کا ہو گیا اور جو مخالف اور دھوکا خیز
 نے دیا تھا وہ کھل گیا اور معلوم ہوا کہ یہ آیتیں منافقوں کی نسبت ہیں مگر حضرات شیعہ سے
 کب امید ہے کہ وہ صرف الفاظ قرآن مجید اور اس کے معنی پر قناعت کریں ضرور ہے کہ وہ
 اس پر بھی ساکت نہ ہوں گے اس لئے ہم انہیں کی تفسیر سے شان نزول اسکے بیان کرتے۔
 ہیں - واضح ہو کہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں جو کہ استاد ابو جعفر کلینی کے تھے سورہ منافقون
 کے نزول کا سبب اس طور پر لکھا ہے کہ شہدہ ہجری میں جبکہ غزوہ بنی المصطلق پر پیغمبر خدا
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے جب وہاں سے لوٹے تو راہ میں ایک کنوئیں پر حضرت
 عمر بن خطاب کے اجورہ دار فی بیکانام جہجاہ تھا اس بن سیار کو جو کہ انصار کا منہ بولا
 بھائی تھا مارا عبداللہ بن ابی کو جو کہ مدینہ کا رہنے والا تھا یہ خبر ہوئی اس کو ناگوار ہوا اور
 اپنے لوگوں یعنی مدینہ والوں سے کہا کہ اسی لئے میں قریشیوں کا آنا نہیں چاہتا تھا یہ سب
 تمہارے کام ہیں کہ تم نے ان کے رہنے والوں کو اپنے گھروں میں اتارا اور اپنے مالوں کو ان
 پر خرچ کیا اور اپنی جانوں کو ان کے پیچھے تلف کیا اور اپنی جو زرروں کو بیوہ اپنے بچوں
 کو تیم ان کی خاطر سے کیا تب یہ ذلت ہوئی اگر تم ان کو نکال دیتے تو وہ دوسروں
 کے اوپر جا پڑتے اور یہ کہہ کہہ کر یہ کہا کہ لن رجعنا الی المدینة لیغریبن الاعز منها
 الاذل اس قوم میں ایک لڑکا موجود تھا جس کا نام تھا زید بن ارقم اس نے پیغمبر خدا صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خبر کہہ دی حضرت کو اس بات کے سنف سے بڑا رنج ہوا اور
 انہوں نے کوچ کی تیاری کی کہ سعد بن عبادہ دڑے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو
 وقت آپ کے کوچ کرنے کا نہیں ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے اپنے صاحب کی
 باتیں سنیں انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ہمارا صاحب تو سوائے آپ کے دوسرا
 کوئی نہیں ہے تب حضرت نے فرمایا کہ عبداللہ بن ابی گمان کرتا ہے کہ اگر مدینہ کو لوٹے

تو عزت داسے ذلیلوں کو نکال دیں گے تب سعد بن عبادہ نے جواب دیا کہ یا حضرت آپ اہل
کے اصحاب عزت داسے ہیں اور عبداللہ بن ابی ادراس کے اصحاب اہل ذلت میں غرضکہ یہ
سن کر خزر ج جو ایک قبیلہ مدینہ والوں کا ہے عبداللہ بن ابی پر لعنت ملامت کرنے لگے اس نے
حلف کیا کہ میں نے تو کچھ نہیں کہا تو لوگوں نے کہا کہ اچھا چل کر پیغمبر صاحب کے سامنے غدر
کراس نے اپنی گردن جھکائی تب دوسرے دن صبح کو وہ پیغمبر صاحب کے سامنے آیا صحابہ
کیا کہ زید نے میرے اوپر تجھ کوئی تمہمت کی تھھی پھر لوگ زید پر ملامت کرنے لگے آخر خدا نے یہ
سورۃ منافقون نازل کی اور پیغمبر خدا نے وہ سورۃ اصحاب کو جمع کر کے سنائی فقط۔

غرضکہ یہ قول ایک بڑے مضر سے ثابت ہوا کہ یہ سورۃ شان میں عبداللہ بن ابی بن
سہل منافق کے نازل ہوئی اور جناب قبلہ و کعبہ نے نہ معنی سمجھے نہ شان نزول پر خیال فرمایا نہ
ذاتی تفسیروں کو دیکھا نہ دیدہ و دانستہ کچھ آستیں اوپر کی اڑا دیں اور کچھ نیچے کی بیچ میں کی دو
آستیں لکھ کر اصحاب کی فضیلت کے معارضے میں پیش کیں لہذا یہاں ہی معارضہ کرنا تھا تو جو
آستیں قرآن مجید میں بنی اسرائیل اور فرعون اور نمرود و شاد کی شان میں ہیں ان سب کو آیات
فضیلت صحابہ کے معارضہ میں لکھ دیتے تاکہ کتاب کا حجم بھی بڑھ جاتا اور حضرت کی قرآن
دانی کا بھی لوگ اقرار کرنے لگتے غرضکہ جناب قبلہ و کعبہ ان آیات کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ وہ مثال
اسی دیگر آیات سے لادست کہ در جمع بین آیات گفتہ شود کہ مورد آیات مناقب غیر مورد
آیات ذم است پس بعضی صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با شند و بعضی مذموم دایں عین مطلوب
شیعیان است پس یہ وہم جناب قبلہ و کعبہ کو قرآن مجید کی آیات کے معنی نہ سمجھنے سے پیدا
ہوا ہے اس وہم کا علاج تفسیر اور شان نزول کا مطالعہ تھا اگر حضرت شان نزول دیکھتے
اور اپنی ہی تفسیروں کو ملاحظہ فرماتے اور اگلی پھیلی آیتوں کو ملا کر غور کرتے تو حضرت یہ ضابطہ
اور کلیہ جمع بین آیات کا ارشاد نہ فرماتے اس لئے کہ جو آیتیں کافروں اور منافقوں کی شان میں
ہیں ان سے مہاجرین و انصار و اصحاب نبوی کو کچھ تعلق ہی نہیں ہے اور یہ آیتیں جس میں

لہ مندرجہ بالا آیات کی مانند صحیح آیات ہیں اور ضروری ہے کہ جمع آیات کے بارے میں وضاحت کی جائے کہ آیات
مناقب اور آیات ذم سے جن کے بارے میں نازل ہوئیں یہ لوگ الگ الگ ہیں یعنی رسول اللہ کے بعض صحابہ
قابل تکریم اور بعض قابل نرست ہیں اور شیعوں کا کہنا صحیح نہیں ہے ۸ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبعہ مجمع البحرین

کفر و نفاق اور نفاق اور دین میں سستی وغیرہ کا ذکر ہے وہ شان میں منافقوں کی ہیں جو اصحاب نبوی میں داخل نہیں ہیں اصحاب نبوی اور منافقوں میں نسبت تناقص کی ہے نہ تو نفاق کی اس لئے ان آیتوں کا جو کہ اصحاب کی فضیلت میں ہیں ان آیتوں سے ملا تا جو کہ منافقین کی مذمت میں ہیں درحقیقت جمع بین الآیات نہیں ہے بلکہ حضور جمع بین النقیضین ہے جو کہ ہمارے نزدیک متنع اور آپ کے نزدیک ممکن ہے پس اپنے لئے آپ گھر بیٹھے ایسی آیتوں کو جمع کیا کیجئے اور اپنے دل میں قاعدے بنایا کیجئے اور انہیں موضوع اور غلط اصول پر کسی کو خارج کسی کو داخل کیجئے یہاں تو خدا کی ہدایت و ضلالت کے ہم کو اس جمع سے فدا کر دیا جن کو چاہا مہاجرین و انصار میں داخل کیا جن کو چاہا منافقین میں شامل کیا۔

پانچویں دلیل صحابہ کے منافق نہ ہونے کی

جو شخص قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہو گا وہ مہاجرین و انصار کی نسبت منافق کی لفظ کو ہرگز اطلاق نہ کرے گا اس لئے کہ قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں جس میں صاف پر حکم ہے کہ منافقوں سے مدعوان سے راضی نہ ہو اور ان کو اپنے ساتھ جہاد میں نہ رکھو ان کا کچھ عذر نہ سنو پس اگر مہاجرین و انصار خصوصاً انھن لئے نثار رضی اللہ تعالیٰ عنہم منافق ہوتے تو کیوں پیغمبر صاحب ان کو ذلیل نہ کرتے اور کیوں ان کو اپنی صحبت میں رکھتے اور کیوں ان سے سلاح و مشورہ لیتے اور کیوں ان کو اپنے ساتھ جہاد میں رکھتے چنانچہ خود دعویٰ میں نے کیا ہے اس کے ثبوت میں وہ میں آیتوں کو لکھتا ہوں۔

پہلی آیت۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے یعتذرون الیکم اذ ارجعنا الیہم قل لا تعذرنا
 لن ذومن لکم قد نبأنا اللہ من اخبارکم ورسولہ ثم تردون الی مالہ الغیب
 والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعدونہ سیملفون باللہ لکم اذ انقلبتم الیہم تعرضوا عنہم و اذ عرضوا
 عنہم انہم رجس و ما دہم جنم جزاؤہم کما کانوا یکسبون یملفون لکم لترضوا عنہم
 فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین و

نہ پارہ ۱۱۔ سو تو یہ کہو کہ تم مجھ پر ایمان لائیں گے تمہارے پاس سب کچھ کر جاؤ گے ان کی طرف تو کہہ بیانے مت
 بناؤ ہم دانہیں گے تمہاری بات ہم کو بتا چکا ہے اللہ تمہارے احوال اور اس دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول
 کچھ جاؤ گے طرف اس جاننے والے جیسے اور کلمہ کے سروہ تیار دیکھا تم کو جو کہ رہے تھے اور تمہیں کسا بیٹھ رہتے آگے منور ہو

ان آیتوں سے چند باتیں ثابت ہوئیں اول غدر کرنا منافقوں کا اور اس پر یقین نہ کرنا پیغمبر صاحب کا دوسری آگاہ ہونا پیغمبر خدا کا ان کے حال سے۔ تیسری جلد سزا پانا ان کا اپنے اعمال کے بدلے یہ جو خوشی پیغمبر صاحب کو ان سے روگردانی کرنے کا حکم ہونا اور ان سے لٹنے کی ممانعت۔ پانچویں گستاہی وہ حلف دین کہ راضی ہوا ان سے راضی ہونے کی امتناع چھٹی ان کا ذات چاہنا مسلمانوں کا اور ہمیشہ اسی نکر میں رہنا اور پھر خود ہی ان کا ذلیل ہونا۔ آہ ان باتوں میں سے صرف ایک ہی بات کو مہاجرین و انصار خصوصاً خلفائے ثلاثہ سے مطابق کر دیجئے یا پیغمبر صاحب کو باوجود ایسے احکام الہی کے اور نفاق خلفائے ثلاثہ کے ان سے روگردانی نہ کر لے پر پیغمبر صاحب کی شان میں جو چاہیے سو کیجئے ہماری زبان سے تو کچھ بے ادبی کا کلمہ نہیں نکالتا اور عدول حکمی یا تقیہ کا ایسے پاک صاف کی نسبت اطلاق نہیں ہو سکتا۔

دوسری آیت۔ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین کہ اسے پیغمبر جہاد کو کافروں اور منافقوں پر تو اگر مہاجرین و انصار منافق تھے تو اتنا ارشاد کر دیجئے کہ کب اور کس کے ساتھ پیغمبر خدا نے ان پر جہاد کیا یا باوجود منافق ہونے ان کے پیغمبر صاحب نے خدا کے حکم کی تعمیل نہ کی۔

تیسری آیت۔ فان رجعت الی طائفتہ منہم فرأت ذنوبکم لخرج فقل ان تجرحوا معی ابدًا و لکم نقالتوا معی عدوًا اس آیت کے مطالعے بعد یہ فرما دیجئے کہ پیغمبر صاحب اپنے ساتھ جہاد پر ان لوگوں کو نہیں تم منافق کہتے ہو لے گئے یا نہیں اگر نہیں معلوم نہ ہو تو چند ورق اللٹ کر حملہ حیدری کے اشعار جنگ بدر کے دیکھ لو۔

چوتھی آیت۔ یحذر المنافقون ان تنزل علیہم سورۃ یتنبہم بہا فی قلوبہم

(بقیہ صفحہ ۳۱۷) اشک تہا سے پاس جب پھر کہا گئے ان کی طرف تان سے دو رکہ کر دو سو رکہ ان سے وہ لوگ ہانک میں اور انکا تہکا نود نہ جا بدلان کی کمانی کا تہیں کھڑیں گئے تمہارے پاس کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم راضی ہو گئے ان سے تو اللہ راضی نہیں ہے حکم ہوا ان سے ۱۲ سورح لہ پارہ ۱۰ سورہ توبہ کو ح ۱۰ ترجمہ ایمانہ فرمائی کہ کافروں سے اور منافقوں سے ۱۲ سورح القرآن لہ پارہ ۱۰ سورہ توبہ کو ح ۱۰ ترجمہ اگر میرے ہاں تہہ کو اللہ کی طرف ان میں سے پھرت رخصت چاہیں بخشنے لکھے تو تو کہہ سگڑ نہ لکھو گے میرے ساتھ کہیں اور نہ لڑو گے میرے ساتھ کسی دشمن سے ۱۴ سورح القرآن لہ پارہ ۱۰ سورہ توبہ کو ح ۸ ترجمہ لڑا کرتے ہیں منافق کہ نازل نہ ہوا ان پر کوئی سورت کہ خدا سے ان کو سزا کے دل میں ہے تو کہہ ٹھنٹے کر تہہ اللہ نہ لکھنے والا ہے جہاد کا

قتل استھزوا ان اللہ، پھر حج، مآخذ رون اس آیت کو پڑھ کر دیا یہ فرما دیجئے کہ پیغمبر خدا نے ان لوگوں سے نفاق کو جنہیں تم منافق کہتے ہو کبھی ظاہر کیا اور لوگوں پر ان کا نفاق کھول دیا یا نہیں اور سوائے سفیر کے جس سے دروازہ بند کر کے تہابیت آہستہ زبان دبا کر نفاق ظاہر کرنے کا حال آپ لوگ بیان کرتے ہیں کسی مجمع میں بھی ان کے نفاق کا حال حضرت نے ظاہر کیا۔

عز شکہ مثل اس کے اور بہت سی آیتیں ہیں منافقوں کے حال میں جن کا لکھنا ضرور نہیں ہے پس مسلمان کو اتنا سوچ لینا چاہیے کہ اگر مہاجرین و انصار منافق ہوتے تو پیغمبر صاحب ان کے نفاق کو کیوں ظاہر نہ کرتے اور کیوں وہ ذلیل نہ ہوتے اور ان کے بارے جاتے اور قتل ہونے اور ذلیل در سوا ہونے کا جو وعدہ خدا نے کیا تھا وہ کیوں پورا نہ ہوتا بلکہ برخلاف اس کے اور عزت ان کو ہوتی اور دردم و شام اور ایران و مصر پر ان کو غلبہ ہوتا استغفر اللہ تعالیٰ حقیقہ ہے شیعوں کا کہ نہ آیت سے مطابق نہ حدیث سے، اب باقی رہے چند اعتراض جو خلفائے ثلاثہ اور مہاجرین اور انصار کی نسبت حضرات شیعہ کرتے ہیں اور اس سے ان کے نفاق پر دلیل لاتے ہیں۔ معاملہ احمد اور حنین کی لڑائی کا۔ پوچھنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے نفاق کا حال سفیر سے شک کرنا حضرت عمر کا صلح حدیبیہ میں ارادہ کرنا قتل پیغمبر خدا کا ایلیہ اللہ تعالیٰ عنہ کو منصب کرنا فدک کا نہ دینا قرطاس کا پیغمبر صاحب کو غصب کرنا خلافت کا علی مرتضیٰ سے عداوت رکھنا آل رسول سے اور مثل اس کے اور اعتراضات جن کے نام بہرورنی اور ہرمضہ میں مجتہد صاحب کے قلم سے ذوالفقار و عزیزہ میں نکلے ہیں اور جن کا جواب شافی دینا ہم کو منظور ہے نہ مثل مجتہد صاحب کے غلط بحث کرنا اور گول گول بات کہہ کر آگے بڑھ جانا ایسے انداز میں اللہ تعالیٰ بہت ملاحظہ فرمائے اور نہ عنایت میں اس میں تفصیل کیا تہہ یہ سب بیان کئے جا دیں گے کہ جس کو دیکھ کر حضرات شیعہ بے اختیار کہنے لگیں تن جبالق ذرہن اباطل ان اباطل ان رسوفا۔

عز شکہ اس مقام پر میں نے آیات فضیلت صحابہ کو بیان کر کے عام سب شیعوں کی طرف سے یہ بیان کیا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ جو آیتیں فضیلت میں مہاجرین و انصار کے ہیں یہ ان لوگوں سے متعلق ہیں جو کہ ایمان دار تھے اور اکثر اصحاب خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایمان نہ رکھنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ منکر خدا و رسول کے تھے کہ ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں چنانچہ جو آیتیں اس کے معارضہ میں مجتہد صاحب نے لکھی ہیں

ہیں اس کا جواب ہو گیا اور بخوبی ثابت ہو گیا کہ وہ منافق نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ اصول موضوعہ شیعہ میں سے ایک اصول امامت کے منکر تھے کاس وجہ سے وہ کافر تھے اس کا بھی جواب اجمالی دے چکا کہ جب آیتیں نازل ہوئیں اور جس وقت خدای جل شانہ نے ان کی تعریف کی اس وقت امامت اصول دین سے نہ تھی اگر اس وقت امامت کا اصول دین سے ہو نا ثابت کر سکو تو کرو فعلیکم البیان وعلینا وفقہ بالبرہان۔

پس باقی رہ گئیں دو باتیں اول یہ کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے وہ منکر امامت ہو گئے اور حق علی مرتضیٰ کا پھین لیا دوسرے اہل بیت سے عداوت رکھی اور ان کے حقوق غصب کئے کہ یہ امور بھی کفر ہیں۔ چنانچہ اس کا میں بحث امامت اور مطاعن میں جواب دوں گا اور ہر بات کو اس تفصیل سے لکھوں گا کہ نہ کسی شیعوہ کی کوئی دلیل رہ جاوے نہ کسی سنی عالم کا جواب باقی رہے یعنی وہ سوال و جواب جن کے سننے کے بغیر حالت منظرہ باقی رہے نہ یہ کہ بتینے دنیا میں شیعوہ سنی ہوئے ہیں ان سب کی باتیں کہ یہ مجال اور نیز فصول ہیں گمراہی انشاء اللہ تعالیٰ اس صراحت سے لکھوں گا کہ صرف دیکھنے والے کو انصاف اور فیصلہ کمزارہ جاوے اور اکثر روایات کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے لیکن اس مقام پر وہ جوابات جو عام آیات فضیلت صحابہ سے شیعہ دیتے ہیں اور جس میں سے کچھ اور مذکور ہوئے اور کچھ رہ گئے ہیں ان باقی ماندہ جوابوں کو بیان کر کے قرآن و حدیث ہی سے اس کا جواب دینا شروع کرتا ہوں۔ فاستمعوا لہ وانصتوا لعلمکم ترحموا۔

جواب دوسرے شیعوں کا آیات فضیلت صحابہ سے

جو کچھ اوپر ہم نے بیان کیا اس میں صرف یہی جواب شیعوں کا ہم نے لکھا ہے کہ مہاجرین میں سے ابو بکر صدیقؓ کی نیت بخیر تھی اب بیٹے کے علاوہ اسکے اور کیا جواب دیتے ہیں شاہ صاحب قدس سرہ نے حنفیہ میں علامہ ابن کثیرؒ کی تقریر کو نقل کرتے ہیں کہ علامہ ابن کثیر نے یہ جواب دیا کہ اللہ جل شانہ نے جو رضا مندی اپنی آیتہ - والسابقون الاولون من المرہاجرین والانصار میں مہاجرین و انصار کی نسبت بیان کی ہے یہ صرف سبقت ہجرت و نصرت کی نسبت ہے اور خاص

۱۰ پارہ ۹ سورہ احزاب رکوع ۲۴ ترجمہ قرآن طرف کان رکھو اور چپا چپا رہو شانہ پر دم ہد ۱۲ و فی القرآن لکھ اس کا آغاز و ترجمہ صفحہ ۱۲ دیکھو۔

۱۔ فعل سے وہ راضی ہوا مگر اس سے جنتی ہونا ان کا لازم نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کے واسطے اس رضا کا آخر تک باقی رہنا ضرور ہے اور آخر تک رضا باقی رہنے کا حال خاتمے پر ہے اور تقریر کو لکھ کر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تقریر تو قواعد اصول کی رو سے درست نہیں ہے اس لئے عبدائے جل شانہ نے مہاجرین و انصار کی ذات کی تعریف کی ہے اور چونکہ وصف عنوانی میں سبقت ہجرت و نصرت کا ذکر کیا اس لئے یہ صفت غلبہ تعلق رضا کی ہوگی نہ کہ یہی وصف تعلق رضا کے اس کے جواب میں جناب مجتہد صاحب ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (پہلے ہجرت و نصرت کے بعد) ہجرت و نصرت فی الہجرۃ سے پس غایت مافی الایاب علت رضا سبقت الی الاسلام یا سبقت الی الموت یا سبقت الی الہجرۃ لا علی الیقین خود اہل ہجرت و نصرت کے لئے تو پہنچ دہر مفید نہیں تو اندیشہ یعنی یہ سب تقریریں تو اس وقت کی جاویں جب یہ ثابت ہو جاوے کہ مراد والسا بقون الاولون من المہاجرین والانصار ہجرت میں سابق ہونا ہے حالانکہ یہی بات ہمارے نزدیک ابھی صاف نہیں ہے کہ سا بقون سے کیا مراد ہے آیا ہجرت کی سبقت یا اسلام کی سبقت یا موت کی سبقت پس جبکہ علت مبہم ہے تو وہ کچھ مفید مطلب نہیں غرضکہ حضرت نے سارا قصہ ہی طے کر دیا کوئی جھگڑے کی بات ہی نہ رکھی یعنی یہ سب فضیلتیں تو حجت ثابت ہوں کہ والسا بقون کے معنی کیا ہیں آیا ہجرت میں سبقت کرنے والے مراد ہیں یا کہ اسلام میں سبقت کرنے والے مقصود ہیں یا کہ موت پر سبقت کرنے والے یعنی مردے مراد ہیں پس جب اسی میں شبہ ہے تو ایسی مبہم بات کی سند کچھ مفید غرضکہ بسبب مبہم ہونے علت رضا کے اس آیت سے کچھ کسی کی فضیلت ہی ثابت نہیں ہوتی اور یہ معنی جو حضرت نے فرمائے ہیں یہ بڑے غور و تامل کے بعد فرمائے ہیں چنانچہ خود اس سے پیشتر فرمایا چکے ہیں کہ (۱) ایضاً اپنے بعد تامل و نظر دقیق ظاہر می کردو صفحہ ۵۵ ذوالفقار تا قولہ افاجاء الاحتمالی بطل الاستلال (۲)۔

۱۔ سا بقون کی جاہتہ ایک ثبوت نہیں ملا ہے کہ سبقت کس چیز میں ہے؟ کیا ہجرت میں سبقت کرنا مراد ہے؟ یا اسلام اور میں؟ یا موت میں؟ اور ہجرت میں سبقت کرنا بالکل غیر یقینی ہے اور یہ مبہم و غیر واضح علت و سبب ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ ۲۔ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مع البدرین لرحمیانہ ۱۲۸۷ھ صفحہ ۵۸ سطر ۲۳-۲۴۔ ۳۔ نیز غور و فکر اور تامل کے بعد ظاہر کرتا تھا صفحہ (۵۷) از ذوالفقار اور حجت شک و شبہ پیدا ہو جائے تو استلال باطل ہو جاتا ہے۔ ۴۔ عبارت ذوالفقار صفحہ ۵۶ سطر ۱۴-۱۲۔

آب تبارہ و کعبہ اس تقریر کو اپنی مثال کرتے ہیں اور منطقی دلائل سے اس امر کو ثابت فرماتے ہیں کہ مراد والسا بقون سے موت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں یعنی مردے جو مر چکے مراد ہیں کیا بقول زود ثانیاً اس کی علت رضای مہاجرین و انصار از حق تعالیٰ مجرد ہجرت و نصرت ہی تو ثابت بلکہ نظر دقیق حکم می کند کہ رضای ان ہا از حق تعالیٰ در عین امر دنوا ہی اد علت ہجرت و نصرت شدہ و این قرینہ سو دیگر ست ہر ایک مراد از سابقین سابقین الی الموت اند یعنی خدا کی رضامندی کا مہاجرین و انصار سے سبب یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ فقط ہجرت کرنے سے ساتھ پذیر خدا کے پابند دینے سے رسول قبول کو وہ راضی ہو جاوے بلکہ نظر دقیق حکم کرتی ہے کہ ان کا خدا سے راضی ہونا اور اس کے احکام دنوا ہی کا بجا لانا ان کی ہجرت و نصرت کی علت ہے پس یہ دوسرا قرینہ ہے کہ مراد والسا بقون سے سابقین الی الموت ہیں یعنی جو کہ مرنے میں سبقت اور پیش قدمی کر گئے اور پہلے سب سے مر گئے فقط سبحان اللہ کیا نظر دقیق ہے جناب قبلاہ و کعبہ کی کہ کیا شوبہ معنی نکالے ہیں حقیقت میں بیجا ہے شاہ صاحب ایسی دقیق نظر کہاں سے لاتے ہوں باریک نکتوں کو سمجھتے کہ مراد والسا بقون سے مردے میں شہرہم نہایت شکر ادا کرتے ہیں مجتہد صاحب کا کہ مردے مہاجرین و انصار تو اس میں داخل رکھے اگر وہ والسا بقون کے معنی یہی کہتے ہیں کہ حضرت آدم مراد ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے جنت سے ہجرت کی تھی یا حضرت موسیٰ مراد ہیں جنہوں نے مدین کو ہجرت کی تھی تو ہم کیا کرتے یا فرمادیتے کہ مراد والسا بقون سے جبرئیل و میکائیل ہیں جو سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں تو ہمارا کیا پس چلتا ہر حال جب معنی ہی بنانا پڑے اور نظم قرآنی کا کچھ لحاظ نہ رہا تو پھر بیسروا بات کہہ دینے والے سے کیا زور چل سکتا ہے جو کچھ وہ رعایت کرے وہی احسان ہے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ قبلاہ و کعبہ نے یہ بے دلیل دعویٰ کیا ہے اس لئے کہ بے دلیل بات کہنا جاہلوں کا کام ہے اور یہ حصہ شاہ صاحب کا ہے حضرت کوئی بات زیادہ دوسری دلیل یہ کہ انصار و مہاجرین کا اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و امداد حاصل کرنے کا سبب ہجرت کو ثابت ہے بلکہ نظر دقیق بتاتی ہے کہ ان لوگوں کا اللہ سے راضی ہونا اور اس کے احکام دنوا ہی کی تعمیل کرنا ان کی ہجرت کا سبب ہے اور اس دوسرے قرینہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ سابقین سے مراد وہ ہے کہ انہوں نے مرنے میں پیش قدمی اور سبقت کی تھی عبادت ذوالفقار صفحہ ۵۹ سطر ۳۔

بے دلیل برہان کے زبان پر نہیں لانے چنانچہ اس دعوے کی دلیل میں فرماتے ہیں **اور ایں قرینہ**
 دیکراست براین کہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اند چہ موت اہل جنت و مشاہدہ درجات
 را در علیہ تمام در رضای آنها از حق تعالی است کہ واسا بقون کی لفظ سے وہ لوگ جو موت کی
 طرف سبقت کر گئے مراد لینے کا یہ دو سر قرینہ ہے اس لئے کہ جنت میں پہنچ جانا اور اپنے مراتب
 اور درجات کا دیکھنا اور آرام سے بہشت میں چین کرنا ان سب باتوں کو بڑا دخل ہے کہ وہ لوگ
 خدا سے ماضی ہوئے فقط پیشک درست ہے جو لوگ زندہ ہیں وہ سبب اس کے کہ نہ معلوم خدا
 جنت دے گا یا نہیں اور اگر دینے کا یقین بھی ہو تو بے سبب دنیاوی نکالینے کے وہ خدا سے
 پورے پورے راضی نہیں ہو سکتے۔ جب مر گئے اور خدا بنے ان کو بہشت نصیب کر دی اور
 آزادی سے سینتوں کے لطف اٹھانے لگے تو وہ بخوبی خدا سے راضی ہو جا دیں گے اور نصرت
 اور محبت کا سبب اوپر آپ نگاہ ہی چکے ہیں کہ یہ ہے کہ وہ خدا سے راضی تھے تو اب کیا شک
 رہا کہ مراد واسا بقون سے وہی لوگ ہیں جو اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مر چکے تھے بے
 شک جیسا دعویٰ تھا اس سے بہت بڑھ کر دلیل ہے مجتہدوں اور مقدس لوگوں کے ایسے ہیں
 دعوے اور ایسی ہی دلیلیں جوتی ہیں زہی نصیب اس مرتے کے جس کے ایسے عاقل اور ذکی
 اور ذہین مجتہد ہوں جو کہ جناب قبلہ و کعبہ نے اپنی کتاب کو نہایت ہی مدلل اور مبرہن لکھا
 ہے اس لئے صرف ایک دو دلیل ہی اپنے دعوے پر نہیں بیان فرمائیں بلکہ ہر ایک دعوے
 کو اپنے دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ کسی سنی کو جرات اس کے رد کرنے کی نہیں ہے چنانچہ اسی
 آیت کی نسبت جو تیسرا جواب دیا ہے اسے بھی میں لکھتا ہوں حضرت فرماتے ہیں کہ **انما**
ایں کہ غایت مافی الباب آنکہ الہ آید علت بودن ہجرت و نصرت در باب رضای حق تعالی اند

شہ اور سابقین سے در سر قرینہ مراد ہے کما نہیں نے مرنے میں بہت قدمی کی جنت میں پہنچنا اور اپنے درجات دیکھنا انہوں
 کو اس میں بڑا دخل ہے کہ یہ لوگ اللہ سے خوش ہوئے لکن عبارت ذوالفقار مبرہن و منبع مجمع البحرین لکھیانہ .
 صفحہ ۹۰ و ۹۱ سطر ۳۰ تا ۳۱

کہ سرم خلاصہ یہ کہ اس آیت سے حق کی ہجرت و اعادہ کی علت و دلیل اللہ سے خوش ہونا اور ان سے اللہ کی رضامندی
 ہو سکتی ہے اور یہ علت و سبب عام ہے کہ تمام ہو یا ناقص اور سبب و علت ناقص کا اسے ہمہ کلام الہی و احادیث
 نبوی میں عمومی طور پر پایا جاتا ہے اور اگر تم بے انتہا کفر نہ بنو گے باوجود ذرا سا مائل و منحرف نہ ہو اور قرآن کریم کو
 اول سے آخر تک بخور پڑھو جو اس آیت پر غور کرو۔ تو ہماری بات کی صداقت واضح ہو جائے

آنها و رضای آنها از تعالیٰ شانہ می تولد شد و علتہ اعم است از سببہ تامہ باشد یا ناقصہ یا مستحال
 علت ناقصہ در کلام حق تعالیٰ و احدیث نبوی شریع تمام دارد و اگر بسبب عبادت ذہن
 کہ داری در نیاب تامل داشته باشی پس قرآن مجید را از اول جز بنظر بصیرت تامل و تکرار و تکرار
 آیات و عدہ و عید تامل نما تا صدق این مقال واضح گردد (اس سے پائیا گیا کہ گویا اللہ جل
 شانہ ان کی حیرت و نصرت سے تو راضی ہو اگر یہ علت ناقص ہے اس لئے ان کے سب کاموں
 سے راضی ہونا ثابت نہ ہوا انوس ہے کہ مجتہد صاحب ذرا انظر قرآنی کو ملاحظہ نہیں فرماتے
 اور ترجمہ لفظی کو بھی نہیں دیکھتے اور تحریف معنوی خدا کے کلام میں کرتے ہیں بار خدا یا تیرا
 کلام چھتیاں ہے یا یہ آیت پہلی ہے یا کوئی معنی ہے جس کے لئے ایسے باریک باریک خیالات
 کو حضرت قبلہ و کعبہ کام فرماتے ہیں چار لفظ اس آیت کے ہیں ذرا اس کا ترجمہ کریں اور سمجھ
 لیں اسے مومنین ذرا سنو کہ اس آیت کا ترجمہ لفظی بھی ہے جو میں بیان کرتا ہوں یا اور کچھ اول
 الفاظ آیت کے سنو کہ یہ ہیں ﴿وَمَا يَلْقَاكَ مِنْهُ لَنْ يُكَفِّرَ عَنْكَ سَيِّئَاتِكَ وَأَلَمَ أَنْتَ بِالْمُرْسَلِ﴾
 يَا حَسَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَعَلَىٰ أَعْقَابِهِمْ جَنَاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
 أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اور اب ترجمہ اس کا سنو کہ یہ ہے۔ ترجمہ اور
 آگے بڑھ جانے والے پہلے حیرت کرنے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان
 کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کریں واسطے
 ان کے بہشتیں چلتی ہیں نیچے ان کے نہر میں رہنے والے بیچ اس کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانچ
 اب خیال کرو کہ جو علتیں تامہ اور ناقصہ مجتہد صاحب ان صاف لفظوں میں پیدا
 کرتے ہیں یہ تحریف ہے یا نہیں اور اگر ایسی ہی علتوں کو خدا کے کلام میں دخل دیا جاوے تو
 سارا قرآن باز سیدہ لفظوں ہو جاوے اور کسی آیت اور کسی حکم پر عمل کرنا جائز اور تصدیق کرنا
 ممکن نہ ہو۔ اللہ جل شانہ تو صاف صاف فرماتا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ کہ میں ان سے
 وہ مجھ سے راضی حضرت فرماتے ہیں کہ یہی علت رضامندی کی ناقص ہے وہ سب باتوں

شہ عبارت ذوالفقار، مضمونہ مطبع مجمع البحرین، لہجیانہ صفحہ ۵۹ سطر ۲۰۶

شہ پان ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۳۔ مرمیہ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مد کرنے والے اور
 جوان کے پیچھے آئے نیکی سے اللہ رضمان سے اور وہ راضی اس سے اور رکھے ہیں واسطے ان کے باٹا نیچے بہتی
 نہریں، ان کے لیے ہے جو سزا دہنی ۱۲ موضع۔

سے راضی نہیں ہے بلکہ صرف ہجرت اور نصرت۔ کہ سب سے راضی ہے اور گو حضرت نے صاف نہیں فرمایا مگر مطلب یہی ہے کہ غضب خلافت اور عداوت اہل بیت کے سبب سے ناراض ہے اس لئے اسے میرے بند اور اس رضا مندی کو تام یعنی پوری نہ سمجھنا اور اس سے مہاجرین و انصار کو اچھا نہ جاننا اسوس ہے کہ قبلہ و کعبہ نے یہ نغمہ دیا کہ قرآن میں یہ بھی تھا کہ اگر کسی کو شک ہو اور میری آیتوں سے یہ مطلب کوئی نہ سمجھے تو مجتہد سے پوچھ لینا کہ وہ علت تامہ اور ناقصہ کا بیان کر کے اچھی طرح سمجھا دیں گے اور یہ جو مجتہد صاحب نے فرمایا کہ والسا بقون سے مراد ضرور مردے ہیں اس لئے کہ خدا ان کے حال سے خبر دیتا ہے کہ وہ خدا سے راضی ہوئے اور یہ امر معلوم ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ مناسب تھا کہ خدا فرماتا پرشون یعنی بصیغہ مضارع کے کہ وہ راضی ہوں گے خدا سے پنا نچہ الفاظ حضرت کے یہ ہیں کہ زبیر کہ جناب حق سبحانہ و تعالیٰ از حال ایشاں خبر می دہد کہ ایشاں از خدا سی خود راضی شدند و معلوم سنت کہ اگر ایں بازندہ می بودند مناسب این بود کہ حق تعالیٰ بصیغہ مضارع کہ پرشون باشد این مطلب را ادا نماید نہ بصیغہ ماضی

پس اول تو یہ فرمانا حضرت کا کہ (معلوم سنت کہ اگر اینہا زندہ می بودند) ہم کہ معلوم نہیں یہ جناب ہی کو معلوم ہوگا اور دنیا میں بندوں کا خدا سے راضی ہونا آپ ہی کے نزدیک بعید از قیاس ہوگا ورنہ ہم کو یہ معلوم کیا بلکہ یقین ہے کہ بچنے خاص بندے اللہ جل شانہ کے ہیں وہ اس سے دنیا میں بھی راضی ہیں اور کیسے ہی کچھ درد اور دکھ پادیں وہ راضی رہنے ہیں تو زندوں کی نسبت رضوا عنہ کا منہوں آپ کو باعث تعجب ہوگا کیونکہ آپ حالت زندگی میں خدا سے راضی نہیں رہے ورنہ ہم تو اسے یقینی جانتے ہیں۔

دوسرے یہ سب علتیں تامہ اور ناقصہ اور بصیغہ ماضی مضارع کے احتمالات اور استدلال صرف بیچارے مہاجرین اور انصار ہی کی نسبت ہیں یا کہ اہل بیت علیہم السلام کی نسبت بھی پس جو تخریر میں آپ صحابہ کی نسبت کرتے ہیں اور جس طرح آیات قرآنی میں آپ مہاجرین و انصار کی فضیلت باطل کرنے کے لئے تحریفیات اور احتمالات کرتے ہیں ۱۵ اس لئے کہ اللہ ان کے حالات کی اطلاع دہرا ہے کہ وہ اپنے خدا سے راضی ہوئے اور واضح ہے کہ اگر یہ لوگ زندہ رہتے تو ضروری تھا کہ اللہ ماضی کے صیغہ کے بجائے مضارع کا میبذ لاما یعنی راضی ہوں گے اور اس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لہریات ۱۳۸۶ صفحہ ۵ سطر ۱۶-۱۷

اگر خوارج و زمامب اہل بیت علیہم السلام کی نسبت کہہ میں تو آپ کیا جواب دیں گے جو آپ ان کو جواب دیں وہی ہماری طرف سے قصور فرمادیں۔

تیسرے مجتہدین اس بار نے احتمالات کہہ کے ان آیتوں کے معنی بدلنے میں ایک تہی خطا کی اور پوچھا اس کے کہ اس کتاب کے لکھنے میں بہت عجلت کا، تھی ایک ہیبت بڑی بات بھوان گئے کہ دالسا بقون الاولون میں جناب امیر علیہ السلام بھی داخل ہیں اور ان کی فضیلت پر بھی یہی آیتیں مندر لائی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے اول اور سابق ہیں اسلام میں اور ہجرت میں پس جب کہ دالسا بقون سے مراد مروت لے گئے اور کوئی زندہ اس میں داخل نہ رہا تو پھر جناب امیر بھی اس سے خارج ہو گئے بار نہ آیا تب شاید کہیں کہ زندوں میں صرف وہی اس آیت کے مصداق ہیں اور باقی سب مروت سے مراد ہیں اور اگر کوئی اس شخص کی وجہ پوچھے تو پھر وہی شیوہ اپنا اختیار کریں اور اپنی تشیع پر آجاویں یعنی گالیاں دینا شروع کریں اور عینی اور کوردن اور احمق فرما کر اس کی بات نہ سنیں جیسا کہ اس مقام پر علت نامہ واقفہ کے نہ سمجھنے پر شاہ صاحب کی نسبت فرماتے ہیں کہ اگر بسبب عبادت ذہن کہ فارسی اور دنیا باطل و شامہ ہاشمی پس قرآن مجید را از اول جزد بنظر بصیرت تملادت کن و در آیات وعدہ و عید ناہل نما تا صدق این مقال واضح گردے

چوتھے۔ جناب قبلہ و کعبہ کا ماضی مضارح کے صیغوں سے بحث کرنا در حقیقت دائرہ تشیع کو تنگ کرنا ہے اس لئے کہ پھر بہت سی آیتیں فضیلت اہل بیت کی انہیں صیغوں کی بحث سے نکل جاویں گی اور ایسے اعتراض کرنے والوں کا جواب دینا مشکل ہو گا اس سے تو وعدہ و صرف کا نام ہی زبان پر نہ لائیے درناگر کوئی پوچھے بیٹھے کہ طبعیون الطوائف یہ مکینا و تینا و اسبرائیفی مضارح کے ہیں اور ماضی کیلئے جانتے ہیں اس لئے کہ بعد فنا کرنے نذر کے اور بدکلا دینے کھانیکے سینوں اور پیو اولامیوں کو یہ آیات شان میں جناب فاطمہ اور سنین علیہم السلام کے نازل ہوئی تو کیا آپ جواب دیں گے اور اگر کہیں کہ یہ تمہیں اللہ شکر الکریم رقم نصرہ زمر زاد جزا ہے ہا ہر جہتہ و مزیرا لے اگر اپنی کندہ ہوں کہ باوجود تھرنے خورد نکرتے تو مناسب تھا قرآن کریم کو اول سے آخر تک یہ خود پر بعض آیات جہا ہوا

میں نکر کر داکہ ہماری بات کی صداقت واضح ہو جائے اللہ عبادت ذوالفقار مطہر و مطہر مع امیرین لوجیانہ ۱۱۱۱ صفحہ ۵۹ سطر ۱۲۰ منہ کہ پارہ ۲۹ سورہ دھر کو ح اثر جب کھلاتے ہیں کہا ۱۱۱۱ کی محبت پر متاج کر اور بن باپ کے لڑکے اور قیدی کو ہا مومنین انرا ن کہ پارہ ۲۹ سورہ دھر کو ح اثر جب پھر بجایا ان کو اللہ نے برائے سے اس دن کی اور بلان ان کے لڑکے بقی اٹلہ صفحہ

یہ بیغہ ماضی کے ہیں اور معنی منسارح کے مراد لے جاتے ہیں تو آپ کیا فرمائیں گے۔ پس اگر فرض بھی کیا جاوے اور آپ کا قول تسلیم بھی کیا جاوے کہ منسارح میں بود کہ حق تعالیٰ بصیغہ منسارح کے یہ رضوں باشند اس میں مطلب را ادا نہاید بصیغہ ماضی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ امر سے را کہ یقینی و قطعی است بصیغہ ماضی ادا نہیںاید چنانچہ در فضائل اہل بیت امری را کہ بعد از قیام قیامت ظہور خواهد یافت بصیغہ ماضی ادا کردہ حیثت قال تبارک و تعالیٰ تو تمم اللہ شرفک الیوم و لغنم نصرۃ و سرور الیوم چنانچہ رضای سابقین اذ میں از مہاجرین انصار زریرا کہ در آخرت علو مرتبہ خود را دیدہ راضی خواہند شد بصیغہ ماضی ادا کردہ براسی اس حکم فرمودہ کہ رضوا عندہ، اور اگر آپ کو ماضی منسارح کے صیغوں میں شک ہو اور ایک سے دوسرے معنی مراد لینا آپ کے نزدیک خلاف فصاحت و بلاغت ہوں تو ذرا میزان الصرف اٹھا کر دیکھئے اور بدان اسعدک اللہ تعالیٰ کے معنی سوچئے کہ معنی اس کے نیک نجات کند ہیں یا نیک کر دیں اور پھر غور کیجئے کہ بصیغہ ماضی کا ہے اور معنی حال کے لئے جاتے ہیں تو اس کا معنی دور کرنے کے لئے اس کا حاشیہ دیکھ لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ کیوں، ماضی کے بیغہ سے حال کے معنی لئے جاتے ہیں اور بعد اس کے اگر انصاف ہے تو تصور کا اقرار کیجئے در نیک روز تو اقرار کرنا ہی پڑے گا جس کا ذکر خدا نے بصیغہ ماضی کے کیا ہے حالانکہ ہنوز وہ روز نہیں آیا لکن قال سبحانہ تعالیٰ و تاوا لولکنا نسیع او نقتل ما کنانی اصعب السعیرۃ ذالک منہم فتحق الاصحاب السعیرین حضرات شیعہ کے تعصب و عناد، باکہ جہاں میں و نالوانی کو دیکھنا چاہئے کہ صرف اصحاب نبوی کی عداوت سے آیات قرآن مجید کے ایسے معنی بناتے ہیں کہ حضرت علی بھی اس سے خارج ہوئے جاتے ہیں اور ان پر بھی اطلاق اس فضیلت کا نہیں ہو سکتا پس جبکہ شیعوں بقیرہ سیدہ (۳۳۷) اور خوش وقت اور بدل دیا ان کو سپردہ ٹھہرے ہے ان میں اور پر شک و شبہ نہیں۔

۱۔ مناسب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو ماضی کے صیغہ کے ساتھ راضی ہوئے گئے منسارح کا صیغہ سے مطلب واضح کر دیا ہے۔ ثبوت عبارات ذوالفقار صفحہ ۱۱۷-۱۱۸۔

۲۔ جبریات قطعی و یقینی ہے اسے اللہ بصیغہ ماضی فرماتا ہے۔ جیسا کہ فضائل اہل بیت کو جو قیامت میں ظاہر ہو گئے انہیں بصیغہ ماضی ادا کرتے ہوئے حکم دیا ہے رضوا عندہ یعنی وہ لوگ اللہ سے راضی ہوئے

۳۔ پارہ ۶ سورہ نکل رکوع اترجمہ اور لہو کے اگر ہم ہوتے سنتے یا ہو جیتے نہ ہونے و درخ والوں میں سو تامل ہوتے اپنے گناہ کے ۱۔ دفن ہونے و ماں ۱۲ امرش القرآن۔

نے اپنے ہی پہلے امام کو اس آیت کے مصداق سے خارج کر دیا تو اگر ہمارے ہمین خلیفوں کو بھی نکال دیا تو جو باہمی شکایت نہیں ہے اس مقام پر یہ امر بھی لکھنا خالی فائدہ سے نہیں ہے کہ جناب شاد صاحب نے تحفۃ اثناعشریہ میں فرمایا ہے کہ اگر مہاجرین و انصار کی نسبت ان آیتوں کے یہ معنی مراد لئے جاویں کہ رضامندی خدا کی ان کی ذات سے متعلق نہیں ہے بلکہ ان کی عسقت ہجرت و نصرت سے اور کامل رضامندی موقوف ہے حسن خاتمہ پر تو آئیے موالات جس سے ثبوت خلافت حضرت علی کا کیا جاتا ہے ان میں بھی تو یہی جرح ہو سکتی ہے کہ کہا جاوے کہ ولایت شما بایں و صف متعلق است یعنی اقامت صلوة و ایات زکوٰۃ و در حالت رکوع و قیام وین و صف مشرط است بہ حسن خاتمہ و کذا و کذا، بجواب اس کے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ در امامانچہ درین مقام در باب آیہ ولایت بہ ترانہ ثبوت ہو وہ مترجم کہ دیدہ ہیں از تمیل قیاسی است مع الشارح چہ امثال چہ نہیں تفسیرات و دراز کار و آیہ ولایت خلاف اجماع اہل اسلام است پس از معرض اعتبار ساقط باشد، سو امی ان لفظوں کے حضرت نے اور کچھ نہیں کہا اور انکا اور گالی دے کر سکوت اختیار کیا اور یہ فرمانا کہ آیہ موالات میں ایسے احتمالات ابیدہ کرنا خلاف اجماع اہل اسلام ہے یا عث صد ہزار حیرت ہے اس لئے کہ اگر اہل اسلام سے مراد صرف حضرات شیعہ ہیں تو یہ فرمانا مسلم لیکن اگر اور سب فرتے اسلام کے مزد ہیں تو ان کے اجماع کا دعوئے محض غلط ہے ہا تو اب ہا نکم ان کنتم صاؤبین۔ اسے حضرات امامیہ ذرا اپنے مجتہدین کی توجیہات اور احتمالات پر خیال کر دے وہی احتمال مہاجرین و انصار کے حق میں تو جائزہ بلکہ واجب سمجھا جاوے اور وہی احتمال جناب امیر کے حق میں متنع اور محال ہو اگر کہا جاوے کہ یہ مقتضای محبت و عداوت ہے تو ہم قبول کریں گے لیکن یہ بھی اس کے ساتھ عرض کریں گے کہ یہ مقتضای ایمان اور انصاف نہیں

سنہ آپ کی ولایت کی صفت یہ ہے کہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں حالت رکوع میں ادب و صف حسن خاتمہ کے ساتھ مشرط ہے و غیرہ وغیرہ۔

کہ بیان آیت ولایت کی تفصیل میں جن بے ہودگیوں کے گیت گائے ہیں یہ صرف قیاس مخالف ہے کہ اگر کہہ اس آیت کے درواز کار فیود و اصل آیت دلالت میں عالمہ کہ اجماع اہل اسلام کے خلاف ہے اور اس لئے یہ

تا، اعتبار ہے کہ پارہ ۲ سورہ نمل رکوع ۵ ترجمہ لاؤا ہنی سند مگر تم سے ہوا موضع القرآن

حدیث حبانہ و القنار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین درجیانہ ۱۳۰۲ صفحہ ۵۹ سطر ۱۳۰

اس جواب پر مجھے ایک حکایت بہرام گور کی یاد آئی حکایت کہ اس نے ایک مرتبہ گور کا شکار تیر سے کیا اتفاق سے تیر اس کے منہ پر ایسا لگا کہ منہ سی گیا ایک لونڈی سے بہرام گور نے اپنی تعریف کی اس کی زبان سے نکل گیا کہ مشق اور تعلیم کے متعلق ہے بہرام گور نے شفا ہو کر نکال دیا اس نے یہ مشق شروع کی کہ گائے کے بچے گود میں لے کر ہر روز دو وقت بالاناٹہ پر چڑھ جاوے یہاں تک کہ جب وہ بچہ بڑا ہوا تب بھی بسبب مشق کے وہ بالاناٹہ لے جایا کرتی یہ خبر بادشاہ نے سنی وہ بھی گیا دیکھ کر کیا کہتا ہے کہ مشق و تعلیم سے متعلق ہے تب لونڈی نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ جہاں پناہ آپ جب گور کو تیر سے شکار کریں تو وہ مشق سے تعلق نہ ہو اور جب میں اس سے بہت زیادہ حیرت انگیز کام کروں وہ مشق کے متعلق سمجھا جاوے یہ کون انصاف ہے کما قال قائل شعر

گفت شہ رائد امتی ست عظیم
گاد تسلیم گور بے تسلیم

وہی حال ہے بعینہ مجتہد صاحب کا کہ ایسی صریح اور صاف آیت میں جیسی کہ
وَالسَّالِقُونَ الَّاُولٰٓئِیْنَ مِنَ الْمٰہِجِرِیْنَ وَالانصاف ہے احتمالات علت تامہ اور ناقصہ کے کریں
اور ان کے علما علت رضای الہی کو مخصوص فعل خاص کا کہیں اور جب کوئی ایسے موالات
سے معارضہ کرے جس میں صرف یہ ہے کہ یوتون الزکوٰۃ وہم را کعون کہ دیتے ہیں زکوٰۃ کو در ان
حالیکہ وہ زکوٰۃ میں ہوتے ہیں اور اس کے لفظوں سے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ لوگ
کون ہیں صیغہ جمع کا ہے اور معنی واحد کے لئے جاتے ہیں اور زکوٰۃ کے معنی خیرات کے کہے
جاتے ہیں اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی اتنا مال نہ رکھتے تھے کہ زکوٰۃ ان پر واجب
ہو اور پھر زکوٰۃ و سجد میں کسی دوسرے کی بات سنا گودہ مسائل اور محتاج ہی ہو خلاف
معلوم نماز کے بھی ہے پس یاد توجرد ان سب باتوں کے جب کوئی کہے کہ وہ احتمالات
جو مہاجرین و انصار کی فضیلت کے آیات میں آپ کرتے ہیں وہ اس آیت میں ہو سکتے ہیں
بلکہ اس سے بھی بہت کچھ زیادہ تب فرار ہیں کہ یہ بیہودہ تر اندہ ہے اور خلاف اجماع ہے
حقیقت یہ ہے کہ حسب انسان انصاف اور ایمان اور حیا کا پابند نہ رہے تب مختار ہے جو

۱۲۲

۱۲۲

چاہے سو کہے و نعلم باقیل اذالقیقیت جلیاب الیاء و نقل ما شئت فان من لایالیالہ الا ایمان لہ
 اب پوچھتے معنی والسابقون کے سنیے جو مجتہد صاحب بیان فرماتے ہیں، حضرت
 ذوالشفا میں لکھتے ہیں کہ اقول بعضی از علماء ولالت می کنند کہ مراد از سبقت فی الہجرة
 مہاجریت بنی ہاشم است از مکہ یعنی بعضی علماء کا قول ہے کہ مراد سبقت ہجرت سے بنی ہاشم
 کی ہجرت ہے جو انہوں نے مکے میں کی تھی لوگ حیران ہوں گے کہ کتے سے کتے میں کون سی
 ہجرت ہے اس لئے میں اس کی تصریح کرتا ہوں کہ جب کفار نے حضرت کو بہت ستایا تب
 شعب البوطالب میں حضرت نے قیام فرمایا اور کئی برس تک وہاں رہے پس اس کا نام حضرت
 نے ہجرت رکھا ہے یعنی ایک گھر سے دوسرے گھر میں جانا شاید یہ معنی اس کو پسند ہوئے ہوں
 تاکہ اپنے اور اپنے شیعوں کی نسبت بھی ہجرت کا اطلاق کر سکیں اس لئے کہ حضرت یقیناً ایک
 دن میں سو جگہ بدلتے ہوں گے اور جب کہ جگہ بدلنے ہی کے معنی ہجرت کے ہوئے تو پس
 حضرت اور حضرت کے شیعوں میں سو سو دفعہ ہجرت کے ثواب کے مستحق ہوں گے اور
 بعض علماء سے جن کا قول حضرت نے بیان کیا ایک جناب قاضی لور اللہ شوستری شہید ثالث
 ہیں کہ وہ مصائب النواصب میں بجواب نواقص الردانض لکھتے ہیں کہ (فانطہ صاحب
 النواقص تبعاً لجمهور من ان ابا جبر و عمر کا نامن الہاجرین السابقین الاولین انما ہوتو تحریریں
 و تردد بل السابقون الاولون ہم اللذین ہاجرنا ہجرة الاولى وہی ہجرة رسول صلے اللہ علیہ وآلہ
 وسلم فی حصارہ بکلمتین ہاجرت قریش بن ہاشم مع رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم فی شعب عبدالمطلب
 لہ جس وقت گرا دیا تو نے چادر سیا کر لی کہ ہر گھم چاہے تو پس وہ تحقیق شخص کہ نہیں ہے واسطے اس کے سیا

نہیں ہے ایمان واسطے اس کے ۱۲ مولوی انہام اللہ سلمہ

سے بعض علی کے اقوال سے ثابت ہے کہ سبقت سے مراد بنو ہاشم کا کہ سے ہجرت کرتا ہے

سے عبادت ذوالفقار علیہ السلام مطبع جمع البعین لدریاز شمسۃ ۵۰ سطر ۱۷۰۰ منہ

لکہ تو محمد ہیں طعن کیا صاحب نواقص نے باتباع جمهور اس بات سے کہ تحقیق ابو جبر اور عمر صحیح مہاجرین سابقین
 اولین سے جزا میں ہیست کہ وہ حرم دلانا اور کہ ہے بلکہ سابقین اولین وہ لوگ ہیں کہ ہجرت کی انہوں نے ہجرت پہلی
 اور وہ ہجرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے حصار مکہ میں جبکہ ہجرت کی قریش بنی ہاشم نے ساتھ رسول
 اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعب عبدالمطلب میں چار بیڑا اور امت اجماہ کرنے والی ہے اس بات پر کہ ابو جبر
 اور عمر نہیں تھے ساتھ ان کے اس جگہ میں ۱۲ مولوی انہام اللہ سلمہ

اربع سنین دلائلہ مجمعۃ علی ان اباجبر و عمر لم یکرنا معہم؛ ذالک الموطن) یہ معنی ہجرت کے کے سے ہے کہ ہی میں ہجرت کرنا ایسی بے معنی اور نئی اصطلاح ہے کہ سننے کے لئے اس سے زیادہ کوئی لطیفہ نہ ملے گا میرے نزدیک مجتہد صاحب نے غلطی کی کہ مہاجرین و انصار سے آدمی مراد لٹے اور ناحق معنی بنانے کی تکلیف اٹھائی مناسب تھا کہ رہا بقین مہاجرین سے مراد حضرت جبرئیل کو لیتے کہ وہ سب سے اول سدرۃ المنتہی سے ہجرت کر کے مکہ میں آئے اور انصار سابقین سے مراد حضرت عمر و ایشیل لیتے جنہوں نے بڑے بڑے دشمنوں کو پیغمبر صاحب کی مدد کر کے ہلاک کیا اور ان کی روحیں قبض کیں پس حقیقت میں کامل اور صحیح ہجرت جبرئیل کی اور یکی اور پوری نصرت حضرت عمر و ایشیل کی ہے اور خدائی جل شانہ کے کلام سے تصدیق بھی اس مضمون کی بخوبی ہوتی خصوصاً رضی اللہ عنہم در ضوع عنہ کا مضمون تو ان پر ایسا ٹھیک صادق آتا کہ کسی سنی جاہل کو کچھ جاے اعتراض نہ رہتی اس لئے کہ سچی رضامندی خدا کی فرشتوں سے ہے اور فرشتوں کی خدا سے جن کی شان ہے کہ ذرہ برابر خلاف مرضی خدا ہی جل شانہ کے کچھ نہیں کرتے اور فرشتوں میں سب سے سابق اور اول حضرت جبرئیل اور میکائیل ہیں تو کیا باعتبار لفظوں کے اور کیا بلحاظ معنی کے یہ مضمون ایسا چسپاں ہوتا کہ فرشتے بھی داد دیتے۔

پانچویں معنی والسا بقون کے لٹا دیا ہجرت بطرف حبشہ کہ بہر اتب پیشتر از ہجرت مدنیہ بود پس دریں صورت ابی بکر و اشرف سبقت ہجرت صوری ہم نخواہد بود مجتہد صاحب نے تو فقط اس دعوے ہی پر قناعت فرمائی اور اتنا کہہ کر سکوت کیا لیکن صاحب تقلیب الکلی نے جو اب کید نو و حکیم کے اس دعوے کو اپنے نزدیک مدلل بھی کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ذالک اصحاب ثلاثہ از مہاجرین اولین بودند چنانچہ در صحیح بخاری مذکور است عن ابی موسی قال بلغنا مخرج النبی و نحن بالہین فخرجنا مہاجرین الیہ ع مولف موصوف نے ایک بہت بڑی ورثہ نقل کرنے سے یہ فائدہ تصور کیا ہو گا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ خود اہل سنت کی صحیح بخاری لٹا یا ہجرت کی جانب ہجرت کرنا مراد ہے جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے کئی مرتبہ گئی اور اس صورت میں بھی ابوبکر کو صورتاً ہجرت میں سبقت کرنے کی بزرگی حاصل نہیں تھی جو اتنا ذالک القار مطبوعہ مطبعہ مجمع البیروتیہ لیبیانہ ۱۳۵۷ صفحہ ۵۷ مطرہ ۱۲۷۲۷ اصحاب ثلاثہ پہلے ہجرت کرنے والے نہ تھے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے۔

سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ مہاجرین اولین سے تھے لیکن یہ مفضل غلطی حضرت کی ہے اس حدیث سے جس قدر ثابت ہو سکتا ہے وہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اصحاب سفینہ تمہارے لئے دو ہجرتیں ہیں اور یہ حضرت نے نہیں فرمایا کہ تمہیں والسا بقون الاولون میں ہو اور اس سے کوئی سنی انکار نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے حبشہ کو ہجرت کی وہ مہاجرین نہیں اور ان کے درجات اور مراتب میں کچھ جاسی سخن ہے بلکہ وہ زمانہ تو پیغمبر صاحب کا تھا اس وقت کافروں کے خوف سے کسی ملک کو چلا جانا کیونکر ہجرت میں داخل نہ ہو گا جب کہ قیامت تک ہجرت کا حکم اور ثواب باقی ہے اگر کلام ہے تو اس میں ہے کہ یہ آیت جس کا ذکر ہے یعنی والسا بقون الاولون من المہاجرین والانساء اس سے کون ہجرت کرنے والے مراد ہیں آیا وہ جو کہ حبشہ کو ہجرت کر کے گئے یا وہ جو کہ مکے سے مدینے کو آئے پس اس بڑی لمبی چوڑی حدیث میں اگر ایک لفظ بھی ایسا ہو کہ مراد والسا بقون الاولون سے مہاجرین حبشہ ہیں تو بے شک ہم تسلیم کریں علاوہ بریں ہم حضرات شیعوں سے کہتے ہیں کہ جس طرح پر حضرت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حبشہ کو ہجرت کر کے نہیں گئے اسی طرح پر جناب امیر بھی حبشہ کو نہیں گئے پس جس دلیل سے اور جس وجہ سے خلفائے ثلاثہ مہاجرین اولین سے خارج کئے جاتے ہیں وہی وجہ حضرت امیر کی نسبت بھی ہے پس کیا وہ بھی خارج کر دیئے جاویں گے اور ان کی نسبت بھی مہاجرین اولین کی فضیلت کا اطلاق ذکر دگے نعوذ باللہ منہا میں جس طرح پر حضرت مجتہد صاحب نے فرمایا کہ مراد از ہجرت بطران حبشہ کہ براتب پیشتر از ہجرت مدینہ بودہ پس درین صورت ابی بکر را شرف سبقت ہجرت صوری ہم نخواہد بود کوئی نہاد جی ایسی تقریر کو جناب امیر علیہ السلام کی نسبت معارضے میں پیش کرے تو معلوم نہیں کہ اس وقت کے لئے کیا جواب مجتہد صاحب نے سوچا ہے جو کہ ہم سارے تار پرورد کو مجتہد صاحب کے وہ ہم بر ہم کر چکے اس لئے اب اس آیت کے اصلی معنی لکھتے ہیں جو کہ مفسرین شیعہ نے اپنی تفسیروں میں بیان کئے ہیں تاکہ اس سے معلوم ہو جاوے کہ یہ تقریریں جو مجتہدان شیعہ نے کی ہیں نعوذ بربیع ہیں یا کچھ اصلیت رکھتی ہیں علاوہ طلوسی مجمع البیان میں لکھتے ہیں کہ لما تقدم ذكر المناقبين والاکفار عقبہ سبحانہ بذكر السابقتين

سے ہجرت سے مراد حبشہ کی جانب روانگی ہے جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے کم مرتبہ قبل و کثرت پذیر ہوتی اور اس میں بھی ابو بکر مہاجرین میں سبقت حاصل نہیں ہوتی۔ لکن بعد ذکر مناقبتین و کثرت سبحانہ نے نہ کہہ دیا سبحانہ فی البیان کا رتقاء و در اس لئے اولوں یعنی سبقت کرنے والے طرف اور مطالعتوں کے اور نہیں مرجع فرمائی ان کی اللہ نے مگر اس واسطے

الی الایمان تعقل والایقون الاولون اسے السابقون الی الایمان والی الطاعات وانما مدہم
 بالسبق الان السابق الی الشیء یشہو وغیرہ فیکون مقبولاً وغیرہ تابع لہ فہو امام فیہ وداع فیہ الی
 الخیر سبقت الیہ وکذا لک من سبق الی شمر کیوں اسوٰء حالاً سبذہ العلتہ من الہاجرین الذین ہاجرہوا
 من کثافتی المدینتہ والی الحبشہ والانصار امی ومن الانصار الذین سبقتوا نظر انہم من اہل المدینتہ
 الی الاسلام ومن قرأ الانصار بالرفع لم یجعلوا من السابقین وجعل السابق علم ہاجرین خاصتہ ،
 والذین تبعوہم باحسان امی افعال الخیر الدخول فی الاسلام بعدہم وسلوک منا سبہم ویدخل فی
 ذلک من یمی بعدہم الی یوم القیمتہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم خبر سبہ نہ انہ رضی عنہم ورضوا عن اللہ
 کمالہما اجزل لہم من الثواب علی طاعتہم وایمانہم بوقتینیم واعدلہم جنات تجری تحتہا الانہار
 خالد بن قیبا۔

بقیہ حاشیہ ۱۳۱۲ء کہ جو سبقت کرنا اللہ کے طرف کسی شے کے اس کی تابعداری کہتے ہیں اور لوگ ہیں وہ پیشوا ہوتا ہے اور مدنی
 بیرون کی کہتے ہاے اس کے ہیں ۱۳۱۱ء ہے اس کام میں اور لایق اس کام میں نیکی کی طرف اور یہ سبھی جو شخص ابتداً ہے
 بر سے کام کی بر حال ہوتا ہے وہ شخص اس واسطے وسیع اوروں کا خواب کرنے والا ہے ہن الہاجرین مہاجرین وہ لوگ ہیں جنہوں
 نے ہجرت کی کہ سے طرف مدینہ اور حبشہ کے والانصار یعنی انصار سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے سبقت کی اپنے برابر دونوں اہل
 مدینہ ہے اسلام کی طرف جس شخص نے انہما کو پیش پڑھا اس نے انصار کو سابقین سے نہیں کہا اور فضیلت سابقینہ
 کو مہاجرین کے واسطے خاص کر دیا والدیہ آجہوہم باحسان یعنی وہ لوگ جنہوں نے تابعداری کی مہاجرین وانصار کی نیکی
 کا سر میں اور اسلام لانے میں اہل چنے ان کی راہوں پر اور داخل ہے اس حکم میں جو شخص ایسا قیامت تک ان کے بعد ہوا
 رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم خبر رضی اللہ عنہما نے ہے کفک اکثر بہت ماضی ہوا ان سے اور وہ ماضی ہوتے اللہ سے ماضی ہونا
 اللہ کا سبب لہا حق اور ایمان اور یقین ان کے ساتھ اللہ کے اور ماضی ہونا ان کا اس سبب سے کہ پڑا کہ گایا واسطے ان
 کے ثواب واعدلہم جنات تجری تحتہا الانہار فالمدین فیبا یعنی مقرر کی گئی واسطے ان کے ہجرت کے سبب ہیں اور نیچے آگے
 نہیں ہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں اس کے پڑی ہیںگی ودرہم سیر فرما اللہ سہاد نے کفک الفوز العظیم یعنی یہ اتنی بڑی مخرج
 ہے کہ چھوٹی معلوم ہوتی میں پہنچوں اس کی کل نہیں۔

فضیلت بر السابقین کے اور بہتری ہوں لوگوں کے اوروں سے اس سبب سے کہ لاتی ہوتی ان کو پڑی دین
 کی مدد کرنے میں مثلاً ان کے مفارقتہ تمیلوں کی اور عزیزوں کی اور چھوٹا ان باتوں کا جسے وہ دوست رکھتے تھے ان
 دین سے اس سبب انہ اسانی گزار کے اور مدد اسلام کی اور کثرت ان کی اور کثرت دشمنوں کی اور پہلے لایا ایمان کا اور چھوٹا
 ایمان کے ہے جو ماضی یا قیام اللہ سے اللہ علیہ۔

اہل بیتوں بقار اللہ تعالیٰ ذالک الفوز العظیم ای الفلاح العظیم الذی یبصر من بنسہ کل نعیم و فی
 نہہ الایۃ دلالتہ علی فضل السابقین و مزیتہم علی غیرہم لما لحقہم من انواع المشقۃ فی نصرة الذین
 فہنہا مفارقة الشغائر و الاقرین و منہا مہیبة المألوف من الدین و منہا نصرة الاسلام و قلمہ العلو
 کثرة العلو و منہا السابق الی الایمان و الدعاء الیہ) علاوہ اس کے دوسری تفسیریں بھی کہ صاحب
 خلاصۃ المنہج لکھتا ہے۔ (السابقون الاولون یعنی پیشی گزیدگان پرشینیاں ای انہا کہ سبقت
 گرفتہ بر عامۃ دوتان در ایمان من المہاجرین از مہاجرین سے آنا کہ از مکہ ہجرت کرند و بہذی
 آمدند الی ان سیر سے جو معنی مہاجرین کے معلوم ہوئے اور جو فناء کن ان کے ثابت ہوئے
 اس کے لئے اس کا ترجمہ ہی کافی ہے زیادہ لکھنا کچھ ضرور نہیں اگر اس پر بھی سیری نہ ہوئے
 تو میں دوسری آیت کی تفسیر سنانا ہوں جس میں ہجرت کا ذکر ہے یعنی اللہ جل شانہ فرماتا ہے
 کہ والذین آمنوا و ہاجرنا جابر فی سبیل اللہ ہجرہ باکے اخیر میں مفسر طوسی مجمع البیان میں لکھتے
 ہیں کہ (الہاجر من دیارہم و اوطانہم یعنی من مکة الی المدینة) پس ان سب تفسیر میں کو طاق
 لسیان پر رکھ دینا اور ان ساری فضیلتوں کو جسے خود علما امامیہ نے ان آیتوں کی تفسیر
 میں بیان کیا ہے نہ دیکھنا اور سابقوں کی لفظ سے سبقت الی الموت مراد لینا اور ہجرت
 کے معنی شعب ابی طالب میں نقل مکان کرنا کتنا نتیجہ تقدس اور ثمرہ اجتہاد ہے و گراہج۔

تیسرا جواب شیعوں کا آیات فضیلت صحابہ کے

بعض دانشمندیوں نے یہ جواب دیا ہے کہ جو ذکر رضامندی کا اللہ جل شانہ نے
 مہاجرین و انصار کی نسبت قرآن مجید میں کیا ہے اُس سے سب مہاجرین و انصار مراد نہیں
 ہیں بلکہ خاص خاص لوگوں کا ہے کچھ تخصیص نہیں کی چنانچہ قاضی نور اللہ شوشتری اپنی مصابح
 میں فرماتے ہیں کہ اہل ہم یقولون ان شہادۃ تعالیٰ لہم بالرضاء و من تبعہم باحسان یکون ان
 لہ قولہ یقولون انہ مراد اس فقرہ سے ہمیشگی اور دوام ہوا ہے اور اس مقام میں واسطے تاکید کے ہے ان مولوی انہم اللہ
 تہ سابقون الاولون یعنی جن مہاجرین نے عام مسلمانوں کی نسبت ایمان لانے میں سبقت کی اس کا مطلب یہ ہے کہ
 سے مدینہ آنے میں سبقت کی تھے پارہ ۱۰ سورۃ انفال رکوع ۱۰ ترجمہ اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور اللہ
 اللہ کی راہ میں ۱۲ موضع لکھ ہجرت کی ان لوگوں نے اپنے مکوں اور وطنوں سے یعنی مکہ سے مدینہ کو ۱۲ مولوی انہم اللہ
 لکھ بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ شہادت اس اللہ تعالیٰ کی واسطے ان کی ضاکے اور واسطے اس شخص کے کہ اہل بیت کی

کیونکہ خصوصاً من قول اللہ تعالیٰ وان کان یخرج الکلام للعموم وندانی کتاب اللہ موجود من خطاب الخسوس و هو عموم ذن خطاب العموم و هو خصوص من استقام منهم دون من لم یستقم والنظر بدلتنا علی ان اللہ عز و جل انما رضی عن استقام فی طاعته وان النجیة و عند المن ساسع الی مرضیاً و تجنب عن معاصیہ و من خرق عن نہد الحلال کان محالاً ان یتحق الرضا من اللہ تعالیٰ فمالہم ایضاً فی نذا الحلال حجتاً قاضی صاحب مؤلف نواقض الروافض سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ جو تم نے کہا کہ شیعوں کا تووا ہے نہ یہ بشارتیں صحابہ کے لیے مثل غضب ہونے تلافیت کے ہیں، سو یہ تمہارا افتراء ہے شیعوں کا یہ قول نہیں ہے بلکہ صحابہ کی فضیلت کی آیتوں سے شیعہ یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کا اپنی رضا پر بہ نسبت ان کے شہادت دینا گو بنظاہر کلام الہی میں عام واقعہ جو اسے مگر مراد اس سے خاص خاص لوگ، میں اور قرآن مجید میں ایسا بہت جگہ واقع ہے کہ کلام عام ہے اور مراد اس سے خاص ہیں، یا کلام خاص ہے اور مراد اس سے عام ہیں اور غور کرنے سے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ خدا نہیں راضی ہوا مگر اس سے جو کہ اس کی طاعت میں ثابت قدم ہوا اور جنت رسید، تیار کی گئی مگر اس کے لئے جو کہ اس کی مرضی پر چلا اور اس کے گناہوں سے بچا اور جو اس سے نال پر بہت قدم نہیں رہا اور اس سے نکل گیا، مال سے کہ وہ خدا کی رضا کا مستحق ہو میں سنیوں کے پاس ہمت کیا ہے فقط اس تقریر کے اخیر پر اپنی صاحب فرماتے ہیں کہ اھلک ملئد یعنی ہم نے خوب مدلل تقریر کی اور سنیوں کے قول کو خوب رد کیا مگر حقیقت میں یہ قول بھی کسرا ب بقیعة یحسب اللعنان ما مضمون دھوکہ ہے، چنانچہ اس کی غلطی میں چند وجوہ سے ثابت کرتا ہوں۔ اولتے وقاضی صاحب نے اس امر سے انکار کیا کہ شیعوں کا یہ قول نہیں ہے کہ بعد غضب تلافیت کے مہاجرین و انصار اس فضیلت سے مستثنیٰ ہو گئے، لیکن

دبقیہ سائید، اس نے ان کی احسان میں ممکن ہے یہ کہ ہر شخص من قول اللہ تعالیٰ سے اگرچہ جاری کیا گیا ہے کلام واسطے عموم کے اور یہ کتاب اللہ میں موجود ہے خطاب خصوص سے اور وہ عام ہے ان خطاب عموم سے اور وہ خاص ہے بتلاقی ہے ہم کو یہ بات کہ واسطے اس شخص کے کہ مستقیم ہوا ان سے سوا اس شخص کے کہ نہ استقامت کی اور دلیل اللہ عز و جل جزا میں ہست کہ راضی ہوا اس شخص سے کہ مستقیم ہوا بیچ اطاعت اس اللہ تعالیٰ کے اور تحقیق وعدہ کیا ہے اس اللہ تعالیٰ نے نہت کلام واسطے اس شخص کے کہ بھلندی کی اس نے طرف خوش اس اللہ کے اور بیچا اس کے گناہوں سے اور جو شخص خارج ہوا اس مال سے ممال ہے یہ کہ مستقیم ہو نہ انکا اللہ تعالیٰ سے پس کیا چیز ہے واسطے ان کے اس مال میں حجت ۱۲ مولوی، انبیا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بعد اس کے وہ تقریر کی جس سے ثابت ہوا کہ حضرت بھی بھی کہتے ہیں اس لئے کہ خدای جل شانہ
 تو رضامندی اپنی بیان کرتا ہے۔ ہجرت اور نصرت اور بیعت رضوان سے اور یہ سب امور
 واقع ہو چکے تھے اور بعد وقوع ان کے یہ آیتیں نہیں افعال کی مقبولیت میں نازل ہوئیں
 تو اب دو باتیں ثابت کرنی چاہئیں یا یہ کہ خلفائے ثلاثہ اور دیگر مہاجرین و انصار نے یہ کام نہیں
 کئے نہ انہوں نے ہجرت کی نہ انہوں نے نصرت اور بیعت کی تاکہ وہ لوگ اس رضائے مقبولہ
 ہو جاویں یا یہ ثابت کیجئے کہ بعد اس فعل کے ان سے ایسے افعال ہوئے جن کے سبب سے وہ
 مستحق اس رضامندی کے نہ رہے اور وہ فعل سولے غضب خلافت اور عداوت اہل بیت کے
 دوسرا کوئی نہیں ہے تو اس سے وہی بات ثابت ہوتی جس کا انکار کیا تھا لیکن بغیر ان دو امروں
 سے کسی ایک امر کے اقرار کرنے کے یہ بات کہ مہاجرین کی ہجرت کو بھی قبول کرنا انصار کی نصرت
 کا بھی اقرار کرنا اور بیعت رضوان کی شرکت کو صحیح ماننا اور ان آیتوں کو انہیں کاموں کے
 سلسلہ میں نازل سمجھنا اور پھر مہاجرین و انصار کو اس مجموعہ سے خارج کرنا نہ عقلاً درست ہے۔
 نہ عقلاً۔ عقلاً اس لئے کہ جب خدای جل شانہ ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوانہ کہ میں مہاجرین
 و انصار سے راضی ہوا اور وہ مجھ سے راضی ہوئے اور اگر کوئی شک کرے کہ ہجرت و نصرت
 کے لئے ایمان شرط ہے اور مہاجرین و انصار ایمان نہ رکھتے تھے ان کے گمان و وہم کے باطل
 ہونے پر خدا دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ والذین آمنوا و باجروا و جاہدوا فی سبیل اللہ والذین
 ادوا و نصروا اولئک ہم المؤمنون حقا کہ جن لوگوں نے خدا و رسول کی تصدیق کی اور جو
 اپنے گھر کو چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کر آئے اور جنہوں نے اعلا و دین خدا کے لئے جہاد کیا اور
 جنہوں نے ان لوگوں کو اپنے یہاں پناہ دی اور پیغمبر خدا کی مدد کی وہی لوگ سچے ایمان والے
 ہیں پس ایسی ساری آیتوں سے مہاجرین و انصار کو خارج کرنا نصوص قطعہ سے انکار کرنا
 ہے اسلئے کہ اس آیت میں خدائے تبارک و تعالیٰ یہ نہیں بیان کرتا ہے کہ جو لوگ ایمان
 لادیں گے اور نیک کام کریں گے ان کو میں جنت دوں گا کہ یہاں تقامی حکم اور خصوصاً
 عموم سے بحث کی جائے بلکہ یہاں تو ایک امر گذشتہ اور ایک گروہ خاص کے ایمان سے خبر
 دیتا ہے اور ان کے مومن ہونے کو تصدیق کرتا ہے اسی لئے کہ کوئی شبہ نہ کرے اور اس

سورہ انفال رکوع ۱۰ ترجمہ - اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کا راہ میں اور
 جن لوگوں نے جہاد دی اور مدد کی وہی میں تحقیق مسلمان اور مشرک المشرکین۔

طائفہ کی نسبت معمول خصوص کی قید نہ لگاے اور اسی لئے اولنک ہم المؤمنون حقا کو فرمایا کہ وہی لوگ جنہوں نے نصرت کی یعنی مہاجرین و انصار وہی سچے مومن ہیں پس یہ جملہ خبریہ ہے نہ انشائیہ اور از قبیل اخبار ہے نہ از قبیل امر و نہی ہم کسی طرح نسخ کا بھی شبہ اس میں نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اخبار میں نسخ واقع نہیں ہوتا اور جو قصے حضرت آدم اور حضرت موسیٰ اور حضرت یوسف وغیرہ انبیاء اکر ام علیہم السلام کے خدا نے قرآن مجید میں فرمائے ہیں سب سے یقین جاتا رہے اور انجام اور نتائج کے معلوم نہ ہونے کا احتمال کر کے یقین ان پر نہ رکھا جاوے اور عموم اور خصوص کی قید لگا کر سارے قرآن شریف میں تحریف کر دی جائے پس باوجود ایسے نص صریح کے مہاجرین و انصار کو مومن نہ کہنا حقیقت میں ایسا ہے جس طرح پرہ انبیا کی نبوت اور اصحاب کف کی نفی اور اخبار مانعہ مذکورہ قرآن کی صحت سے انکار کرنا کیونکہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہم اصحاب کف کے ایمان کے قائل نہیں ہیں اس لئے کہ معلوم نہیں کہ وہ قیامت میں نیکوں میں ہوں گے یا معاذ اللہ دوسرے گروہ میں اور یہ بھی ہم کو معلوم نہیں کہ ان کی نیت بخیر تھی یا نہیں اس لئے کہ نیت امری ست باطنی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سب اصحاب کف با ایمان نہ ہوں اس لئے کہ خدا کے کلام میں اکثر عموم و خصوص سے کہ کلام عام ہوتا ہے اور مراد اس سے خاص ہوتی ہے پس ایسے احمق مفسر کے جواب میں سوائے اس کے کیا کہو گے کہ خدای جل شانہ صاف ان کے حال کی خبر دیتا ہے کہ انہم فیتہ آمنوا بر بہم و زونا ہم بدیۃ اور خدا ان کے ایمان اور ہدایت کی صاف بہ جملہ خبریہ خبر دیتا ہے تو ایسے نص قطعی میں احتمالات کرنا اور ان میں عموم خصوص کے مشکوک پیدا کرنا خدا کے کلام سے انکار کرنا ہے ہم اسی طرح پرہ مہاجرین و انصار کے ایمان پر خیال کرنا کہ خدا نے پاک ان کے حق میں بھی صاف فرماتا ہے کہ والذین آمنوا ہاجرہ و او جاہدوا فی سبیل اللہ اولنک ہم المؤمنون حقا۔ اور یہ جملہ خبریہ ان کے ایمان کو بیان کرتا ہے پس جب ایسی نص صریح سے کوئی انکار کرے اور پھر بھی مہاجرین و انصار کو مومن نہ کہے وہ ایسا ہی ہے جیسا منکر ایمان اصحاب کف کا یا نہیں اور ایسے نصوص صریح کا منکر ملحد اور مرتد ہے یا نہیں منکر

لہ سوال اس کا اور ترجمہ صفحہ میں اس کتاب کے دیکھو

آیت ۱۵ سورہ کتب روح ترجمہ ہے یہ قدرتوں سے اللہ کی جس کو راہ سے اللہ وہی آدم سے راہ پر آوے

پہلا دس پھر تیس پانچ سے اس کا کوئی رفیق راہ پر لے والا ۱۲ موضع۔

من آیات اللہ من ید اللہ فہو الہتد ومن یضلل علیہ تجدلوا ولما یرشدوا

دلیل نقلی اگر اس تفسیر سے بھی آپ کا اطمینان نہ ہو تو اپنے ہی مفسرین سے تصدیق

اس کلام کی سنئے کہ علامہ طوسی الذین آمنوا و ہاجرنا الخ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

کہ ثم عاد سبحانہ ذکرا المہاجرین والانصار و مدحہم والثناء علیہم فقال والذین آمنوا و ہاجرنا و ہاجرنا و ہاجرنا

فی سبیل اللہ ای صدقوا اللہ و رسولہ و ہاجرنا و ہاجرنا و ہاجرنا یعنی من مکہ الی المدینۃ و ہاجرنا

مع ذلک فی اعلام دین اللہ والذین آمنوا و نصرنا و ہاجرنا یعنی من مکہ الی المدینۃ و ہاجرنا

حقا ای اولئک الذین حققوا ایمانہم بالہجرۃ و انصرنا و ہاجرنا یعنی من مکہ الی المدینۃ و ہاجرنا

یعنی پھر خدا شروع کرتا ہے مہاجرین و انصار کے ذکر کو اور ان کی مدح کرتا ہے اور ان کی شان و تعریف

فرماتا ہے کہ آمنوا یعنی ایمان لائے ایمان سے کیا مراد ہے کہ تصدیق کی خدا کی اور اس کے رسول

کی اور ہاجرنا و ہاجرنا یعنی اپنے گھروں سے ہجرت کی یعنی مکہ سے ہجرت کی اور مدینے کو آئے

و ہاجرنا و ہاجرنا یعنی اس ہی تکلیف پر قناعت نہ کی بلکہ خدا کا دین بڑھانے کے لئے جہاد بھی کیا

والذین آمنوا و نصرنا و ہاجرنا یعنی وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے ان گھر چھوڑنے والوں کو اپنے

یہاں جگہ دی اور پیغمبر خدا کی مدد کی پھر خدا فرماتا ہے کہ اولئک ہم المؤمنون حقا یعنی یہی لوگ جو کہ

مہاجرین و انصار ہیں سچے مؤمن ہیں اور خدا نے فقط مؤمنوں نہ کہا بلکہ آگے قید حقا کی اور بڑھا،

دی اس کا کیا فائدہ ہے اس حقا سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ثابت کر دیا ہے

ہجرت اور نصرت کے بخلاف ان لوگوں کے جو کہ رہ گئے دار الشریک میں فقط پس اب

کیا ابھی تصریح کے بعد بھی کسی کی زبان پر یہ لفظ آسکتا ہے کہ مہاجرین و انصار و ہاجرنا

اور ہاجرنا کوئی شخص جرات رکھ سکتا ہے کہ یہ کہے کہ ہجرت سے مراد شعب ابوطالب کی ہجرت

ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں یا اور کسی کو یہ تفسیر

ہوگی کہ اس کے سننے کے بعد عموم و خصوص کا نام کسی کی منہ سے نکلے گا نہ شک یہ کہ پناہ شیعوں

کا کہ رضامندی کے لئے حسن خاتمہ کا حال معلوم ہونا ضرور ہے صرف دھوکہ ہے اس لئے

کہ یہ رضامندی ہی حسن خاتمہ کی شاہد ہے اس لئے کہ اگر خدا جانتا کہ اس گروہ کا خاتمہ نیک

نہ ہو گا اور یہ فرقہ پیچھے مرتد ہو جاوے گا اور یہ سبب غضب کرنے خلافت علی کے اور بوجہ

چھین لینے فدک کے کافر ہو جاوے گا تو خدا نے پاک کے علم غیب سے بعید ہے کہ وہ پھر

اپنی رضامندی بیان کرتا اور ان کے ایمان کے یہ لفظ کہہ کہ اولئک ہم المؤمنون حقا کہ

یہی لوگ جو مہاجرین و انصار ہیں سچے مومن ہیں تصدیق کرتا جو شخص خدا کی نسبت ایسا غیال کرے وہ کافر ہے نہ مسلمان۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ خدا نے کبھی کسی منافق کی بھی تعریف کی کسی مرتد کی بھی ثنا و صفت کی کسی کافر کے کسی نیک کام کی ثنا و صفت کی آخر بہت سے کافر گزرے ہیں، اگر جو سخی تھے انصاف بھی کرتے تھے مگر صرف اس وجہ سے کہ کافر تھے اور کفر کی وجہ سے مستحق جہنم کے خدانے ایک لفظ بھی ان کی تعریف میں نہ کہا اور اپنی رضامندی کو ان کے کسی فعل سے منسوب نہ کیا اس لئے کہ جب وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور آخر کار دوزخ میں بھیجنا ہوگا۔ تو رضامندی کا اظہار کرنا گویا تدلیس کرنا ہے اور دھوکا دینا ہے نعوذ باللہ من ہذا پس اگر صحابہ کے صرف ہجرت یا نصرت یا بیعت سے راضی ہوتا اور باقی ان کے سارے کاموں سے یا اکثر کاموں سے ناخوش یا ان کے کفر و نفاق کے سبب سے ان کو دوزخی کرنا ہو تو پھر یہ لمبی چوڑی تعریفیں ان کی اور ایسی اعلیٰ درجے کی ثنا و صفت ان کی کرنا کس نظر سے تھا کیا خدا نے بھی تفتیہ کیا تھا یا معاذ اللہ ظاہر میں دل خوش کرنے کے لئے اور اپنا کام نکالنے کے لئے ان سے تدلیس فرماتا تھا۔ یا اُس سے غلطی ہو گئی تھی کہ بے انجام سوچے ایسے فرقے کے جو آخر کو سب کے سب مرتد ہو گئے یا جیتے جی سب کے سب منافق تھے ان کی ثنا و صفت کی بیش ازین نیست کہ اگر خدا کو صاف کہنا منظور نہ ہوتا تو یہ فرما دیتا کہ جن لوگوں نے ہجرت کی ہے اور جنہوں نے نصرت کی ہے یہ سب کے سب مومن اور اچھے نہیں ہیں اور سب سے میں راضی نہیں ہوں جو حقیقت میں مرتے دم تک ثابت قدم رہے گا اور جو خلافت علی اور فدک فاطمہ کو نہ چھینے گا یا جو کہ ان واقعات دردناک کے وقوع سے پہلے سبقت الی الموت کر جاوے گا انہیں کی نسبت میری رضامندی ہے تاکہ کسی کو کچھ دھوکہ نہ رہتا نہ کہ سبائے اس کے اس سارے فرقے اور کل گروہ کی ہجرت اور نصرت ہی کی تعریف کرے اور ان کی ہجرت اور نصرت ہی کو ان کے ایمان کی حجت کی دلیل لاف سے پس لے مومنین ذرا آیات قرآنی پر غور کرو اور مالہ و ما علیہ اس کا سوچو اور تدلیس اور تفتیہ اور بدکار کو خدائے پاک کی جناب میں نسبت نہ کرو معلوم نہیں کہ تم نے اپنے ذہنوں میں کس کو امام تصور کیا ہے کس کو پیغمبر جانا ہے کس کو خدا سمجھا ہے کہ کسی کی نسبت سچائی اور صفائی کا اعتماد نہیں کرتے سب کی باتوں میں دھپل فصل بیان کرتے ہو جس طرح پر تم اپنے فریسی اماموں کی نسبت تفتیہ کی تہمت کرتے ہو۔

بعینہ ویسے ہی اپنے خدا کی شان میں تدلیس اور ہلکے کو منسوب کرتے ہو ورنہ ہمارے اماموں نے بھی ہمیشہ صاف صاف معاملہ رکھا ہے ہمارے پیچھے اور ایک خدا کی بات بھی ہمیشہ ایک ہی ہے جس کو اس نے مومن بنا کر پیغمبر خدا سے کہہ دیا کہ یہ مومن ہیں ان کو اپنے ساتھ رکھو ان کو اپنا مصاحب بنا ان سے مدد لے ان کے گھروں میں آرام کرو جن کو منافق جانا ان کی نسبت صاف اپنے رسول سے کہہ دیا کہ ان کو نہ بٹھلا چنانچہ خاص پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والسلام کے برتاؤ سے سب پر کھل گیا کہ کون منافق تھے اور کون مخلص تھے صحبت نبوی حقیقت میں ایمان کی کسوٹی تھی مگر ہمارے نزدیک وہ پیچھے ہیں اور تمہارے نزدیک جھوٹے ہیں دو حال سے خالی نہیں یا آنکہ پیغمبر خدا نے ان مہاجرین و انصار کے نفاق کو جانا اور یا آنحضرت پر نفاق اُن کا نہ کھلا اگر اُن کا نہ کھلا اگر ان کا نفاق کھل گیا تو ان کی صحبت میں رکھا یا نہیں اگر کہو کہ رکھا تو منافق کو اپنی صحبت میں رکھنا کیا معنی اور اگر نہیں رکھا تو ساری حدیث اور تفسیر اور سیر اور تاریخ کی کتابوں کو گنگا جمن میں ڈال کر میلاد نبوی ہی سے انکار کرنے لگو اور سارے متواترات کے منکر ہو جاؤ اور اگر ان کا نفاق نہیں کھلا تو اول اُن منافقین پر آفرین کرو کہ کیسے ہوشیار اور بالاک تھے کہ ابتدائے طلوع نیز نبوت سے غروب کے زمانے تک اپنے نفاق میں ایسے ہوشیار رہے کہ کبھی پیغمبر خدا پر اُن کا حال نہ کھلا اور آنحضرت کو اُن کے نفاق پر اطلاع نہ ہوئی نہ جبریل ان کی خبر لائے نہ خدا نے اُن پر وحی کی نعوذ باللہ من ذالک بعد اس کے یہ خیال کرو کہ وہ منافقین کتنے تھے دو چار تھے یا ہزار دو ہزار ہیں اگر امدت العصا کلمہ اللاتشہ پر نظر کئی تو یہی ارشاد ہو گا کہ سوائے تین چار کے باقی سب کے سب منافق یا کافر تھے یا مرتد ہو گئے اور اگر یہ مملوون فی دین اللہ افواجاً پر خیال کیا تو کہو گے کہ اگرچہ منافق بھی بہت کم تھے مگر پیچھے اور پیچھے مومن بھی بارہ ہزار سے کم نہ تھے بلکہ منجملہ بارہ ہزار کے سوا دیکھو کہ نام بھی بتلا دو گے مگر اُس وقت یہ سوچو کہ یہ بارہ ہزار منافقوں پر غالب تھے یا منافق اُن پر غالب تھے اگر یہ کہو کہ منافقوں پر غالب تھے تو تعجب ہے کہ باوجود غلبے کے پھر منافقوں کو پیغمبر صاحب نے جیتے جی نکال نہ دیا اور اُن کو ذلیل و خوار نہ فرمایا اور پھر بعد پیغمبر خدا کے ان منافقوں کا کسی نے مقابلہ نہ کیا اور وحی برحق امام مطلق کا دو تین کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا بلکہ خاص بعد رسول - سیدۃ النساء تین چار راست برابر گھر گھر پیادہ پا دوڑیں اور سارے مہاجرین

والنصار سے مدد چاہی عمامہ رسول بھی دکھلا یا جامہ نبوی کو بھی پیش کیا حسین سے معصوم بچوں کے سال پر بھی ترجم کی خواہش کی اور خود بھی ایک دشمن کی لات کے صدر سے مجروح ہوئیں اور ایک معصوم بچہ شکم مبارک ہی میں شہید ہوا اور داماد رسول کو بھی منافق گٹھے میں رسی ڈال کر کھینچتے لے چلے اور اُدھر وہ خدا و رسول کا واسطہ دلاتے رہے اور ادھر سید پاک درواتے سے اس مالِ زار کو دیکھ دیکھ کر وا اباد و امجدہ چلاتی رہیں اور دادِ بیداد کا غل ملا لگہ نے سنا اُس ہنگامہ قیامت کے دیکھنے کو سدرۃ المنتہیٰ سے فرشتے دوڑے اور ان منافقوں نے کیا جو کچھ کیا اور ان معصوموں پر گنڈا جو کچھ گنڈا اور پھر ایسی حالت میں کہ غیروں کو رحم آجاتا ہے دشمنوں کے دل بھی نرم ہو جاتے ہیں جس سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا وہ بھی مدد پر ہو جاتا ہے مظلوموں کو ظالم سے بچاتا ہے مگر ایسی مصیبت اور تکلیف کی حالت میں بھی باوجودیکہ بارہ ہزار سچے پکے من موجد تھے جس میں سے نہ کوئی جبری نفعانہ قدری نہ کوئی دشمن علی تھا اور علاوہ ان کے تمام بنی ہاشم بھی جن کی شجاعت و مردانگی کا رعب سارے عرب پر غالب تھا مسلح بہتیار بند موجود تھے اور پھر باتیں قوت و شوکت اور بایں شجاعت و صولت کوئی بھی اُن بارہ ہزار میں سے نہ بنی ہاشم میں سے ایک بھی حمایت کو اٹھا اور نہ کسی نے وہی رسول کی مدد کی اور نہ کسی نے بضعتہ نبوی کی اعانت کی سب کے سب بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھا کئے اور ان منافقوں کو جن کے نہ دل میں ایمان تھا نہ بدن میں قوت تھی نہ جن کی قریش میں کچھ عزت تھی نہ جن کو کسی قسم کی فضیلت تھی ہمیشہ پیغمبر خدا سے نفاق کرتے رہے آنحضرت کے ماننے کی تدبیریں سوچتے رہے نہ کسی لڑائی میں کبھی تلوار نکالی بلکہ اپنی عمر بھر میں ایک پشے کا خون بھی نہیں بہایا، مارنا کیسا ساری لڑائیوں میں سے وقت پر فرار ہی اختیار کیا پس ایسے لوگوں سے ان بارہ ہزار آدمیوں کا ڈرنا اور بنی ہاشم کا بھی چون و چرا نہ کرنا و حال سے خالی نہیں یا آنکہ وہ بھی منافق تھے اور دشمن اہل بیت کو خود غاصب اور ظالم نہ ہوں لیکن غاصبوں اور ظالموں کے معین ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں اور جب وہ بھی منافق ٹھہرے تو پھر ایمان والے تین کے تین ہی رہ گئے اور یا آنکہ جتنی باتیں ہم نے تمہاری طرف سے نقل کیں اس میں کوئی ثابت نہیں ہوئی نہ کسی نے کسی کا حق منصف کیا نہ کسی نے کسی پر ظلم کیا بلکہ حق بحق دار و پیکھ کر کسی نے مخالفت کسی کی نہ کی اور سب کے سب مہاجرین و انصار مومن اور مخلص تھے۔

پس اے حضرت! شبہ سوائے ان صدقوں کے اور کوئی دوسری صورت ہی نہیں تھی جس

سے حفاظت ہو سکے یا تو سب مہاجرین و انصار کو کافر کوہ منافق جانو اور یا سب کو مؤمن اور مخلص کہو وانی لہم ذلک مگر کبھی یہ کہنا کہ سب منافق تھے اور کبھی یہ فرمانا کہ پارہ ہزار یا ایمان اصحابی تھے اور کبھی یہ ارشاد کرنا کہ پیغمبر خدا کے مرتے ہی سب مرتد ہو گئے اور کبھی یہ کہنا کہ بعد خلیفہ سوم کے پھر لوگ تائب ہو گئے تھے اور پھر رجوع ایمان کی طرف لے آئے تھے اور مثل اسکے ہر موقع اور ہر مقام پر رنگ بد لنا اور بات بات میں دورنگی کرنا عقل کے سبب خلاف ہے اور ایمان کے بھی اور حیا کے بھی مخالف ہے اور انصاف کے بھی کیا وہ لوگ جنہوں نے ساری عمر کو پیغمبر خدا کی صحبت پائی اور تمام زندگی میں اپنی حضرت کی نصیحت سنی اور غاروں میں حضرت کے شریک رہے اور جہادوں میں مارنے مرنے پر مستعد رہے وہ سب کے سب پیغمبر خدا کے وفات فرماتے ہی مرتد ہو جاویں اور انہیں کچھ لوگ رہ جاویں تو وہ خاندان نبوی پر ایسا ظلم صریح اور واجب القتل ہونیکے بعد چھپیں برس کے جب علی خلیفہ نکالیں اور پھر باوجود اسی ازداد صریح اور واجب القتل ہونیکے بعد چھپیں برس کے جب علی خلیفہ ہوں تب پھر توبہ کریں اور حضرت علی کے شریک ہو جاویں اور تم ان کی توبہ کو قبول کرو اور انکو با ایمان کہو اور ان کو جنتی جانو کیا خوب عقیدے میں آپ کے اور کیا اچھی باتیں ہیں آپ کی جو آپ ہی کو نریا ہیں شعر۔

ای دہانت ز لب زب زہان شیرین تر خندہ شیرین و سخن گفتن از ازل شیرین تر
یہ جو کچھ میں نے لکھا اسکی لفظ لفظ کی شرح باب امامت میں ہوگی اور اس اجمال کی تفصیل ایسی کی جاوے گی کہ کسی شعی کی زبان سے بجز بجا و درست کے کچھ اور نہ نکلے مگر اس مقام پر دو چار فقرے لکھتا ہوں تاکہ اس کا حال لوگوں کو معلوم ہو جاوے۔

اعلمو یا ایہا الخلق ہذا کم اللہ تعالیٰ کہ شیعوں نے اول یہ دعویٰ کیا کہ خلافت حق جناب امیر کا تھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی حیات میں اپنا خلیفہ کر دیا تھا مگر خلفاء ثلاثہ نے انکا حق چھین لیا اور یکے بعد دیگرے خود خلیفہ بن بیٹھے اور خلافت کو اصول دین میں داخل کیا کہ اس کا منکر گویا توحید اور نبوت کا منکر ہے پس اس اصول سے یہ نتیجہ نکالا کہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کافر ہو گئے و تعوذ باللہ منہ اور چونکہ ایک لاکھ آدمی سے زیادہ مسلمان بعد پیغمبر خدا کے تھے اور جس میں سے ہزاروں مہاجرین و انصار اور بیعت الرضوان والے تھے بسببوں نے خلیفہ اول کی بیعت کی تو ان کی نسبت بھی ازداد کا حکم قائم کیا اور سب کو معاذ اللہ مرتد ٹھہرایا اور چونکہ اس کے لئے کسی امام کا قول چاہیئے اس لئے اماموں کی طرف منسوب کیا کہ انہیں کرامت

فرمایا ہے کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے سب اصحاب مرتد ہو گئے مگر تین اور حضرت علی ایسے مجبور ہو گئے کہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر چالیس آدمی جاننا نہ میرے شریک ہوتے تو میں مقابلہ کرتا، جب سب اصحاب کے ارتداد کا دعویٰ کیا اس وقت آیات کلام اللہ پر نظر کی تو دیکھا کہ وہ تو تمام مہاجرین و انصار کی طرح دشنا سے بھرا ہوا ہے اس لئے اس میں تاویلات فقیدہ کرنا شروع کیں مہاجرین کے یہ معنی بنائے کہ مراد اس سے شعب ابو طالب کی ہجرت کرنے والے ہیں یا حبشہ کے ہجرت کرنے والے انصار سے یہ معنی لئے کہ وہی سائٹھ یا ستر آدمی مراد ہیں جو کہ اول اول مکہ معظمہ میں پیغمبر صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے تھے اور سابقوں کے یہ معنی بنائے کہ مراد ان سے وہ لوگ ہیں جو پیغمبر خدا کے سامنے ہی مرچکے تھے جب یہ خیال کیا کہ آخر یہ سب تعریفیں اصحاب کی جو خدا کی کتاب میں ہیں ان کا مصداق کسی کو کرنا چاہیے تو جہاں تک نہ ہو سکا ان آیتوں کو صرف شان میں علی مرتضیٰ کے قلم دیا اور جو کچھ خلافت کا وعدہ خدا نے اصحاب سے کیا تھا اس کو امام مہدی آخر الزمان کے عہد پر ٹالا اور جو شوکت و نصرت اور غلبہ اسلام کا خدا نے قرآن مجید میں بیان کیا تھا اور جس کا ظہور خلفائے کثر کے ہاتھ سے ہوا تھا اس کو امام صاحب کے ظہور پر ملتوی کیا باقی وہ آیتیں رہ گئیں ہیں جن کا مصداق سوائے اصحاب نبوی کے اور کوئی نہ ہو سکا تب یہ اقرار کیا کہ مراد اس سے وہ اصحاب ہیں جو ایمان پر ثابت قدم تھے اور جن کے اعمال بھی اچھے تھے اور بہت سی آیتوں کو جس میں کثرت اصحاب اور غلبہ اہل اسلام کا ذکر ہے دیکھ کر کوئی چارہ سوائے اس کے نہ پایا کہ تین کو چھوڑیے اور دو چار ہزار اصحاب کی خوبیوں کا اقرار کیجیے چنانچہ یہ سمجھ کر اولیٰ سنت کی دار و گیر سے تنگ ہو کر اور کچھ خدا سے شکر اکر آخر شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی نے کتاب خصائل میں یہ اقرار کیا کہ پیغمبر خدا کے بارہ ہزار اصحاب تھے جس میں سے آٹھ ہزار عدیئے کے اور دو ہزار غیر عدیئے کے اور دو ہزار اور آزاد اور ہائے ہوئے جس میں نہ کوئی قدری تھا کہ حیر کا قائل ہو نہ کوئی معتزلی تھا نہ کوئی صاحب الہامی تھا بلکہ سب کے سب نہایت نیک اور پاک تھے رات دن خدا کے خوف میں رویا کرتے اور خدا سے دعا کرتے کہ الہی قیل اس کے کہ ہم رذیٰ میدے کی کھاویں ہماری روح قبض کر لینا لیکن اس میں بھی کیا ہوشیاری کی کہ بوجہ خلفائے کثر کے کے والوں کا کچھ ذکر نہ کیا کہ وہاں کے بھی کچھ لوگ مسلمان تھے یا نہیں گویا باد جو داس کثرت کے بھی ان ہی پاروں کو خار چ ہی رکھا غیر بہر حال جب کسی سنی نے اعتراض کیا کہ عجب مذہب ہے تمہارا کہ اصحاب نبوی کو جن کی تعریف سے قرآن بھرا ہوا ہے کافر اور مرتد کہتے ہو تو جواب میں وہی روایت پیش کر دی کہ

ہم بارہ ہزار اصحاب کو یا ایمان جانتے ہیں اور ساری آیتوں اور احادیث اور اقوال کے مصداق کے لئے ان بارہ ہزار کے ایمان کا اقرار کیا اور بعضوں نے یہ خیال کر کے کہ اگر کوئی نام ان کے پوچھے بیٹھے تو کیا جواب دیں گے ایک فہرست بھی تیار کی جس میں سوا اصحاب کے نام لکھے مگر خدا کے فضل سے وہ فہرست بھی ایسی ہے کہ جس کے دیکھنے سے ہنسی آتی ہے بعضے تو وہ لوگ ہیں جو قبل ہجرت کے مرچکے تھے اور بعضے وہ لوگ ہیں جو ہجرت کے وقت کافر تھے اور بعضے وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر میں کافر ہونے کے سبب سے پکڑے آئے تھے اور ان سے فدیہ لے کر ان کو رچھوڑا تھا اور بعضے ایسے ہیں جو پیغمبر صاحب کی وفات کے وقت شاید نابالغ ہوں گے اور بعضے وہ ہیں جن کو حضرت علی نے ذلیل و ثوار فرمایا ہے یا منافقین اور بددیانت کہا ہے خیر بہر حال دکن کے واسطے تو نام کی فہرست تیار کی الاباقیوں کی نسبت کہا کہ شیخ اعظم محمد بن علی بن حسن بن بابویہ قس نے اسماء الرجال کی کتابیں تیار کیں ہیں اس میں بہت اصحاب کے نام ہیں مگر ان میں سے کہ ناصبیوں نے جلا دیں اور اب ان کا پتہ نہیں چلتا۔

سزا کا اب دو دعویٰ جو ایک دوسرے سے مخالف تھے حضرات نے کئے کہ ایک دعویٰ تو یہ کیا کہ سب اصحاب مترد ہو گئے اور دوسرا دعویٰ یہ کیا کہ بارہ ہزار اصحاب نہایت نیک اور پاک تھے اور دونوں متناقض روایتوں پر جب اہل سنت نے اعتراض کیا تو اب حدیث از مدت الصحابہ کلمہ ثلاثہ کے معنی بنائے کہ یہ جو امام نے فرمایا ہے کہ سب اصحاب سوائے تین کے مترد ہو گئے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سب کافر ہو گئے بلکہ تین فریق ہو گئے تھے ایک فریق نوصاف مترد ہو گئے یعنی دین سے پھر گئے اور بعضی ضروریات اسلام کے منکر ہوئے ان کے ارتداد کا نام ارتداد دینی رکھا گیا اور دوسرا فریق اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ کا تارک ہوا یعنی جو افعال حسنہ اور اعمال صالحہ اور خصوصاً محبت سے متعلقہ اہل بیت کے پیغمبر صاحب کے زمانے میں رکھتے تھے اسے چھوڑ دیا اور نصرت اہل امانت و ریت حضرت سید المرسلین کی نیکی اور اس کے ترک میں عداوت کی اس ارتداد کا نام ارتداد خلقی رکھا گیا اور تیسرا فریق وہ قرار دیا گیا جس نے حقوق اہل بیت کو منسب کیا اور علی مرتضیٰ کا اور فاطمہ زہرا کا حق چھین لیا اور اعتراف نبوی کو تائب اس کا نام ارتداد ایمانی رکھا یعنی ایمان کو چھوڑ دیا گو ظاہر میں اسلام کا نام ان پر باقی رہا اس حکیمانہ تقریر سے دونوں مختلف حدیثوں یا روایتوں کو تطبیق دیا کہ جس حدیث میں ارتداد کل صحابہ کا ذکر ہے اس سے ارتداد دینی اور ارتداد ایمانی مراد ہے اور جس روایت میں بارہ ہزار اصحاب کا ذکر ہے

وہ اس زمرہ میں داخل نہیں ہیں جن پر ارتداد دینی کا اطلاق ہے۔

بعلا س کے جب یہ خیال کیا کہ مجاہدان تین فریق کے دو فریق تو حقیقت میں دین و ایمان سے محروم ہوئے ایک فریق رہ گیا جسکے ارتداد کا نام ارتدادِ خلقی رکھا گیا ان پر بھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے کیوں علی مرتضیٰ کی اعانت نہ کی اور اس جم غفیر نے محبت اہل بیت کی کیوں چھوڑی اور ایسے ظلم صریح کو دیکھ کر معاندین کا مقابلہ نہ کیا تب اکثر نے اس کا اقرار کیا کہ حقیقت میں کوئی سچا اہل کامل ایمان والا نہ رہا تھا اور جب حضرت علی سے چند شخصوں نے اعانت کا وعدہ کیا اور جناب امیر نے ان کا امتحان لیا تو وہ بھی امتحان میں پورے ناکام رہے اس لئے حقیقت میں ترک اعانت اہل بیت سے وہ بھی مرتد ہو گئے اور صرف دو تین سچے رفیق رہ گئے مقتدا و سلمان۔ ابو ذر اور بعضوں نے ان کو بھی اڑا دیا اور سپا دوست ایک مقتدا ہی کو قرار دیا جب کہ پھر خیال کیا گیا کہ آخر بعدینِ خلیفوں کے اصحابِ نبوی نے حضرت علی سے بیعت کی تو اگر وہ ان سے مخالف ہوتے تو کیوں چوتھی دفعہ ان کو غلبہ نہ کرتے کیا کوئی چوتھا آدمی باقی نہ رہا تھا تب یہ مضمون، تراشا کہ یہ لوگ اول و ہلہ میں مرتد ہو گئے تھے مگر بعد اندک مدت کے بہ بدرقہ عنایتِ ایزدی حق کی طرف رجوع لائے اور انہوں نے توبہ کی اور ہدایت پائی اور اپنے حق اور راہِ راست پر ثابت قدم ہو گئے لیکن یہ روایتیں اور حدیثیں کتبِ شیعہ میں ایسی ایک دوسرے سے مخالف ہیں کہ کسی کی تصدیق کرنی موافق اصولِ شیعہ کے محالات سے ہے اس لئے کہ بڑے بڑے فقہاء اور مجتہدین ان کے اسی بات کے معتقد رہے کہ جس نے نصِ نبوی کو سنا اور پھر منکرِ خلافت ہوا وہ اسلام سے بھی خارج اور واجبِ القتل ہو گیا بہر حال گوشنجی کر کے بہت سی باتیں بنائیں اور دس پانچ ہزار کو اصحابِ نبوی میں شمار کیا مگر لفظِ صحابی و الصلیح العطار ما افسدہ الدہر جو سلسلہ ایمان کا انکے بزرگوں نے توڑا تھا وہ پھر نہ بڑھ سکا اور اب تک اس بات کا کسی شیعہ سے جواب نہ ہوا کہ جو لوگ غضب کرنے والے حقوقِ اہل بیت کے تھے وہ تو صرف تین ہی آدمی تھے باقی جو ہوں گے وہ انکے معین اور مددگار ہوں گے تو اگر ان کے معین و مددگار بہت نہ ہوتے تو وہ کیوں حق اہل بیت غضب کرنے پاتے اور اگر بہت تھے تو کچھ بھی ان کے مخالف تھے یا نہیں اگر کچھ لوگ بھی مخالف نہ تھے تو وہی ارتداد الصحابیہ کا ہم کام مضمون صادق آیا اور اگر دس پانچ ہزار آدمی ان سے مخالف تھے تو پھر انہوں نے تمہارے تلوار سے زبان کا زبان سے لشکر کا لشکر سے بمقتضای السنن بالسن والهجرج

نہ نہیں درست کرتا ہے عطار اس چیز کو کہ بگاڑا اس چیز کو نہ مانے ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۰۰ھ سنہ ۶۰۰ھ سورہ ما کہہ رکوع ۷ ترجمہ دانست کے

قصاص، مقابلہ کیوں نہ کیا پس معلوم ہوا کہ مخالفین ان خلفائے نبوی کے بہت ہی کم تھے اس لئے بعض روایات میں آیا ہے کہ علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ بعد پیغمبر خدا کے سبھوں نے وصیت نبوی کو بھلا دیا اور ایمان کو چھوڑ دیا کوئی بھی مجھے ایسا نظر نہ آیا جس کے بھروسے پر میں مخالفین کا مقابلہ کرتا تو اس صورت میں وہ دعویٰ کہ بارہ ہزار اصحاب ایسے تھے جو رات دن رونے سے باطل ہوا اس لئے کہ اگر دو چار ہزار بھی ان میں سے اس وقت تک زندہ ہوتے تو وہ کچھ درد کرتے یا نہ کرتے شاید ان کو رونے سے فرصت نہ ملی ہوگی اور گوشہ عبادت سے نکلنا مناسب نہ تصور کیا ہوگا مگر وہ وقت جب کہ فاطمہ زہرا روتی پھرتی تھیں اور گھر گھر علی مرتضیٰ کے ساتھ مدد مانگتی پھرتی تھیں وہ وقت رونے کا اور گوشہ نشینی کا تھا یا کہ تلوار ہاتھ میں لے کر غاصبین کے مارنے کا اور ذریت نبوی کو ظلم و ستم سے بچانے کا اور اگر کہا جائے کہ انہوں نے پیچھے توبہ کر لی اور علی مرتضیٰ کا ساتھ دیا کہ آخر انہیں میں سے ہزاروں آدمی جنگ صفین میں مارے گئے اور ہزاروں آدمی معاویہ امیر شام کے مقابلہ میں علی مرتضیٰ کی طرف سے قتل ہوئے تو ان کی توبہ پر کیا بھروسہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ جب اصل وقت پر انہوں نے وغادی اور بضعہ نبوی کو ظلم و ستم سے نہ بچایا اور پچیس برس تک خلفائے نبوی کی بیعت کرتے رہے تو ان کے ایمان پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے اور سوائے اس کے کہ یا ان کو ارتداد کی حالت پر رہنے دیا جائے یا ان کے ارتداد کا نام ہی نہ لیا جائے ان کی نسبت باول ایمان کی نسبت کرنا پھر بیچ میں مرتد بنانا پھر توبہ کر کے ایمان کا ان پر اطلاق کرنا اور طلاق رجعی کی طرح نکال دینا اور داخل کر لینا دین کو باز بجز طفلان بنانا ہے۔

غرض اصحاب نبوی تو اس حصے میں پڑ گئے اور اب تک پڑے ہوئے ہیں، کوئی سب کو کافر بناتا ہے دو تین کو پکا ایمان والا کہتا ہے کوئی بارہ ہزار کو با ایمان کہہ کر اپنی دین داری ظاہر کرتا ہے مگر ہر چند باتیں بناتے ہیں، کوئی بات نہیں بنتی خیر اصحاب نبوی کو چھوڑو اب خاص علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف خیال کرو کہ جناب امیر کی نسبت کیا فرماتے ہیں، قبلہ ان کا بھی وہی حال ہے کہ جب انہوں نے بیعت خلفائے ثلاثہ کی کر لی تو ان کی بیعت سے ثبوت خلافت کا ہو گیا اور جب ثبوت خلافت ہو گیا تو مذہب ثلاثہ باطل ہوا اس لئے یہ مضمون تراشا گیا کہ حضرت علی نے خوشی سے بیعت نہیں کی بلکہ جب یہ کیفیت ہوئی کہ:

ابیات بدست عمر بود یک ریسمان و گرد کعب خالد پہ سلوان

گنڈند یہ گردن شیر نر کشیدند اور ایہ بو بکر
 اور کشاں کشاں ابو بکرؓ کے پاس لائے اور باوجودیکہ راہ میں بہت سے معجزات دکھائے
 گئے اور پیغمبر خدا علیہ التیمۃ والثناء نے قبر مبارک سے ہاتھ بھی نکال دیا اور ہاتھ غیبی نے مرثیہ
 بھی پڑھا اور کسی نے کچھ نہ سنا تب بمجبوری حضرت علی نے بیعت کی جب مجبوری کی لفظ کو سنا
 میں علی مرتضیٰ کے نفس اور عیب خیال کیا کہ باوجودیکہ وہ خدا کے شیر تھے اور شجاعت اور
 مردانگی میں نظیر نہ رکھتے تھے ان کا مجبور ہونا کیا تب دوسرا مضمون تراشا گیا کہ پیغمبر خدا ان
 کو وصیت کر گئے تھے کہ تم خلفائے ثلاثہ سے مقابلہ اور مقاتلہ نہ کرنا اس لئے حضرت نے مقابلہ
 نہ کیا ورنہ اگر پیغمبر خدا کی وصیت نہ ہوتی تو پھر لوگ تراشا دیکھتے اور ذوالفقار علی کے جوہر نکلتے
 مجبوری تھی کہ پیغمبر خدا نے ایسی وصیت کیوں کی تھی جس کے اوپر عمل کرنے سے دین ہی عمارت
 ہو اور خاندان نبویؐ تہ وبالاً ہو گیا اور کفار منصب خلافت کے غاصب ہو گئے تو اس کے
 لئے ایک حدیث بنائی کہ جس کا یہ مضمون ہے کہ اللہ جل شانہ نے خاص جبرئیل کی معرفت
 اپنا نامہ علی مرتضیٰ کے لئے بھیجا اور حضرت جبرئیل نے سب کو ہٹا کر رسول اور وصی کو وہ نامہ
 دیا اور قبل دینے کے بہت سے عہد لئے اور قسمیں لیں جب کہ حضرت جبرئیل کو اطمینان ہو
 گیا کہ ضرور اس پر عمل ہوگا تب چپکے سے وہ نامہ خدا کا دیا اس میں لکھا تھا کہ تم خلفائے ثلاثہ کے
 مقابلہ میں تلوار نہ لینا اس لئے حضرت علی نے مقابلہ نہ کیا اور جب یہ خیال ہوا کہ حضرت علی
 نے امیر شام کے مقابلے میں کیوں تلوار لی اور ہزاروں آدمیوں کو قتل کیا تب اس نامہ میں یہ
 مضمون اور بڑھا دیا کہ امیر شام اور خوارج کے مقابلے میں تلوار لینا اور خوب گرد میں ان کی
 اڑانا۔ سبحان اللہ کیا نامہ تھا اور کیا مضمون تھا کہ ایک فریق سے مقابلے کا حکم دوسرے سے
 سکوت و خاموشی کی وصیت اختیار تھا کہ جو چاہے وہ اس نامہ میں اور بڑھا دیتے شعر۔

ایں سنن را بچوں تو مہدا بودہ گر مہیزاید تو آں افسزودہ
 بہر حال جب کسی نے یہ سوچا کہ خدا نے ایسی وصیت جس کا مضمون مختلف ہے
 کیوں کی اس کا یہ جواب دیا کہ خدا کی حکمت خدا ہی جانے بندے کی کیا قدرت ہے جو اس
 کے اسرار اور حکمتوں سے واقف ہو ایمان والوں کا کام ہے بے چون و چرا اس کی باتیں مان
 لینا کہ اس کی حقیقت اور سبب کا پوچھنا اور اس کے واسطے ہزاروں آیات اور لاکھوں
 احادیث کی سند موجود ہے۔

خیر بہر حال اس نلمے کی بدولت شجاعت بھی حضرت امیر کی قائم رہی اور بیعت کا عقد بھی معقول ہو گیا اور خلافت بھی خلفائے ثلاثہ کی حق نہ ہونے پائی اور جب کسی سنی نے اعتراض کیا کہ علی مرتضیٰ نے بیعت کیوں اختیار کی تمہارے نزدیک تو خلفائے ثلاثہ معاذ اللہ مرتد تھے اور بیعت تو فاسق کی بھی حرام ہے اردو کے مرثیہ پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ اسی واسطے حضرت امام حسین نے یزید کی بیعت نہ کی اور جب اس نے بیعت کرنے کے لئے لکھا تب آپ نے انکار کیا اور فرمایا : شعور

سب جانتے ہیں بیعت فاسق حرام ہے اس کا نہیں پیام اہل کا پیام ہے
 تو باوجودیکہ خود امام شہید ہوئے اور سارا خاندان بھوکا پیاسا شہید ہوا مگر چونکہ
 یزید فاسق تھا حضرت نے اس کی بیعت نہ کی تو اگر خلفائے ثلاثہ بھی فاسق ہوتے چہ جائے
 مرتد ہونے اور کافر ہونے کے تو اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کس طرح بیعت کرتے تو
 اس سے کہہ دیا کہ تم جاہل ہو نہیں جانتے حضرت علی کے لئے خاص ایک نامہ خدا کا آیا تھا،
 اس میں نہایت تاکید کے ساتھ صبر کی اور عدم مقابلے کی وصیت تھی اور جب کسی نے کہا کہ
 امام حسین نے کیوں اس پر عمل نہ کیا تب کہہ دیا کہ ان کے لئے دوسرا صحیفہ تھا ان کو یہی
 حکم تھا کہ تم بیعت نہ کرنا شہید ہو جانا۔ تم سنی خارجی دشمن اہل بیت ہو تم ائمہ کے حال
 سے کیا واقف ہو یہ راز کی باتیں ہیں انبیاء اور ملائکہ تو اس کے متحمل ہی نہیں ہوئے یہ
 خاص حصہ شیعوں اور کوفیوں کا ہے ہر امام کے لئے خدا نے جدا صحیفہ بھیجا تھا اور سب باتیں
 جو ان کو کرنی چاہئیں۔ وہ اس میں لکھی ہوئی ہیں ہر امام کا اس پر عمل تھا، ہمارے کیا
 امام تمہارے سے خلیفہ تھے کہ جن کو سوائے خدا کے دوسرے سے کچھ پوچھنے کی حاجت ہوتی
 سب علم باکان و مایکون ان کو حاصل تھا بلا واسطہ حیرتوں کے خدا سے وہ باتیں کیا کرتے تھے
 اور سارے کام اور تمام افعال ان کے خدا کی اجازت سے اس کی مرضی کے موافق ہوتے
 تھے پس جس طرح حضرت آدم سے لے کر خاتم النبیین تک سب اولوالعزم پیغمبروں کے جدا
 جدا صحیفے اور علیحدہ علیحدہ کتابیں خدائے باری نے بھیجیں اسی طرح ہر سب ائمہ کو جدا جدا صحیفے بھیجے
 اسی واسطے ان کا عمل ایک دوسرے کے موافق نہ تھا اگر ائمہ کے اختلاف عمل پر تم کو شبہ ہو تو
 جو اختلاف پیغمبروں کی شریعتوں میں ہو اس پر بھی شبہ کرو بہر حال اس امر میں حضرات شیعہ
 بڑے موجد اور سابر اور متوکل علی اللہ بن گئے ہے چون و چرا سارے افعال ائمہ کو محمول ان

کے جو قیامت تک ہوں گے سارے اعمال حسنہ شیعیان علی کے حصے میں آگئے اور ان کی ہجرت اور نصرت اور جہاد وغیرہ جس کی جا بجا خدانے قرآن مجید میں تعریف کی ہے وہ گھر بیٹھے شیعوں کو مل گئے اور وہ بیچارے باوجود ان محنتوں اور کوششوں کے محروم اور نصیب رہے نعوذ باللہ من ہذا و ما تم۔ پس جو اہل سنت اصحاب نبوی کے اعمال پر بہت ناز کرتے تھے اور ان کی ہجرت و نصرت کو بار بار ان کی فضیلت میں بیان کرتے تھے ان کا تو منہ مسئلہ طینت سے بند کیا گیا اب باقی رہی ایک اور بات کہ خدانے جا بجا قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جو منافق ہیں وہ ذلیل و خوار ہوں گے اور قتل کئے جائیں گے اور مارے جاویں گے اور اصحاب نبوی باوجودیکہ منافق تھے و نعوذ باللہ من ذاکم خلیفہ ہوئے اور ان کی عزت و شوکت زیادہ ہوئی تو یہ وعدہ خدا کا پورا نہ ہوا پس یا خدا کو جھوٹا کہنا لازم آتا تھا یا اصحاب کے نفاق سے انکار کرنا پڑتا تھا اس لئے بمقتضائے : مصحح

ہم لعل بدست آید وہم یار نہ رنجد

خدا کا کلام بھی سچا ہو اور اصحاب نبوی کا نفاق بھی قائم رہے مسئلہ رجعت کا بنا یا گیا مسئلہ رجعت کا یہ ہے کہ جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تب پیغمبر صاحب زندہ ہوں گے اور سارے اچھے اور پاک نیک لوگ زندہ ہوں گے اور حضرت خاتونِ جنت زندہ ہوں گی، حضرت علی زندہ ہوں گے اس وقت خلفائے ثلاثہ قبروں سے نکلے جاویں گے اور ان پر مقدمہ دائر ہوگا ایک طرف سے حضرت علی اپنا دعویٰ پیش کریں گے کہ میری خلافت منصب کی دوسری جانب سے حضرت فاطمہ زندہ علی ہوں گی کہ مجھے مجروح کیا محسن کو شہید کیا، باغ فدک کو چھینا عزتک بعد ثبوت کامل یہ حکم ہوگا کہ یہ لوگ درخت سے نکلے جاویں اور ان کو پچھانی دی جاوے اور کیا کہا جاوے ایسی خرافات و اہیات باتیں ان مردودوں نے لکھی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے مسلمان کے بدن پر لرزہ ہوتا ہے مگر ان کے نزدیک اس وقت خدا کا وعدہ پورا ہوگا اور تب ان کی ذلت کامل ہو کر لوگوں پر ان کے نفاق کا حال کھلے گا اور پھر اس مسئلہ رجعت کی نسبت سمجھتے ہیں کہ یہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ کے عقائد خاص سے ہے اور سب فرقے اس پاک اور نیک عقیدے سے بے نصیب ہیں۔

غلاوہ ان سب باتوں کے ایک بہت بڑی مصیبت اس مذہب پر یہ تھی کہ جناب امیر سے لے کر گیارہویں امام تک سب کے سب ظاہر میں اسی روش پر تھے اور رہے جو کہ

صحابہ کرام کی تھی اور ہمیشہ اُن کے محامد اور صاف بیان کیا کئے اور جب کسی نے پوچھا تب اُن کی تعریفوں میں نہایت ہی مبالغہ کیا بلکہ خود جتنا بامیر برابر نمازوں میں اُن کے شکوک رہے اور لڑائیوں اور جہادوں میں اُن کو مشورہ دیتے رہے نہ اسی زمانہ میں جب کہ خلسا ثلثہ مسند خلافت پر تھے بلکہ اُن کے پیچھے بھی اُن کے شاگردوں سے اور اپنے عہد خلافت میں ایسی بات پیدا کرنی چاہیے کہ باوجود اس موافقت ظاہری کے ائمہ کرام کی مخالفت صحابہ سے قائم رہے اور مذہب تشیع کی جڑ مضبوط کی جاوے تب ایک نہایت ہی سچا اور سنا اور عمدہ دلچسپ اصول قائم کیا یعنی ظاہر کا باطن سے مخالف ہونا اور جھوٹ بولنا، مگر چونکہ یہ لفظ نہایت ثقیل اور مکر وہ تھا اور اگر اسی کو عقیدے میں داخل کرتے تو جو سناؤ اس لفظ کے سنتے ہی نفرت کرتا اس لئے اُس کی حقیقت کو ایک خوبصورت اور خوشحال لفظ کے پردے میں ظاہر کیا اور جھوٹ بولنے اور ظاہر سے باطن سے مخالف ہونے کا نام تقیہ رکھا اور اسی کو سارے سوالوں کا جواب اور کل شبہات و شکوک کا حلال ٹھہرایا مگر افسوس ہے کہ یہ نہ خیال کیا کہ صورت اسل لباس سے نہیں بدل سکتی اور حقیقت کسی شے کے الفاظ کی تبدیل کرنے سے اور کی اور نہیں ہو سکتی جھوٹ کا کچھ ہی نام کیوں نہ رکھو جب اس کے معنی کو گمے اُس کی بُرائی ظاہر ہو جاوے گی خواہ نام اُس کا تقیہ رکھو خواہ اُسے اصول میں میں داخل کرو یہ شعر

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوشش کہ من آن جلوہ قدے شنا سمنے
 اب غرضکہ تقیہ کو اصول دین میں سے قائم کرنے کے لئے نہ کسی امام کی چاہا
 اس لئے کہ حضرات امامیہ اہل سنت تو نہیں کہ جو قیاس و استحسان کو دین میں دخل دیں
 خدا کے فضل سے اُن کے سارے عقیدے اور کل اصول ائمہ کرام کے فرمائے ہوئے ہیں اور
 ان کی اسادیت کی کتاب میں تا صلیبوں کی طرح بے اعتبار تو نہیں ہیں کہ جو جس زید و عمرو
 نے چاہا یا حدیث نبوی کی تصحیح کر دی اور اُن کا نام صحیح اور سنن رکھ لیا بلکہ حضرت
 امامیہ کے محدثین نے جو کتاب حدیث کی لکھی اس کو لفظ بلفظ ائمہ کو سنا دیا اور جب اُن
 کے حضور سے اُس کی صحت ہو گئی بلکہ جب ائمہ کرام سے دستخط مہر کرا لی تب اُس کو جاری
 کیا تاکہ عمل لوگوں کا ٹھیک ٹھیک اماموں کا سا ہو پس اس واسطے تقیہ کی تعریف میں اماموں
 کی طرف سے حدیثیں بنا کر شروع کیں اور نہ صرف اُس کے جواز پر قناعت کی بلکہ اس کی

و حجب اور اس کی فضیلت ہیں ایسی حدیثیں قائم کیں کہ روزہ نماز کے ثواب بھی تقیے کے ثواب کے مقابلہ میں نیست و نابود ہو گئے حقیقت میں تقیہ کو ایک عمدہ اصول دین کا ٹھہرایا اور (التقیہ دینی و دین آباتی) کی حدیث ائمہ کی زبان سے نقل کر کے تقیے کے منکر کو کافر بنا یا یہاں تک کہ صاحب نواقض الردافض نے غلطی سے لکھا کہ شیعی کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق تقیے کے سبب سے اسلام لائے تھے تو قاضی نور اللہ شومسری مصائب النصاب میں نہایت خفا ہو کر کہتے ہیں کہ یہ ناصبی جھوٹا ہے کوئی شیعہ یہ بات نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ تقیہ ایلا اور پاک لوگوں کا دین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ابو بکر صدیق تقیہ کرتے اور پاک اور ابراہوں میں داخل ہوتے غرضکہ تقیہ ابراہوں اور اماموں کا دین ٹھہرایا گیا اور تقیے کے صدقے میں سنیوں کی دارو گیر سے کامل طرح نجات پائی سارے اعتراضات ناصبیوں کے اوکل دلیلیں ان کی خاک میں مل گئیں بڑی بڑی فضیلت کی حدیثیں اماموں کی زبان سے شیعوں کی کتابوں سے سنیوں نے نکالیں اور اپنے خلفا کی بزرگی اور فضیلت پر سند لائے اور اپنے نزدیک شیعوں کو لاجواب کرنا چاہا مگر ایک ایک اونے طالب علم بلکہ جاہل شیعہ نے جواب دیدیا کہ یہ حدیث تقیے کے سبب سے امام نے فرمائی ہے اور بڑے بڑے مستکملین اور فقہا کو سنیوں کے ایسی دلیل سے ایک ایک لڑکے نے چُپ کر دیا حقیقت میں جو فوائد مذہب تشیع کو تقیے کے سبب سے ہوا ہے اور جو حفاظت ان کی اس روش سے ہوئی ہے وہ کسی دوسرے عقیدے سے نہیں ہوئی۔

کسی جاہل نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ تقیے کو تشیع سے وہ نسبت ہے جو تار برقی کو آہنی سڑک سے ہے کہ اگر تار برقی نہ ہو ریل کا چلنا بند ہو جاوے اور ایک گاڑی دوسری سے ٹکر کھا کر ٹوٹ جاوے درحقیقت تار برقی ہی سے گاڑیوں کی حفاظت ہے اسی طرح پر تقیے کا حال ہے کہ اگر تقیے کا اصول مذہب تشیع میں نہ ہوتا تو مذہب ہی خاک میں مل جاتا اور ایک قول کی دوسرے قول سے اور ایک فعل کی دوسرے فعل سے اور ایک حدیث کی دوسری حدیث سے بسبب مخالف اور تناقض کے مطابقت نہ ہو سکتی اور سب کا جھوٹ اور غلط ہونا کھل جاتا پس نہایت ہی ذکی اور ذہین تھا وہ شخص جس نے مذہب تشیع کو ایسا دیکھا کہ جھوٹ کو جھوٹ سے بچا یا تقیے کی وہ گرم باز رہی ہوئی اور اس عقیدہ باطل کو ایسی رونق دی گئی کہ امام اول سے لے کر امام آخر الزماں تک سب کی زبان سے اس کی فضیلت میں اس حدیث

نقل کی گئیں اور اتمیہ کرنے والوں کے ٹرے درہے مقرر کئے گئے شیعوں کو تقیہ کی بدولت
 خدا نے اپنے شیعوں پر بڑا فضل کیا کہ شیعوں کے ساتھ گوشت پلاؤ کھاویں اور جب تک
 ان کے دسترخوان پر کاسہ لمسی کریں تب تک خوب چکنی چپڑی باتیں زبان سے کہیں اور
 ان کی خوب لمبی چوڑی ثنا و صفت کریں اور تلقاً تلقاً اور اصحاب کبار کی نہایت مبالغے
 سے تعظیم و عزت بجالاویں اور اِذِ الْقَوَّالِیْنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَوْ اٰمَنَّا بِہِمْ کَا مَضْمُونِ اِذَا کَرِیْمٌ وَا
 جب گھر آویں اور غاس یاروں کا مجمع ہو اور دروازہ بند کر کے دیکھ لیں کہ کوئی منہم تو نہیں
 ہے اُس وقت بقول اِذَا اَخْلَدُوْا لِیْ شَیْءٍ مِّنْہُمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَفِیْوْنَ وَاُنْ مَّکے خوب
 قیچہ اڑویں اور اپنی دھوکہ دہی اور نفاق کی خود ہی تعریف کریں اور پھر تبرا کنا شروع
 کریں ایک اپنے اوپر لعنت کرے دوسرا بیش باد کے اور بموجب اس حدیث اور اقوال ائمہ
 کے دونوں حالتوں میں اپنے آپ کو مورد ثواب جانیں سنی کے سامنے جو جھوٹ اور نفاق کی
 باتیں کہیں اس پر تو یہ سبب قیچے کے اور گھبرا کر جو تبرا کہا اُس پر یہ سبب لعنت کے ایک
 ایسے ثواب کے مستحق ہوتے کہ جو ہزار سال روزہ میں نہ پاتے اور اگر خطا گوارا نہ
 کوئی گناہ ہو گیا تو پھر اس کا بھی کچھ علم نہیں اس لئے کہ یہ مسئلہ
 لینت کا سبب چودہ ہے شیعوں کا روزہ نماز کیا ہو گا اس کا ثواب انہیں تو مل سکتا
 نہیں سکتا اور من عَمَلٍ مَّا نَا لَنْ نُنْفِسِہٖ تُو خدا نے فرمایا ہی نہیں ہے وہ بھی آخر شیعوں ہی
 کے واسطے ہے پس ایسے عقیدوں پر اپنے مذہب کی بنا قائم کی اور اس الحاد و زندقہ کا ہم
 تشیح رکھا اور اپنے آپ کو مصداق فِی قُلُوْبِہُمْ مَّرْمِیْنٌ فَرَادَہُ اللّٰہُ مَرَضًا وَا وَ کَذٰہُ عَذَابٍ
 اٰلِیْمٌ کا بنایا حقیقت یہ ہے کہ ان اصول و عقاید کو دیکھ کر آدمی کی عقل رنگ ہو جاتی
 ہے حیرت کی ٹہر سچھ کے منہ پر لگ جاتی ہے دیکھنے والا حیران و ششدر رہ جاتا ہے کہ الہی
 تشیح دین ہے یا الحاد یہ معاملہ کیا ہے کہ ایسے اصول جن کی سفاہت کسی پر دے میں چسپا

لے پارہ اول سورہ بقرہ کو ۱۲ ترجمہ جب ملاقات کریں مسلمانوں سے کہیں ہم مسلمان ہونے ۱۲ موضع القرآن
 سے ایسا ترجمہ جب اکیلے ۲۴ میں اپنے شیطانوں کے پاس کہیں ہم ساتھ میں تھا سے ہم تو نہیں کرتے ہیں ۱۲-۱۳
 سے پارہ ۲ سورہ عم جہہ کو ۲ ترجمہ جن نے کی بھلائی سوا اپنے واسطے ۱۲ موضع القرآن
 نگلے پارہ اول سورہ بقرہ کو ۲ ترجمہ ان کے دل میں آزار ہے پھر زیادہ دیا اللہ نے ان کو آزار اور

ان کو دکھ کی بار ہے ۱۲ موضع القرآن

سے چھپ نہیں سکتی اور ایسے عقیدے جن کی بیہودگی خود اسی سے ظاہر ہوتی ہے جس کے بطلان پر نہ کسی دلیل کی حاجت نہ کسی برہان کی ضرورت کیونکہ ایک ایسے فرقے نے قائم کئے ہیں جن کو خدا نے آدمی بنایا ہے اور جن کو اوروں کی طرح عقل بھی دی ہے اور پھر طرہ یہ ہے کہ ان اصولوں پر خوش ہیں ان عقیدوں پر نازاں ہیں اور اپنے آپ کو ائمہ کرام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنا بوجھ ذریعہ نبوی کے سر پر رکھتے ہیں و ما شا جنا ہم عن فیک حقیقت میں ان کے اصول و عقائد دیکھ کر غلا کا یہ کلام یاد آتا ہے کہ تَهْتُمُ قُلُوبَ لَا يَفْقَهُونَ دِيهَا ذَوَلَهْمَا عَيْنٌ لَا يَبْصُرُونَ دِيهَا ذَلَهْمَا اذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ دِيهَا اُولَئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ عُلَاوہ تقيے کے ایک تقيے کی دم بھی شیعوں کے اگلے بزرگوں نے قائم کی تھی جسے اب حضرات شیعہ نے بسبب نہ ضرورت رہنے کے کاٹ ڈالا ہے اور تقيے کو دم بریدہ کر دیا وہ دم کیا تھی بد اس کا حال یہ ہے کہ جب حضرات امامیہ کے پیشوا اور اس مذہب کے سرپرست ائمہ کرام کی خدمت میں جاتے اور بیٹھتے اور پھر باہر آتے تو اپنے اور یاروں سے کہتے کہ آج امام نے فرمایا ہے کہ اب بہت جلد سلطنت شیعوں کو ملتی ہے اور چند روز کے بعد ان کی حکومت ہوتی ہے اور جب وہ میعاد ہو جاتی کچھ ظہور کسی وعدے کا نہ ہوتا اور لوگ کچھ شہر کرتے تو وہ حضرت کہتے کہ امام نے فرمایا ہے کہ خدا کو بدار ہوا ہے یعنی اب اُس نے وقت بدل دیا اور اپنی پہلی تجویز کو بدل دیا اور جب کوئی امام کے سامنے ان پیشواؤں کے حالات بیان کرتا تو امام اس سے جیڑی ظاہر کرتے اور لعنت کرتے اور قائم اللہ و خذ لہ اللہ فرماتے اور پھر کوئی شخص اُن لوگوں سے بیان کرتا تو بہت ہنستے اور قہقہہ مارتے اور کہتے کہ امام نے خیرات نورہ کا تمہارے ساتھ عمل کیا ہے سننے والا حیران رہتا کہ بھائی خیرات نورہ کیا ہے تب کہتے کہ تقيہ۔

غرض کہ جب کسی کو شبہ ہوتا کہ ائمہ اُن کو بُرا کہتے ہیں اُن پر لعنت کرتے ہیں اُن کو شیطان بتاتے ہیں تب اُس کے شبہ کو تقيہ سے دور کرتے کہ حضرت نے تقيہ کیا ہے تم نہیں جانتے ہو تقيہ۔

ایراؤں اور اماموں کا دین ہے خدا کے پاس جبکہ قیامت میں صرف تقيے کی بدست

۱۔ پارہ ۹ سورہ اعراف رکوع ۲۲ قوجہ جن کو دل ہیں اُن سے سمجھنے نہیں اور آنکھیں ہیں اُن سے

دیکھنے نہیں اور نال ہیں اُن سے سنتے نہیں وہ جیسے چوپائے بلکہ اُن سے زیادہ ہوا۔ ۱۲ موضح

ملے گی اور جب وہی حضرات کسی سے امام کی طرف سے کچھ وعدہ کرتے اور وہ وعدہ پورا نہ ہوتا تو کہہ دیتے کہ خدا کو بدلا ہوا یعنی اپنی رائے بدل دی اور جب کوئی کچھ شک کرتا تو کہتے کہ تم نہیں جانتے ہو اس میں مصلحت تھی اور خدا کی مصلحت کو سوائے خدایا امام کے کوئی نہیں جانتا اور کیا تعجب کرتے ہو بدلا ہوا پر وہ ایک قسم نسخ کی ہے دیکھو شریعتوں میں حکم خدا نے بدل دیئے اور ایک کو دوسرے حکم سے منسوخ کر دیا یا نہیں پس چپ رہو خدا کی باتوں میں چون و چرا نہ کرو۔

جب بعض شخصوں کو بہت ہی شبہ ہوتے لگا کہ وہ خدا کیسا ہے جو آج کچھ کہتا ہے اور جب وقت آتا ہے تب پورا نہیں کرتا اور بدلا ہوا نسخ سے کیا علاقہ نسخ تو یہ ہے کہ ایک حکم کسی وقت دیا اور کسی چیز کو کسی قوم یا کسی وقت کی ضرورت سے حلال کیا اور پھر اس حکم کو کسی وقت ضرورت کے سبب بدل دیا اور حلال کو حرام کر دیا مگر یہ خدانے نہیں کیا کہ پیغمبر صاحب سے کوئی خبر کسی ہو یا کسی فتح کا وعدہ کیا ہو اور پھر اس کو پورا نہ کیا ہو تو اگر امام نے یہ بات خدا کی طرف سے کسی ہوتی یا خدانے اُن سے یہ وعدہ کیا ہوتا اس لئے اس شبہ کے دور کرنے کے لئے ان بزرگواروں نے دو لوگوں قائم کیں ایک لوح محفوظ دوسری لوح محو واثبات اور یہ کہا کہ خدانے دو لوحیں رکھی ہیں۔ اور سب کچھ اس میں لکھا یا ہے جو کچھ ٹھیک ٹھیک ہونے والا ہے وہ تو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اُس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوتا دوسری لوح محو واثبات کہ اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے، خدا بدلتا رہتا ہے پس وہ فرق جو امام کے قول میں ہوا وہ بسبب لوح محو واثبات کے ہوا کہ اُس میں خدانے پہلے کچھ لکھا یا پھر اس کو محو کر کے دوسری بات لکھ دی اور امام نے پہلی بات سے خبر دی ان کو کیا معلوم تھا کہ خدا اس کو بدل دے گا اور جب کسی نے یہ کہا کہ یہ بات سمجھ کے خلاف ہے اور دوسری لوح کے مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہے تب وہ جواب دیا جو مجتہد صاحب نے صو ارم میں دیا ہے کہ (وَاِذَا نَجَّمْنَا آنکے ہر گاہ انبیاء و اوصیاء خبر و ہند اند کتاب محو واثبات و بعد از ان خبر و ہند بخلاف آن بندگان روا جب باشد اذعان نمودن

لہذا اس کے منجملہ واقعہ یہ ہے کہ جب "لوح محو واثبات" دیکھ کر انبیاء اور وصی کسی بات کی اصلاح دیتے ہیں اور پھر اس کے خلاف کوئی بات کہتے ہیں تو انھوں کو لازم آتا ہے کہ اسکے موافق نہ کہیں اور جو نکلے اس کو خبری حکم پر یقین کرنا بہت دشوار ہے اسی لئے اس کا ثواب زیادہ ہے لے جبکہ صو ارم مطبوعہ بند کلاک ۱۳۱۰ھ صفحہ ۱۹، سطر ۱۲

یاق و چون این اذعان بر نفس بسیار دشوار است موجب مزید اجراء آنها گردد، فان افضل
 للأعمال الحمز با و بہا یتنازل المسلمون الذین فاضلوا بدرجات الیقین عن الضعفاء الذین لیس لهم
 قدم راسخ فی الدین) کہ یہ بات کہ ایک وفد انبیاء اور اوصیاء کچھ بات فرماویں اور پھر اس کے
 بر خلاف بندوں سے کہیں اُس کا بھی یقین کرنا واجب ہے اور اسی یقین کرنے کے لئے خدا
 نے دوسری لوح محفوظات قائم کی ہے اور چونکہ ایسا یقین نفس پر بہت دشوار ہے اس
 لئے موجب زیادہ ثواب کا ہے اس لئے کہ جو عمل سب سے زیادہ ترش ہوتا ہے وہی
 سب سے افضل ہے اور اسی سبب سے مسلمان اوروں سے متاثر ہوئے ہیں اور ایسی ہی باتوں
 پر یقین کرنے سے یقین کے درجات پر پہنچے ہیں اور ان لوگوں سے جو کہ دین میں راسخ اور مضبوط
 نہیں ہوتے ہیں مگر بلکہ ہر یقین کرنا باعث ہزاروں درجات اور ثواب کا ٹھہرا اور اس پر یقین
 نہ کرنا نفس ایمان کی دلیل ٹھہرا بلکہ بدگمانی کے لئے اسی واسطے تجویز کیا ہے کہ اُس پر یقین اور
 شہ کرنے سے ایمان کا امتحان ہوا۔

اب خیال کیجئے کہ حضرات شیعوں کے بزرگواروں نے کس خوبی اور کس ہوشیارگی سے
 دین کے اصول قائم کئے ہیں اور کیا کیا اچھے عقیدے تجویز کئے ہیں اس بارہ کے حقیقی معنی
 سے گو مجتہد صاحب نے مولم میں بظاہر انکار کیا مگر جو کچھ انہوں نے لکھا اس سے اور
 زیادہ ثبوت ہوا چنانچہ اس شبہ کو کہ انہر کرام اُس بات کا جو ہونے والی نہ تھی کیوں وعدہ
 کیا کرتے تھے کس خوبی سے رفع کرتے ہیں حضرت قبلہ و کعبہ مولم میں فرماتے ہیں (واذا
 تجملنا این اخبار موجب تسلیم مومنین کہ انتظار فرج اولیاء اللہ وغالب شہد حق می
 کشد می شود چنانچہ این معنی در باب قصہ نوح و در باب فرج اہل بیت مروی گشتہ
 چہ اگر اذ اول شیعیاں را خبر میدادند نہ ہار ایا نیکہ ممکن است کہ حاصل شود فرج آل محمد
 عنقریب و منظور از این اخبار آن بود کہ تا شیعیاں بر دین خود ثابت بمانند و بر انتظار کشیدن
 مشاب شوند و بعد از نیکہ جناب مولانا مجلسی در باب تائید این احتمال و مناسب این مقال
 دوسر روایت ذکر نموده گفتہ فیض قولہ علیہ السلام ما عند اللہ بمثل البدر این است کہ ایمان بہدا
 از اعظم عبادت قلبیہ است بہر جہت صعوبت آن و معارض بودن آن بہ وساوس شیطانی
 و بہت آنکہ اقرار بہدا در حقیقت اقرار بہت با نیکہ لہ الملتق ولہ الامروا میں کمال توجیہ
 است و بمعنی این حدیث این است کہ اعظم اسباب دواعی است لہ طرف عبادت جناب

رب العالمین انتہی حقیقت یہ ہے کہ جیسا کلمہ حق اور سخن راست جناب قبلہ و کعبہ اور ملا باقر مجلسی نے یہ فرمایا ہے اپنی ساری عمر میں دوسرا کلمہ ایسا صحیح زبان سے ارشاد نہ کیا ہوگا جو کچھ ان بزرگواروں نے فرمایا اُس پر دل سے اُن کا شکر کرنا چاہیے کہ صاف صاف کہہ دیا کہ اگر امام شیعوں سے جھوٹے وعدے نہ کیا کرتے اور اُن کو وعدوں پر نہ ٹالنا کرتے تو اکثر شیعہ دین سے پھر جاتے اور مذہب پر ثابت قدم رہتے ہیں ایسی دوزخی باتوں کے کہنے سے یہ عرض تھی کہ لوگ شیعہ بنے رہیں ورنہ اگر ایک ہی دفعہ امام کہہ دیتے کہ ہزار دو ہزار برس تک شیعوں کو غلبہ نہ ہوگا تو میں ناامید ہی سے شیعوں کی جان ہی نکل جاتی اور مایوس ہو کر گھر بیٹھ رہتے اور خاک پاک کا گفتگو اور عقیدت کی انگوٹھی اور سجدہ گاہ امام کے دروازے پر رکھ کر سب کے سب چنیت ہو جاتے ہاں جو خاص خاص بابائے ایمان شیعہ تھے مثل حضرت زرارہ اور ہشام اور شیطان الطاق وغیرہ کے وہ بیکہ و تنہا بے یار و اور رہ جاتے پس اُس جماعت کو جو صرف جھوٹے وعدوں پر دنیا ملنے کے دام میں زلزلہ وغیرہ کے چپس گئے تھے ایسے ہی جھوٹے وعدوں سے حضرت زرارہ وغیرہ نے درہم برہم نہ ہونے دیا اور اپنی ہوشیاری سے ضرورت وقت کے مناسب فوزا ہی ایک عقیدہ نیا اور ایک اصول جدید بنا لیا اور امام علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا اور نہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور بداء کو خدا کی طرف منسوب کرے گا قیامت تو یہ ہے کہ فقط منسوب کرنے ہی پر کفایت نہ کی بلکہ موافق اپنی عادت کے کہ جس بات کو شروع کیا اُس کو انجام تک پہنچا دیا اس مسئلہ بداء کی وہ فضیلت بیان کی کہ آخر امام کی طرف منسوب کر دیا امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (فاعتبد الیہ میل البداء) کہ جیسی بداء کے سبب سے خدا کی عبادت ہوتی ہے ایسی کسی دوسرے سبب سے نہیں ہوتی سبب اس کا نفاذ ہے کہ جب شیعوں سے کہہ دیا

کہ جب جلد تم کو سلطنت ملتی ہے اُن بیماریوں نے دنیا کی طمع میں حضرت زرارہ وغیرہ کے حضور میں حاضر باشی شروع کی خاک پاک کی سمرنوں اور چٹائی کی جاننا زوں اور مٹی کو برہ گاہوں کو لے لیا اور خوب رگڑ رگڑ کر پیشانیوں کو داغا اور مضمون *فیوخذ بالذوائبی والاقدم* کا ادا کیا سب وعدہ پورا نہ ہوا اور دن گذر گئے اور کچھ ظہور نہ ہوا تب مایوس ہو کر زرارہ وغیرہ سے پوچھا کہ یہ ہوا اُس نے ادھر ادھر جا کر دو چار روز کے بعد کہہ دیا کہ امام فرماتے ہیں کہ خدا کو بداء ہوا اُس نے وقت بدل دیا مگر تم پھر عبادت کرو اور خوب تبرے کو اور اپنے اوپر

لعنت بھی جو دیکھو بہت جلد خدا ترقی دیتا ہے غرضکہ اسی طرح پر چند احمقوں بیوقوفوں کو اپنے دام تزدیر میں رکھا کبھی تقیے سے بہکا یا کبھی بدار کہہ کر دم میں رکھا کبھی طینت کا مسئلہ ملا کہ اُن کو خوش کر دیا یہ کرتے کرتے آخر دین محمدی میں رخنہ ڈال ہی دیا اور ایک فرقہ کو اپنا ساتھی کر لیا ہیں جو اب جو کچھ کرنے والا تھا اور بگڑ گیا دین جیسا کہ اُس نے سمجھا تھا فقہ استخود علیہم الشیطان واستغواہم الطغیان -

وکل احد منہم بعاہل حظه مشغوفنا فصار یری المعروف منکر او المنکر معروفا

غرضکہ اے حضرات شیعہ تم اپنے مذہب کے اصول و عقائد پر غور کرو اور اس کے حسن و قبح کو دیکھو اور اگر پھر بھی نہ سمجھو تو خیر اختیار ہے تقیہ کرو رجعت کی امید پر بیٹھے رہو بدار کا الیم ذات باری پر لگاتے ہو طینت کا مسئلہ یاد کر کے خوب شوق و ذوق سے گناہوں میں مصروف رہو سو اس لئے کہ جتنے سنی اگلے پچھلے گزرے ہیں اور جتنی عبادتیں انہوں نے کی ہیں وہ تو آخر تمہیں کو ملیں گی اور آخر تمہارے گناہوں کا ہار تو ہم کو اٹھانا ہی پڑے گا پس پھر عبادت کی محنت اٹھانی اب تم کو فضول ہے۔ حصہ ۶

تو مشت ناز کہ خون دو عالم میری گردن پر

تفریط و لیدیر چکیدہ خامتہ ناظم رنگین خیال تاثر عدیم المثل سباح

بحر زخار نکتہ دانی گلچین بوستان زار بیان بدائع و معانی بزمرہ

شعرائے معصرفاتی محمد مرتضی بیگ عرف مرزا مچھو بیگ عاشق حرسہ اللہ تعالیٰ
 بہان اللہ پاک ہے وہ بے نیاز جس نے اپنے حبیب کے خادم جان نثاروں کی شان میں ستم
 اللہ عنہم و رضو عنہ ارشاد فرما کے اُن کا مرتبہ ظاہر کیا اور ہر منافقین کے حق میں ختم اللہ علی قلوبہم
 کے اشارے سے اچھے بُرے کو علیحدہ کر دیا سچا ہے وہ نبی جس نے افضل اناس بعد النبی کی حدیث
 سے ترتیب خلافت و افضلیت بہان کر دی ہٹ دھرمی کا ذکر نہیں حق شناسوں کے لئے کوئی
 شک شبہ کی نہ باقی رہی سب سے بڑھ کے تو یہ کام لیا کہ اپنے سچے دین کی حفاظت کا پورا پورا
 وعدہ خدا سے لے لیا اس وقت کسی بزرگ کا یہ قول و زبان ہے باقی داستان سے
 الہی ویا حکم الحاکمین الہی دیا اکرم الاکرمین

فصل علی سید المرسلین وصل علی شافع المذنبین
فصل علی آلہ الطاہرین وصل علی نعبدہ الصالحین

بعد حمد خدا و نعت مقرر اختیار

بندہ سسر پانچواں محمد نفسی عاشق آل نبی خادم اصحاب محمدی حق شناسوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ کیوں حضرات القصاص کیجئے دین محمدی کی بھی کیا مضبوط بنا ہے کہ ابتدا سے تا ایندم بلکہ بقائے عالم دشمنان حملنے کیسا کیا چاہا اور چاہتے ہیں کہ اس چمکے ہوئے چراغ کو مچھونک مچھونک کے بجھائیں۔ حق ناحق آتش افزوی کر کے شعلہ فساد و بھڑکائیں لیکن وہ قدرتی نور بسان برق طور اور سوا تجلی دکھاتا ہے، ذرا دال نہیں گلتی اسی کوکے سے خود انہیں کا دل جل کے سدا حوصلہ سیت و ضوشکت ہو جاتا ہے مہال کیا ہے، کہ زبان ہلائیں اور منہ کی نہ کھائیں۔ ادھر ذرا گردن اٹھائی ادھر سر کو بی ہوتی قدرتی سکتہ پھی کھائی جہاں چار قدم دوڑ کے چلے کہ چوٹ گرے۔ دون کی لیتے ہی چھکے چھوٹے ہیں رنج و الم سے ماتم کے بہانے سینہ کوٹتے ہیں یوں تو صد با برس سے کسی کسی قلعی کھلی ساری شینخی کر کر رہی ہوئی، لیکن اس ہنگام میں کہ اخیر زمانہ دنیا کی فکر و وزخ کے دھندے سے

سے نجات ہی نہیں عاقبت کا خیال کیا قیامت کا قرب چودھویں صدی ابھی سے نفسی نفسی کا ترجمہ اپنی پڑھی ہے، وہ بیانات کا علم پھر اس میں کمال بالکل خواب و خیال ہے، جو بیانات ممکن ہی نہیں مہال ہے لیکن فقط ہماری نام خیالی ہے مروان نگر سے اب بھی کسب دنیا خالی ہے۔ چنانچہ تفصیل اس اجمال کی معاینہ کتاب لاجواب جزو دوم آیات بیانات تصنیف عالم علم معقول و منقول سامی، دین خدا و رسول سرآمد متکلمین۔ سلطان المنظرین واقف اسرار حقیقی و جلی عالی جناب والا خطاب من اللہک مولوی سید محمد ہمدانی علی شاہ صاحب بہادر منیر نواز جگت معتمد پولیٹیکل فنانس سرکار آصفی سے ہوتی ہے۔ اللہ اللہ کس متانت کی تقریر کس زور شور کی تحریر ایک دریا ہے کہ موجیں مارتا ہے۔ نمونہ قدرت خدا یہ تا یہ شبہ نہیں تو کیا ہے ایسی کثرت کار و ذہنیت اوقات میں جو بات ہے شرت و بسط کے ساتھ حتی الوسع کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا منافق ہی کے قول سے منکرین کے زعم باطل کو توڑا ہے عبارت کی پاکیزگی پر وہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ مناظرے میں باوجود سخت کلامی مدعی اپنی تہذیب اچھے سے نہ جانے دی ادب سے کام لیا ہے سحر بیانی اس کا نام ہے کہ شیرین زبان کی میٹھی چھری سے دشمن کا کام تمام ہے ماشار اللہ زور تسلیم کی ادنیٰ اسی یا ایک بات ہے جس داوی میں قدم

رکھنا میدان اپنے ہاتھ ہے۔ لطف تو یہ کہ جو دعوے ہے با دلیل۔ با این ہمہ مطالب کثیر و عبارت کلا
 جو بات ہے لاجواب ہے، جو فقرہ ہے انتخاب۔ بلاغت ایسی کہ ذرا سا لکھتے ایک دفتر فصاحت کا یہ
 طاقت بیان سے باہر۔ خدا شاہد یہ طرز تحریر بہت مشکل ہے معقولیت کے یہ معنی کہ دشمن اپنے ہونے
 سے قائل ہے۔ حافظہ وہ کہ سارا علم مناظرہ از بر۔ نگاہ اتنی وسیع کہ دشمن کا کتب خانہ پیش نظر۔
 فقط کرامت صحابہ کرام ہے۔ نہیں یہ اعجاز رقیب انسان کا کام ہے۔ جیسا دل چاہتا ہے ویسی پو
 تعریف اس مختصر میں کب ہو سکتی ہے۔ ساتھی اس شخص کی محنت و جانفشانی کی تعریف کرنی چاہی
 جس نے اس کے پوچھنے اور شائع کرنے میں کوشش کی ہے، خاص فائدہ عام و عقبی کا نیک
 سمجھ کے نہ کسی طمع و لالچ سے وہ کون یعنی جوان صالح فخر خانہ ان حافظ قرآن جیسی و شفیع
 عبدالواجد خان خلیفہ الصدق برگزیدہ خدا پابند شریعت مصطفیٰ اور ویش صفت و فرشتہ خاص
 وحید الزمان جناب محمد عبدالواحد خان صاحب فاک و مہتمم مطبع مصطفائی بائین جنت مکہ
 محمد مصطفیٰ خان سکندر اللہ فی فروروس الجنان۔ پہلی جلد باجائز حضرت مصنف ۱۳۷۰ھ میں دا
 چھپوا کے شائع کی جو حضرت شایقین علم دین کی نظر سے گذری ہوگی۔ دوسری جلد یعنی جز
 دوم کے لیے کیا کیا اہتمام کیا زمین و آسمان ایک کر دیا لیکن کسی طرح وہ نسخہ دستیاب
 ہوتا تھا بارے جناب مندومی و مکرمی منشی سید محمد ممتاز علی صاحب پیش کار کلکٹری بنارس دیکھیں
 سند یہ ایک اور دھ نے بہنہ کو شمش و جہد جناب منشی سید برکت علی صاحب سر شقت دار کشتری
 پیش یافتہ سرکار سے جن کے پاس ایک مسودہ کٹا کٹا دستی حضرت مصنف کا تھا حاصل کیا اور
 واصل دونوں نسخے حافظ صاحب موصوف کے نام روانہ کئے اب اس محنت کو دیکھنا چاہیے
 حافظ صاحب موصوف نے بعد نظر ثانی و اجازت مصنف بصحت کمال صفائی و پاکیزگی سے طبع
 و درحقیقت جیسی محنت حضرت مصنف نے اس کی تصنیف میں کی ہے، اس لیے اس قدر کم
 صاحب موصوف کو بھی مشقت کرنی پڑی، شکر ہے خدا کا جس نے اس محنت کی راحت دو
 دوسری جلد بھی چھپ گئی۔ اب خدا سے دعا ہے کہ اس کے مصنف اور جن سے یہ نسخہ دستیاب
 وہ اور جن نے بہنہ کو شمش اسے چھپا پا اور شائع کیا ہے ان سب کے لئے۔

عسر و اقبال و آبرو ہو زیاد بحمد و آلہ الامجاد

آیتنا بیبا

تردید شیعہ میں وہ مشہور اور عظیم کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ
دے سکے جن میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور اُن کے علماء کے اقوال و صحابہ کے فضائل
اور خلاف رائدہ کو ثابت کیا ہے ورنہ کلام اربعہ فریق حاصل بحث کی گئی ہے

تالیف محسن الملک

سید محمد مہدی علی حسان

جلد اول

دارالاشاعت

مولوی مسافر خانہ کراچی